سیرت نگاری کے رجحانات

(۱۸۵۷ء۔۱۹۸۷ء)

مقالہ نگار

محمد شکیل صدیقی

نگرانِ تحقیق : ڈاکٹر محمد صابر

پروفیسر و سابق صدر شعبہ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی

مقالہ برائے تکمیل : پی ایچ ڈی ڈگری اسلامی تاریخ

جامعہ کراچی

۲۰۰۵ء

صداقت نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ جناب محمد شکیل صدیقی ولد محمد صدیق صدیقی (مرحوم) انرولمنٹ نمبر ۸۹/۵۴۷۲۷۳-Ku نے بفضلہ تعالیٰ اپنا مقالہ بطور امیدوار پی ایچ ڈی اسلامی تاریخ بعنوان ''برصغیر پاک و ہند میں سیرت نگاری کے رجحان'' (۱۸۵۷ء ۔ ۱۹۸۷ء) مطلوبہ تحقیقی معیار کے ساتھ میری زیر نگرانی مکمل کرلیا ہے اور اب یہ مقالہ ٹائپنگ اور دیگر لوزامات کی تکمیل کے بعد عکسی نقول کے ہمراہ بغرض امتحان جامعہ کراچی کو پیش کیا جاتا ہے۔

واللہ المستعان وعلیہ التکلان

ڈاکٹر محمد صابر

نگران

پروفیسر و سابق صدر نشین شعبہ اسلامی تاریخ

جامعہ کراچی

۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء

مولات

پیش لفظ

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور کارناموں (Life & Works) کا مطالعہ دنیا کی مختلف زبانوں مختلف ممالک مختلف ادوار اور مختلف انداز سے مسلمان علماء، غیر مسلم فضلاء، مشرق و مغرب کے محققین، مستشرقین اور دیگر اہلِ علم صدیوں سے کرتے چلے آرہے ہیں، ان کی کاوشوں میں تنوع اور مطالعے کے زاویے بھی بہت مختلف ہیں۔ جو ظاہر ہے کہ جبلی اور فطری ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف تہذیبی و تمدنی حوالوں، ثقافتی، دینی، فکری، نظریاتی سطحوں اور مختلف نقطۂ ہائے نظر، مختلف رجحانات کے عکاس ہیں۔ ان وجوہ سے مطالعہ سیرت کا سرمایہ اپنی کمیت اور زمانی طوالت کے اعتبار سے اتنا زیادہ ہے کہ ایک آدمی تو کجا ایک ادارہ بھی اس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔

مسلم تاریخ نویسی (Historiogaphy) کی ایک اہم شاخ کی حیثیت سے سیرت نگاری' جو ایک مستقل فن اور صنف ادب ہے' برصغیر پاک و ہند میں بھی اہل دانش و بینش کے مطالعہ اور توجہ کا محور و مرکز رہی ہے۔ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کے تناظر میں ۱۸۵۷ء کے بعد مختلف سطحوں پر ایسے جدید میلانات و رجحانات نے جنم لیا۔

جن سے مختلف علوم و فنون کی نئی صورت گری سامنے آئی، اس کے اثرات سیرت نگاری پر بھی مرتب ہوئے چنانچہ سیرت نگاری کی وہ شکل جو پہلے (مثلاً روایتی، عقیدت مندانہ، ناصحانہ اور محض فضائل و مناقب اور سوانحی خاکہ نگاری پر مشتمل) تھی، بالکل بدل گئی، رفتہ رفتہ زمانے کا مقابلہ کرنے کے لیے اور وقت و حالات کے تقاضوں کے مطابق نئے مکاتب فکر، نئے رجحانات و میلانات پروان چڑھے اور سیرتی ادب (Sirah literature) بھی مواد و اسلوب کی نئی جہتوں سے روشناس ہوا، عقل و استدلال کا استعمال اور تنقیدی، تجزیاتی، موضوعاتی، اور تحقیقی و تاریخی مطالعات کے علاوہ مستشرقانہ، فلسفیانہ، داعیانہ اور تجدد پسندانہ زاویہ ہائے نظر سامنے آئے، علاوہ ازیں ملکی حالات میں تغیر کے ساتھ عالمی سطح پر ہونے والے واقعات و حادثات کا اثر' سیرت نگاری نے مزید قبول کیا۔ یہاں تک کہ برصغیر کی تقسیم کے بعد سیرت نگاری کے نئے افق سامنے اور گزشتہ کئی عشروں میں اس کے مناظر بھی بدل گئے۔

اس ہمہ گیر و ہمہ جہت تبدیلی کے تناظر میں، برصغیر پاک و ہند میں سیرت نگاری کے مطالعے پر سنجیدہ علمی و تحقیقی توجہ کم دی گئی۔ یہ صحیح ہے کہ بعض اہل علم نے اردو سیرت نگاری کی تاریخ ضرور مرتب کی اور ان میں محترم ڈاکٹر خالد انور محمود صاحب (اردو سیرت نثر میں سیرت رسول ﷺ ۱۹۸۹ء) کی کاوش قابل تحسین ہے تاہم سیرت نگاری کی تاریخ سے زیادہ اُن محرکات و عوامل اور ان

امور ومسائل اور حالات وواقعات کی نشاندہی انتہائی ضروری ہے۔ جس سے سیرت نگاری کے اثرات قبول کرتے ہوئے کی سمت اور نئے زاویہ ہائے مطالعہ کی گنجائش پیدا کی۔ چنانچہ اس ضرورت کے پیش نظر برصغیر پاک وہند کے حوالے سے ۱۸۵۷ء سے ۱۹۸۷ء، سیرت نگاری کے محرکات، رجحانات اور اثرات کو اپنی علمی جستجو کے لیے منتخب کیا۔ اس موضوع پر تحقیقی کام کا مقصد اہل علم کی شاندار علمی کارناموں کی دریافت ہی نہیں بلکہ دینی وملی خدمت کا جذبہ بھی ہے کیونکہ بدلے ہوئے قومی اور بین الاقوامی تناظر میں صرف سیرت رسول ﷺ ہی امنِ عالم، عدلِ اجتماعی، تمدنی ترقی اور جملہ حقوق وتحفظِ انسانی کا واحد ذریعہ وضمانت ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ سیرت نگاری کا مطالعہ اس وقت تک معنی خیز نہیں ہوسکتا جب تک کہ سیرت نگاری کے جملہ تصورات ونظریات معنی، مفہوم، اصول، ماخذ ومصادر مدعا، ضرورت اور خصوصیات سے مکمل تعارف اور تفہیم حاصل نہ کرلی جائے۔ چنانچہ زیر نظر مقالے کے باب اول کو سیرت اور سیرت نگاری کے مبادیات ومباحث کے لئے کلی طور پر مختص کیا گیا ہے۔

جہاں تک برصغیر پاک وہند کا تعلق ہے تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ زماں ومکاں سے واقفیت کے بغیر سفر جاری نہیں رکھا جاسکتا اس لئے ضروری تھا کہ جس خطے کی سیرت نگاری کا جائزہ لیا جارہا ہے اس کے حالات کا بھی جائزہ لیا جائے۔ برصغیر پاک وہند کی تاریخ ہزار ہا سال قدیم ہے، صرف مسلمانوں کا سیاسی وتہذیبی عہد صدیوں پر محیط ہے اس لئے یہ ممکن تو نہ تھا اور نہ ہی ضروری کہ تفصیلی تاریخی جائزہ پیش کیا جاتا، تاہم عربوں کی آمد سے ۱۸۵۷ء تک کے عہد بعہد سیاسی وتہذیبی تاریخ کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے جس سے سیرت نگاری کا براہ راست تعلق ہے چنانچہ باب دوم اسی جائزے پر مشتمل ہے۔

برصغیر میں سیرت نگاری کا نقطہ آغاز ہی ۱۸۵۷ء کو قرار دیا جاتا ہے ہاں اگر کسی خاص زبان یا خاص مفہوم میں یہ بات ہے تو ہوسکتا ہے درست ہو لیکن ۱۸۵۷ء سے قبل برصغیر میں سرے سے سیرت نگاری کا کوئی تصور ہی نہیں تھا تو یہ بات درست نہیں ہے چنانچہ ہم نے ۱۸۵۷ء سے پہلے برصغیر میں تصور سیرت اور سیرت کے تحریری سرمائے کا جائزہ لیا ہے اور اس کے اسباب محرکات کو بھی تلاش کیا ہے اور سیرت نگاری کی اصناف واسلوب کی بھی نشاندہی کی ہے گویا باب سوم ۱۸۵۷ء سے قبل کے سیرت کے تحریری مواد اور اس کے محرکات کے جائزے پر مشتمل ہے۔

۱۸۵۷ء بجا طور پر برصغیر میں اہم سیاسی موڑ کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اس کے تہذیبی اثرات بھی کم دورس نہیں تھے اس سیاسی وتہذیبی تبدیلی نے اسلام اور مسلمانوں کو براہ راست متاثر کیا، عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں صرف تبدیلی مذہب تک محدود نہیں تھی

بلکہ تعلیم زبان اور ادب سب کو متاثر کر رہی تھیں پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس کو بھی ہدف وتنقید کا نشانہ بنایا جا رہا تھا یہی وہ دور ہے جب سر سید احمد خان اور ان کے رفقائے نے قرطاس وقلم کا محاذ بھی سنبھالا اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس کو نشانہ بنانے والوں کو جواب دیا۔ سر سید احمد، چراغ علی، سید امیر علی اور الطاف حسین حالی نے عیسائیت کے حملوں کا جواب دیا اور یہیں سے سیرت نگاری میں مختلف رجحانات بھی نمایاں طور پر ابھرنا شروع ہوئے۔ ہم نے اس باب میں ان نمایاں رجحانات کی نشاندہی کی ہے۔ اور باب چہارم میں ۱۸۵۷ء سے ۱۸۹۷ء تک کی سیرت نگاری کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

۱۸۵۷ء کے سیاسی وتہذیبی اثرات جلد ختم نہیں ہوئے بلکہ تادیر قائم رہے "تحریک استشراق" کے عروج کا زمانہ، جس کا ہدف پیغمبرِ اسلام ﷺ کی ذاتِ اقدس تھی، ایک گلوبل موومنٹ تھی، اور اس کے اثرات برصغیر پر بھی مرتب ہو رہے تھے لیکن اسی کے متوازی "تحریک سیرت" بھی سرگرم تھی چنانچہ باب پنجم میں تحریک استشراق اور تحریک سیرت کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ مولود ناموں کی قدیم روایت اور سیرت نگاری کے ارتقائی سفر کا جائزہ لیا ہے یہ جائزہ ۱۸۹۸ء ۔ ۱۹۱۸ء پر محیط ہے۔ اس عہد میں قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی رحمۃ العالمین (تین جلدوں) سمیت متعدد واہم تصانیف سیرت سامنے آئیں۔

۱۹۱۹ء سے ۱۹۴۷ء سیرت نگاری کے عروج کا دور ہے زیرنظر عہد یورپی ومغربی استعماریت کے سیاسی وتہذیبی غلبہ واثرات سے عبارت ہے عالمی جنگوں کے اصل متاثرین مسلمان تھے یہ ایک پرآشوب دور تھا، برصغیر کے مسلمانوں نے اس پرآشوب دور میں اپنے پیغمبر ﷺ کی ذات اقدس کو اپنے لیے جائے عافیت جانا۔ اور ان ہی کے دامن کو تھام کر مستقبل کا سفر شروع کیا چنانچہ علی گڑھ سے دیوبند تک اور ندوۃ العلماء سے دارالمصنفین تک سیرت سے روشنی اور رہنمائی حاصل کی گئی، علماء اور مورخین نے سیرت نگاری کو نیا اسلوب دیا، علامہ شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کی "سیرۃ النبی" اور "خطبات مدارس"، پروفیسر نواب علی کی "سیرت رسول اللہ" مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوری "اصح السیر" مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی "سیرت المصطفیؐ" مناظر احسن گیلانی کی النبی الخاتمؐ اور چوہدری افضل حق کی محبوب خدا سمیت درجنوں کتب سیرت نے مطالعہ سیرت میں ایک انقلاب برپا کر دیا ان نگارشات سیرت کا رنگ اور آہنگ یکساں نہ تھا، انداز اور سوچ بھی مختلف تھا۔ چنانچہ سیرت نگاری کے نئے رجحانات بھی سامنے آئے، باب ششم میں ہم نے اسی عہد عروج کی نگارشات سیرت اور ان کے رجحانات کا تجزیہ کیا ہے۔

باب ہفتم برصغیر کی تقسیم اور قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۷ء کی سیرت نگاری کے دور پر مشتمل ہے قیام پاکستان کے

بعد قرارداد مقاصد تک کے سیاق و سباق میں قرآن نے ملت اسلامیہ پاکستان کی قرآن کا رشتہ مقاصد پاکستان سے اور زیادہ مضبوط کر دیا' پاکستان میں ایک اسلامی معاشرے کے قیام' شریعت اسلامی کے نفاذ اور عدل وانصاف کی ترویج کے لیے علماء اور دانشوروں نے سیرت کو رول ماڈل بنایا اور سیرت نگاری کو تحریکی وانقلابی اور علمی وادبی رجحانات سے متعارف کرایا اس باب میں قیام پاکستان کے بعد معروف ومشہور کتب سیرت کی روشنی میں نئے رجحانات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۱۹۷۷ء میں پہلی بار سیرت نگاری کی سرکاری سطح پر حوصلہ افزائی کی گئی چنانچہ باب ہشتم میں سیرت نگاری کے سرکاری محرکات و اثرات کے ساتھ ساتھ سیرت نگاری میں جدید تحقیق کے رجحان کا بھی جائزہ لیا ہے خصوصیت کے ساتھ امام سیرت ڈاکٹر حمید اللہ کی سیرت نگاری کو تفصیل سے موضوع گفتگو بنایا ہے۔

موضوع تحقیق کا یہ اجمالی بیان ایک مختصر تعارف ہے جس کی تفصیلات از روئے تحقیق زیر نظر مقالہ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ مطالعہ تحقیق میں حتی الوسع دستیاب بنیادی اور ثانوی مآخذ کو پیش نظر رکھا گیا ہے جس کا اندازہ مراجع اور فہرست کتابیات سے لگایا جا سکتا ہے۔

مواد کی تلاش' مطالعاتی ضرورت اور تحقیقی تقاضوں کو پورا کرنے کی بھی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے چنانچہ جامعہ کراچی کی مرکزی لائبریری' لیاقت نیشنل لائبریری اور اسٹیٹ بینک کی لائبریری سے استفادہ کیا گیا ہے۔

موضوع کی وسعت اور مقالہ کی طوالت کے پیش نظر اور ناظر کی سہولت کی غرض سے ہر باب کے آخر میں اسناد وحواشی دیے گئے ہیں اور موضوع سے متعلق بعض تفصیلات کو ضمیمہ جات کی صورت میں شامل کیا گیا ہے۔

میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے اس کام کو انتہائی نامساعد حالات میں پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں مدد اور رہنمائی فرمائی۔

میں استاد محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد صابر صاحب کا خصوصی طور پر ممنون ومشکور ہوں جنہوں نے انتہائی خلوص ومحبت اور شفقت سے میری سرپرستی' نگرانی اور رہنمائی فرمائی۔

سخت ناسپاسی ہوگی اگر میں یہاں استاذ الاساتذہ شیخ الجامعہ محترم پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی صاحب اور رئیس کلیہ فنون پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین صاحب کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا نہ کروں' جن کی سرپرستی' تعاون اور حوصلہ افزائی کے بغیر یہ کام ممکن نہ تھا۔

باب اول

مبادیات و مباحث

باب اول

مبادیات ومباحث

برصغیر پاک وہند میں سیرت نگاری کے آغاز وارتقاء اور میلانات ورجحانات کا جائزہ لینے سے قبل ضروری ہے کہ فن سیرت نگاری کے متعلقات کا علمی وتاریخی جائزہ لیا جائے تاکہ ''سیرت'' کے متعین مفہوم' خصوصیات اور مآخذ ومصادر کی روشنی میں برصغیر میں سیرت نگاری کی نوعیت اور قدر وقیمت کا صحیح اندازہ لگایا جاسکے۔

مسلمانوں کی دینی وعلمی روایات میں سیرت نبوی ﷺ کو ایمانی واعتقادی درجہ حاصل ہے﴿۱﴾' آپ ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان' آپ کی اتباع واطاعت اور آپؐ سے عقیدت ومحبت کے اظہار کے بغیر اسلام کا صحیح مفہوم اور معرفت الٰہی کا حصول ممکن نہیں ہے﴿۲﴾' قرآنِ پاک کے بعد رسول اللہ ﷺ کی سیرت مطہرہ اسلام کے تعارف وتفہیم کا دوسرا بنیادی ذریعہ اور مصدر و مآخذ ہے جس سے انسان اسلام کے بارے میں صحیح رہنمائی حاصل کرسکتا ہے﴿۳﴾ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کو انسانوں کے لیے بہترین قابل تقلید نمونہ قرار دیا ہے'﴿۴﴾ تمدنی ارتقاء کے ساتھ سیرت کے معنی ومفہوم' وسعت وتنوع اور تحریری مواد میں اضافہ ہوتا گیا تاہم ایمان وعقائد کے اعتبار سے سیرت کا دینی مرتبہ ومقام دور اول کی طرح آج بھی جزو ایمان بلکہ عین ایمان ہے﴿۵﴾

۱۔ لغوی تحقیق

سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ کے لیے ''سیرت'' کا لفظ مستعمل اور معروف ہے﴿۶﴾' سیرت عربی زبان کا لفظ ہے' سیرت کو عربی میں ''السیرۃ'' لکھا اور پڑھا جاتا ہے اس کا مادہ سیر بمعنی چال ہے اور جمع سیر ہے' سیرت اسم ہے اور اس سے فعل سار یسیر سیراً و مسیراً و مسیرۃً و سیرورۃ (باب ضرب یضرب) مستعمل ہے' بمعنی چلنا' پھرنا' جانا' سفر کرنا' عمل کرنا' مشہور ہونا' اسی سار یسیر کا اسم مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً روش' طور طریقہ' چال چلن' ڈھنگ' طرز زندگی' کردار' سنت' عادت' شکل وصورت' ہیئت' حالت' کہانی' قصہ واقعہ﴿۷﴾ المنجد فی اللغۃ میں السیرۃ کی توضیح اس طرح کی گئی ہے' السیرۃ اسم من

[illegible] سنت، طریقہ، مذہب اور ہیئت۔ سیرۃ الرجل طریقۃ اعمالہ و کیفیۃ

سلوکہ بین الناس' کسی شخص کی سیرت کا مطلب ہے اس شخص کی سوانح حیات اور لوگوں کے ساتھ اس کے برتاؤ کا اندازہ۔ یقال هو

حسن السیرۃ و منه قولهم ''من طابت سریرته حمدت سیرته'' کہا جاتا ہے کہ فلاں اچھی چال چلن کا حامل ہے اور اسی سے

عرب کا قول ہے کہ جس کا باطن پاکیزہ ہوتا ہے اس کا کردار قابل ستائش ہوتا ہے۔﴿۸﴾ ''لسان العرب'' میں سیراً کے معنی چلنے اور

رخصت ہونے کے بیان کیے گئے ہیں' جیسے حدیث حذیفہ میں ہے'' تسایر عنه الغضب'' اس سے غصہ کے آثار رخصت ہو گئے۔ اس

کے علاوہ سیرۃ کا لفظ مسافت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور السیارۃ کے معنی قافلہ کے ہیں نیز السیرۃ کے معنی ہیئت اور چال

کے بھی آتے ہیں اور سیرۃ کے معنی پہلے لوگوں کے واقعات واحادیث کا بیان کرنا بھی ہے۔﴿۹﴾

قرآن کریم میں السیر اور السیرۃ کا استعمال

قرآن پاک میں السیر اور السیرۃ کے الفاظ انہی لغوی معانی میں استعمال ہوئے ہیں سورہ طور میں ارشاد ہے و تسیر

الجبال سیراً اور پہاڑ اپنی جگہ سے چل پڑیں گے ﴿۱۰﴾ سورہ روم میں ہے:

اولم یسیروا فی لارض فینظروا کیف کان عاقبة اللذین من قبلهم ط﴿۱۱﴾

کیا یہ لوگ زمین میں نہیں پھرے کہ دیکھ لیتے انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔

سورۂ قصص میں ہے'

فلما قضیٰ موسیٰ الاجل و سار باهله انس من جانب الطور ناراً ط﴿۱۲﴾

پس جب موسیٰ اپنی مدت پوری کر چکے اور اپنی اہلیہ کو ساتھ لیکر چل دیے تو ان کو کوہ طور کی طرف سے آگ (روشنی) دکھائی

دی۔

سورۂ طہٰ میں ارشاد ہے'

خذها و لا تخف سنعیدها سیرتها الاولیٰ ﴿۱۳﴾

اس (اژدھا) کو پکڑ داور ڈرو نہیں۔ ہم اسے پہلے والی ہیئت پر لے آئیں گے۔

گویا قرآن پاک میں السیر اور السیرۃ کا استعمال چلنے پھرنے اور ہیئت و حالت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔﴿۱۴﴾

سیرۃ کا استعمال۔آثار صحابہ میں

سیرۃ کا لفظ آثار صحابہ بھی مستعمل رہا ہے' مسند احمد بن حنبل ہے:

قام علی علی المنبر فذکر رسول اللہ فقال قبض رسول اللہ واستخلف ابوبکر فعمل بعمله و سار بسیرته حتی قبض اللہ عزوجل علی ذلک ثم استخلف عمرؓ علی ذالک فعمل بعملهما وسار بسیرتهما حتی قبض اللہ عزوجل ذالک﴿۱۵﴾

ترجمہ:۔حضرت علیؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور آپؑ نے رسول اکرمؐ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب رسول اللہؐ وفات پا گئے تو آپؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ منتخب کیے گئے' حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ جیسے کام کیے اور آپ کی سیرت پر چلے یہاں تک کہ آپ فوت ہو گئے تو حضرت عمرؓ خلیفہ منتخب کیے گئے۔حضرت عمرؓ نے ان جیسے کام کیے اور آپ کی سیرت پر چلے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح بھی قبض کر لی۔

اسی مسند ابن حنبل کی دوسری روایت ہے:

عن ابی وائل قلت لعبد الرحمن بن عوف کیف بایعتم عثمانؓ و ترکتم علیا قال ماذنبی برأت بعلی فقلت ابایعک علی کتاب اللہ و بسنة رسوله و سیرة ابی بکر و عمر رضی اللہ عنهما قال فقال فیما استطعت قال ثم عرضتها علی عثمان فقبلها۔﴿۱۶﴾

ترجمہ: حضرت ابووائل سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے کہا کہ آپ لوگوں نے حضرت علیؓ کو چھوڑ کر حضرت عثمانؓ کی بیعت کیوں کی؟ انہوں نے کہا کہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں میں نے حضرت علیؓ سے کہا تھا میں کتاب اللہ' سنت رسول اللہ اور سیرت ابوبکرؓ وعمرؓ پر تمہاری بیعت کرتا ہوں' حضرت علیؓ نے کہا تھا کہ میں حسب استطاعت ذمہ داری نبھاؤں گا پھر میں نے حضرت عثمانؓ سے یہی بات کی تو انہوں نے اسے تسلیم کرلیا۔

۲۔ اصطلاحی مفہوم

لغوی تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مصدر ''سیرا'' اور اسم ''سیرت'' کے لغوی معنی چلنا اور چال چلن ہیں اصطلاحی ومعروف معنی طرزِ عمل' طریقہ' معاملہ' کردار' صلح وجنگ کے متعلق اسلام کا مخصوص طریقہ' غیر مسلموں کے ساتھ اسلام کا بین الاقوامی قانون اور

اخیراً سیرت بمعنی سوانح حیات کی طرف انتقال معنی مختلف مراحل میں ہوا'﴿۱۷﴾ سیر کے لغوی معنی کی نسبت سے اس کا اولین استعمال جہاد وغزوات کے لیے ہوا کیونکہ جہاد وغزوات میں سفر کرنا اور انتقال مکان ہوا کرتا تھا۔﴿۱۸﴾

کشاف اصطلاحات الفنون میں ہے:

''مغازی کو سیر اس لیے کہتے ہیں کہ اول امور ہا السیر الی الغزو یعنی میدان جنگ کی طرف چل کر جانے سے جہاد و مغازی کی ابتدا ہوتی ہے''۔﴿۱۹﴾

''مجمع بحار الانوار'' میں کتاب السیر کی ابتدا اس طرح بیان کی گئی ہے۔

کتاب السیر ۔جمع سیرۃ بمعنی الطریقۃ لأن الأحکام المذکورة فیها ملتقاة من سیر رسول الله فی غزواته ۔ السیر سیرۃ کی جمع ہے جو کہ طریقہ کے معنی میں ہے اس لیے کہ اس میں ذکر شدہ احکام رسول اکرم ﷺ کے غزوات سے لیے گئے ہیں۔﴿۲۰﴾

المغرب میں ہے:

انها غلبت فی الشرع علی امور المغازی و ما یتعلق بها ''یہ لفظ زیادہ تر مغازی اور اس متعلقہ امور کے بارے میں استعمال ہوتا ہے۔﴿۲۱﴾

چنانچہ اسلامی غزوات اور جنگوں کے بیان کے لیے جو کتابیں لکھی جاتی تھیں انہیں کتاب المغازی یا کتاب السیر کا نام دیا جاتا تھا۔حضرت ابن شہاب زہری (م۱۲۴ھ) محمد بن اسحاق (م۱۵۱ھ) اور عمر بن راشد الدزدی (م۱۵۲ھ) کی کتاب المغازی اور بعد کے دور میں محمد بن عمر الواقدی کی کتاب التاریخ والمغازی' ابن عبدالبر کی الدرر فی اختصار المغازی والسیر اور سلیمان بن موسیٰ الکلاعی اندلسی کی الاکتفاء فی مغازی رسول اللہ سیرت کی ایسی ہی اولین و چند کتابیں ہیں جن میں حضور ﷺ کے غزوات کا تفصیلی بیان ہے۔ بعد کے ادوار میں لفظ سیرت کے مفہوم میں قدرے توسیع ہوئی اور سیرت کی کتابوں میں امام وقت کا غازیوں' اسلامی فوج اور دشمن کے ساتھ مختلف سلوک اور ان سے مختلف معاملات کا بیان کیا جانا شروع ہوا۔﴿۲۲﴾ محمد علی الفاروقی کے مطابق ''کتاب السیر سے مراد سیر الامام و معاملۃ الغزاۃ والانصار والکفار ہے' یعنی مسلمان حاکم وقت کا غازیوں' مددگاروں اور کافروں کے ساتھ سلوک و معاملات،۔﴿۲۳﴾ دوران جنگ دشمن کے مختلف طبقوں مثلاً کافر' باغی' طالب امن (مستامن)' مرتد' ذمی وغیرہ کے ساتھ مختلف

نوعیت کے سلوک کے بیان کے لیے لفظ ''سیرت'' استعمال کیا جانے لگا۔﴿۲۴﴾ حافظ عبدالمومن الدمیاطی کی سیرت دمیاطی، شیخ ظہیر الدین گازرونی کی سیرت گازرونی، علامہ مغلطائی کی سیرت مغلطائی اور ابن عبدالبر الاندلسی کی سیرت ابن عبدالبر اس کی چند مثالیں ہیں۔﴿۲۵﴾ فقہا نے اس کے مفہوم میں کچھ تبدیلی کر کے لفظ سیرت بین الاقوامی قانون کے لیے استعمال کرنا شروع کیا۔ چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد حضرت امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ نے کتاب السیر الکبیر اسی معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکھی، یعنی جنگ و صلح میں مسلمانوں کا دیگر اقوام و ملل کے ساتھ معاملہ وطریقہ۔﴿۲۶﴾ بعض محدثین نے مخصوص مضامین سیرت کو شمائل و فضائل کے نام سے ترتیب دیا اور حضورﷺ کے سراپا، حالات و عادات اور کریمانہ اخلاق کی حد تک سیرت کے مضامین کو مخصوص کر دیا، محمد بن یحیٰ الترمذی (صاحب ترمذی شریف) کی الشمائل و النبویہ والخصائل المصطفویہ اس کی ایک نمایاں مثال ہے۔﴿۲۷﴾

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، لیڈن کے مقالہ نگار جی لیوی ڈیلا ویڈا (G.Levi-della vida) کی تحقیق کے مطابق حضور اکرمﷺ کی سوانح عمری کے لیے لفظ ''سیرت'' سب سے پہلے ابن ہشام (م ۲۱۳ھ) نے استعمال کیا، اس نے ابن اسحٰق (م ۱۵۰ھ) کی کتاب المغازی، میں گرانقدر اضافے کر کے اپنی مرتبہ کتاب کو ''سیرۃ'' کا نام دیا۔ وہ اسے ''ہذا الکتاب سیرۃ رسول اللہ'' (یہ کتاب سیرت رسول اللہ ہے'') کہہ کر متعارف کراتا ہے تاہم مقالہ نگار کے بقول، آنحضرتﷺ کی حیات طیبہ کے لیے لفظ ''سیرت'' کا استعمال اس سے پہلے بھی ملتا ہے۔ ابن سعد (م ۲۳۰ھ) نے اس لفظ کو بالکل اسی مفہوم میں برتا: من روی السیرۃ (اس نے سیرت کو روایت کیا ہے) خود ابن سعد: ھؤلاء اعلم بالسیرۃ و المغازی من غیرھم (طبقات ۲۱۳-۱۵۲) کہہ کر اس اصطلاح کو حضورﷺ کی حیات مبارکہ کے معنوں میں استعمال کرتا ہے،﴿۲۸﴾ جی لیوی ڈیلا ویڈا، آنحضرتﷺ کی سوانح کے لیے لفظ ''سیرت'' کے استعمال کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: یوں لگتا ہے کہ اول اول رسول اللہﷺ کی سوانح عمری کے لفظ سیر (جمع کا صیغہ) کا تخصیصی استعمال اس لیے کیا گیا تھا کہ اسلام کے عروج کے زمانے میں عرب پہلوی الاصل ''سیر الملوک'' سے واقف ہوئے اور انہوں نے بھی تقلیداً اپنے پیغمبر کے سوانحی واقعات مدون کر کے انہیں ''سیر'' کا نام دیا۔﴿۲۹﴾ جی لیوی ڈیلا ویڈا کا بیان مفروضہ اور قرآن اور اسلام سے عدم واقفیت اور اسلام کے خلاف مستشرقین کے روایتی تعصب کا نتیجہ ہے حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے ''سیر الملوک'' تقلید میں نہیں بلکہ ارشادِ ربانی پر عمل کرتے ہوئے اپنے پیغمبر علیہ السلام کی زندگی کی تفصیلات جمع کیں، چونکہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (۳۳۔الاحزاب:۲۱) (تمہارے لیے رسول اللہ کی ذاتِ گرامی میں ایک اچھا نمونہ موجود ہے) اس اسوہ حسنہ کے ایک ایک پہلو کو محفوظ کرنے کی کوشش میں کتب احادیث، سیر کا عظیم الشان ذخیرہ وجود میں آیا۔﴿۳۰﴾ غیر مسلم سیرت نگاروں نے ''سیرت'' اور ''سیرت الاولیاء'' (Hagio logy)یا(Hagiography) میں بھی ایک تعلق دریافت کیا ہے، اسپرینگر، نولڈکی اور گولڈ زیہر نے ''سیرت'' کو ''سیرت الاولیاء'' کے بالواسطہ اثرات کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینکا کے مقالہ نگار کا کہنا ہے کہ ''بہت جلد ''سیرت'' پر ''سیرت الاولیاء'' نے غلبہ پالیا اور حیاتِ محمدؐ کو ایک مثالی نمونہ بنا کر پیش کیا جانے لگا''۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ''سیرۃ الاولیاء'' یا ''تذکرہ مقدسین'' (Hagio logy)یا(Hagiography) تاریخ کی ایک شاخ ہے جس کا موضوع اولیاء کی سوانح عمریاں اور قرن با قرن سے انہیں پیش کیا جانے والا خراج عقیدت ہے۔ اس فہرست میں شہداء، خدا رسیدہ راہب اور مذہبی پیشوا شامل ہیں۔ اس قسم کے تذکروں میں سوانحی حالات کے علاوہ ایسی کرامات کا بیان بھی شامل تھا جو ان خدا رسیدہ بزرگوں کے مقابر پر ظاہر ہوتی تھیں یہ ایک نئی قسم کا ادب تھا جو محبت وعقیدت کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔﴿۳۱﴾ چنانچہ جب مستشرقین کے سامنے آنحضرت ﷺ کی سیرت کے نمونے آئے تو دانستہ یا نادانستہ انہوں نے اس فن کو بھی ''سیرۃ الاولیاء'' کی ایک شکل قرار دیا اور یوں اس کا مقام ومرتبہ گرانے کی کوشش کی، ڈاکٹر سید عبداللہ نے مستشرقین کے اس تصور کو ان ہی کی مآخذ سے غلط ثابت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ''سیرت'' (Hagiography) ہرگز نہیں ہے۔ جیمز ایل کلفرڈ (J.L.Cliferd) کے نزدیک (Hagiography) کے معنی ہیں مقدس کی سوانح، جن کے بارے میں یہ اصرار کیا جاتا ہے انہیں عام انسانوں سے اونچا دکھا کر محیر العقول واقعات اور انسانوں پر مشتمل سوانح عمراں مرتب کی جائیں، لیکن آنحضرت ﷺ کی بااصول سیرت میں مدح طرازی، مبالغہ آرائی اور خیال بافی کا شائبہ تک نہیں ہے۔ سیرت کا اصل جوہر وہ اسوہ حسنہ ہے، جو رسول خدا ﷺ کے ہر قول وفعل کی صحیح ترین روایت پر مبنی ہے۔﴿۳۲﴾

بعد کے ادوار میں سیرت کے مفہوم میں مزید وسعت سے کام لیا گیا اور اسے رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے علاوہ صحابہ کرام، اولیائے عظام کی زندگیوں کے واقعات کے لیے بھی استعمال کیا جانے لگا جیسے کتاب سیرت الصحابہ، سیرت عائشہؓ، سیرت عمر بن عبدالعزیز، سیرت نعمانؒ، سیرت ابن تیمیہؒ وغیرہ پر کتابیں لکھی گئیں ﴿۳۳﴾ تاہم لفظ ''سیرت'' کے استعمال اور اطلاق پر جدید ناقدین کے تحفظات ہیں اور وہ سیرت وسوانح میں فرق قائم کرتے ہیں اور ''سیرت'' کی اصطلاح کو بعض امتیازات وخصائص کی بنا پر

حیاتِ طیبہ کے لیے مخصوص قرار دیے ہیں لیکن ڈاکٹر سید عبداللہ کی رائے یہ ہے کہ تمام اشخاص کی Biography (سوانح حیات) کو سیرت کہنا زیادتی ہے کیونکہ سیرت کے لفظ کو اصولی طور پر آنحضرت ﷺ کے حالات ہی سے مخصوص سمجھنا چاہیے ان کی دلیل یہ ہے کہ ''سیرت'' حیاتِ انسانی کے ایک مثالی نمونے کو اپنا موضوع بناتی ہے، جو ہر خطا اور تقصیر سے پاک ہے، پیغمبرِ اسلام ﷺ انسانی اوصاف کی معراج ہیں اور اگر چہ ان کی سوانح حیات انسانی فطرت کے گوناگوں پہلوؤں کا ہی عکس ہے، لیکن یہ عکس ہر اعتبار سے برتر اور دل آویز ہے اس لیے سیرت کو محض سوانح عمری (بیوگرافی) سمجھنا غلط ہے۔ یہ ایک ارفع واشرف تشکیلی عمل ہے، جدید تصور کی بیوگرافی ہرگز نہیں۔ اسی مغالطے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کے بہت سے جدید سوانح نگاروں نے ٹھوکر کھائی ہے اسے بیوگرافی کے کہنا ہی تو ''برتر (Super) بیوگرافی'' کہا جا سکتا ہے، تاہم اس کے یہ معنی نہیں کہ سیرت بیوگرافی کے خصائص سے خالی ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سیرت، بیوگرافی تو ہے، لیکن ایک مخصوص اور ارفع قسم کی بیوگرافی ہے ﴿۳۴﴾ ڈاکٹر سید عبداللہ کی مذکورہ دلیل سے یہ نتیجہ اخذ کرنا صحیح ہوگا کہ جب سیرت کا لفظ علی الاطلاق استعمال کیا جائے تو اس سے صرف اور صرف آنحضرت ﷺ کی سیرت مراد لینی چاہیے اور اس مطلق صورت میں سیرت کا لفظ آنحضرت ﷺ کی حیات کے علاوہ کسی اور کے لیے استعمال کرنا زیادتی ہوگی ہاں جب اضافت یا کسی اور قید کے ساتھ ذکر کیا جائے تو پھر درست ہو سکتا ہے۔ ﴿۳۵﴾ ایک اور سیرت نگار مولانا حسن مثنیٰ ندوی بھی سیرت وسوانح میں فرق کے ساتھ ''سیرت'' کے امتیاز وانفرادیت کو اس طرح بیان کرتے ہیں: ''سیرت'' کے بارے میں آج کل یہ تصور کچھ عام سا ہو چلا ہے کہ یہ انگریزی زبان کے لفظ ''لائف'' کا مرادف ہے، عربی میں ''لائف'' کا مرادف ''حیات'' ہے اور فارسی و اردو میں ''زندگی'' اور ''سوانح عمری'' وغیرہ۔ سیرت، کے معنی ''سنت'' ''طریقہ'' اور ''مسلک'' کے ہیں یہ فرق رسول اللہ ﷺ کے سیرت لکھنے والوں کے سامنے تھا، اسی لیے انہوں نے حیات کی جگہ ''سیرت'' کا لفظ اختیار کیا۔ سیرت میں بنیادی طور پر طینت و سرشت، افتادِ طبع، منبعِ فکر، مصدرِ خیال، طرزِ عمل اور پھر اس کے اثرات، یہ ساری چیزیں داخل ہیں اور پھر رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا پہلو رسالت ہے اور رسالت کا تعلق پوری انسانیت سے ہے، انسان کے اس مرتبہ ومقام سے ہے، جو اس کو کائنات کی اس بھری محفل میں حاصل ہے خود اس کائنات سے ہے، جس کا یہ انسان بظاہر ایک حقیر لیکن اہم جزو ہے اس زندگی سے ہے جو اس کائنات میں ابھری ہے اور ارتقاء کے منازل طے کرتی چلی جاتی ہے۔ ظاہر ہے رسول کی شخصیت سے رسالت کسی طرح جدا نہیں ہو سکتی اور جب رسالت جدا نہیں ہو سکتی تو پھر رسول ﷺ کی زندگی صرف پیدائش سے وفات تک واقعات میں اس طرح محدود بھی نہیں ہو سکتی جس طرح

عائشہ سے جب حضور اکرم ﷺ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں انتہائی بلیغ انداز میں فرمایا کہ وکان خلقہ القرآن (وہ تو سراپا قرآن تھے) خود قرآن مجید نے بھی یہی کہا کہ انک لعلیٰ خلق عظیم۔آپ سرتا پا خلق عظیم ہیں' اور خلق 'عملی سیرت کا نام ہے۔لہٰذا سیرت نبوی کے دائرے میں چند تاریخی واقعات اور سوانح حیات ہی نہیں آئیں گے بلکہ سارا قرآن آ جائے گا۔ساری ہدایات و تعلیمات آ جائیں گی' تمام احکام وقوانین اور فرامین ومکاتیب' رفقاء کے حالات بھی جن کی خاص تربیت حضور ﷺ نے فرمائی اور مختلف ذمہ داریاں ان کے سپرد کیں' اور پھر ان تمام مخالفوں کے احوال بھی جو معاندین ومخالفین کے رہنما تھے اور برسر عناد اور برسر پیکار رہے۔

قدماء نے جب قلم اٹھایا تو اس ہمہ گیر زندگی کے ابواب الگ الگ مرتب کیے' اخبار ومغازی' خطبات ورسائل' احکام وفرامین وغیرہ مگر آج جسے لائف کہا جاتا ہے اس سے مراد درحقیقت تھوڑی سی وسعت کے ساتھ' روز مرہ کے معمولات' عادات و خصائل' اخلاق وآداب' آل واولاد' گھر بار' رہن سہن وغیرہ حالانکہ ان باتوں کو قدماء نے ''شمائل'' وغیرہ کے عنوان سے مرتب کیا ہے۔ (۳۶) مولانا حسن مثنیٰ ندوی رسالت کے وصف کی بناء پر سیرت کو سوانح سے برتر' ممتاز اور منفرد سمجھتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے لیے ''سیرت'' کی اصطلاح کو مخصوص سمجھتے ہیں۔

علمی اور تحقیقی کاموں' خصوصاً سماجی علوم (Social Sciences) میں سب سے دقت طلب کام تعریف ہے' یعنی کسی مجرد اصطلاح کا ایسا کلی تصور قائم کرنا جو بے شمار جزئیات کو اپنے احاطہ میں لیے ہو' سیرت کے لغوی واصطلاحی مفہوم کے تعین کے بعد سیرت کا سب سے اہم پہلو اس کی متعین اور مخصوص تعریف ہے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ سیرت ایک معروف اصطلاح ہے' یہاں لفظ اور اصطلاح کے بنیادی فرق کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ لفظ اپنے لغوی معنی اور اصطلاح اپنے وضعی معنی پر دلالت کرتی ہے علاوہ ازیں کسی لفظ کے لغوی معنی متعدد ہونے کے باوجود متعین ہوتے ہیں لیکن اصطلاح کو اہل علم مختلف معنی پہنا سکتے ہیں اور اس کے مجاز ہیں اس کلیہ اور اصول کی روشنی میں سیرت بھی ایک اصطلاح ہے جس کی اہل علم ودانش نے مختلف تعریفیں بیان کیں ہیں تاہم اب بھی ایک ایسی ہمہ گیر اور جامع تعریف کی ضرورت ہے جس سے سیرت نگاری کے دائرہ کار اور اس کے اغراض ومقاصد کا تعین کیا جا سکے۔

سیرت کے مفہوم آنحضرت ﷺ کی ذات وصفات اور کرامات کے علاوہ آپؐ کے اقوال واعمال وشمائل اور زمان ومکان

ساتھ ہی اس وقت دائرہ معارف اردو میں سیرت کی مندرجہ ذیل تعریف کی جاتی ہے۔

''آنحضرت ﷺ کا عہد اور حیات طیبہ کے تمام حالات و واقعات' غزوات' کردار و کارنامے' شمائل و اخلاق' پسند و ناپسند' فرمودات اس سے متعلقہ اقوال' افعال و تقریرات' زمانہ قبل پیدائش و بعد وفات کے واقعات جن کی نسبت و تعلق آنحضرت ﷺ سے وابستہ ہیں ''سیرت'' کہلاتے ہیں۔﴿۳۷﴾

۳۔ فن سیرت نگاری اور علوم اسلامی

سیرت نگاری ایک جداگانہ فن اور علم و ادب کی ایک ممتاز اور منفرد صنف ہے یہ نہ تو حدیث ہے اور نہ تاریخ۔ ذیل میں ہم حدیث و تاریخ اور سیرت کے حوالے سے یہ جاننے کی کوشش کریں گے ان کے مابین کیا فرق ہے اور سیرت کس طرح ایک جداگانہ اور منفرد صنف ہے۔

(الف) سیرت اور حدیث

حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوری نے اپنی کتاب ''اصح السیر'' کے مقدمہ حدیث اور سیرت کے درمیان فرق و امتیاز کو اس طرح بیان کیا ہے:

''محدثین کرام فن حدیث میں ان تین امور سے بحث کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟ کیا کیا؟ اور آپؐ کے سامنے کیا گیا' ارباب سیر کا موضوع بھی یہی تین امور ہوتے ہیں اگر موضوع کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ دونوں ایک ہی فن ہیں لیکن تفصیل میں اس کی نوعیت بدل جاتی ہے' پہلی بات یہ ہے کہ محدثین کا مقصد یا حدیث کا موضوع احکام و مسائل کا علم اور ان کا بیان ہوتا ہے اور ذات رسول اللہ ﷺ یہاں التزامی موضوع نہیں ہے جبکہ سیرت نگار رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے بحث کرتے ہیں اور احکام کی بحث ضمناً ہوتی ہے' سیرت کی کتابوں میں واقعات کی تفصیل ہوتی ہے اور ایک ایک پہلو واضح کیا جاتا ہے' حدیث میں واقعات کی تفصیل نہیں ملتی ہے اور کسی خاص پہلو کی وضاحت کا اہتمام نہیں کیا جاتا ہے' محدثین کا مدار بحث یہ ہوتا ہے کہ یہ فعل یا قول رسول اللہ ﷺ کا ہے یا نہیں؟ ان کی تمام تر قوت اس تحقیق پر صرف ہوتی ہے کہ اس قول کا انتساب رسول اللہ ﷺ کی طرف صحیح ہے یا نہیں' لیکن اصحاب سیرت کو یہ بھی کرنا پڑتا ہے اور اس کے سوا کے ساتھ دو باتیں اور معلوم کرنی پڑتی ہیں' ایک یہ کہ حضور ﷺ نے کب ایسا کہا اور کیا؟ دوم یہ کہ ایسا کہنے یا کرنے کی وجہ کیا ہوئی؟ اصحاب سیرۃ حضور ﷺ کے اقوال و افعال کو مسلسل اور مربوط بنانے کی

کوشش کرتے ہیں اور اس کے اسباب وعلل کو بھی جاننا چاہتے ہیں اصحاب حدیث کہتے ہیں کہ 'اس کی ضرورت نہیں ہے جب صحت کے ساتھ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ فعل رسول اللہ ﷺ کا ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور آپ کا طریقہ ہو گیا گو یہ یہ نہ معلوم ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے کب کس دن کس تاریخ ایسا کہا یا ایسا کیا۔'' ﴿۳۸﴾

اس فرق کی وجہ سے اصحاب سیرۃ اور اصحاب حدیث کی دو جماعتیں الگ الگ بن گئیں اور معیار تحقیق بھی دونوں کا جدا ہو گیا' محدثین رواۃ کی ثقاہت' تقویٰ اور دیانت کی کمی زیادتی کی بنا پر مقبول رواۃ کی روایتوں میں اختلاف کے وقت ترجیح دیتے ہیں اور اصحاب سیرۃ حالات کی موافقت اور واقعات کے علم کی بنا پر ترجیح دیتے ہیں محدثین نے رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل کی صحت دریافت کرنے کے لیے جیسے احتیاط سے قواعد بنائے ہیں اس کی نظیر عالم میں نہیں مل سکتی وہ بے سند کسی بات کو قبول نہیں کرتے رواۃ حدیث میں سے ایک ایک کے حالات کی نہایت احتیاط سے تنقیح کی ہے' مدارج مقرر کر دیے ہیں اور بتا دیا ہے کہ کس کی بات کہاں تک قابل قبول ہے اور کہاں تک قابل رد۔ اصحاب حدیث ہوں یا اصحاب سیرۃ جھوٹوں کی روایتیں کوئی قبول نہیں کرتا جس راوی پر جرح شدید ہو اس کی بات کوئی قبول نہیں کرتا۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اصحاب سیر اور اصحاب حدیث واقعی دو جماعتیں نہیں ہیں جتنے اصحاب سیر ہیں وہ اصحاب حدیث بھی ہیں اور جتنے اصحاب حدیث وہ اصحاب سیر بھی مگر سیرت پر جب ان کو واقعات جمع کرنے پڑتے ہیں اور سیرت کے مقاصد کو پورا کرنا ہوتا ہے تو اس کے شرائط اور وجوہ ترجیح میں مناسب تبدیلی کرنی پڑتی ہے۔''

حکیم عبدالرؤف دانا پوری کے مذکورہ دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سیرت اور حدیث میں فرق موجود ہے' حدیث اپنے اصول وقواعد کے مطابق اور سیرت اپنے عناصر ولوازم کی بناء پر دو جداگانہ فن ہیں تاہم بعض پہلوؤں سے دونوں میں ظاہر مطابقت ضرور پائی جاتی ہے۔ ﴿۳۹﴾

(ب) سیرت اور تاریخ

حدیث کی طرح تاریخ بھی سیرت سے مختلف اور ایک الگ فن ہے' سیرت نگاری کی بدولت تاریخ نویسی نے ترقی کی منازل اور تاریخی اصول ضرور اختیار کیے ہیں' تاریخ کا موضوع ''انسان'' اور ''زمان'' ہے اس کے احوال ان ہی دونوں کے احوال سے متعلق ہوتے ہیں اور اس کی تمام جزئیات ان حالات واقعی کے دائرے میں بیان ہوتی ہے' جو انسان کو دوران زمانہ میں پیش آتے

ہیں۔ اس کے برعکس سیرت کا ہر ایک جزو جب انسان اور اس کا بابرکت عہد اس عہد میں رونما ہونے والے واقعات کا بیان بھی سیرت کے دائرے میں شامل ہے مورخ عموماً سلطنت‘ ملک اور زمانے کو موضوع بناتا ہے اور جن پر بحث کے ضمن میں شخصیات بھی آجاتی ہیں لیکن سیرت نگار کا موضوع ایک مخصوص شخصیت‘ اس کی سوانح‘ اس کا کردار واخلاق‘ اعمال وافعال اور شمائل ہوتے ہیں اور ملک وزمانہ ضمنی ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ سیرت کے ماخذ جس قدر مستند اور قابل اعتبار ہیں تاریخ کو ان کا دسواں حصہ بھی حاصل نہیں ہے تاریخ کا مدار صحت مند مآخذ کے بجائے قیاس پر بھی ہوتا ہے لیکن سیرت میں قیاس کا دخل نہیں ہے بلکہ روایات جس طرح پہنچیں انہیں من وعن ذکر کردینا سیرت نگار کا پہلا فرض ہے ان روایات میں جس قدر چھان پھٹک اور کاوش سے کام لیا جاتا ہے وہ الگ ہے۔ ﴿۴۰﴾ فن سیرت نگاری کی اپنی جداگانہ انفرادیت کی وجہ سے سیرت نگاروں نے اس کے اصول و قواعد اور اس کے حدود وقیود بھی متعین کیے ہیں ذیل میں فن سیرت نگاری کے عناصر ولازم اور اس کے حدود وقیود کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

۴۔ سیرت نگاری کے اصول وضوابط

رسول اکرم ﷺ کی سیرت کسی عام فرد کی حالت زندگی (پیدائش سے موت تک) نہیں ہے بلکہ یہ ایک پیغمبر کا مشن اور پوری انسانیت کے لیے رہتی دنیا تک کے لیے ایک مثالی نمونہ ہے اس لیے اس کی تحریر وتدوین میں کسی کمزوری اور خامی کا شائبہ تک نہیں ہونا چاہیے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب آپ کی سیرت نگاری کے اصول وضوابط متعین ہوں۔ ﴿۴۱﴾

فن حدیث کی طرح فن سیرت نگاری بھی روایت ودرایت کے اصولوں کا پابند ہے‘ فن حدیث اور فن سیرت کی تدوین کا کام ہوا تو روایت ودرایت دونوں جہتوں سے اچھی طرح کام لیا گیا‘ سیرت نبوی کے واقعات باقاعدہ طور پر عہد نبوت کے تقریباً سو سال بعد قلمبند ہوئے اور اس وقت بھی سیرت نگاروں کا مآخذ کتابوں کے بجائے زبانی روایات تھیں‘ تاہم مسلمانوں نے تحقیقی اعتبار سے فن سیرت کا ایسا معیار قائم کیا جو دنیا میں اپنی مثال آپ ہے۔ ﴿۴۲﴾

علامہ شبلیؒ نے سیرت نگاری میں احتیاط کے لیے محدثین کے مسلمہ فنِ درایت کی بنیاد پر درج ذیل گیارہ اصول مرتب کیے‘ جن کا ہر سیرت نگار کو خیال رکھنا چاہیے۔

(۱) سب سے پہلے واقعہ کی تلاش قرآن مجید میں پھر احادیث صحیحہ میں پھر عام حدیث میں کرنا چاہیے اگر نہ ملے تو پھر روایت

سیرت کی طرف توجہ کرنا چاہیے۔

(۲) کتب سیرت محتاج تنقیح ہیں اور ان کے روایات واسناد کی تنقید لازم ہے۔

(۳) سیرت کی روایت بہ اعتبار صحت' احادیث کی روایت سے فروتر ہیں للہٰذا بصورت اختلاف احادیث کی روایات کو ہمیشہ ترجیح دی جائے۔

(۴) روایات حدیث میں اختلاف ہونے کی صورت میں ارباب فقہ وہوش کی روایات کو دوسروں پر ترجیح ہوگی۔

(۵) سیرت کے واقعات میں سلسلہ علت ومعلول کی تلاش نہایت ضروری ہے۔

(۶) نوعیت واقعہ کے لحاظ سے شہادت کا معیار قائم کرنا چاہیے۔

(۷) یہ دیکھنا چاہیے کہ روایات میں اصل واقعہ کس قدر ہے اور راوی کے ذاتی رائے اور فہم کس قدر جز وشامل ہے۔

(۸) یہ بھی مدنظر رہے کہ اسباب خارجی کا کس قدر اثر ہے۔

(۹) جو روایت عام وجوہ عقلی' مشاہدہ عام' اصول مسلمہ اور قرائن حال کے خلاف ہوگی' لائق صحت نہ ہوگی۔

(۱۰) اہم موضوع پر مختلف روایات کی تطبیق وجمع سے اس کی تسلی کر لینی چاہیے کہ راوی سے ادائے مفہوم میں تو غلطی نہیں ہوئی ہے۔

(۱۱) روایات احاد کو موضوع کی اہمیت اور قرائن حال کی مطابقت کے لحاظ سے قبول کرنا چاہیے۔

علامہ شبلی کی تنقید کا حاصل یہ ہے کہ قدیم سیرت نگاری میں محدثین کے نقد روایت کے اصولوں کی کما حقہ پاسداری نہیں کی گئی اور سیرت کی بیشتر روایتوں میں انہیں نظر انداز کیا گیا' کتب احادیث سے بے اعتنائی برتی گئی' سیرت میں قدماء نے جو کتابیں لکھیں ان سے مابعد کے لوگوں نے جو روایتیں نقل کیں وہ انہیں کے نام سے کیں اور اس میں تدلیس کا عمل جاری ہوگیا' روایت کے مختلف مدارج کا خیال نہیں رکھا گیا' واقعات میں سلسلہ علت ومعلول قائم نہیں کیا گیا اور کبھی روایت میں قیاس کو بھی شامل کر لیا گیا' خارجی اسباب کے حوالے سے روایت کو نہیں پرکھا گیا' دلائل عقلی اور قرائن حال کی پروا نہیں کی گئی' شبلی کی یہ تنقید بعض کتب سیرت کے حوالے سے ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قدماء نے سیرت نگاری کا جو انداز اختیار کیا وہ سراسر خارج از اصول تھا' سیرت کی پرانی کتابوں میں معیاری عنصر بھی موجود تھا' لیکن حالات وواقعات کے تحت سیرت کی ہر کتاب بعض جداگانہ خصائص کی حامل تھی

اس کی وجہ سے ہر کتاب جہاں ایک لحاظ سے عمدہ کی وہاں دوسرے لحاظ سے کچھ کمزوریاں ہیں نقادوں نے سب کی کمزوریوں کو نوٹ کر کے ایک فہرست تیار کر لی اور یہ تاثر عام کر دیا کہ سیرت کی سب یا اکثر کتابیں غیر معیاری ہیں' حالانکہ نقاد خود بھی ان کتابوں سے استفادہ کرتے رہے' چنانچہ سیرت ابن ہشام سب کے لیے مستند ہے اور واقدی کی مغازی کے عیوب تسلیم شدہ ہونے کے باوجود اس کی روایتیں جب ابن سعد نقل کرتے ہیں تو اکثر تسلیم کر لی جاتی ہیں بہر حال شبلی نے سیرت نگاری کے جو اصول پیش کیے ہیں اس کے نتیجہ میں معیاری سیرت نگاری کا ذخیرہ مقصد شہود پر آ سکتا ہے ﴿۴۳﴾

۵۔ مآخذ سیرت

سیرت نبوی ﷺ کے چار قابل اعتماد مراجع اور مآخذ ہیں:

(الف) قرآن کریم

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک مشہور قول کتب احادیث میں نقل ہوا ہے کہ جب ان سے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کان خلقہ القرآن یعنی آپ ؐ کا اخلاق و کردار ہی سے متشکل ہوا تھا۔ دوسرے الفاظ میں قرآن میں جو کچھ الفاظ میں ادا ہوا ہے اس کو عملی جامہ پہنایا جائے تو وہ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ بن جاتی ہے۔ ام المومنین کا یہ قول قرآن سے ماخوذ اور حقیقت پر مبنی ہے قرآن میں ارشاد ہوا:

قدانزل الله اليكم ذكرا رسولا يتلوا عليكم ايات الله مبينت ليخرجكم من الظلمت الى النور (الطلاق 65-10-11) ترجمہ: ''اللہ نے تمہاری طرف ذکر اتارا ہے یعنی رسول جو اللہ کی واضح آیات تمہیں سناتا ہے تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور صالح عمل کرتے رہے ان کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائے''۔

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو ذکر یعنی قرآن مجید کے بول کے طور پر پیش کیا ہے۔ گویا قرآن اور رسول حقیقت میں ایک ہی ہیں ایک الفاظ کی شکل میں ہے تو دوسرا انسانی جسم کی شکل میں ہے قرآن میں رسول اللہ ﷺ کی ذات و صفات آپ کی بعثت کے کوائف' دعوت دین کے مراحل ہجرت' جنگوں کے واقعات' مشرکین اور یہود کے ساتھ اہم بحثوں اور حضور ﷺ کی زندگی سے متعلق دیگر موضوعات کا بیان ملتا ہے۔

قرآن وہ اولین مآخذ ہے جس سے سیرت نبوی ﷺ کی جھلکیاں اخذ کر سکتے ہیں' قرآن کریم نے آپ کی ابتدائی زندگی

سے بحث کی ہے:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سیرت رسول اللہ ﷺ کے بیشتر واقعات پر قرآن نے گفتگو کی ہے اور چونکہ قرآن پاک اس روئے زمین کی سب سے معتمد کتاب ہے اور متواتر ثبوت اور دلائل روشنی میں کوئی عاقل انسان اس کے نصوص اور تاریخی ثبوت و دوام اور حفاظت کے بارے میں شک نہیں کر سکتا اس لیے اس میں سیرت کے جن واقعات و حالات سے بحث کی گئی ہے وہ بالعموم سیرت کے صحیح ترین واقعات اور یہ کتاب سیرت کا اولین مآخذ سمجھی جائے گی۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ قرآن پاک نے حالات نبوی ﷺ کا تفصیلی ذکر کرنے کے بجائے اجمال سے کام لیا ہے چنانچہ جب وہ کسی معرکے پر گفتگو کرتا ہے تو اس کے اسباب پر روشنی ڈالتا ہے، نہ مسلمانوں اور مشرکوں کی تعداد پر روشنی ڈالتا ہے نہ مقتولین و مجروحین پر بحث کرتا ہے بلکہ وہ جنگ کے نصیحت آموز پہلوؤں کو نکھارتا ہے اور یہی معاملہ انبیاء کے قصص اور اقوام ماضیہ کے واقعات کے ساتھ بھی ہے، قرآن کریم، سیرت نبوی ﷺ کا مستند اور بنیادی مآخذ ہونے کے باوجود سیرت نبوی سے متعلق قرآنی نصوص پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا اور ان نصوص سے حیات رسول ﷺ کی مکمل تصور پیش نہیں کی جا سکتی۔ (۴۴) اس لیے کتب احادیث سے تفصیلی رہنمائی لی جاتی ہے۔

(ب) صحیح احادیث

سیرت کا دوسرا مآخذ حدیث نبوی ﷺ ہے، صحیح احادیث جنہیں آئمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور جن پر عالم اسلام پر اعتماد کا جاتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

صحاح ستہ: بخاری، مسلم ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ اسی میں مؤطا امام مالک اور مسند امام احمد کو بھی شامل کیا جاتا ہے، یہ کتابیں خاص طور پر بخاری اور مسلم صحت و اعتماد کی بلند چوٹیوں پر ہیں۔

ان کتابوں سے، جو نبی ﷺ کی حیات مبارکہ، آپؐ کے حالات و واقعات، جنگ و صلح اور اعمال و کردار پر مشتمل ہیں، ہم سیرت رسول اللہ ﷺ کی ایک جامع فکر اخذ کر سکتے ہیں، ان کتابوں میں صحابہ سے متصل سندوں کا ذکر ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی براہ راست صحبت پائی، ان کے ذریعہ اللہ نے اپنے دین کو فتح سے ہمکنار کیا ہے اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی نگرانی میں ان کی تربیت کی ہے چنانچہ یہ لوگ تاریخ کی مکمل ترین شخصیت، اخلاق و کردار کا پیکر، ایمانی طاقت کا ہمالہ، صدق گوئی، خوش مقالی میں یکتا، روح کی بلندی اور عقل کی برتری میں منفرد تھے انہوں نے صحیح متصل سند سے جو کچھ بھی رسول ﷺ کے بارے میں روایت

لیا ہے وہ سیرت کا بہترین اور مستند مواد ہے۔ اگرچہ معاند مستشرقین نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ مستند اور غیر مستند سب احادیث کے بارے میں تشکیک پیدا کریں تا کہ شریعت کو آسانی کے ساتھ منہدم کیا جاسکے اور سیرت کے حالات و واقعات کے اندر رخنہ اندازی کی جاسکے لیکن اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا ہے اور ایسے افراد پیدا کرتا رہتا ہے جو ان کی افترا پردازیوں کے تیروں کو کند کردیتے ہیں اور ان کی تدبیریں ان ہی پر جا پڑتی ہیں علمائے دین نے ان معاند مستشرقین کی افتراء پردازیوں کا علمی اور تاریخی محاکمہ کر کے ثابت کردیا ہے کہ احادیث کے بارے میں ان کی تشکیک بد دیانتی پر مبنی ہے۔(۴۵)

(ج) دورِ رسالت کے عربی اشعار

بلاشبہ مشرکین مکہ نے اپنے شعراء کی زبانوں سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کی دعوت پر بدترین حملے کیے جس سے مسلمان اپنے شعراء کی زبانی تردید پر مجبور ہوئے جیسے حضرت حسان بن ثابتؓ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور دوسرے شعرائے اسلام ہیں یہ سب اشعار کتب ادب میں درج ہیں اور سیرت کی وہ کتابیں جو بعد میں لکھی گئیں ہیں انہوں نے بھی ان اشعار کا بڑا حصہ نقل کیا ہے جن سے ہم اس ماحول کے متعلق بہت سے حقائق اخذ کرسکتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ زندگی بسر کرتے تھے اور جس میں اسلام کی دعوت کا ارتقاء ہوا۔(۴۶)

(د) کتب سیرت

سیرت نبوی ﷺ کے واقعات وہ روایات تھیں جنہیں صحابہ اپنے بعد والوں سے روایت کرتے تھے ان میں سے بعض نے سیرت کی جزئیات وتفصیلات کے تتبع کو مخصوص کرلیا پھر تابعین نے ان حالات کو اخذ کیا اور مختلف کتابوں میں انہیں مدون کیا بعض لوگوں نے اس امر پر بھرپور توجہ صرف کی جیسے حضرت ابان بن عثمانؓ حضرت عروہ بن زبیرؓ اور تابعین صغیر میں عبداللہ بن ابوبکر انصاری، محمد بن مسلم شہاب الزہری اور عاصم بن قتادہ انصاری کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں پھر سیرت پر یہ توجہ ان کے بعد آنے والوں کی طرف منتقل ہوتی رہی حتی کہ انہوں نے تن تنہا تصنیف وتالیف کا کام کیا چنانچہ سیرت نبوی ﷺ کے مصنفین میں سب سے زیادہ شہرت ------

(۱) محمد بن اسحاق بن یسار (م ۱۵۳)

کو حاصل ہوئی جن کے ثقہ ہونے پر جمہور علماء اور محدثین متفق ہیں، ابن اسحاق نے اپنی کتاب ''المغازی'' ان احادیث سے

گئے ہیں جنہیں ابن ہشام نے اپنی سیرت کی کتاب میں شیخ بکائی کے واسطے روایت کی جو ابن اسحاق کے مشہور تلامذہ میں سے تھے۔

(۲) سیر ابن ہشام

مصنف کا پورا نام ابو محمد عبدالملک بن ایوب حمیری ہے‘ بصرہ میں پرورش پائی اور اختلاف روایات کے ساتھ ۲۱۳ یا ۲۱۸ھ میں وفات پائی‘ ابن ہشام نے اپنی کتاب ’’السیرۃ النبویہ‘‘ ان سے روایات سے ترتیب دی ہے جو ان کے شیخ بکائی نے ابن اسحاق سے بیان کی تھیں اور جنہیں انہوں نے خود اپنے شیخ سے اخذ کی تھیں‘ جن کا ابن اسحاق نے اپنی سیرت کی کتاب میں ذکر نہیں کیا تھا اور ابن اسحاق کے نام کو بھول گئے اور ایک ایسی کتاب سیرت نبوی کے مآخذ میں شامل ہوگئی جو صحیح ترین اور محفوظ ترین بھی تھی اور اس نے ایسی شہرت اور مقبولیت حاصل کی اس کتاب کو لوگ ابن ہشام کی طرف منسوب کرنے لگے اور اس کا نام سیرت ابن ہشام رکھ دیا اور اس کی شرح اندلس کے عالم دین السہیلی (م ۵۸۱ھ) اور خشی (م ۶۰۴) نے لکھی۔

(۳) طبقات ابن سعد

پورا نام مصنف کا محمد بن سعد منیع زہری ہے‘ بصرہ میں ۱۶۸ھ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ۲۳۰ھ میں وفات پائی سیرت و مغازی کے مشہور مورخ محمد بن عمر واقدی (۱۳۰۔۲۰۷ھ) کے کاتب تھے ابن سعد نے اپنی کتاب ’’الطبقات‘‘ میں سیرت رسول ﷺ کے بعد صحابہ و تابعین کا ان کے طبقات‘ قبائل اور مقامات کے حساب سے ذکر کیا ہے اور ان کی یہ کتاب سیرت کے اولین مآخذ میں شمار ہوتی ہے اور صحابہ و تابعین کے محفوظ اور سچے تذکرہ کا مرجع سمجھی جاتی ہے۔

(۴) تاریخ طبری

ابو جعفر محمد بن جریر طبری (۲۲۴ھ۔۳۱۰ھ) امام فقیہ اور محدث تھے انہوں نے تاریخ پر اپنی کتاب لکھی جس میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے علاوہ اسلامی مملکتوں کی تاریخ اور اپنی وفات تک کے دور پر گفتگو کی۔

پھر تالیف سیرت کی دنیا میں انقلاب آیا اور سیرت کے بعض گوشے تصنیف و تالیف کے لیے مخصوص کیے جانے لگے جیسے اصبہانی کی کتاب ’’دلائل النبوۃ‘‘ ترمذی کی ’’الشمائل المحمدیہ‘‘ ابن قیم کی ’’زاد المعاد‘‘ قاضی عیاض کی ’’الشفاء‘‘ اور قسطلانی کی ’’المواہب اللدنیہ‘‘ ادبِ سیرت میں زبردست انقلاب کی داعی ہیں ’’المواہب اللدنیہ‘‘ کی شرح آٹھ جلدوں

۶۔ سیرت نگاری کا اصل مدعا

جب ہم مختلف زبانوں میں سیرت کے تحریری سرمایہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں مطالعہ سیرت کے مختلف النوع نمونے نظر آتے ہیں، سیرت نگاروں نے اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے حضور اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ پیش کیا ہے، یہ تمام کاوشیں بلاشبہ اجر وثواب کے جذبہ سے معمور اور قابل قدر ہیں اور دینی ادب کا بیش بہا سرمایہ ہیں تاہم اگر سیرت نگاری میں حضور اکرم ﷺ کی سیرت کے اس پیغام کو فراموش کر دیا جائے یا اسے اجاگر نہ کیا جائے، جو اصل میں نسل انسانی کی فکری اور عملی تعمیر کا اصل محرک ہے تو سیرت نگاری کا مقصد مجروح ہوتا ہے اور سیرت نگاری کا اصل مدعا پورا نہیں ہوتا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر سیرت نگاروں کے اسلوب میں افراط و تفریط نظر آتی ہے، کہیں حضور ﷺ کی سیرت کو ایک مافوق الانسان ہستی کے روپ میں پیش کیا گیا ہے کہیں سوانح نگاروں کے طرز پر مجرد ایک فرد بنا کر پیش کیا، کہیں ایک مذہبی پیشوا کی حیثیت سے پیش کیا اور کہیں قومی تفاخر کے جذبے سے سرشار ایک قومی ہیرو کے طور پر پیش کیا گیا ہے، سیرت نگاری میں افراط وتفریط کے اس رجحان کے نتیجے میں سیرت کا اصل مدعا ماند پڑ گیا ہے یہی وجہ ہے کہ سردار دو عالم ﷺ کی محبت وعقیدت کے بے شمار مظاہر موجود ہونے کے باوجود اور سیرت پر دماغی کاوشیں صرف ہونے کے باوجود ہماری تاریخ کے افق پر وہ انسان طلوع نہیں ہو رہا ہے جس کا نمونہ کامل حضور ﷺ نے پیش کیا تھا۔

حضور ﷺ کی سیرت ایک فرد کی سیرت نہیں، یہ کسی رستم وسہراب کا قصہ اور الف لیلیٰ کی کہانی اور کسی خیالی کردار کا امتیاز نہیں اور اس کا یہ ہرگز مقام بھی نہیں کہ اسے علم وادب کی تفریحی چوپال کا محض ایک سرمایہ رونق بنائیں، اس کی قدر و قیمت اجازت نہیں دیتی کہ ہم اسے محض ذہنی لذت حاصل کرنے کے لیے استعمال کریں، اس کا احترام روکتا ہے کہ ہم اسے مجرد قومی تفاخر کے جذبہ کی تسکین کا ذریعہ بنائیں۔

ہمارا حاصل مطالعہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی سیرت ایک تاریخی طاقت کی داستان ہے جو ایک انسان کے پیکر میں جلوہ گر ہوئی وہ زندگی سے کٹے ہوئے درویش کی سرگزشت نہیں بلکہ ایک انسان ساز کی روداد ہے، وہ اپنے اندر عالم نو کے معمار کے کارنامے پر تفصیل اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ سرور عالم ﷺ کی سیرت غار حرا سے لیکر غار ثور تک، حرم کعبہ سے لیکر طائف کے بازاروں تک، امہات المؤمنین کے حجروں سے لیکر میدان ہائے جنگ تک چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔

حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کسی ایک فرد کی سوانح نہیں جو صرف واقعات اور کارناموں کو ...ی اور تاریخی حوالے سے بیان کر کے سیرت کا اصل مدعا حاصل کرلیا جائے' سرور عالم ﷺ کی زندگی جوہڑ کے کھڑے پانی کی مانند بھی نہیں اور محدود تصور کے ایک بڑے اور مشہور انسان کی سیرت بھی نہیں بلکہ حضور ﷺ کی سیرت متحرک سیرت ہے مردہ دلوں کو حیات نو بخشتی ہے' وہ ایک بہتا ہوا دریا ہے جس میں حرکت ہے روانی ہے اور کشمکش ہے' آپ کی زندگی کا ہر گوشہ متوازن ہے' بڑے اور مشہور لوگوں کی ذات میں افراط وفریط ہے لیکن حضور ﷺ کی ذات میں توازن وکمال ہے' مختصر یہ کہ سیرت نگاری کا صحیح منشاء اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب پیغام سیرت کو سیرت نگاری کا محور ومقصد قرار دیا جائے۔ (۴۸)

۷۔ مطالعہ سیرت کی ضرورت واہمیت

رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ کی اہمیت ایک عام انسان اور مسلمان کے لیے درج ذیل اسباب کی بناء پر انتہائی ضروری ہے:

(۱) رسول اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ اس لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں کو اطاعت رسول ﷺ کا حکم دیا گیا ہے بلکہ رسول ﷺ کی اطاعت کو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے اور اطاعت رسول ﷺ سیرت طیبہ سے آگہی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

(۲) سیرت طیبہ کے مطالعہ سے اسلامی شعائر سے واقفیت حاصل ہوتی ہے نیز سیرت رسول اللہ ﷺ ہی عبادات و معاملات کی بجاآوری کا حتمی اور مستند ذریعہ ہے۔

(۳) سیرت طیبہ کے مطالعہ سے زندگی کے کٹھن پہلوؤں اور حیات انسانی کے مسائل اور ان کے حل کے بارے میں رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے' دکھ' تکلیف اور نامساعد حالات میں صبر کرنے' دین کے لیے قربانی دینے اور جان ومال کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے درس حاصل کیا جاسکتا ہے' اسوہ حسنہ کے مطالعہ کے اس پہلو سے قوت حاصل کر کے زندگی میں پیش آنے والی مصیبتوں اور مشقتوں کو برداشت کرنے کا حوصلہ ملتا ہے۔

(۴) سیرت کا مطالعہ آج کے بدلتے ہوئے حالات میں حیات رسول ﷺ سے رہنمائی حاصل کرسکیں جن حالات میں رسول اکرم ﷺ نے ہجرت کی' جہاد میں شرکت فرمائی' غیر مسلموں سے معاہدے کیے اور مواخات کا نظام قائم کیا اگر آج بھی ویسے

۸۔ سیرت نبوی ﷺ کی خصوصیات

سیرت طیبہ کی متعدد خصوصیات ہیں جس کے مطالعے سے روح کو بالیدگی، عقل کو جلا اور تاریخی واقعات سے واقفیت حاصل ہوتی ہے، سیرت طیبہ ﷺ ہی وہ سیرت ہے جو صحیح ترین اور مبنی بر صداقت ہے، ذیل میں سیرت نبوی ﷺ کی چند خصوصیات کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

پہلی خصوصیت :

یہ ہے کہ نبی مرسل یا ایک عظیم ترین مصلح کی تاریخ کی صحیح ترین سیرت ہے۔ سیرت رسول ﷺ ہم تک صحیح ترین علمی طریقوں اور مدلل اور ثابت انداز میں پہنچی ہے جس سے اس سیرت کے نمایاں واقعات اور اہم حالات کی صداقت میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا اور اس سے ان مصنوعی واقعات، اضافی معجزات یا جھوٹے حالات کی قلعی بھی کھل جاتی ہے جنہیں جاہل افراد نے رسول کریم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا کہ ان کی نگاہ میں رسول کی جلالت قدر، رسالت کا عظیم مرتبہ اور سیرت کی دل آویز شخصیت اس کی متقاضی تھی۔

یہ خصوصیت ایک ایسی صداقت ہے جس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور صفت اللہ کے دوسرے انبیاء اور رسولوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی سیرت صحیح ڈھنگ میں آج موجود نہیں ہے کیونکہ علمائے یہود نے اس میں تحریف و ترمیم کر دی اور آپ کی سچی سیرت کا پتہ لگانے کے لیے موجودہ تورات کا سہارا بھی نہیں لیا جا سکتا، بہت سے مغربی نقادوں نے اس کے بعض اسفار میں شکوک و شبہات ظاہر کیے ہیں اور بعض نقادوں کا تو قطعی طور پر کہنا ہے کہ بعض اسفار موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں نہیں لکھے گئے نہ آپ کے بعد قریبی زمانے میں انہیں مرتب کیا گیا بلکہ عرصہ دراز کے بعد انہیں لکھا گیا اور مصنف بھی نامعلوم ہے صرف یہی بات موسیٰ علیہ السلام کی سیرت کی صحت و صداقت میں شبہ پیدا کر دینے کے لیے کافی ہے اس لیے ایک مسلمان کے سامنے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی سیرت کے اس حصے کو صحیح تسلیم کرے جو قرآن کریم اور صحیح احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔

یہی گفتگو عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت کے بارے میں بھی کی جا سکتی ہے، مسیحی کلیسا کے نزدیک سرکاری طور پر جس مجموعے کو انجیل کہا گیا اور تسلیم کیا گیا وہ عیسیٰ علیہ السلام کے صدیوں بعد آخری دور میں ترتیب دیا گیا اور بغیر کسی علمی معیار کے اس وقت سیکڑوں

علمی طریقے سے ثابت نہیں ہے ان کی روایت کسی ایسی سند سے ثابت نہیں ہے جو ان مصنفین تک پہنچتی ہو اس طرح ان مصنفوں کے بارے میں مغربی نقادوں میں خاصا اختلاف ہے کہ وہ کون لوگ تھے اور کس زمانے کی پیداوار تھے۔

جب دنیا کے مختلف مذاہب کے حامل انبیاء اور رسولوں کی سیرت کا یہ حال ہے تو ان دوسرے نظریات اور فلاسفہ کی سیرتوں میں تو اور زیادہ شک وشبہ ہوگا جن کے پیروکار لاکھوں کی تعداد میں دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں' جن روایتوں کو ان کے پیروکار سینہ بہ سینہ نقل کرتے ہیں ان کی علمی بنیاد نہیں ہے' مثال کے طور پر بدھ اور کنفیوشش کو لے لیجیے بس کاہنوں کی من گھڑت کہانیاں ملتی ہیں' کچھ خرافات اور کچھ قصے ہیں جو نسلاً بعد نسلاً منتقل ہوتے رہے ہیں جنہیں عصبیت سے آزاد روشن عقل کبھی صحیح باور نہیں کرسکتی۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ صحیح ترین سیرت اور مدلل علمی اور تواتر کی حد تک صداقت کو پہنچی ہوئی سیرت صرف محمد ﷺ کی ہے' یہ وہ خصوصیت ہے جو سیرت نبوی ﷺ سے منسوب ومخصوص ہے۔ ﴿۵۰﴾

دوسری خصوصیت

رسول اللہ ﷺ کی زندگی اپنے تمام مراحل میں پوری طرح واضح ہے والد عبداللہ کی والدہ آمنہ سے شادی سے لیکر آپ کی وفات پوری حیات مبارکہ معروف اور ظاہر وباہر ہے' آپ کی ولادت' طفولیت' شباب' نبوت سے پہلے روزگار' کمائی' مکہ سے باہر اس مقصد کے لیے آپ کا سفر کرنا' پھر نبوت سے سرفراز کیا جانا' سارے حالات اظہر من الشمس ہیں پھر اس کے بعد سال بہ سال مکمل حالات نہایت واضح مکمل اور نمایاں شکل میں ہمارے سامنے ہیں جس سے آپ کی سیرت آفتاب سے زیادہ ضیاء بار اور ضوفشاں ہو جاتی ہے ایسی مثال کسی دوسرے رسول کی زندگی میں نہیں ملتی' موسیٰ علیہ السلام کی طفولیت' شباب' اور نبوت سے پہلے کی معیشت اور زندگی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے اور نبوت سے پہلے کی زندگی کے بارے میں کچھ معلومات ملتی بھی ہیں تو ان سے آپ کی شخصیت کی مکمل تصویر سامنے نہیں آپاتی ہے اس طرح کی بات عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے' ہمیں ان کی زندگی کے برے میں ان چیزوں کے سوا کچھ معلوم نہیں جن کا تذکرہ موجودہ انجیلیں کرتی ہیں کہ آپ یہودیوں کے ہیکل میں داخل ہوئے اور ان کے احبار ور ہبان سے مباحثہ کیا یہی وہ تنہا واقعہ ہے جو آپ کی طفولیت کے بارے میں انجیلوں میں ملتا ہے پھر نبوت کے بعد بھی آپ کی زندگی کے وہی گوشے ہمیں معلوم ہیں جو آپ کی دعوت سے متعلق ہیں اور معیشت اور زندگی سے متعلق تھوڑی سی تفصیل بھی مل جاتی ہے اس کے علاوہ زندگی کے دوسرے مسائل

نجی زندگی، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، لباس، شکل وصورت، ہیئت، گفتگو، خاندان کے لوگوں سے معاملہ اور برتاؤ، عبادت و نماز، دوستوں کی صحبت و معاشرت غرضیکہ پوری زندگی ہماری نگاہوں کے سامنے ہے بلکہ آپ ﷺ کی سیرت کے راویوں کی دقتِ نظر اور محنت اتنی آگے ہے کہ حضور ﷺ کے سرِ مبارک اور داڑھی مبارک کے بال تک گن ڈالے ہیں۔ ﴿۵۱﴾

تیسری خصوصیت

اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت ایک ایسے انسان کی سیرت ہے جسے اللہ نے رسالت سے نوازا تھا لیکن یہ سیرت انسانیت کے دائرے باہر ہے نہ اساطیر وخرافات سے اس کا کوئی تعلق ہے، نہ اس میں کم وبیش الوہیت کا اضافہ اور پیوند کاری ہے جب اس چیز کا مقابلہ ہم ان روایات سے کرتے ہیں جن میں مسیحوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت بیان کی ہے۔ اور جو بدھسٹوں نے بدھ کے بارے میں لکھا ہے اور بت پرستوں نے اپنے معبودانِ باطل کے بارے میں روایت کی ہے تو آپ ؐ کی سیرت اور ان لوگوں کی سیرتوں میں زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے چنانچہ اس کے دور رس اثرات ان کے پیروکاروں کی انسانی واجتماعی زندگی میں دیکھے جا سکتے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام اور گوتم بدھ کے لیے الوہیت کے دعوے انہیں انسانوں کی انفرادی واجتماعی زندگی کے لیے نمونہ نہیں چھوڑتے جبکہ محمد ﷺ کی سیرت ہر اس انسان کے لیے مکمل نمونہ اور اسوہ ہے جو خود شرافت کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے اور اپنے خاندان اور ماحول میں پاکیزہ رہنا چاہتا ہے۔ ﴿۵۲﴾ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ:

’’درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کا امیدوار ہے۔‘‘ (الاحزاب/۲۱)

چوتھی خصوصیت

رسول اللہ ﷺ کی سیرت انسان کے تمام گوشوں اور دائروں پر محیط ہے یہ ہمارے سامنے اس نوجوان کی زندگی لاتی ہے جو رسالت سے پہلے راست رو اور امانت دار کی حیثیت سے معروف تھا، اس رسول ؐ کی حیات ہمارے سامنے رکھتی ہے جو اللہ کی دعوت دیتا تھا اور اپنی دعوت کی محبوبیت اور مقبولیت کے لیے بہترین وسائل اختیار کرتا تھا، اپنے پیغام کو انتہا درجے کی طاقت اور صلاحیت اور محنت صرف کرتا تھا اسی طرح ہمارے سامنے ایک ایسی صدرِ مملکت کی تصویر آتی ہے جو اپنی مملکت لیے بہترین اور صحیح ترین انتظام کرتا

[illegible]

طرح ہمارے سامنے ایک ایسے نبی کی زندگی ہے جو شوہر تھا' باپ تھا' شفقت ومحبت کا پیکر' معاملات کا درست' شوہر' بیوی' بچوں' کے تمام حقوق وواجبات کی تمیز کرنے والا تھا ایسا رسول جو مرشد تھا' مربی تھا اپنے ساتھیوں کی ایسی مثالی تربیت کرتا تھا کہ اپنا دل ان کے دلوں میں اتار دیتا اور اپنی روح ان کی ارواح میں جاگزیں کر دیتا تھا جس کی وجہ سے چھوٹے بڑے تمام' معاملات میں اس کی اقتدا کرتے تھے بہترین دوست جو صحبت ومعاشرت کی ذمہ داریاں پہچانتا اور انہیں اچھی طرح ادا کرتا تھا جس کی وجہ سے اس کے ساتھی اس سے اپنی جان سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ ایک جنگجو بہادر اور سورما ایک فتحیاب لیڈر' کامیاب سیاسی قائد' امانت دار تاجر اور سچا معاہدہ کرنے والا' غرضیکہ اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت تمام انسانی گوشوں پر محیط ہے اور ہر داعی' ہر لیڈر' ہر باپ' شوہر' دوست' مربی' سیاستدان' صدر مملکت وغیرہ کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ اس درجہ کی یا اس سے ملتی جلتی جامعیت وہمہ گیریت دوسرے رسولوں کی سیرتوں' متقدمین ومتاخرین فلاسفہ اور اصحاب نظریہ کی زندگیوں میں نہیں دیکھتے' چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ایک قومی لیڈر کی زندگی ہے جس نے اپنی قوم کو غلامی کے جوئے سے نکالا اور اس کے لیے ایسے قواعد واصول وضع کیے جو بس اس قوم کی اصلاح کر سکتے تھے لیکن ان کی سیرتوں میں میدان جنگ کے سورماؤں' مربیوں' سیاستدانوں یا صدور مملکت یا باپ' شوہروں کے لیے کوئی نمونہ نہیں ملتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک عابد وزاہد داعی کی نمائندگی کرتے ہیں جس نے دنیا سے کوئی سروکار نہیں رکھا اور جو مال ودولت' گھر بار اور اسباب وسامان سے بالکلیہ آزاد وبے نیاز تھا' مسیحوں کے ہاں ان کی جو سیرت موجود ہے اس میں کسی جنگجو بہادر' کسی لیڈر' کسی صدر مملکت' باپ' شوہر یا قانون ساز کے لیے کوئی رہنمائی نہیں ملتی' یہی حال گوتم بدھ' کنفیوشس' ارسطو اور افلاطون اور تاریخ کے دوسرے ہیروؤں کا ہے یہ لوگ اسوہ اور نمونہ نہیں بن سکتے پس زندگی کے کسی ایک گوشے میں نمایاں ہوئے اور اس میں شہرت پائی وہ تنہا انسان جو عام طبقوں اور گروہوں کے لیے نمونہ بن سکتا ہے اور تمام صلاحیتوں والے افراد اور جماعتوں کے لیے اسوہ پیش کر سکتا ہے وہ بس محمد ﷺ کی شخصیت ہے ﴿۵۳﴾

پانچویں خصوصیت

یہ تنہا محمد عربی ﷺ کی سیرت ہے جو ہمیں ایسی دلیل فراہم کرتی ہے جو آپ کی رسالت اور نبوت کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں باقی رہنے دیتی' یہ ایک انسان کامل کی سیرت ہے جو اپنی دعوت کو لیکر مرحلہ وار آگے بڑھا۔ معجزات وخوارق کے بل پر نہیں بلکہ طبعی اور

ہوئے تو اس سے بھی دریغ نہ کیا آپ کی قیادت حکمت و بیدار مغزی کا شاہکار تھی چنانچہ جس وقت آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی دعوت' قہر و غلبہ کے زور پر نہیں بلکہ ایمان عمل کے راستے سے پورے جزیرہ عرب پر چھا چکی تھی' جس شخص کو عربوں کی عادات و عقائد معلوم ہیں' رسول اکرم ﷺ کی جس طرح مخالفت کی' آپ کو قتل کرنے کی جو سازشیں کی گئیں' ہر معرکہ میں افراد اور وسائل کی کمی کے باوجود آپ کو جس طرح فتح نصیب ہوئی' صلح اور معاہدوں کو تا وفات آپ نے جس طرح نبھایا اور تیئیس سال کی قلیل مدت میں جس طرح آپ کی دعوت پھیلی' یہ ساری باتیں جو شخص جان لے وہ یقین کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ محمد ﷺ کی سیرت نہایت عقلی انداز میں اپنی نبوت کی صداقت و حقانیت ثابت کرتی ہے او جو معجزات آپ سے صادر ہوئے' وہ عربوں کے ایمان و اسلام کا اولین محرک نہیں تھے بلکہ ہمیں کوئی ایسا معجزہ نظر نہیں آتا جس کی وجہ سے دشمن کافروں نے سپر ڈال دیا ہو' پھر یہ حقیقت بھی ہے کہ مادی معجزات بس دیکھنے والوں کے خلاف ہی حجت بن سکتے ہیں اور یہ بالکل قطعی اور طے شدہ ہے کہ جن لوگوں نے نبی ﷺ کو نہیں دیکھا' نہ آپ کے معجزات کا مشاہدہ یا وہ محض صدق نبوت کے عقلی و قطعی دلائل کی وجہ سے آپ پر ایمان لائے اور ان عقلی دلائل میں سر فہرست قرآن کریم ہے' یہ کتاب ایک عقلی معجزہ ہے جو ہر انصاف پسند اور صاحب عقل کو اس امر پر مجبور کر دیتی ہے کہ محمد ﷺ کی صدق و سچائی اور نبوت و رسالت پر ایمان لائے۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت تمام سابق انبیا کی سیرتوں سے مختلف ہے' دوسرے انبیاء کی سیرتیں ہمیں بتاتی ہیں کہ عوام ان پر ایمان اس وقت لائے جب ان کے ہاتھوں انہوں نے معجزات و خوارق دیکھ لیے' ان کی دعوت کے اصولوں اور قواعد کی صداقت میں انہوں نے عقل کے فیصلے کو حکم نہیں مانا اور اس کی واضح ترین مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرمایا ہے کہ یہودیوں کو اپنی رسالت کی صداقت پر مطمئن کرنے کے لیے وہ مریضوں کو شفاء دیتے تھے' مردوں کو زندہ کرتے تھے اور کوڑھیوں اور برص کے بیماروں کو ٹھیک کرتے تھے اور سب محض اللہ کی توفیق اور اس کے اذن سے ہونا ہوتا تھا۔ اور موجودہ اناجیل بھی ہمیں بتاتی ہیں کہ تنہا معجزات ہی عوام کے آپ پر ایمان لانے کا سبب بنے' لوگ اس وجہ سے ایمان نہیں لائے کہ وہ رسول ہیں جیسا کہ قرآن کا بیان ہے۔ اس وجہ سے انہیں سچا تسلیم کیا کہ وہ نعوذ باللہ خدا اور اس کے بیٹے ہیں اور مسیح کے بعد مسیحت معجزات و خوارق ہی کے ذریعہ پھیلی یہاں تک کہ ہم یہ کہنے کے مجاز ہیں کہ مسیحت پر اس کے پیروکار ایمان لائے اس کی بنیاد عقلی

نمایاں ہے' آپؐ پر کوئی ایک فرد بھی معجزہ یا خارق عادت کسی چیز کو دیکھ کر ایمان نہیں لایا بلکہ جو لوگ بھی مسلمان ہوئے عقل و وجدان کے ذریعہ ہی مسلمان ہوئے اللہ نے اپنے رسول کو جو معجزات بھی عطا کیے وہ صرف آپؐ کے اکرام و تعظیم کے لیے تھے اور مخالفین و معاندین کے خلاف اتمام حجت کے لیے تھے جو شخص قرآن کا مطالعہ گہرائی سے کرے گا وہ یہ محسوس کرے گا' اس کتاب نے اطمینان و سکون بخشنے کے لیے عقلی محاکمہ' قدرت کی کاریگری کا محسوس مشاہدہ اور مکمل معرفت کا سہارا لیا ہے کیونکہ رسولؐ امی تھے اور اس امیت کو قرآن نے آپؐ کی صداقت پر دلیل کے طور پر پیش کیا ہے

''یہ لوگ کہتے ہیں کہ'' کیوں نہ اتاری گئیں اس شخص پر نشانیاں اس کے رب کی طرف سے؟ کہو نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور میں صرف خبردار کرنے والا ہوں کھول کھول کر' اور کیا ان لوگوں کے لیے یہ نشانی کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے؟ درحقیقت اس میں رحمت اور نصیحت ان لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لائے ہیں۔'' (عنکبوت ۵۰/۵۱)

جب کفار نے اقوام ماضیہ کی طرح معجزات کا مطالبہ کیا تو اللہ نے آپؐ کو حکم دیا کہ جواب میں کہیں

''پاک ہے میرا پروردگار' کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے کچھ بھی ہوں''۔ (بنی اسرائیل ۹۳)

اسی سورت میں آگے فرمایا:

''اور انہوں نے کہا'' ہم تیری بات نہ مانیں گے جب تک کہ تو ہمارے لیے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کر دے یا تیرے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تو اس میں نہریں رواں کر دے یا تو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے یا خدا اور فرشتوں کو رودررو ہمارے سامنے لے آ یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر بن جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور تیرے چڑھنے کا بھی ہم تعین نہ کریں گے جب تک کہ تو ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر نہ اتار لائے جسے ہم پڑھیں''۔۔

اے نبی ان سے پاک ہے میرا پروردگار' کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا اور کچھ بھی ہوں۔'' (بنی اسرائیل ۹۔۹۳)

اسی طرح قرآن پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ اعلان کرتا ہے کہ محمد ﷺ انسان ہیں' رسول ہیں' اور یہ کہ رسالت کے دعویٰ میں معجزات خوارق پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا' وہ تو عقلوں اور دلوں کو مخاطب کرتا ہے۔

۱۔ النساء:(۵۹)

۲۔ ''اے محمدؐ! کہہ دو کہ اگر تم کو خدا سے محبت ہے تو میری اتباع کرو۔اللہ تم سے محبت کرے گا۔آل عمران (۳۱)

۳۔ مولانا مودودیؒ نے اس مفہوم کی وضاحت اپنے مخصوص متکلمانہ انداز میں اس طرح کی ہے۔''اسلام کی نعمت ہر زمانے میں انسان کو دو ہی ذرائع سے پہنچتی ہے ایک اللہ کا کلام دوسرے انبیاء علیہم السلام کی شخصیتیں' جن کو اللہ نے نہ صرف اپنے کلام کی تبلیغ اور تعلیم اور تفہیم کا واسطہ بنایا' بلکہ اس کے ساتھ عملی قیادت ورہنمائی کے منصب پر بھی مامور کیا' تاکہ وہ کلام اللہ کا ٹھیک ٹھیک منشا پورا کرنے کے لیے انسانی افراد اور معاشرے کا تزکیہ کریں اور انسانی زندگی کے بگڑے ہوئے نظام کو سنوار کر اس کی تعمیر صالح کر دکھائیں۔

یہ دونوں چیزیں ہمیشہ سے ایسی لازم وملزوم رہی ہیں کہ ان میں سے کسی کو کسی سے الگ کر کے نہ انسان کو کبھی دین کا صحیح فہم نصیب ہو سکا اور نہ وہ ہدایت سے بہرہ یاب ہو سکا۔کتاب کو نبی سے الگ کر دیجیے تو وہ ایک کشتی ہے ناخدا کے بغیر' جسے لے کر اناڑی مسافر زندگی کے سمندر میں خواہ کتنے ہی بھٹکتے پھریں' منزل مقصود تک کبھی نہیں پہنچ سکتے اور نبی کو کتاب سے الگ کر دیجیے تو خدا کا راستہ پانے کے بجائے آدمی ناخدا ہی کو خدا بنا بیٹھنے کبھی نہیں بچ سکتا۔یہ دونوں ہی نتیجے پچھلی قومیں دیکھ چکی ہیں۔ہندوؤں نے اپنے انبیاء کی سیرتوں کو گم کیا اور صرف کتابیں لے کر بیٹھ گئے۔ انجام یہ ہوا کہ کتابیں ان کے لیے لفظی گورکھ دھندوں سے بڑھ کر کچھ نہ رہیں حتیٰ کہ آخر کار خود کتابوں کو بھی وہ گم کر بیٹھے۔عیسائیوں نے کتاب کو نظر انداز کر کے نبی کا دامن پکڑا اور اس کی شخصیت کے گرد گھومنا شروع کیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی چیز انہیں نبی اللہ کو ابن اللہ بلکہ عین اللہ بنانے سے باز نہ رکھ سکی۔

پرانے ادوار کی طرح اب اس نئے دور میں بھی انسان کو نعمت اسلام میسر آنے کے دو ہی ذرائع ہیں جو ازل سے چلے آ رہے ہیں۔ایک خدا کا کلام' جو اب صرف قرآن پاک کی صورت ہی میں مل سکتا ہے' دوسرا اسوہ نبوت جو اب صرف محمد عربی ﷺ کی سیرت پاک ہی میں محفوظ ہے۔ہمیشہ کی طرح آج بھی اسلام کا صحیح فہم انسان کو اگر حاصل ہو سکتا ہے تو اس کی صورت مصرف یہ ہے کہ وہ قرآن کو محمد ﷺ سے اور محمد ﷺ کو قرآن سے سمجھے ان دونوں کو ایک دوسرے کی مدد سے جس نے سمجھ لیا اس نے اسلام کو سمجھا۔ورنہ فہم دین سے بھی محروم رہا اور نتیجتاً ہدایت سے بھی۔''(سیرت سرور عالم ﷺ ج ا ص ۳۵)

۴۔ الاحزاب:(۴)

﴿۵﴾ [illegible]

﴿۶﴾ عبداللہ ڈاکٹر سید فن سیرت نگاری پر ایک نظر۔ ماہنامہ فکر و نظر۔ اسلام آباد شمارہ اپریل ۱۹۷۶ء۔ ص ۸۲۸

﴿۷﴾ افریقی ابن منظور لسان العرب ج ۴ ص ۳۸۹۔۳۹۰

﴿۸﴾ معلوف لوئس المنجد فی اللغۃ المطبعۃ الکاثولیکہ بیروت ۱۹۳۷ء۔ ص ۳۸۷

﴿۹﴾ لسان العرب ص ۸۲۸

﴿۱۰﴾ الطور (۱۰)

﴿۱۱﴾ الروم (۱۱)

﴿۱۲﴾ القصص (۲۹)

﴿۱۳﴾ طٰہٰ (۲۱)

﴿۱۴﴾ طٰہٰ (۲۱)

﴿۱۵﴾ احمد بن حنبل۔ المسند ج ۱ ص ۱۲۸ بیروت ۱۹۴۹ء

﴿۱۶﴾ محمد الفاروقی، کشاف اصطلاحات الفنون طبع کلکتہ ص ۲۶۳

﴿۱۷﴾ واسطی، سید محبوب حسن، سیرت کیا ہے؟ ششماہی ''السیرۃ العالمی'' کراچی شمارہ جون ۱۹۹۹ء

﴿۱۸﴾ ایضاً

﴿۱۹﴾ ایضاً

﴿۲۰﴾ پٹنی، محمد طاہر۔ مجمع الانوار ج ۲ ص ۱۲۵

﴿۲۱﴾ بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۱ ص ۵۰۶

﴿۲۲﴾ واسطی، سید محبوب حسن سیرت کیا ہے؟ ششماہی ''السیرۃ العالمی'' کراچی شمارہ جون ۱۹۹۹ء

﴿۲۳﴾ محمد الفاروقی، کشاف اصطلاحات الفنون طبع کلکتہ

﴿۲۴﴾ ایضاً

۲۶۔ ایضاً

۲۷۔ ایضاً

۲۸۔ The Encyclopaedia of Islam, Leiden, Vol, 4 Page 439 (Artical Sira)

۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ خالد انور محمود، اردو نثر میں سیرت رسول، اقبال اکادمی لاہور ۱۹۸۹ء

۳۱۔ The Encyclopaedia of Islam, Leiden, Vol 4, p 439

۳۲۔ عبداللہ، ڈاکٹر سید، فن سیرت نگاری پر ایک نظر، سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد اپریل ۱۹۷۲ء

۳۳۔ قاسمی اکرام اللہ جان، سیرت کی تعریف اور حدود و قیود، السیرۃ العالمی

۳۴۔ عبداللہ، ڈاکٹر سید، فن سیرت نگاری پر ایک نظر، سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد اپریل ۱۹۷۲ء

۳۵۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کی یہ مستحکم رائے ہے کہ ''تمام اشخاص کی Biography کو سیرت کہنا زیادتی ہوگی کیونکہ سیرت کے الفاظ کو اصولی طور پر آنحضرت ﷺ کے حالات ہی کے لیے مخصوص سمجھنا چاہیے۔ ڈاکٹر عبداللہ کا یہ موقف اصولی طور پر درست ہے لیکن سماجی علوم میں اصطلاحات سے لفظ اور معنی کا ایک ایسا تعلق ہے جس کی بناء پر کوئی حتمی اور قانونی اصول نہیں بنایا جا سکتا۔ تاہم ماہرین لسانیات نے اس ضمن میں کچھ حدود و قیود مقرر کیے ہیں جیسے عربی ماہرین لغفت کے نزدیک اگر مجرد ''سیرت'' کا لفظ کہیں استعمال ہوگا تو اس سے مراد صرف رسول اکرم ﷺ ہی کی سیرت وسوانح ہوگی۔

۳۶۔ ندوی، حسن مثنیٰ، شارع انسانیت، ماہنامہ آئین لاہور ج ۲۸ شمارہ ۱۱، ص ۱۰ نومبر ۱۹۹۹ء

۳۷۔ نعیم صدیقی نے ''محسن انسانیت'' میں سیرت کی تعریف ومفہوم کو ایک نئے انداز سے وسعت اور جامعیت کا اسلوب ورنگ دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ''محمد ﷺ کی سیرت ایک فرد کی سوانح نہیں ہے بلکہ وہ ایک عظیم ترین تہذیبی تحریک کا آئینہ دار اور ایک تاریخی طاقت ہے اسی کے واسطے سے ہم قرآن کا ترجمہ عمل کی زبان میں پڑھ سکتے ہیں اور اسی کی روشنی میں ہم اجتماعی انقلاب کی کٹھن راہوں کو طے کر سکتے ہیں جن پر سے ہو کر انسانیت اسلامی نظام کی جنت تک پہنچ سکتی ہے (صفحہ ۱۴/۵۹) لاہور ۱۹۶۹ء

[illegible] کراچی ۱۹۸۷ء

۳۹۔ ایضاً

۴۰۔ ایضاً

۴۱۔ شبلی نعمانی' سیرۃ النبی' دارالاشاعت کراچی ۱۹۸۵ء' ج ا

۴۲۔ ایضاً

۴۳۔ خالد انور محمود' اردو نثر میں سیرت رسول' اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۸۹ء

۴۴۔ سباعی مصطفیٰ' سیرت نبوی مترجم مزمل حسین فلاحی' القمر انٹر پرائز لاہور ۱۹۸۹ء

۴۵۔ ایضاً

۴۶۔ ایضاً

۴۷۔ ایضاً

۴۸۔ صدیقی نعیم' محسن انسانیت' اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاہور ۱۹۶۹ء

۴۹۔ ایضاً

۵۰۔ سباعی' مصطفیٰ' سیرت نبوی' مترجم' مزمل حسین فلاحی' القمر انٹر پرائز زلاہور ۱۹۸۹ء

۵۱۔ ایضاً

۵۲۔ ایضاً

۵۳۔ ایضاً

۵۴۔ مودودی' سید ابوالاعلیٰ' سیرت سرور عالم' ادارہ ترجمان القرآن لاہور ۱۹۷۸ء

(پس منظر)

برصغیر پاک و ہند میں

سیاسی و تہذیبی ارتقاء کا جائزہ

پس منظر

برصغیر پاک وہند میں سیاسی وتہذیبی ارتقاء کا جائزہ

برصغیر پاک و ہند میں سیرت نگاری کے رجحانات کا مطالعہ کرنے سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۵۷ء سے قبل اس خطے میں ہونے والی سیاسی و مذہبی اور معاشرتی تبدیلیوں کا جائزہ پیش کیا جائے اور اس ماحول و پس منظر کا اندازہ لگایا جائے جس میں سیرت نگاری کی ابتدا ہوئی' برصغیر پاک و ہند کا خطہ آٹھویں صدی عیسوی سے قبل ہندوؤں کے زیر تسلط تھا اور اسلامی تہذیب و تمدن اور علوم وفنون سے نا آشنا اور ناواقف تھا اس لیے اس سے قبل کی تاریخ ہمارے موضوع سے خارج ہے' آگے بڑھنے سے پہلے یہ وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ زیر بحث خطے کی تفصیلی تاریخ کا مطالعہ نہ تو ممکن ہے اور نہ ضروری۔ لہٰذا ہم اپنی توجہ اس بات پر مرکوز و محدود رکھیں گے کہ ۱۸۵۷ء سے پہلے برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں اور دوسروں قوموں کی آمد کے نتیجے میں سیاسی' مذہبی اور تمدنی اعتبار سے کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں اور ان تبدیلیوں نے سیرت نگاری پر کیا اثرات مرتب کیے۔

زمان کو ادوار میں تقسیم کرنا محض ایک تاریخی رسم ہے کیوں کہ زندگی کبھی ساکن نہیں رہتی کوئی تبدیلی' خواہ کتنی ہی بنیادی کیوں نہ ہو کسی قوم پر آن واحد میں طاری نہیں ہوتی انسانی معاملات میں جو انقلابات رونما ہوتے ہیں وہ ایک طویل عرصہ کی پیچ وتاب کھائی ہوئی قوتوں کا منتہا ہوتا ہے تاہم اگر کچھ امتیازی نشانات نہ ہوں تو بنی نوع انسان زمان کی پہنائیوں میں اپنے راستے سے بھٹک جائے' برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں فتح سندھ اسی قسم کا ایک دور آفریں نشان ہے۔

پاک وہند میں مسلمانوں کی آمد کا پہلا دور

ہندوستان اور عربوں کے درمیان تجارتی روابط وتعلقات زمانہ ماقبل تاریخ بھی قائم تھے ﴿۱﴾ اور ظہور اسلام کے بعد یہی عرب تاجر ہندوستان میں اسلام کے اولین سفیر اور مبلغین بھی تھے ﴿۲﴾ تاہم ہندوستان کا مسلمانوں سے سیاسی رابطہ پہلی مرتبہ عرب سپہ سالار محمد بن قاسم کی قیادت میں فتح سندھ (۷۱۲۔۷۱۳ء) کے نتیجے میں ہوا اور ایک مسلم حکومت قائم ہوئی ﴿۳﴾ سندھ میں مسلم

ہوا۔﴿۴﴾ سندھ میں مسلم حکومت کے قیام نے تبلیغ اسلام کے لیے راستے کھول دیے۔﴿۵﴾ فتح کے فوراً بعد قبول اسلام کے چند اہم واقعات پیش آئے، محمد بن قاسم اور بعد میں اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی دعوت پر متعدد سرداروں اور قبیلوں نے اسلام قبول کیا۔ ﴿۶﴾ اس میں شک نہیں کہ اس دور میں مسلمانوں کی فتوحات سندھ اور ملتان تک محدود رہیں اور برصغیر کا شمالی علاقہ کا بڑا حصہ فتوحات کے اثرات سے محفوظ رہا تاہم فاتحین اپنے ساتھ ایک نیا مذہب اور نئی تہذیب لائے جن کے اثرات نے مفتوحہ اقوام کی معاشرتی، ثقافتی اور سیاسی زندگی کو قطعی رنگ دیدیا۔﴿۷﴾ سندھ میں عرب حکومت کے قیام کے ساتھ ساتھ مسلم نوآبادیاں، منصورہ، ملتان، دیبل، سندان، خضدار اور قنادیل، وجود میں آئیں، ان نوآبادیوں میں مساجد، مکاتب اور مدارس بھی کھولے گئے جہاں امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ بہت سے شعراء، علمائے دین اور فضلائے علوم وفنون پیدا ہوئے، اس طرح سندھ کی فتح نے اسے اسلامی ثقافت کا ایک مرکز بنا دیا۔﴿۸﴾ محمد بن قاسم کی فتح سندھ کے بعد، سندھ اموی اور عباسی خلافت کے زمانے میں خلافت کا مشرق میں سب سے آخری صوبہ تھا۔﴿۹﴾ اس صوبہ کا نظام بھی دوسرے صوبوں جیسا تھا، اندرونی نظام صوبہ دار کی صوابدید پر منحصر تھا جو ''والی'' کہلاتا تھا وہ اندرون ملک کی حفاظت کرتا تھا اور ایک بڑی فوج کی مدد سے بیرونی حملوں سے ملک کی حفاظت کرتا تھا، فوج چھاؤنیوں میں رہتی تھی جو صوبہ کے مختلف حصوں میں قائم تھیں، وقت گزرنے کے ساتھ یہ چھاؤنیاں بڑے بڑے شہر بن گئے۔﴿۱۰﴾ عرب فاتحین نے دیسی عورتوں سے نکاح کر کے مستقل سکونت اختیار کی، سندھ میں مسلمانوں کی حکمرانی کی نمایاں خصوصیت ان کی رواداری کی پالیسی تھی جو غیر مسلموں کے ساتھ معاملات میں صاف نظر آتی ہے، غیر مسلموں کو وہی حقوق حاصل تھے جو اہل کتاب کو تھے، برہمنوں کو وہی اختیارات وحقوق دیے گئے جو انہیں اپنے ہم قوم راجاؤں کے دورِ حکومت میں حاصل تھے، سندھ کی فتح نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان ایک نئے ثقافتی اور ارتباط کا راستہ کھل گیا۔﴿۱۱﴾ عربوں اور سندھیوں نے باہم ایک دوسرے سے بہت کچھ سیکھا، ہندوستانی علوم کے ساتھ عربوں کی گہری دلچسپی اس وقت تیز ہوئی جب بغداد کے عباسی دربار میں برآمکہ کو عروج حاصل ہوا، برآمکہ نے بت مت چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا، برآمکہ کے عروج سے عربوں اور سندھیوں کے تعلقات زیادہ استوار ہو گئے۔﴿۱۲﴾ سندھی علماء کی جماعت نے مملکت اسلامیہ کے دورے کیے وہاں سکونت اختیار کی اور ان کی اولادوں نے اسلام قبول کیا۔ اسی طرح ان مسلمان علماء کا تذکرہ تاریخ میں ملتا ہے جو اسلامی لشکر کے ساتھ آئے اور جنہوں نے ہندوستان میں علوم اسلامی بالخصوص علم وحدیث

(۱) موسیٰ بن یعقوب الثقفی

(۲) یزید بن اب کبشا الدمشقی (م/۹۷ھ)

(۳) المفضل بن ابی المہلب بن ابی صفرہ (م/۱۰۲ھ)

(۴) ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ البصری معروف بہ نزیل ہند (م/۱۵۵ھ)

پہلی صدی ہجری کی آخری دہائی میں جب سندھ پر مسلمانوں کی حکومت مستحکم ہوگئی تو عرب اور مقامی علماء نے اشاعت حدیث و مغازی و سیر کا کام پوری توجہ سے سرانجام دیا' اس ضمن میں سب سے پہلا نام مشہور تابعی حضرت ربیع بن صبیح السعدی البصری (م/۱۶۰ھ) کا ہے جنہوں نے دوسری صدی ہجری میں حدیث کی جمع و تدوین کا کام سرانجام دیا ان کے بعد حضرت حباب بن فضالہ اور اسرائیل بن موسیٰ (ملقب بہ نزیل ہند) کا نام لیا جاتا ہے جو علم حدیث کے فروغ کے لیے ہندوستان آئے یہ دوسرے بزرگ امام حسن بصری کے شاگرد تھے جبکہ حضرت حباب' مالک بن انسؓ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔﴿۱۴﴾

دوسری صدی ہجری کے آئمہ حدیث و سیر میں سب سے اہم شخصیت ابومعشر نجیع السندھی (م/۱۷۰ھ) کی ہے جنہوں نے فن مغازی و سیر میں اولیت کا درجہ حاصل ہے'﴿۱۵﴾ تیسری صدی ہجری کے وسط میں ابوجعفر الدیبلی نے ''مکاتیب النبیؐ'' کتاب لکھی۔ چوتھی صدی ہجری کے ایک نومسلم رجاء السندھی (م/۳۳۱ھ) ہیں جنہیں رکن من ارکان الحدیث بھی کہا جاتا ہے' اگلی چند صدیوں میں برصغیر پاک و ہند میں علم الحدیث کے فروغ کے لیے کچھ قابل ذکر کام نہیں ہوا۔﴿۱۶﴾

محمد بن قاسم کے تین سو سال بعد ہندوستان میں مسلم فتوحات کا جب دوسرا دور شروع ہوا تو یہ فاتحین ایک ایسے خطہ ارضی میں داخل ہوئے جہاں اسلام کے پیروکار بڑی تعداد میں موجود تھے۔

برصغیر پاک و ہند میں فتح سندھ و ملتان کے بعد بغداد کی عباسی خلافت کے زمانے تک یہ علاقے اسلامی خلافت میں شامل رہے لیکن ان کی حیثیت آخری دنوں میں سرحدی صوبوں جیسی رہ گئی تھی' عربوں کے زمانے میں مسلمانوں نے یہاں سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی۔﴿۱۷﴾

برصغیر پاک و ہند میں اسلامی فتوحات کا دوسرا دور محمد بن قاسم کے تین سو سال بعد شروع ہوا اس مرتبہ مسلمان مکران کے راستے نہیں بلکہ درہ خیبر کے راستے آئے'﴿۱۸﴾فتوحات کی اس دوسری لہر کا پس منظر اور مختصر تاریخ یہ ہے کہ۔۔۔

نویں صدی عیسوی میں خلافت عباسیہ میں زوال کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے' خلیفہ کی طاقت کمزور ہونے کے ساتھ ساتھ اقتدار بھی گھٹنا شروع ہو گیا تھا' اسپین اور مصر میں پہلے ہی خود مختار حکومتیں قائم ہو چکی تھیں بعد میں عراق' ایران اور ترکستان میں بھی متعدد علاقائی اور نیم خود مختار ریاستیں بھی وجود میں آ گئی تھیں ﴿۱۹﴾' ان نیم خود مختار ریاستوں میں ایک اہم ریاست'' سامانیوں'' کی بھی ان کا دارالحکومت بخارا تھا' لیکن ان کا اقتدار ایران' ماوراء النہر اور افغانستان کے اکثر علاقوں پر قائم تھا' جب سامانیوں کی بھی حکومت کمزور ہو گئی تو اس کے صوبہ دار خود مختار ہو گئے ان میں سے ایک صوبہ دار سبکتگین (۳۶۶ھ ۳۷۸ھ) نے غزنی میں جو افغانستان کے دارالحکومت کابل کے جنوب میں ایک شہر ہے (۳۶۶ھ ۹۷۶ء) میں ایک آزاد حکومت قائم کر لی تھی جو تاریخ میں دولت غزنویہ اور آل سبکتگین کے نام سے معروف ہے' جب امیر سبکتگین ۹۷۶ء میں غزنی میں تخت نشین ہوا' اس وقت کابل اور پشاور کا علاقہ پنجاب کے راجہ جے پال کے زیر نگین تھا افغانستان میں دونوں کی سرحد میں ملتی تھیں' جے پال کو سبکتگین کی کشور کشائی ناگوار ہوئی تو اس نے غزنی پر حملہ کر دیا۔ طفان اور غزنی کے درمیان سبکتگین اور جے پال میں ۹۷۹ء میں جنگ ہوئی جس میں جے پال کو شکست فاش ہوئی اور اس نے صلح کی درخواست کی' صلح ان شرائط پر ہوئی کہ جے پال اپنے ملک جا کر گھوڑے' ہاتھی اور مال و جواہر صلحنامہ کے مطابق امیر سبکتگین کے کارندوں کے ہاتھوں غزنی بھیجے گا۔﴿۲۰﴾

لاہور پہنچ کر جے پال نے عہد شکنی کی اور امیر سبکتگین کے لوگوں کو گرفتار کر لیا' سبکتگین نے اس عہد شکنی کی سزا دینے کے لیے جے پال کے علاقوں پر حملہ کا فیصلہ کیا' راجہ جے پال نے سبکتگین سے مقابلے کے لیے ہندوستان کے تمام راجوں و مہاراجوں کو چٹھی بھیج کر جمع کیا' پشاور کے مقام پر دونوں فوجیں آمنے سامنے جمع ہوئیں تو دہلی' اجمیر' کانج اور قنوج کی منتخب فوجیں راجا جے پال کے ہمرکاب تھیں۔﴿۲۱﴾

یہ پہلا موقع تھا جب شمالی ہندوستان کے تمام حکمرانوں نے متحد ہو کر مسلمان حملہ آوروں کا مقابلہ کیا سبکتگین اور ہندو راجاؤں کے درمیان یہ ایک اہم جنگ تھی جس میں سبکتگین نے ہندوستان کے ہندو راجاؤں کی متحدہ فوج کو شکست دی اور کابل اور پشاور کے

سبکتگین نے جے پال کے خلاف جو اقدامات کیے اس کا عملی سبب جے پال کی اپنی عاقبت نااندیشانہ پالیسی تھی لیکن اس کی ایک اور وجہ کرامیہ اور اسماعیلی فرقوں کی آویزش بھی تھی سبکتگین' کرامیہ فرقہ کی تحریک کے رہنما ابوبکر اسحاق کا مداح تھا اور ابر بکر اسماعیلی فرقہ کا شدید مخالف تھا چنانچہ سبکتگین اور اس کے بعد محمود غزنوی کے ملتان اور منصورہ کے حملوں مس اسماعیلیوں کے خلاف مسلکی اختلاف بھی دوسری اہم وجہ رہی ہوگی۔ ﴿۲۳﴾

امیر سبکتگین کی کامیاب عسکری مہمات کے نتیجے میں ہندوستان کی سرحد پر غزنی میں ایک ایسا اہم فوجی مرکز قائم ہو گیا جس نے مستقبل میں برصغیر کی فتح کے لیے فوجی صدر کیمپ کا کام دیا اس نے کابل سے پشاور تک کے علاقوں میں حکومتی نظم ونسق قائم کیا اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس نے شمالی ہندوستان کے راجاؤں کی متحدہ فوج کو شکست دے کر اس عسکری نظام پر کاری ضرب لگائی جو شمالی حملہ آوروں کو روک سکتا تھا۔

سبکتگین کی وفات (۹۹۷ء) کے بعد اس کی جگہ محمود غزنوی تخت نشین ہوا' محمود نے جے پال کے خلاف لڑائی جاری رکھی اور ۱۰۰۱ء میں اٹک کے قریب شکست دی جے پال کے بعد اس کے بیٹے انند پال ۱۰۰۵ء میں اس وقت شکست دی جب محمود ملتان کے اسماعیلی حاکم ابوالفتح داؤد کے خلاف مہم میں مصروف تھا' انند پال نے شکست کھائی' در کشمیر فرار ہو گیا لیکن انند پال نے اپنے باپ کی طرح محمود کا مقابلہ کرنے کے لیے ہندوستان کے راجاؤں کی متحدہ فوج تیار کی اور یہ فیصلہ کن معرکہ کی اہمیت رکھتا تھا اس میں بھی انند پال کو شکست ہوئی ﴿۲۴﴾ ۴۱۲ھ میں محمود نے ایک فیصلہ کن لڑائی کے بعد لاہور پر قبضہ کر کے اپنی حکومت میں شامل کر لیا' ﴿۲۵﴾ بعد میں محمود نے ان راجاؤ اور راجواڑوں اور علاقوں پر بھی حملے کیے جو لاہور کے راجہ کی مدد کرتے تھے اس نے قنوج اور کالنجر تک اپنی سلطنت بڑھادی ان علاقوں پر محمود نے براہ راست حکومت قائم نہیں کی بلکہ راجاؤں سے اطاعت کا وعدہ لیکر غزنہ چلا جاتا محمود کا آخری بڑا حملہ سومنات پر ہوا اس میں محمود کو کامیابی حاصل ہوئی' سومنات کے بعد ملتان اور منصورہ فتح کر کے سندھ کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کرلیا محمود نے اپنے ۳۱ سالہ دور میں برصغیر پاک وہند میں ملتان' نگرکوٹ' تھانیسر' دوآبہ' اور سومنات پر سترہ کامیاب حملے کیے اور کامیابیاں حاصل کیں۔ ﴿۲۶﴾

محمود غزنوی ایک بہادر اور غیر معمولی قوت ارادی کا مالک جرنیل تھا اس نے عظیم الشان فتوحات حاصل کیں۔ محمود کے

پنجاب کو اپنی سلطنت کا حصہ بنایا اگر وہ چاہتا تو آسانی سے ہندوستان پر حکومت کر سکتا تھا اور اشاعت اسلام اور عالم اسلام کے لیے بھی بہت کچھ کر سکتا تھا مگر اس نے ایسا کچھ نہیں کیا اور وہ ہر فتح و کامرانی کے بعد اپنے وطن مالوف غزنی کی طرف لوٹ گیا اور بالآخر ۲۲ اپریل ۱۰۳۰ء کو اس جہان فانی سے کوچ کر گیا۔محمود کی وفات کے بعد لاہور پنجاب دو سو سال تک سلطنت غزنی کا حصہ رہا۔

برصغیر پاک و ہند میں اسلامی فتوحات کے دوسرے دور میں محمود غزنوی کے ہندوستان پر حملوں اور فتوحات کے نتیجے میں راجپوتوں کا شیرازہ بکھر گیا' سلطان کی فتوحات کا اثر یہ تھا کہ اس کی آمد کی خبر سن کر ہی راجا دار سلطنت چھوڑ کر فرار ہو جاتے تھے ان حالات میں محمود غزنوی کے لیے ہندوستان میں اسلامی حکومت میں صرف اتنا ہوا کہ لاہور میں ایک اسلامی حکومت قائم ہو گئی' ﴿۲۸﴾ غزنی سے بہت سے اہل علم معاش کی تلاش میں آ کر آباد ہو گئے اس لیے ان کے فیض سے یہ شہر بھی اسلامی علوم اور مذہب اسلام کی اشاعت کا مرکز بن گیا۔

غزنوی عہد میں ہندوستان کے ہندوؤں کے ساتھ وہی پرانا طریق اختیار کیا گیا جس کی محکم روایت محمد بن قاسم نے قائم کی تھی اور انہیں ذمی کا درجہ دیا گیا۔فوج کے دستوں میں ہندوؤں کو شامل کیا گیا' ﴿۲۹﴾ امیر مسعود غزنوی کے کئی فوجی جرنیل ہندو تھے۔ غزنوی عہد میں مذہبی و مسلکی اعتبار سے دو اہم تبدیلیاں بھی رونما ہوئیں ایک تو یہ کہ محمود غزنوی نے ملتان اور منصورہ کی اسماعیلی حکومتوں کا خاتمہ کر کے راسخ العقیدہ گروہ اور اس کے عقیدے کو تقویت پہنچائی اور دوسرے یہ کہ لاہور میں غزنویوں کی حکومت سے وسطی ایشیاء سے روابط کا آغاز ہوا وسطی ایشیا سے روابط کے نتیجے میں بھی سیاسی و فقہی معاملات میں راسخ الاعتقادی کو تقویت ملی۔اور اس طرح اس نے قنوج اور کالنجر تک اپنی سلطنت بڑھا دی' ان علاقوں پر محمود نے راست حکومت قائم نہیں کی بلکہ راجاؤں سے اطاعت کا وعدہ لے کر غزنہ چلا جاتا' محمود کا آخری بڑا حملہ سومنات پر ہوا' سومنات سے واپسی پر محمود نے منصورہ فتح کر کے سندھ کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا' محمود نے اپنے 31 سالہ دور میں برصغیر پاک و ہند میں ملتان' نگر کوٹ' تھانیسر' دوآبہ اور سومنات پر سترہ کامیاب حملے کیے اور کامیابی حاصل کی۔محمود کی ہندوستانی فتوحات اور اس کے جانشینوں کا دو سالہ عہد ہندوستان کی سیاسی و تمدنی تاریخ کے بعتبار سے اپنے جلو میں بعض امتیازات رکھتا ہے۔﴿۳۰﴾

غزنویوں سے قبل اور ان کے بعد ملتان اور اچھ اسلام کے مرکز بن گئے خصوصاً لاہور میں جب غزنویوں کی حکومت قائم ہوئی

مرکز و مسکن بنایا ان کے نمایاں نام اور کام یہ ہیں

۱۔ شیخ اسماعیل لاہوریؒ

شیخ اسماعیل بخاری سید تھے اور علوم ظاہری و باطنی میں دسترس رکھتے تھے' واعظین اسلام میں وہ پہلی بزرگ تھے جنہوں نے لاہور کے شہر میں جہاں ۱۰۰۵ء میں آئے تھے واعظ کیا ان کی مجلس وعظ میں مسافر و سائلین کا ہجوم تھا ہر روز سیکڑوں لوگ ان کے وعظ و تلقین سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرتے تھے۔

۲۔ ابوالحسن علی بن عمر بن حکم لاہور

جو ایک ادیب اور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ محدث بھی تھے۔

۳۔ شیخ علی بن عثمان ہجویری

غزنی کے شیخ علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش ۱۰۰۹ء میں پیدا ہوئے' ﴿۳۲﴾ مختلف اسلامی ممالک کا سفر کرنے کے بعد سلطان مسعود ابن محمود غزنوی کے اخیر عہد میں اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ لاہور تشریف لائے یہاں آپ نے ایک مسجد تعمیر کی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا وار تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ حضرت علی ہجویریؒ کی کوششوں سے اس خطہ میں تیزی سے اسلام پھیلا بعض روایت کے مطابق سلطان مودود ابن مسعود غزنوی کے نائب السلطنت رائے راجو نے آپ ہی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ تصوف کے موضوع پر معروف کتاب کشف المحجوب حضرت علی ہجویری ہی کی کتاب ہے اس کتاب میں تصوف کے طریقے کی تحقیق' اہل تصوف کے مقامات کی کیفیت ان کے اقوال اور صوفیانہ فرقوں کا بیان' معاصر صوفیوں کے رموز و اشارات اور متعلقہ مباحث کا بیان ہے۔ ﴿۳۳﴾

ہندوستان میں پہلے اور دوسرے دور کی فتوحات کے اثرات و نتائج ہمہ جہتی تھے تاہم ان فتوحات کی نمایاں ترین اہمیت اسلام کی توسیع اور اشاعت تھی جس کے باعث ان علاقوں میں اسلام غالب مذہب بن گیا' علوم اسلامی' تفسیر' حدیث' فقہ اور تصوف کو تفوق حاصل ہوا۔ غزنویوں کے کم و بیش دو سو سالہ دور حکومت میں اسلامی معاشرے کو کافی تقویت حاصل ہوئی جگہ جگہ صدہا مساجد و مدارس تعمیر ہوئے عربی و فارسی کی نشر و اشاعت کا اہتمام ہوا۔ ﴿۳۴﴾

غزنوی عہد کے بعد سلطان معزالدین محمد غوری کی فتوحات سے برصغیر میں مسلمانوں کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے۔ محمد غوری کا تعلق افغانستان کے علاقہ غور سے تھا' غور کا پہاڑی علاقہ غزنی اور ہرات کے درمیان واقع تھا' دسویں صدی عیسوی میں یہ ایک آزاد ریاست تھی اور ایک ایرانی النسل تاجک خاندان کے زیرنگین جو تاریخ میں شنبسانی خاندان کے نام سے معروف ہے ﴿۳۵﴾ اس کے حکمران محمد بن سوری کو محمود غزنوی نے ۱۰۰۹ء میں شکست دے کر اپنا محکوم بنالیا تھا جس کے بعد سے غور کے حکمراں غزنی کے باجگزار رہے۔ ۱۰۳۰ء میں محمود غزنوی کی وفات کے بعد غوریوں نے زوال پذیر غزنویوں کے حالات سے پورا فائدہ اٹھایا اور دونوں سلطنتوں کے درمیان جھگڑے شروع ہوگئے جو مسلسل جاری رہے' غور کے علاؤالدین جہاں سوز نے غزنین کو بالکل تباہ و برباد کر دیا' اس کا ۱۱۶۵ء میں انتقال ہوا تو اس کی جگہ سیف الدین تخت نشین ہوا اس کے بعد اس کا جانشین اس کا چچازاد بھائی غیاث الدین ہوا' اس نے غزنین کو اپنی قلمرو میں داخل کرلیا' وہ خوارزم شاہ سے بھی برسرپیکار ہوا اور خراسان کے نواحی علاقوں پر قابض ہوگیا لیکن بعد میں اسے شکستوں کا سامنا کرنا پڑا تو وہ برصغیر کی جانب متوجہ ہوا' غیاث الدین نے ۱۱۷۳ء میں غزنین کا علاقہ وسط ایشیا کے ترکمانی غزے سے حاصل کر کے اپنے چھوٹے بھائی شہاب الدین المعروف معیز الدین محمد غوری کے سپرد کر دیا' ﴿۳۶﴾ محمد غوری ایک مستعد اور حوصلہ مند حکمراں تھا' غزنین میں اس کی حکومت آزاد تھی لیکن وہ سکوں پر اپنے بھائی کا نام ہی کندہ کراتا تھا اور اپنے بھائی کی مکمل اطاعات اور فرماں برداری کرتا تھا' پنجاب غزنین کی حکومت کا ایک حصہ تھا اس لیے محمد غوری پنجاب کو اپنی وراثت تصور کرتا تھا' ﴿۳۷﴾ جس وقت محمد غوری غزنہ میں برسرِ اقتدار تھا اس وقت پنجاب میں خسرو ملک کی حکومت تھی جس کا تعلق غزنوی خاندان سے تھا۔ غوریوں کو خوارزم شاہ سے لڑنے کے لیے اپنے لاہور کے غزنوی دشمنوں اور ملتان کے قرامطیوں کا استیصال کرنے کا خیال آیا' پھر یہ سپاہیانہ شوکت و حشمت کا بھی دور تھا اس لیے محمد غوری نے جو فطری طور پر فتح و تسخیر کی امنگوں سے سرشار تھا اور دوسرے حوصلہ مند سرداروں کی طرح ایک بڑی سلطنت کے قیام کا خواہاں تھا نیز وہ ایک سچا مسلمان بھی تھا جو اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے پیغام کو ہندوستان تک پہنچانا چاہتا تھا ان خیالات و تصورات کے ساتھ ۱۱۷۵ء میں محمد غوری نے ملتان کے قرامطیوں کے خلاف' پہلی فوج کشی کی اور فتح و کامرانی سے ہمکنار ہونے کے بعد اپنا ایک والی مقرر کیا' ملتان کے بعد اوچ کی طرف پیش قدمی کی اس کی تسخیر کے بعد انھلواڑا (پٹن) پر حملہ کیا جو اس وقت گجرات کے بگھیلا خاندان کے راجہ بھیم ثانی کا دارالسلطنت تھا' یہ راجہ کمسن تھا لیکن بہت بہادر

اور جاہ بڑھا اور اس کے پاس بہت بڑی فوج تھی اس لیے [illegible] اس فتح کے بعد محمد غوری کو یہ اندازہ ہوا کہ ہندوستان کی تسخیر سندھ اور ملتان کے راستے نہیں ہوسکتی بلکہ اس کے لیے پنجاب کا راستہ اختیار کیا جائے اس لیے اس نے راستہ تبدیل کر کے پنجاب کے راستے ہندوستان کی تسخیر کا منصوبہ بنایا' اس نے پشاور پر حملہ کیا' دوسال بعد لاہور پر پیش قدمی کی جس میں اسے کامیابی حاصل ہوئی۔ ۱۱۸۵ء میں اس نے پنجاب پر پھر فوج کشی کی اور سیالکوٹ کے قلعہ پر قبضہ کر کے اپنی فوجیں تعینات کر دیں' پنجاب کے غزنوی فرماں رواں خسرو نے کھکروں سے تعاون حاصل کیا جبکہ جموں کے راجہ چکر دیو جس کے کھکروں کے راجہ سے تعلقات خوشگوار نہیں تھے' محمد غوری نے چکر دیو کے تعاون سے پنجاب پر حملہ کی منصوبہ بندی' جموں کے نئے راجہ وجے دیو نے بھی محمد غوری کا ساتھ دیا مگر پھر بھی محمد غوری لاہور پر قبضہ نہ کر سکا تاہم ۱۱۹۲ء تک ملتان' سندھ اور لاہور غوری کی عملداری میں آ گئے تھے اور پنجاب میں غزنویوں کی حکومت ختم ہوگئی پنجاب پر محمد غوری کے استیلاء نے ہندوستان کی تسخیر کے دروازے کھول دیے اور اس کی سلطنت کی سرحدیں اجمیر اور دہلی کے پرتھوی راجہ کی سلطنت سے مل گئی تھیں۔ راجپوتوں کو مسلمان ترکوں سے سبکتگین کے زمانے سے سابقہ پڑ رہا تھا اس لیے انہیں اپنے پڑوسیوں کے طریقہ جنگ سے واقفیت حاصل ہو چکی تھی اور وہ گیارہویں صدی کے راجپوتوں سے نسبتاً زیادہ واقف کار ہو گئے تھے' راجپوت راج' غوریوں کی جھڑپوں سے چوکنا ضرور تھے' بلکہ قنوج اور اجمیر کے راجاؤں نے اپنی فوجوں کی صف بندی بھی کر لی تھی اور پنجاب میں غزنویوں کی مقبوضات پر تاخت بھی کر رہے تھے۔﴿۳۹﴾

یہ حالات محمد غوری اور راجپوتوں کے درمیان فیصلہ کن جنگ کی چغلی کھا رہے تھے چنانچہ اس کا آغاز اجمیر کے چوہان راجہ پرتھوی راج' جس کی سلطنت اجمیر سے دہلی تک پھیلی ہوئی تھی' کے مقابلوں سے ہوا۔ ۱۱۹۱ء میں ترائن کے میدان میں خوں ریز جنگ ہوئی اس جنگ میں محمد غوری کو شکست ہوئی' محمد غوری بری طرح زخمی ہوا لیکن خلجی فوجی سرداروں نے اس کی جان بچائی۔ ہزیمت خوردہ فوج لاہور پہنچی وہاں کچھ دن صاحب فراش رہنے کے بعد محمد غوری واپس غزنی چلا گیا۔ یہ محمد غوری کی دوسری شکست تھی جس کی ذلت د رسائی کا احساس شدید ترین تھا اس احساس کے باعث اگلے سال ایک بڑے لشکر کے ساتھ ترائن کے میدان میں محمد غوری اور پرتھوی راج کے درمیان ۱۱۹۲ء میں دوسری لڑائی ہوئی اس لڑائی میں محمد غوری کو فیصلہ کن فتح حاصل ہوئی' تاریخ ہند کی یہ فیصلہ کن جنگ تھی اس جنگ کے بعد راجپوتوں کا زور ٹوٹ گیا اور پھر کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو مسلمانوں کا مقابلہ کرتی' اجمیر' دہلی اور سرستی پر محمد غوری کا قبضہ ہو گیا اس نے نومفتوحہ علاقوں میں قطب الدین ایبک کو اپنا گورنر نامزد کیا اس کے بعد اس نے قنوج پر لشکر کشی کا ارادہ کیا' قنوج کو شمالی

اور بڑے راجاؤں میں ہوتا تھا' ۱۱۹۴ء میں قنوج اور اٹاوہ کے درمیان جمنا کے ساحل پر چندوار کے مقام پر دونوں کے درمیان جنگ ہوئی جس میں راجہ جے چند کو شکست ہوئی اور محمد غوری فتح مند ہوا' قنوج کو بھی اسلامی سلطنت میں شامل کرلیا۔﴿۴۰﴾اب ہندوؤں کی مزاحمت تقریباً ختم ہوگئی اور بنگال و بہار کی فتح کا راستہ صاف ہوگیا۔۱۲۰۲ء میں محمد غوری نے بندھیل کھنڈ کالنجر اور کالپی بھی فتح کرلیا۔﴿۴۱﴾اس دوران محمد غوری کے فوجی سپہ سالاروں نے از خود مسلم مقبوضات میں توسیع کی مہم شروع کردی ان فوجی سپہ سالاروں میں اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی بھی تھا' اس نے مشرق کی جانب بہار کے سرحدی اضلاع میں پیش قدمی کی' بہار میں پال خاندان کی حکومت روبہ زوال تھی' اس نے ۱۱۱۹ء میں بہار کی مکمل تسخیر کرکے دہلی میں قطب الدین ایبک سے مفتوحہ علاقوں کا پروانہ حکومت حاصل کیا' بہار کے بعد بنگال کی فتح کا منصوبہ بنایا جہاں سین خاندان کے راجہ لکشمن کی حکومت تھی' محمد بن بختیار نے چند سواروں کے ساتھ بنگال پر حملہ کرکے اسے فتح کیا' بنگال کی فتح محمد بن بختیار خلجی کا ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے جو حقیقت پر مبنی ہونے کے باوجود رنگین افسانہ معلوم ہوتا ہے۔﴿۴۲﴾قطب الدین ایبک نے گجرات' گوالیار اور بیانہ فتح کیا' ۱۲۰۶ء محمد غوری نے خود ہندوستان آکر کھوکھروں کی بغاوت ختم کی' یہ سلطان غوری کی آخری مہم تھی کھوکھروں کی بغاوت فرو کرکے سلطان واپس جارہا تھا کہ دریائے جہلم کے کنارے ایک اسمٰعیلی فدائی نے اسے شہید کردیا۔سلطان غوری کی شہادت کے وقت تقریباً سارے شمالی ہندوستان پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا اور قطب الدین ایبک' محمد بن بختیار خلجی' التتمش' ناصرالدین قباچہ اور دوسرے سپہ سالاروں سمیت سلطان اپنے پیچھے ایک ایسا گروہ چھوڑ گیا تھا جو اس کے مشن کو جاری رکھ سکتے تھے۔

سلطان غوری کی وفات کے بعد اس کے ترک افسروں نے قطب الدین ایبک کو ہندوستان کا بادشاہ چنا' وہ ہندوستان کا پہلا خودمختار بادشاہ تھا جو ۱۲۰۶ء میں تخت نشین ہوا' قطب الدین ایبک نے بادشاہ کی حیثیت سے صرف چار برس حکومت کی' قطب الدین ایبک کے زمانے میں اسلام کو خوب ترقی ہوئی' مساجد' مدارس اور خانقاہیں تعمیر ہوئیں' ہزاروں کی تعداد میں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے'﴿۴۳﴾ایبک کے بعد اس کا صحیح جانشین ۱۲۱۱ء میں التتمش ہوا' ایلتتمش نے تقریباً ۲۶ سال حکومت کی اس کے زمانے میں جنوب کی جانب بھلسہ اور اجین فتح ہوئے۔ ایلتتمش ہی کا زمانہ تھا جب چنگیز خان نے وسط ایشیا اور ایران پر حملہ کیا لیکن التتمش کی مستحکم حکومت کی بدولت وحشی منگول دریائے سندھ پار کر برصغیر پر حملے کی ہمت نہ کرسکے' اس نے بغداد کے عباسی خلیفہ

سے ہندوستان کی بادشاہی کا [illegible] حاصل کیا۔ قطب الدین ایبک کی طرح ہندوستان کی [illegible] کا بانی ہے، اس طرح التتمش کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے مسلم حکومت کی بنیادوں کو مستحکم کیا﴿۴۴﴾۱۲۳۶ء میں جب اس کا انتقال ہوا تو سارا شمالی ہندوستان اس کے قبضہ میں تھا۔ التتمش کے زمانے میں دہلی میں علماء فضلاء اور مشائخ وصوفیاء کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا اور بڑی تعداد میں لوگ ترکستان، ایران اور ماوراء النہر سے ترک وطن کر کے ہندو پاک پہنچے۔﴿۴۵﴾۱۲۹۰ء میں خلجی خاندان برسراقتدار آیا اس کے تحت نظام حکومت کے ساتھ ساتھ عوام کے اخلاق کی درستی اور اصلاح معاشرہ کی پوری کوشش کی گئی، خلجیوں میں بالخصوص عہد علائی اسلامی ہند کی سیاسی، علمی اور تمدنی تاریخ کا سب سے تابناک دور ثابت ہوا، برنی کا بیان ہے کہ اس زمانے میں دہلی میں ایسے علماء اور امام فن موجود تھے کہ بخارا و سمرقند، بغداد، مصر، خوارزم، دمشق، تبریز، رے وغیرہ میں ان کا ثانی نہیں ملتا تھا۔ علماء کے علاوہ فن کار، اہل کمال مثلاً شعراء، ادباء، واعظین، منجم، مورخ، خطاط مطرب وغیرہ، ہر علم و ہنر کے ماہر دہلی میں جمع ہو گئے تھے﴿۴۶﴾ خلجی خاندان کے خاتمے کے بعد زمام اقتدار خاندان تغلق کے ہاتھ آئی مگر ایک مصنف کے بقول ''محمد بن تغلق کے تعلقات اس کی اپنی ذہانت اور علم کے باوجود امراء اور عوام سے خوشگوار نہ رہ سکے، اس سبب متعدد بغاوتیں ہوئیں۔ سلطان علماء اور مشائخ سے بھی الجھ گیا اور ان سے من حیث الجماعت سخت ناموزوں برتاؤ کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رشد و ہدایت اور اشاعت و تبلیغ کا جو کام یہ حضرات اپنی خانقاہوں میں بیٹھ کر انجام دے رہے تھے اس میں خلل آ گیا، فیروز شاہ کی کوششوں سے حالات کچھ بہتر ہوئے لیکن علوم وفنون کے آگے بڑھنے کے امکانات نہ رہے۔﴿۴۷﴾

خاندان تغلق کے بعد سیدوں اور ۱۴۵۱ء میں لودھیوں کی سلطنت قائم ہوئی،﴿۴۸﴾ بابر نے ان ہی لودھیوں سے ۱۵۲۶ء میں اقتدار چھینا تھا، لودھیوں کے زمانے میں ایک مرتبہ پھر علم وفن کی اجڑی ہوئی بزم کو سنوارنے کی کوشش کی گئی، ان میں مختلف علماء قابلِ ذکر ہیں، مولانا جمالی جنہوں نے مشائخ ہند کے حالات میں سیر العارفین تصنیف فرمائی اور جو سیر الاولیاء اور اخبار الاخیار کے درمیان ایک اہم اور معتبر کڑی سمجھی جاتی ہے۔

سلطنت دہلی کا قیام پاک و ہند کی تاریخ کے اہم واقعات میں سے ہے، ہرش کے بعد ساڑھے پانچ سو سال تک سیاسی انتشار میں گرفتار رہنے کے بعد شمالی ہندوستان کو پہلی بار سیاسی وحدت کی صورت نظر آئی، دہلی سلطنت دو سو سال سے زیادہ قائم رہی اور تقریباً ایک سو اسی سال اس کا عروج رہا۔

اس زمانے (تیرہویں صدی کے نصف اول) میں ہندوستان میں سلطنت دہلی [illegible] ممالک اسلامیہ

تردد اور انتشار کے دور سے گزر رہے تھے' عباسی خلافت دم توڑ رہی تھی' باطنی فرقے کی منظم سازشیں مسلمانوں کی سیاسی اور مذہبی زندگی کی جڑیں کھود رہی تھیں' مغرب سے یورپیوں کی اور شمال مغرب سے مغلوں کی یورش تھی' ایشیا میں کوئی طاقت اور اسلامی ریاست نہیں تھی جو اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے نمٹ سکے' ایسے زمانے میں ہندوستان دہلی سلطنت کے قیام سے مسلمانوں کی سیاسی و تہذیبی ٹھہراؤ کی امید پیدا ہوئی' ہندوستان مسلمانوں کے امن کی جائے پناہ بن گیا' علماء' اولیاء اللہ' ادیب' شعراء' سپہ سالار اور مدبرین اسلامی ملکوں سے ہندوستان کی طرف آئے' دہلی عالم اسلام کا مرکز بن گیا اور ہندوستان میں بسنے والی چھوٹی چھوٹی مسلم برادریاں اور ان میں رائج اسلامی روایات واقدار ایک مسلم معاشرے یا مسلم ملت کا نقشہ پیش کرنے لگے' دہلی سلطنت کی تشکیل کے دور میں معاشرے کی اسلامی تشکیل وتعمیر میں جو ترقی کرام نے نامساعد اور ناسازگار حالات کے باوجود اسلام کی تبلیغ واشاعت میں اہم کردار ادا کیا تاہم سلطنت دہلی اپنے اصل معنی ومفہوم میں ایک اسلامی ریاست نہیں تھی۔ تاہم سلاطین شخصی طور پر اپنے عقیدے پر قائم روایات اسلامی کے پابند اور رعایا کی خدمت کے جذبے سے سرشار تھے۔ ﴿۴۹﴾

سلطنت دہلی کے دور میں علمی وتمدنی ترقی کے نتیجے میں نئے شہروں وسڑکوں کی تعمیر کے ساتھ ساتھ مساجد ومدارس کی تعداد میں اضافہ ہوا' صوفیاء' علماء اور مشائخ کی تبلیغی کوششوں کے نتیجے میں اشاعت اسلام کے ساتھ تصنیف وتالیف کا مذاق ورجحان بھی پیدا ہوا' حدیث' فقہ' تصوف اور تاریخ کی متعدد اہم کتابیں منصہ شہود پر آئیں' دہلی سلطنت کے دور میں امام حسن صنعانی (م ۱۲۵۲ء) کے مجموعہ حدیث ''مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخیار المصطفویہ'' السیر الکبیر سید علی ہمدانی (م ۱۳۸۵ء) نے اربعین امیریہ'' ''اسناد حلیہ حضرت رسالت'' قابل ذکر ہیں۔ سلطنت دور میں فن سیرت نگاری کے حوالے سے کسی قابل تحریری سرمائے کا پتہ نہیں چلتا۔

چوتھا دور

۱۵۲۶ء وہ تاریخی موڑ ہے جب وسط ایشیا کے تیموری فرماں رواں ظہیر الدین بابر نے پانی پت کے پہلی جنگ میں ابراہیم لودھی کو شکست دے کر دہلی پر قبضہ کرلیا اور ہندوستان میں تیموری سلطنت کی بنیاد رکھی جو تاریخ میں مغلیہ سلطنت کے نام سے مشہور ہے' مغلیہ سلطنت کی سیاسی وتمدنی تاریخ کا اجمالی مطالعہ دو حصوں میں کریں گے پہلا حصہ ۱۵۲۶ء سے ۱۷۰۷ء تک جو مغلیہ سلطنت

سیاسی مدوجزر کا شکار ہوگئی ۱۵۲۶ء میں ہندوستان پر قبضہ کے بعد بابر کو سلطنت کے استحکام کا بہت کم موقع ملا تاہم جب اس کا انتقال ہوا تو سرحد بنگال تک پورا شمالی ہنداس کے قبضہ میں آ چکا تھا‘ ﴿۵۰﴾ ۱۵۳۰ء میں بابر کے بعد اس کا بیٹا ہمایوں تخت نشین ہوا لیکن جلد ہی سلطنت اس کے ہاتھ سے چلی گئی اور بنگال و بہار کے صوبیدار شیر خان نے ہمایوں کو شکست دے کر سور خاندان کی بنیاد رکھی ﴿۵۱﴾ ہمایوں فرار ہوکر ایران چلا گیا اور ۱۵۴۰ء سے ۱۵۵۵ء تک خاندان سور کا قبضہ رہا لیکن شیر شاہ سوری کے جانشینوں میں جلد ہی اختلافات پیدا ہوگئے اور ہندوستان کے سیاسی حالات خراب ہوگئے‘ ہمایوں نے جب ہندوستان کے حالات کو پراگندہ پایا تو اس نے ایرانی سپاہ کی مدد سے کابل‘ پشاور اور لاہور پر قبضہ کرنے کے بعد جولائی ۱۵۵۵ء میں دہلی پر قابض ہوکر اپنی کھوئی ہوئی سلطنت دوبارہ حاصل کر لی لیکن ہمایوں ابھی اپنی سلطنت مستحکم نہیں کر پایا تھا کہ فتح دہلی کے چند ماہ بعد ۱۵۵۶ء میں ایک حادثاتی موت کا شکار ہوگیا‘ ہمایوں کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا جلال الدین اکبر تخت نشین ہوا جس نے ۱۵۵۶ء سے ۱۶۰۵ء تک تقریباً پچاس سال حکومت کی۔ ﴿۵۲﴾

مغلوں کی آمد خصوصاً اکبر کے عہد سے برصغیر میں واضح طور پر ایک نئی تاریخ کا آغاز ہوا اور جہاں میدان سیاست میں انقلاب انگیز تبدیلیاں ہوئیں اس کے ساتھ ساتھ مسلم تہذیب وثقافت کو بھی نیا آہنگ ملا‘ نظم حکومت استوار ہوا‘ معاشرہ وادب نے تیزی سے فروغ پایا اور علم وفن نے جلا پائی۔ اگرچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ”سلاطین دہلی کے مقابلہ مغل حکمران من حیث المجموع مذہبی زندگی اور لٹریچر میں دلچسپی رکھتے تھے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کی سرپرستی میں زیادہ تر ادب کے غیر مذہبی شعبوں مثلاً شاعری اور تاریخ نویسی نے خاص طور پر ترقی کی تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان کے دور میں اسلام کی اہمیت کم نہیں ہوئی بلکہ اشاعت اسلام اور مذہبی علوم کی اشاعت میں کچھ زیادہ ہی سرگرمی کا مظاہرہ ہوا‘ غالباً مغلوں کو یہ احساس پہلے ہی دن ہوگیا تھا کہ مسلم قومیت اسلام کے بغیر نہیں پنپ سکتی چنانچہ جنگ کنوامیہ کے موقع پر شراب سے توبہ کی گئی‘ تمام نقرئی وطلائی جام وسبو توڑ دیے گئے‘ مقابلے سے پہلے بابر نے اعلان جہاد کیا‘ حلف اٹھایا اور تائید ایزدی سے رانگا سانگا پر فتح حاصل کی‘ بابر اور ہمایوں دونوں خوش عقیدہ مسلمان تھے اور اسلام کے اصولوں پر حتی الامکان عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے‘ اکبر بھی دین الٰہی سے پہلے کم وبیش ۲۵ سال تک روایتی اسلام پر قائم اور مذہب کا سختی سے پابند تھا لیکن یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اکبر ہی کے عہد میں دگر اعتقادی کا پودا بڑی تیزی سے

و بے دینی رجحانات، ملکی و غیر ملکی اثرات اور عربی و عجمی میلانات نے فضا کو انتہائی پیچیدہ بنا دیا تھا' اس عہد کے معاشرتی ماحول کو سمجھنے کے لیے بعض نمایاں اثرات کی نشاندہی ضروری ہے۔﴿۵۳﴾

(۱) ایرانی اثرات :۔ سلطنت مغلیہ کے آغاز سے ہی ایرانی اثرات واضح ہو گئے تھے' یہاں تک کہ مغلوں کے دوبارہ اقتدار گویا ایرانیوں کی مدد و اعانت سے حاصل ہوا تھا' شیر شاہ کی فتوحات کے نتیجے میں ہمایوں کو جلا وطن ہونا پڑا اور تقریباً ۱۷ سال بعد طہماسپ صفوی کی مدد سے وہ ایک بار پھر تخت و تاج کا مالک بنا تو مملکت میں ایرانیوں کا عمل دخل بہت بڑھ گیا' چنانچہ بقول شیخ اکرام
''ہمایوں سفر ایران کے بعد ہندوستان واپس آیا تو اس کے ساتھ بے شمار ایرانی سپاہ' امراء اور علماء تھے اور اس وقت سے ایران اور ہندوستان کے زیادہ قریبی تعلقات کا آغاز ہوا جس کی وجہ سے ہندوستانی تہذیب میں ایرانی اثرات' تورانی اور عربی اثرات سے زیادہ نمایاں ہو گئے' اس سے پہلے بھی غزنویہ خاندان کے وقت سے ہندوستان مسلمانوں کی ادبی اور درباری زبان فارسی تھی لیکن ہمایوں کے بعد یہ سلسلہ بہت وسیع ہو گیا۔ ایرانی ہندوستان آئے تو علوم وفنون کی اشاعت اور اسلامی تہذیب و تمدن کی تشکیل میں بہت مفید ثابت ہوئے' مغلیہ حکومت کے استحکام اور فرار میں بھی ایرانی ذہانت اور تدبر کا بڑا دخل تھا۔﴿۵۴﴾

(۲) شیعی اثرات :۔ غالباً یہ خود ایرانی اثرات کا نتیجہ تھا کہا جاتا ہے ہمایوں ایران جا کر شیعہ ہو گیا تھا اور اسے شاہ ایران سے مدد اس وعدے پر ملی تھی کہ وہ اپنی مملکت میں شیعہ عقائد کی ترویج کرے گا' یہ بات اگرچہ مبالغہ آمیز اور غلط ہے تاہم یہ تاریخی واقعہ ہے کہ ہمایوں جب ہندوستان آیا تو شیعہ عمال کا عمل دخل ہو گیا اور انہیں اپنے مذہبی معاملات میں زیادہ آزادی مل گئی' ہمایوں کی بیوی حمیدہ بانو' مرزا ہندال کی بیٹی اور شیعہ تھی' بیرم خان بھی ایک کٹر شیعہ تھا جس کی مذہبی وابستگی سے بعد میں مزید پیچیدگیاں پیدا ہو گئی اور شیخ گدائی جنہیں عہد اکبری میں سب سے پہلے شیخ الاسلام کا عہدہ ملا' شیعہ عقائد تعلق رکھتے تھے' ہمایوں کے بعد شیعہ حضرات کی ایک کثیر تعداد ایران سے اس زمانے میں آئی جب وہاں ۱۵۷۶ء میں شاہ اسماعیل ثانی نے اہل سنت والجماعت کا طریقہ کا اختیار کیا اور برگزیدہ شیعہ علماء اور اکابر پر سختی شروع ہوئی تو شیعہ حضرات کی آمد کا سلسلہ اور وسیع ہو گیا۔﴿۵۵﴾

(۳) فرنگی اثرات: مغلوں کا ہندوستان کی قدیم قوموں سے ربط وضبط بڑھنے کے ساتھ ساتھ ایک نئے عنصر کا اضافہ ہوا' فرنگی تاجر' پادری' توپچی اور طبیب بھی اس ملک میں پہنچ رہے تھے' عہد مغلیہ کے آغاز کے ساتھ ہی جس طرح ہندوستان کے جنوب

طرف سے ایک ہی قوم ہندوستان میں داخل ہوتی تھی اس زمانہ میں بالکل مقابل سمت یعنی ہندوستان کے ساحل مغرب سے ایک دوسری قوم ہندوستان کی طرف جھانک رہی تھی جس کا نام مغل ہے' مغربی اقوام کو منشور تجارت عطا ہوا اور ان کی آمد و رفت شروع ہوگئی ﴿۵۶﴾ لیکن یورپ کے یہ بنیے کسی اخلاقی مقصد کے لیے نہیں بلکہ طمع و حرص کے ذلیل جذبات کے تقاضے سے ہندوستان آئے تھے پہلے ہی دن ان کے ناپاک ارادوں کا ظہور اس طرح ہوا کہ جس بادشاہ نے انہیں مراعات و مدارات سے نوازا تھا اس سے کشمکش ہوگئی اس کے باوجود یورپین اقوام کی ہمتیں پست نہیں ہوئیں اور انہوں نے رفتہ رفتہ اپنے پنجے گاڑنے شروع کر دیے مغرب کی ہندوستان میں مداخلت نے نہ صرف ہندوستان کی سیاست پر قبضہ کر لیا بلکہ مسلم تہذیب و ثقافت کو بھی متاثر کیا' اس کا تفصیلی جائزہ آگے آئے گا۔ ﴿۵۷﴾

(۴) <u>سلسلہ ہائے تصوف</u>:۔ ہندوستان میں صوفیانہ سلسلہ پہلے سے جاری و ساری تھے سید محمد جونپوری کی مہدوی تحریک نیا اضافہ تھا' سید محمد جونپوری کے انتقال کے بعد ان کی جماعت اور زیادہ پھلی پھولی اور بڑے بڑے اہل اللہ اس میں داخل ہوئے' از انجملہ شیخ عبداللہ نیازی اور ان کے مرید شیخ علائی تھے اس کے علاوہ بھی دیگر صوفیانہ مسلک مروج تھے' مثلاً شطاری سلسلہ روشنیہ فرقہ' سلسلہ قادریہ اور چشتیہ سلسلہ وغیرہ' شطاری سلسلہ کو بایزید بسطامی سے منسوب کیا جاتا ہے' شمالی ہندوستان میں یہ سلسلہ جاری کرنے والے شیخ عبداللہ شطاری تھے جو اپنے مرشد کے ایماء پر ایران سے ہندوستان وارد ہوئے لیکن شطاری سلسلہ میں سب سے زیادہ شہرت شیخ محمد غوث گوالیار کو حاصل ہوئی' بابر کے ساتھ شیخ کے تعلقات استوار ہو گئے تھے اور ہمایوں بھی ان کا معتقد تھا' شیخ نے ۱۵۶۲ء میں وفات پائی اور گوالیار میں دفن ہوئے' شیخ کو موسیقی سے بھی دلچسپی تھی اور یہ ایک اتفاقی امر نہیں کہ ہندوستان کا سب سے بڑا گویا تان سین ان کے مقبرے کے احاطے میں دفن ہے' شیخ نے ''بحر الحیاۃ'' میں ہندو یوگیوں اور سیتاسیوں کے احوال و اشغال کو فارسی میں منتقل کیا اور اپنی ابتدائی تصنیف جواہر خمسہ میں بھی ان کی ایک آدھ جھلک دکھائی اس سے شطاریہ سلسلہ کے اس ارتباط پر روشنی پڑتی ہے جو اس کا ہندو یوگ سے تھا اسی زمانہ میں ایک اور سلسلہ نے اہمیت حاصل کی جو اپنی بے قاعدگیوں کی وجہ سے ثقہ حضرات کو ناگوار تھا لیکن ان پڑھ میں اس کا خاصہ اثر تھا اس کا انتساب شاہ بدیع الدین مدار سے کیا جاتا ہے ان کی زندگی کے بارے میں عجیب قصے اور متعدد بدعتیں مشہور ہیں ایک اور روشنہ فرقہ تھا جس نے افغان علاقے میں فروغ پایا اور جس کی مقبولیت میں شاید اس بے چینی اور ہلچل کو بھی دخل تھا جو افغانوں میں حکومت کھونے سے پیدا ہوئی' روشنیہ کے بانی میاں بایزید انصاری المعروف روشن

ے۔جو ۱۵۰۱ء میں جالندھر میں پیدا ہوئے اور ان سے ایک سال بعد بابر نے کرنال پانی پت میں ابراہیم لودی کو شکست دے کر افغان حکومت کا خاتمہ کر دیا' زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے اور کسی سے بیعت کرنے کے بجائے اپنا راستہ خود نکالا تھا بایزید کی وفات ۱۵۲۷ء میں ہوئی' شیخ عبدالقادر جیلانی کے سلسلہ قادریہ کو دوسرے قدیمی سلسلوں میں امتیاز حاصل تھا اور اس کی وجہ سے بڑے بڑے پرہیز گار علماء مثلاً شیخ علی متقی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس سلسلہ میں بیعت لی اور اسے خواص وعوام میں بڑا فروغ حاصل ہوا' شاہ نعمت اللہ قادری' مخدوم عبدالقادر ثانی' شیخ موسیٰ' شیخ سادر کرمانی اور شیخ ابوالمعالی قادری وغیرہ اسی سلسلہ کے مشہور بزرگ تھے۔ چشتیہ سلسلہ اگرچہ حضرت چراغ دہلوی کے بعد منتشر ہو گیا تھا لیکن اکبر کی تخت نشینی سے کچھ عرصہ پہلے دہلی میں اس خانوادے کے ایک بزرگ شیخ عبدالعزیز دہلوی تھے' شیخ محدث کے بقول وہ اپنے زمانے میں مشائخ چشتیہ کی ایک یادگار تھے اکبر کے ابتدائی زمانے میں شیخ موصوف کو بڑا قبول عام حاصل ہوا۔ بیرم خان کا معتقد تھا ان کی وفات ۱۵۶۷ء میں ہوئی ایک اور چشتی بزرگ تھے جن کے نام پر اکبر نے اپنے بیٹے کا نام سلیم رکھا تھا اور جن کی کشش نے ایک عرصہ تک فتح پور سیکری کو اکبر نے دارالخلافہ بنائے رکھا اسی زمانے میں چشتیہ خانوادے کی ایک اور شاخ صابریہ نے بھی فروغ حاصل کیا' صابریہ سلسلہ میں ذوق وشوق اور گرم جوشی کی فروانی ہے۔﴿۵۸﴾

متذکرہ بالا اثرات کی کارفرمائی کے باوجود اسلامی رنگ غالب رہا اور ساتھ ساتھ مغلوں نے فنون لطیفہ' انتظامی معاملات' سیاست مدن' عام تہذیب وتمدن میں ایک ایسا معیار قائم کیا جو نہ صرف برصغیر بلکہ بنی نوع انسان کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ عہد مغلیہ میں عام خوشحالی' فارغ البالی کا دور دورہ تھا۔ امن وامان' رفاہ عام کے کام مثلاً ہسپتالوں کا قیام' سرکاری مداخلت کے بغیر تعلیمی ترقی' علوم وفنون کی سرپرستی' مصوری' خطاطی' موسیقی وغیرہ کا فروغ اور ان کے تعمیری کارناموں کا دنیا بھر میں اعتراف کیا جاتا تھا۔﴿۵۹﴾

اکبر کا عہد سلطنت :۔ مغلیہ سلطنت کا عنفوان شباب اور دور زریں کہلاتا ہے یہ وہ دور ہے جس کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ اس دور میں ایسے حالات پیدا ہوئے جس نے سیرت اور سیرت نگاری کی شعوری کوششوں کو جنم دیا اس لیے ضروری ہے کہ اکبر کے عہد کی مذہبی اور معاشرتی حالات کا متعین جائزہ لیا جائے۔

(۱) اکبر کے عہد سلطنت میں ملت اسلامیہ کی تشکیل ہنوز جاری تھی لیکن اتحاد ملت کا مرکزی عنصر یعنی اسلام کا وجود خطرے

گی۔﴿۶۰﴾

(۲) ہندوؤں اور راجپوتوں کی جن ریاستوں کو اکبر سے پہلے اور خود اکبر کے دور میں سرنگوں کیا گیا تھا ان کا بغض وعناد بالکل فطری امر تھا' مذہبی حقوق کی حفاظت اور ہندو مسلم تعلقات کے باب میں رواداری شاہان مغلیہ کا خاصہ رہا ہے' چنانچہ جملہ مذاہب کے معابد کی حفاظت کے لیے جو طریقہ محمد بن قاسم نے جاری کیا تھا اس پر جملہ بادشاہ عمل کرتے چلے آئے اور بلالحاظ رعایا کے عقیدے کے ان کے لیے جاگیریں اور جائیدادیں وقف کرتے رہے اس رواداری کا غالباً سب سے ناجائز فائدہ راجپوتوں نے اٹھایا۔ اقتدار سے محرومی کا انہیں سخت ملال تھا اور اپنے ناپاک عزائم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے وہ ہر حد عبور کرسکتے تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اکبر نے راجپوتوں کے ساتھ جبر وتشدد کی پالیسی کو خیر باد کہہ دیا تھا جس کی وجہ سے فضا مسلم دشمن قوتوں کے حق میں سازگار ہوگئی۔ غالباً اکبر کو یہ خوش فہمی تھی کہ راجپوت مقامی فرزند فن جنگ میں ماہر ہیں اور ان کے بغیر استحکام سلطنت نہیں ہوسکتا۔ ممکن ہے کہ سیاسی پہلو سے یہ مفید ثابت ہوا ہے مگر معاشرتی اور مذہبی نقطۂ نظر سے یہ سخت نقصان دہ ثابت ہوا۔﴿۶۱﴾ ۱۴ جنوری ۱۹۶۲ء کو اکبر جب پہلی بار اجمیر کی زیارت کے لیے گیا اور پھر جب تک اس کا میلان رہا ہر سال یہ معمول بنالیا' اجمیر جاتے ہوئے سنبھر کے بہاری رنجہ بہاری مل نے جو دربار اکبری کا پہلا راجپوت سردار تھا' اکبر کے خیمہ داخل ہوکر اکبر سے درخواست کی کہ اس کی لڑکی کو اپنے حرم میں داخل کرلے' راجپوت کیمپ کی طرف سے یہ گویا ایسی عیارانہ چال تھی جس کو غالباً اکبر نہ سمجھ سکا' چنانچہ مورخین لکھتے ہیں کہ رنجہ بہاری مل کی درخواست قبول کرلی گئی اور اجمیر سے واپسی پر بمقام سنبھر' اکبر راجپوت زادی سے شادی کرلی جو بعد میں جہانگیر کی ماں بنی۔ راجپوتوں سے رشتے ناطے کا سلسلہ جاری رہا بیکانیر و جسلمیر کے راجاؤں کی لڑکیوں کو ۱۵۷۰ء میں داخل حرم کیا نیز ۱۵۸۴ء میں اپنے سب سے بڑے لڑکے سلیم کی شادی بھی ایک راجپوت شہزادی سے کی۔ بہرصورت راجپوتوں اور ہندوؤں سے خوشگوار تعلقات استوار کرنے کے واقعات سے اکبر کی زندگی کا جو نرم گوشہ نظر آتا ہے اس کی بعض مصنف توصیف کرتے ہیں چنانچہ کیمبرج ہسٹری کا مصنف اس طرح لکھتا ہے کہ ''اپنی تمام خامیوں کے باوجود اکبر وہ پہلا اور آخری ہندوستانی حکمران تھا جس نے رعایا سے بلاامتیاز برابری کا سلوک روا رکھا چاہے وہ ہندو ہوں یا مسلمان'' اس کی ہندو نوازی کی ایک مثال یہ دی جاتی ہے کہ اکبر متھرا میں تھا کہ اس نے ہندو زائرین پر سے (یاترا) ٹیکس معاف کردیا' اکبر کا نواں سال جلوس اس طرح منایا گیا کہ اکبر نے ہندوؤں اور غیر مسلموں پر سے

([illegible]ء) میں جزیہ معاف کر دیا یہ بھی غیر معمولی واقعہ ہے۔ ہندوانہ رسم ورواج کی مقبولیت میں اضافہ ہوا اس کا ایک سبب یہ بھی تھا۔ حرم اور محلات میں راجپوت زادیوں کا زور تھا۔ راجپوت حریفوں سے سلوک کی مجبوری اور پھر بعد میں اکبر ہندوؤں کی طرح لباس پہننا' تلک لگانا اور ان کے تہواروں میں شرکت اس رجحان میں ممد ومعاون ثابت ہوئے۔'' ﴿۶۲﴾

(۳) یورپین اقوام کی آمد اور فرنگی اثرات کا آغاز پہلے ہی ہو چکا تھا' ۱۸ فروری ۱۵۸۰ء کو رومن کیتھولک عیسائیوں پر مشتمل پہلا مسیحی وفد (Jasuit Mission) فتح پور سیکری پہنچا جس کا بڑی گرم جوشی اور تپاک سے خیر مقدم کیا گیا' وفد میں شریک تمام پادری اپنے مخصوص جبوں میں ملبوس صفا چٹ تھے۔ ان و دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ جنہیں دیکھ کر سب دنگ رہ گئے۔ پھر اکبر کا ان کے قصے کہانیوں' شبیہوں اور تصویروں کے لیے عقیدت' اس کی مشتاقانہ جستجو اور استفسار' چھوٹے گرجا میں ان کا جھکنا اور وفد کی پذیرائی و ہمت افزائی نے بجا طور پر پادریوں کو اچھی خاصی غلط فہمی میں ڈال دیا کہ شاید مشرق کا قسطنطین ہی ثابت ہوگا۔ ﴿۶۳﴾ اگر چہ ان کی آرزو پوری نہ ہو سکی۔ اکبر کا مسیحیت کی طرف رویہ عجیب وغریب رہا۔ اس نے کم وبیش تین مسیحی وفود کو اپنے دربار میں شرف ملاقات بخشا اور ہر وفد کے پادریوں کو اشاعت مذہب کی اس حد تک اجازت دی کہ وہ خود اکبر کے مسیحی ہو جانے کی توقع کرنے لگے۔ پھر فرنگی اثرات کی رو آگے بڑھی' تین انگریز ۱۵۸۵ء میں اکبر کے دربار میں آ چکے تھے چوتھا ۱۶۰۳ء میں آیا تاکہ اکبر سے نو قائم کردہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے پرتگیزیوں کی طرح مراعات حاصل کریں' یہ اقدامات اس لحاظ سے قابل غور ہیں کہ رفتہ رفتہ مغربی استعمار کے قدم برصغیر میں آگے کی طرف بڑھ رہے تھے ﴿۶۴﴾ چنانچہ اکبر کی وفات کے بعد دور جہانگیر میں ۱۶۱۲ء کو سورت میں پہلی انگریز فیکٹری کا قیام عمل میں آ گیا۔ اس کے ایک سال بعد ہی ۱۶۱۳ء میں پرتگیزیوں نے مغلیہ جہازوں پر قبضہ کر لیا۔ ۱۶۱۵ء میں سر تھامس راؤ (Sir Thoms Rao) ہندوستان آیا اور ۱۶۱۸ء میں بلاس پور اور ہریہر پور میں انگریزی فیکٹریاں کھلیں اور ۱۶۵۱ء میں ہگلی میں انگریزی فیکٹری کا آغاز ہوا۔ ان واقعات کے نتیجے میں سیاست ومعاشرت پر جو اثرات رونما ہو رہے تھے اس کا اندازہ شیخ اکرام کے حوالوں سے مزین بیانات کی روشنی میں بخوبی ہو سکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''اکبر نے پرتگیز پادریوں کو تحریر وتقریر کی بڑی آزادی دے رکھی تھی اور انہوں نے اس سے فائدہ اٹھاتے وقت تہذیب اور خوش اخلاقی کے تمام اصول نظر انداز کر دیے لیکن عام مسلمان امراء کا دل ان کی بدزبانی سے جس طرح کڑھتا تھا اس کا اندازہ ایک مسلمان امیر کے اظہار خیال سے ہو سکتا ہے جو اس نے بادری زیویر کی تقریر کے بعد کیا' آگے لکھتے ہوئے وہ مسٹر بین کا یہ تبصرہ نقل کرتے ہیں کہ ''خواہ پادریوں کے متعلق اکبر کا اپنا

صورتحال متقاضی تھی اور امراء کی مخالفت اس حد تک بڑھ گئی کہ مشن کو جاری رکھنا بے سود ہو گیا۔ ﴿۶۵﴾

(۴) تصوف کے مختلف سلسلہ اور مذہبی تحریکات جو پہلے سے جاری تھیں۔ امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ مختلف نہج پر استوار ہوئیں' اکبر کے عہد میں گجرات مہدیوں کا مرکز تھا اور وہاں میاں محمد مصطفیٰ کی مسندِ ارشاد بچھی ہوئی تھی' علماء ان کے شدید مخالف تھے ۱۵۷۳ء میں جب اکبر گجرات' پہنچا تو علماء نے میاں مصطفیٰ کے قتل کی تجویز پیش کی' میاں مصطفیٰ نے گجرات جاتے ہوئے ۱۵۷۵ء میں انتقال فرمایا ان کے بعد شمالی ہندوستان میں مہدویت کا اثر کم ہو گیا تحریک کے علاوہ بھگتی تحریک اور تصوف کی اشاعت بھی روز افزوں تھی' صوفیائے خام کی تعداد کم نہ تھی جنہوں نے شریعت کو طریقت سے علیحدہ کر کے تصوف کی شکل کو مسخ کر دیا تھا چنانچہ بہت سے ایسے مجاہدات رائج ہو گئے تھے جن کو شریعت اور سنت سے کوئی تعلق نہ تھا' وحدت الوجود کی گفتگو برسرِ عام ہوتی تھی اور عبد و معبود کے درمیان سب فرق بے معنی قرار دیا جاتا تھا' رقص و سرور تصوف کی جان تھا۔ مشائخ متقدمین کی روایات بھلائی جا چکی تھیں اور تصوف جو بھی احیائے سنت' تزکیہ نفس اور تجلیہ باطن کا دوسرا نام تھا اب سراسر ظلمت' بدعت کے مترادف ہو گیا تھا۔ ہندوستان پہنچ کر اسلامی تصوف ہندی ویدانت اور جوگیانہ خرافات سے دوچار ہوا اور اب الشراقی فلسفہ کے ساتھ ہندی نظریات و اعمال بھی اس میں داخل ہوئے۔ ﴿۶۶﴾ جوگی اور راج پہلے ہی سے خدا کے اوتار بنے بیٹھے تھے اب ہوا پرستوں نے اپنے پیروں اور بادشاہوں کو بھی یہ منصب عطا کیا غرض باطل پرست صوفیوں اور نفس پرست عالموں ے اتحاد و اتفاق سے اہلِ حق کی زندگی اجیرن ہو گئی۔ معاشرے میں صوفیائے خام کی یہ بے اعتدالیاں جاری تھیں کہ علمائے سوء نے جلتی پر آگ کا کام کیا انہوں نے اجتہاد اور بدعت حسنہ کے دلفریب عنوان سے صدہا گمراہوں کے دروازے کھول دیتے تھے یہ علماء جس باطنی فسق و فجور میں مبتلا تھے' اس کا اندازہ مخدوم الملک کے اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس دولت کی فراوانی تھی لیکن اس کے باوجود عمر بھر کبھی زکوٰۃ ادا نہ کی' حیلہ یہ نکال لیا تھا کہ ہر سال کے آخر میں اپنا تمام خزانہ بیوی کے نام کر دیتے تھے اور سال ختم ہونے پر وہ ان کو واپس کر دیتی تھی' دنیا پرست اور جاہ طلب علماء کا گروہ جاہل اور گمراہ صوفیوں سے زیادہ خطرناک اور مہلک ثابت ہوا ان کے اقوال و افعال کو جہلاء عین دین سمجھتے تھے۔ ﴿۶۷﴾ جب جاہ و زر نے ان علماء کی ضمیر کی آواز کو اس قدر مردہ کر دیا تھا کہ وہ بادشاہ کی خوشنودی مزاج کی خاطر ہر قسم کے غیر شرعی فتویٰ دینے کے لیے آمادہ ہو جاتے تھے' اکبر کو سجدہ کرنے کا فتویٰ قاضی خان بدخشانی نے دیا تو ملا کابلی کو اس کا افسوس ہوا کہ یہ

اسقاط کا فتویٰ مخدوم الملک کے ذہن رسا کا نتیجہ تھا۔ علماء سوء کی ان اجتہادی سرگرمیوں نے مذہب کی روح کو مردہ کر دیا اور شریعت و سنت سے بے اعتنائی عام ہوگئی۔

(۵) عہد اکبر میں علوم وفنون کی ترقی عروج پر نظر آتی ہے' اکبر اگر چہ خود تقریباً ناخواندہ تھا لیکن اسے علم وادب اور فلسفہ و حکمت سے گہری دلچسپی تھی' وہ خود غیر معمولی طور پر ذہین بھی تھا' اس کے دربار سے بڑی تعداد میں شعراء' فضلا اور اہل فن وابستہ تھے' مثلاً ابوالفضل' فیضی' نظیری' ظہوری' عرفی' غزالی اور عبدالرحیم خان خانان وغیرہ' شاعری کے علاوہ ادب کے دوسرے شعبوں نے بھی اس دور میں خوب ترقی کی۔ فارسی نثر کے دو شعبے قابل ذکر ہیں' یعنی سنسکرت کی مشہور کتابوں کے ترجمے اور تاریخی وسوانحی تصانیف۔ اکبر کے عہد میں علوم اسلامیہ اور عربی ادب کے بجائے حکومت کی سرپرستی کا رجحان سنسکرت کی طرف رہا۔ بادشاہ کی خواہش کے مطابق سنسکرت کی بعض مشہور اور کلاسیکی تصانیف کو فارسی کا جامہ پہنایا گیا۔ مہابھارت کے ترجمہ کی خدمت بدایونی' فیضی' نقیب خان اور دیگر فضلاء کے سپرد کی۔ ''رزم نامہ'' نامی ترجمہ پر ابوالفضل نے خطبہ لکھا۔ بدایونی کو رامائن کے ترجمہ کا حکم ملا۔ ترجموں کے علاوہ تصنیف وتالیف کے کام میں بھی ترقی ہوئی' فن تاریخ نویسی کو فروغ ہوا' ابوالفضل' بدایونی اور نظام احمد اس دور کے اہم مؤرخین ہیں' اس کے اکثر امراء کے پاس عظیم کتب خانے موجود تھے' عبدالرحیم خانخانان' ابوالفضل اور فیضی کی لائبریریاں اس سلسلہ میں قابل ذکر ہیں۔ خود شاہی لائبریریوں میں تفسیر' حدیث' تاریخ' علم اللسان' فلسفہ' تصوف' ہیئت' ہندسہ' طباعت' شعر وسخن' نجوم اور موسیقی کے متعلق کتابوں کا قابل ذکر ذخیرہ موجود تھا۔ اکبر کے زمانے میں تعلیم کی بہت حوصلہ افزائی کی گئی' علماء کے وظائف مقرر تھے۔ تعلیمی اداروں کے نام زمینیں وقف کی جاتی تھیں۔ اکبر کے دور میں ہندوؤں کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ کی گئی' ہندو مورخین اکبر کی اس فراخدلی کی تعریف کرتے ہیں۔

علمی وادبی سرپرستی کے علاوہ اکبر کا عہد فنون کی ترقی کے لحاظ سے بھی ایک یادگار دور تھا۔ فن تعمیر بڑی حد تک ترقی پا چکا تھا۔ اس دور میں مغلوں کا اپنا ایک الگ فن تعمیر تھا۔ اکبری عہد کے ابتدائی دور کی عمارتوں میں ہمایوں کا مقبرہ' شیخ محمد غوث گوالیاری کا مقبرہ' پھر فتح پور سیکری اور اس کی عمارتیں' دارالحکومت کے لیے منتخب کرنے کے بعد بڑی تیز رفتاری سے قائم ہوئیں۔ ﴿۲۹﴾

(۶) سیرت' اور سیرت نگاری کی ابتدا اور اس کے پس منظر کے حوالے سے اکبر کے مذہبی رجحانات اور اس کے عہد کی مذہبی

[illegible] کو اکبری مذہبی رواداری و دینی

رجحانات کو زمانی اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے' کہا جاتا ہے کہ اکبر اپنے ابتدائی زمانے میں مذہب کا سختی سے پابند تھا اور تخت نشینی کے بعد سے تقریباً ۲۵ برس تک اس کا یہی حال رہا لیکن اس کے بعد اس کی حالت میں انقلاب پیدا ہوا اور اس نے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی' دورِ اکبری کا اہم ترین واقعہ ''دین الٰہی'' کا اجراء و نفاذ ہے۔ ''دین الٰہی'' کے اجزاء' اسلام کے معتقدات و مسلمات سے انکار' قرآن کو مخلوق قرار دینا' وحی کو امر محال کہنا' نبوت کے بارے میں شکوک و شبہات' جن فرشتوں' امور غیبی' معجزوں کا انکار' مسائل دینی' نبوت' کلام' رویت' تکلیف' تکوین' حشر نشر' معراج نبوی کا تمسخر' نماز' روزہ' حج کی تضحیک اور نماز کی موقوفی پر مشتمل تھے جو بلاشبہ ایک نئے دین کے اجراء پر دلالت کرتے ہیں۔ بدایونی کا بیان ہے کہ اکبر نے اٹھائیسویں سال جلوس میں جشن نوروز کے بعد دین الٰہی کا نفاذ اس توجیہہ کے ساتھ کیا کہ ''ہجرت پر ابھی ہزار سال نہ ہوئے تھے مگر بادشاہ نے اپنے طور پر یہ طے کر دیا تھا کہ ہجرت سے نہ سہی حضور اکرم ﷺ کے بعثت کو تو پورے ہزار سال ہو چکے ہیں اور اب پیغمبر علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کی مدت ختم ہو چکی ہے اس لیے وہ وقت آ گیا ہے کہ ہم ایک نئے دین کے آغاز کا اعلان کر دیں بقول بدایونی اس وقت ایسے کسی دعوے اور اعلان کے آگے کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی تھی' اس ضمن میں اس نئے دین کو قبول کرتے وقت جو اقرار بیعت کرایا جاتا تھا اسے بدایونی نقل کرتا ہے یعنی ''میں فلاں ابن فلاں اپنی خوشی اور مرضی سے مجازی اور تقلیدی اسلام سے جسے میں اپنے باپ دادا سے دیکھتا اور سنتا چلا آیا ہوں' انکار کرتا ہوں اور اب میں دین الٰہی اکبر شاہی میں داخل ہو گیا ہوں اور اخلاص کے مراتب چہارگانہ یعنی ترک مال وجان و ناموس و دین کو قبول کرتا ہوں' ﴿۷۰﴾

اکبر نے ایک نئے ''دین'' کی دریافت مختلف تجربات کے بعد کی تھی چنانچہ مورخین نے بالتفصیل وہ تمام تدریجی مراحل بیان کر دیے ہیں۔ شیخ اکرام کے نزدیک سب سے پہلے اکبر نے صلح کل کی پالیسی اختیار کی اور اسے وسعت دے کر اپنی حکومت کے آغاز سے اس پر عمل پیرا ہوا' ان کے خیال میں پہلی راجپوت شہزادی سے شادی' راجہ بھگوان داس اور راجہ مان سنگھ کی اعلیٰ مناصب پر سرفرازی' جزیہ یا ٹیکس کی موقوفی اس کے تحت آتی ہے' وہ کہتے ہیں کہ ''صلح کل کی پالیسی سے غیر مسلم بھی شریک حکومت ہو گئے' شیخ سلیم چشتی سے عقیدت کے نتیجے میں اکبر نے فتح پوری سیکری کو پایہ تخت بنایا۔ ۱۵۷۱ء میں اس کی شاندار عمارتیں بننا شروع ہوئیں اور ۱۵۷۸ء میں اس نے شیخ سلیم چشتی کی نئی خانقاہ کے پاس ایک عظیم الشان عمارت تعمیر کرائی جس کا نام عبادت خانہ رکھا گیا' شاہی

عبادت خانہ کے بعد مزید عبادت خانوں کی تعمیر ہوئی عبادت خانے میں چار ... کا انتظام کیا گیا ... ملک کے سب علماء شریک ہوتے تھے لیکن بقول شیخ اکرام اسے علمی مجالس کہنا تکلف ہے' جو لوگ شریک ہوتے تھے ان کا مقصد علم کی توسیع نہ تھا بلکہ ان کی تسکین اور دوسروں کی تضحیک وتوہین' ذاتی فضیلت جتانے اور ایک دوسرے کی تذلیل وتکفیر سے آگے بڑھ کر معاملہ اس حد تک اختلافی ہوگیا کہ اکبر حیران رہ گیا' بدایونی نے اس قسم کی مجلسوں میں ہنگامے اور ملاؤں کے جھگڑے کی تفصیل دی ہے اس سے دل برداشتہ ہوکر علماء کے زوال اور اکبر کی بے دینی کا آغاز ہوا اور حسب پسند نظریات کے ترک واختیار کا خاص شعور پیدا ہوا اور ہیولانی اعتقادات کا ذہن پر غلبہ ہوا اور وحدت ادیان کے اس تصور نے جلا پائی کہ حق کو ایک ایسے دین وملت میں محدود ومنحصر کردینا ضروری نہیں جو نسبتاً نیا اور اس کے نزول پر ابھی ایک ہزار سال بھی نہیں گزرے ہیں' اس نقطہ نظر کے لازمی نتیجہ میں حشر ونشر اور دوسرے دینی اصول و معتقدات معتبر نہ رہے۔ یکم جمادی الاول ۹۸۷ء کو فتح پور سیکری کی جامع مسجد میں جمعہ سے پہلے خطبہ خوانی کی کوشش کی۔ اکبر کے ادھورے خطبے کے بعد حافظ محمد امین نے نماز جمعہ کی امامت کی' پھر اکبر کے حق اجتہاد کو ثابت کرنے کے لیے محضر نامے کی ترتیب عمل میں آئی' اعلان معصومیت کا متن رجب ۹۸۷ء میں شیخ مبارک نے لکھا اس پر مخدوم الملک' شیخ عبدالنبی' قاضی جلال الدین ملتانی صدر جہاں' خود شیخ مبارک اور غازی خان بدخشی نے اپنے دستخط اور مہریں ثبت کیں غالباً اسی موقع پر اکبر نے اجمیر کا آخری سفر اختیار کیا جس پر لوگوں نے ان الفاظ میں معنی خیز طنز کیا'' کیا خوب' خواجہ اجمیری کے ساتھ تو عقیدت اور اس اصل اصول سے جس کے طفیل دنیا کے ہر گوشے میں خواجہ صاحب کے ہزاروں کامل ولی پیدا ہوئے۔ یہ انحراف وسرتابی' رفتہ رفتہ مجلس چہل خانہ کی محفلوں میں سیرت' خلفائے ثلاثہ کی سیرت' قضیہ فدک اور جنگ صفین کے سلسلہ میں گستاخیاں بڑھیں' شیعوں کو غلبہ اور سنی عاجز ومغلوب ہوئے یہاں تک کہ وہ مرحلہ ان پہنچا کہ اکبر نے اپنے نئے دین کا اجرا کردیا۔﴿۱۷﴾

اکبر کے ان مذہبی رویوں سے یہ نتیجہ اخذ کرنا دشوار نہیں کہ وہ جادہ حق سے منحرف ہوچکا تھا اور وہ گاہے گاہے حضور کے ساتھ اپنی عداوت کا اظہار بھی کرتا رہتا تھا ان کے علاوہ دین الٰہی کے تحت جو احکام وفرامین جاری کیے گئے ان کا مختصر سا خاکہ ذیل کے نکات میں تلاش کیا جاسکتا ہے جن سے دین الٰہی کا مخصوص ہیولیٰ مرتب ہوجاتا ہے مثلاً

(۱) دین الٰہی کے تمام پیرو ایک دوسرے سے ملیں تو پہلا اللہ اکبر کہے اور دوسرا جواب میں جل جلالہ کہے۔

(۲) موت کے بعد کھانے کا اہتمام کرنے کے بجائے زندگی ہی میں کھانا کرے چنانچہ ہر پیرو کے لیے ضروری ہے کہ وہ

اپنے جشن ولادت پر ایک پرتکلف دعوت کا انتظام کرے۔

(۳) پیروکار گوشت کھانے سے پرہیز کریں۔ اپنے ماہ ولادت میں وہ گوشت کے قریب بھی نہ جائیں نہ وہ ایسی چیزوں کے نزدیک جائیں جو انہوں نے خود شکار یا ذبح کی ہوں نہ اس میں سے کھائیں وہ ایسے برتن بھی استعمال نہ کریں جو قصائیوں' مچھیروں اور پرندوں کے شکاریوں کے زیر استعمال رہا ہو۔

(۴) مریدان کو چاہیے کہ حاملہ' بوڑھی اور بانجھ عورتوں اور نابالغ لڑکیوں سے اختلاف نہ کریں۔

(۵) گاؤکشی اور گائے کا ذبیحہ کی ممانعت (حرم میں راجپوت زادیوں' کے زیر اثر) کر دی گئی۔

(۶) گائے کا گوشت ممنوع لیکن شیر اور جنگلی سور کا گوشت اس بناء پر حلال ہوا کہ اس سے آدمی میں بہادری صنف پیدا ہوتی ہے۔

(۷) سور اور کتے کے پالنے کا حکم

(۸) غسل جنابت کی تحریم

(۹) تعدد ازدواج اور متعہ کی اجازت

(۱۰) سونا اور ریشم پہننے کی فرضیت

(۱۱) داڑھی ترشوانے کا جواز

(۱۲) لہسن پیاز کھانے سے احتراز

(۱۳) جزیہ کی منسوخی کے فرمان کا اجراء

(۱۴) آفتاب ہی مظہر کامل اور سرچشمہ سعادت ہے' آتش کدہ کا قیام' آفتاب پرستی اور آتش پرستی کا حکم

(۱۵) مہابھارت' رامائن اور چوتھے وید کا ترجمہ' اکبر کو مشہور کا اوتار سمجھنے اور مہابلی اکبر کے درشن کے احکام کا اجراء

(۱۶) بتیسویں سال میں عربی علوم پر پابندی لگا دی گئی' اس ضمن میں عربی زبان کی مخالفت ہوئی' عربی پڑھنا عیب ہو گیا' فقہ حدیث اور تفسیر پڑھنے والے مردود اور مطعون قرار پائے اور عربی کے خاص حروف ث' ح' ع' ض' ط ظ' کو لغت سے خارج کر دیا گیا اور علوم عربیہ کے عوض نجوم' طب' حکمت' ریاضی' شعر' تاریخ اور افسانہ کی تحصیل فرض قرار دی گی۔

(۱۷) [illegible]

(۱۸) عقیدہ تناسخ کا اقرار

(۱۹) عیسائیت کی تصدیق' عقیدہ تثلیث کا اقرار اور تین خداؤں کی تصویر کی زیارت کی گئی۔ ﴿۴۷﴾

عہد اکبری میں خصوصی طور پر نبوت و رسالت سے اعراض عام تھا اور اس کی متعدد شکلیں تھیں اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ عہد اکبر کے مصنفین خط پر کتاب یا پیش لفظ میں صرف توحید اور القاب شاہی کے ذکر پر اکتفا کرنے لگے اور درود صلوٰۃ پر نبی لکھنا موقوف کر دیا' چنانچہ اکبر نامہ اور آئین اکبری میں نہ بسم اللہ ہے نہ درود جیسا کہ پہلے عام دستور تھا' آنحضرت ﷺ کی نبوت پر صراحا اعتراضات کیے جانے لگے جن کو کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ تھا' حد تو یہ ہوگئی کہ جب اکبر کے دربار میں عیسائی مشنری کا وفد پہنچا تو منجملہ باتوں کے یہ تک ہوا کہ ''ان ملعونوں نے دجال کی صفات بیان کر کے (نعوذ باللہ) آپ کو دجالوں کے زمرہ میں کھڑا کر دیا۔ ان عقائد و شعائر اسلامی کی تضحیک کی جانے لگی جن کا مآخذ دراصل حکمت نبوی ہے' نوبت یہاں تک پہنچی کہ احمد و محمد و مصطفیٰ وغیرہ نام بھی طبعیتوں پر گراں گزرنے لگے اور ''انسان کامل'' کا مصداق شہنشاہ اکبر کو ٹھہرایا جانے لگا' شیخ یعقوب کشمیری نامی شخص نے فلسفہ ترتیب دیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے اسم ''الہادی'' کا مظہر ہیں اور ابلیس دوسرے اسم ''المضل'' کا مظہر ہے اس لیے دنیا کا سارا جلوہ ان ہی دو اسماء کا مظہر ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ خیر و شر چونکہ منجانب اللہ ہیں۔ اس لیے دونوں میں اصل کے لحاظ سے کوئی فرق و امتیاز نہیں ہے' نبوت و رسالت سے متعلق اس قسم کی ایسی بہت سی باتیں پیدا ہوگئیں تھی جس کے باعث بقول خلیق احمد نظامی اس وقت سب سے اہم مسئلہ پیغمبر اسلام کا صحیح مقام اور حیثیت کا تعین کرنا تھا' عقیدہ مہدویت' تصور امام' نظریہ الفی' دین الٰہی وغیرہ کی سب تحریکیں مقام رسالت پر ضرب لگاتی تھیں۔ کیمبرج ہسٹری کے مصنف کے بقول اعلان معصومیت کے بعد اکبر کی زیارت اجمیر پر یہ معنی خیز تبصرہ نقل کیا ہے کہ دنیا کے عجائبات میں سب سے بڑا عجوبہ یہ تھا کہ اکبر کے دل میں اجمیر کے خواجہ کے لیے تو عقیدت کی فراوانی تھی مگر اس کا دامن عقیدت رسولؐ سے خالی تھا جو (اسلام میں) ہر چیز کی بنیاد ہے اور جس (کملی والے) کی قبا کی ہر شکن سے خواجہ اجمیری سے بڑھ کر لاکھوں کاملین اور صوفیاء پیدا ہوئے۔

مذکورہ جائزے سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ اکبر کی مذہبی بوالعجبیوں اور اس کے اشاعت و اثرات سے نہ صرف اسلامی معاشرے کے اصول و نظریات کو اتھل پتھل کر دیا بلکہ سیرت کے مقام و مرتبہ کو بھی ٹھیس پہنچائی۔

عہد اکبری میں جو مذہبی تغیر پیدا ہوا اس کا توڑ اس عہد کے علماء نے سیاسی اور علمی دونوں میدانوں میں ان تغیرات سے پیدا ہونے والے مضمرات کے لیے کوششیں کیں، علماء کرام نے سیاسی محاذ پر دفاع اسلام کے لیے تصنیف و تالیف کو ذریعہ بنایا

اکبر کے بعد نورالدین جہانگیر (۱۶۰۵ء۔ ۱۶۲۷ء) شہاب الدین شاہ شاہجہان (۱۶۲۷ء۔۔ ۱۶۵۷ء) اور محی الدین اورنگ عالمگیر ۱۶۵۷ء۔ ۱۷۰۷ء) بالترتیب برسرِ اقتدار آئے، ان مغلوں حکمرانوں کا اقتدار ان علماء کی کاوشوں کا مرہون منت تھا جو اکبر کی مذہبی پالیسی کو اسلام اور مسلمانوں کے لیے خطرہ سمجھتے تھے ان حکمرانوں نے اپنے عہد حکمرانی میں اکبر کی لادینی اصلاحات کے تدارک کے لیے اقدامات کیے، دوسری جانب علما، ومشائخ بالخصوص حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اکبر کے عہد کی باقیات کے اثرات زائل کرنے کے لیے دینی، دعوتی اور علمی صلاحیتوں اور وسائل کو پوری قوت کے ساتھ استعمال کیا۔ ﴿۷۳﴾

سیاسی وتہذیبی کشمکش اور مزاحمت کا دور

۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت کا انحطاط شروع ہوا جو ۱۸۵۷ء میں برطانوی انگریزوں کے اقتدار کے ساتھ کامل زوال پر منتج ہوا۔ ﴿۷۴﴾

۱۷۰۷ء سے ۱۸۵۷ء تک، تقریباً ڈیڑھ سو سال کا زمانہ ہندوستان کی تاریخ میں مذہبی، معاشرتی اور سیاسی انقلابات کا زمانہ ہے، اس عہد میں رونما ہونے والے انقلابات نے مستقبل میں سیرت نگاری کے فن پر بھی گہرے اور دوررس اثرات مرتب کیے۔ ذیل میں ہم اس عہد کی مذہبی ومعاشرتی اور سیاسی تبدیلیوں کی جانب مختصراً اشارہ کریں گے۔

(ا) سیاسی قیادت کی نااہلی وناکامی:

اورنگزیب کے انتقال کے بعد اس کے لڑکے محمد معظم نے بہادر شاہ اور شاہ عالم اول کے نام سے پانچ سال تک اور پڑپوتے فرخ سیر (۱۷۱۲ء۔ ۱۷۱۹ء) نے سات سال تک حکومت کی۔ ۱۷۲۰ء میں بہادر شاہ کا پوتا مسند نشین ہوا اس کی یہ تخت نشینی سلطنت مغلیہ کے زوال کا نقطہ آغاز ثابت ہوا۔ ۱۷۲۰ء سے ۱۸۵۷ء تک چھ مغل حکمراں برسر اقتدار آئے لیکن وہ اپنی آرام طلبی اور عیش پسندی کے باعث انتظامی صلاحیتوں، تدبر ودانائی اور دور اندیشی سے محروم تھے، یہ حکمراں اپنی نااہلی کے باعث سلطنت کو متحدہ اور رعایات کو مطمئن نہ کرسکے چنانچہ جلد ہی مختلف داخلی وخارجی طاقتوں نے سر اٹھایا اور سلطنت

کا سیرازہ منتشر ہو گیا۔﴿۷۵﴾

(۲) داخلی و خارجی طاقتوں کا ظہور و شیوع:

مغل حکمرانوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چند اخلی و خارجی قوتوں نے سر اٹھایا اور ہندوستان کے مجموعی حالات پر اثر انداز ہوئے ان کے مختصر احوال و کوائف یہ ہیں۔

نادر شاہ کا حملہ: ہندوستان کے داخلی انتشار کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایران کے حکمران نادر شاہ نے افغانوں کو ایران سے نکالنے کے بعد ان کے مرکز قندھار پر قبضہ کر لیا یہاں سے کچھ افغان سرداروں نے فرار ہو کر کابل میں پناہ لے لی' کابل دہلی کی تیموری سلطنت میں شامل تھا اس لیے نادر شاہ نے محمد شاہ کو لکھا کہ وہ ان لوگوں کو ایران کے حوالے کر دے' جس وقت کا یہ خط آیا محمد شاہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کشتی میں بیٹھا شراب پی رہا تھا' نشہ میں تو تھا ہی خط کا کوئی معقول جواب دینے کے بجائے یہ کہہ کر کہ یہ بے معنی چیز ہے۔ خط کو پانی میں ڈبو دیا۔ نادر ایک جفاکش سپہ سالار تھا محمد شاہ کی اس حرکت کو نظر انداز نہ کر سکا اور ایک بڑے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا' کابل' پشاور اور لاہور فتح کرتا ہوا ۱۷۳۹ء میں دہلی کے قریب پہنچ گیا۔ یہاں تھانیسر کے مقام پر محمد شاہ سے مقابلہ ہوا اور محمد شاہ کو شکست ہوئی۔ نادر شاہ کا حملہ ہندوستان کے لیے بڑا تباہ کن ثابت ہوا' لوٹ مار اور قتل و غارت گری کی وارداتوں نے ہندوستان کا وقار اور مغلوں کا احترام خاک میں ملا دیا' خزانہ خالی ہو گیا۔ سرکاری اہلکاروں کی تنخواہوں تک کی ادائیگی مشکل ہو گئی اور تخریبی عناصر نے قوت کے ساتھ سر اٹھانا شروع کر دیا۔﴿۷۶﴾

مرہٹوں کی شورش: ہندوستان کے داخلی انتشار سے جس قوت نے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا وہ جنوبی ہند کے مرہٹے تھے۔ محمد شاہ (۱۷۲۰ء۔ ۱۷۴۸ء) کے زمانے میں مہاراشٹر کے مرہٹوں نے زور پکڑا۔ ان جفاکش مرہٹوں میں مسلمانوں سے آزادی حاصل کرنے کی خواہش مچل رہی تھی وہ ہندوستان پر ہندو تہذیب و تمدن کو مسلط کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے چنانچہ مرہٹوں نے حالات سے فائدہ اٹھا کر لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ ۱۷۱۹ء سے ۱۷۲۴ء کے درمیان پانچ سال کی مختصر مدت میں مہاراشٹر سے مالوہ تک وسط ہند کے ایک بڑے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ مرہٹوں کا اقتدار تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ مہاراؤ ہلکر اور رگوناتھ راؤ نے شمالی علاقے میں جاٹوں کی مدد سے دہلی پر حملہ کر دیا اور اپریل ۱۷۵۸ء میں لاہور پر قبضہ کر لیا۔ مرہٹوں کے غلبہ و اقتدار سے مسلمانان ہند کا تشخص خطرے میں پڑ گیا تھا۔﴿۷۷﴾

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ: مغل حکمرانوں کی نااہلی اور امراء کے باہمی بغض وعناد اور سازشوں کے باعث مرہٹوں کا بڑھتا ہوا زور واثر مسلم ملت کے لیے وقت کا سب سے بڑا خطرہ تھا ایسے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۷۰۳ء۔۱۷۶۳ء) نے مسلمانان کے سیاسی وتہذیبی اور تمدنی ورثے کے تحفظ کے لیے سیاسی وعلمی محاذ پر گرانقدر خدمات سرانجام دیں انہوں نے افغان فرماں روا احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان میں مرہٹوں کے خطرات کی جانب متوجہ کرتے ہوئے اپنے ایک مکتوب میں لکھا کہ

''جناب عالی پر فرض عین ہے ہندوستان کا قبضہ کرنا اور مرہٹوں کے تسلط کو توڑنا ضعفائے مسلمین کو غیر مسلموں کے پنجے سے آزاد کرانا اگر غلبہ کفر معاذ اللہ اسی انداز پر رہا تو مسلمان اسلام کو فراموش کر دیں گے اور تھوڑا زمانہ نہ گزرے گا کہ یہ مسلم قوم ایسی قوم بن جائے گی کہ اسلام اور غیر اسلام میں تمیز نہ ہو سکے گی۔ یہ بھی ایک بلائے عظیم ہے اس میں بلائے عظیم کو دفع کرنے کی قدرت بہ فضل خداوندی جناب کے علاوہ کسی کو میسر نہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب کی دعوت پر احمد شاہ ابدالی یکم نومبر ۱۷۶۰ء کو پانی پت کے میدان میں پہنچا اور ڈھائی مہینے تک افغانوں اور مرہٹوں میں مسلسل جنگ جاری رہی۔ بالآخر ۱۴ جنوری ۱۷۶۱ء کو مرہٹوں کو فاش شکست ہوئی۔ شاہ صاحب کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے امت کو براہ راست قرآن جوڑنے کی کوشش کی اور اسلام کے پورے فکری، اخلاقی، شرعی اور تمدنی نظام کو مرتب شکل میں پیش کیا۔﴿۷۸﴾

سکھ: سکھ مذہب ہندوؤں ہی کی ایک شاخ ہے اس کے بانی گرونانک (۱۴۶۹ء۔۱۵۳۸ء) تھے انہوں نے بت پرستی اور شرک کی مخالفت کی اور توحید کی بنیاد پر ایک جماعت بنائی۔ اورنگزیب کے زمانے میں سکھوں کی اس جماعت نے فوجی تنظیم قائم کر لی اور اس کا حکومت سے ٹکراؤ شروع ہو گیا۔ پانی پت کی تیسری جنگ ۱۷۶۱ء کے بعد سکھوں کو پنجاب میں عروج حاصل ہوا۔ رنجیت سنگھ (۱۸۰۱ء۔۱۸۳۹ء) نے خود مختاری کا اعلان کر دیا اور ۱۸۲۳ء میں پشاور پر بھی قبضہ کر لیا۔ سکھوں نے جن علاقوں پر اپنی حکومت قائم کی وہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ سکھوں نے مسلم علاقوں پر اپنے تسلط کے بعد مسلمانوں پر ظلم شروع کر دیے۔ شعائر اسلامی، مسجد، اذان، نماز پر پابندی اور توہین کی اور مسلمان خواتین کی عصمت دری کی۔ سکھوں کا وجود مرہٹوں کے بعد دوسرا بڑا چیلنج تھا۔﴿۷۹﴾

سید احمد شہید کی تحریک جہاد: پنجاب میں سکھوں کے مظالم کے خلاف سید احمد بریلوی (۱۷۸۶ء۔۱۸۳۱ء) نے علم جہاد بلند کیا۔

سید صاحب نے مسلمانوں کے عقائد و ایمان کی اصلاح کے ساتھ روح جہاد کو بیدار کیا اور سکھوں کے خلاف جہاد کیا۔ ۱۸۲۷ء میں پشاور میں سکھوں کو شکست دے کر پہلی اسلامی مملکت کی بنیاد ڈالی اور شعائر اسلامی کو زندہ کیا۔ (۸۰)

ایسٹ انڈیا کمپنی: دہلی کے تیموری بادشاہوں نے یورپی قوموں انگریزوں، فرانسیسیوں اور پرتگالیوں کی برصغیر میں تجارت کی اجازت دے رکھی تھی اس مقصد کے لیے انہوں نے مختلف مقامات پر زمینیں لے کر تجارتی کوٹھیاں بنائی تھیں برطانوی انگریزوں نے اس قدم کی کوٹھیاں بمبئی، مدراس اور کلکتہ میں قائم کیں بعد میں انگریزوں نے حفاظت کے بہانے ان کوٹھیوں کو فوجی قلعوں میں تبدیل کرلیا۔ جب دہلی کی حکومت کو زوال شروع ہوا اور ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گیا تو انگریزوں نے ان قلعوں اور بستیوں سے جو فوجی چھاؤنیوں کی شکل اختیار کر چکے تھے ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت شروع کردی۔ (۸۱)

سراج الدولہ: ایسٹ انڈیا کمپنی (۱۶۹۸) نے ہندوستان میں تجارت شروع کی۔ یہ برطانوی تاجر ہندوستان کی تاجوری کا خواب دیکھنے لگے۔ بنگال کا صوبہ سراج الدولہ کے زیرنگین تھا۔ انگریزوں نے کلکتہ میں فورٹ ولیم کی تعمیر ومرمت کا کام شروع کیا تو سراج الدولہ نے اعتراض کیا مگر انگریزوں نے اس کی پروا نہ کی جس کی وجہ سے لڑائی ہوئی، لڑائی میں چند گرفتار شدہ انگریزوں کی نسبت ''بلیک ہول'' میں گھٹ کر مرجانے کا مشہور قصہ گھڑا گیا جسے جواز بنا کر انگریزوں نے سراج الدولہ کے خلاف سازشوں کا جال تیار کیا، سازش مکمل ہوتے ہی جنگ چھیڑ دی گئی مرشد آباد کے قریب پلاسی کے میدان میں (22 جون 1757) انگریزوں نے سراج الدولہ کو شکست دی۔ اس جنگ نے ایک وسیع اور شاداب ملک کی قسمت کا فیصلہ کردیا اس جنگ کی کامیابی نے کمپنی کے خالص تجارتی دور کا خاتمہ کردیا جو 1608 سے شروع ہو کر پورے ڈیڑھ سو سال تک رہا اس کے ساتھ اب ایک وسیع ملک ہاتھ میں آجانے سے تجارت کے ساتھ حکومت کا دور شروع ہو گیا۔ پلاسی کی لڑائی کے بعد بنگال کی حکومت پر کمپنی کا قبضہ ہو گیا اور بنگال کی دولت کو انگریزوں نے مال مفت کی طرح لوٹا۔ (۸۲)

فتح علی ٹیپو سلطان: میسور کی سلطنت کو حیدر علی نے ترقی دی تھی اور اس کے بیٹے فتح علی المعروف ٹیپو سلطان نے مستحکم کیا تھا۔ ٹیپو سلطان نے اپنی مملکت میں اخلاقی اور معاشرتی اصلاحات کے ساتھ معاشی خصوصاً زرعی اصلاحات کے زرعی کسانوں کو فائدہ پہنچایا۔ میسور میں ٹیپو سلطان کی ترقی انگریزوں کو بہت ناگوار تھی اور وہ جنوبی ہند میں ٹیپو سلطان کے وجود کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے تھے چنانچہ ۱۷۹۹ء میں انگریزوں نے ٹیپو سلطان کے خلاف جنگ مسلط کردی وہ ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو انگریزوں کے خلاف لڑتا ہوا شہید

ہو گیا اس کامیابی پر انگریز جنرل نے کہا تھا کہ ''اب ہندوستان ہمارا ہے''۔﴿۸۳﴾

عیسائی مشنری ادارے: ہندوستان پر برطانوی انگریزوں کا غلبہ و اقتدار محض سیاسی نہیں تھا بلکہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں پر عیسائیت اور مغربی تہذیب کو مسلط کرنے کی بھرپور کوشش کیں۔ انہوں نے انگریزی تعلیم اور عیسائی مذہب کو ہندوستان میں پوری قوت کے ساتھ پھیلایا اس حوالے سے عیسائیوں اور ہندوؤں دونوں نے عیسائیت اور ہندومت کے احیاء کا زور لگایا مسیحی مبلغوں اور کمپنی کے فوجیوں نے انتہائی توہین آمیز رویہ اختیار کیا انہوں نے مسلمانوں کے مذہبی اجتماعات میں اور جلسوں میں گالیاں دیں، یتیم اور بے سہارا بچوں کو عیسائی بنایا گیا۔ ہندوستان میں عیسائیت کے غلبہ کی تحریک کو برطانوی پارلیمنٹ کی پشت پناہی حاصل تھی۔ ایک ممبر پارلیمنٹ نے عیسائیت سے متعلق اپنے جذبات کا اظہار ان لفظوں میں کیا ''خدائے تعالیٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت پر انگلستان کا قبضہ ہوتا کہ عیسیٰ مسیح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سے تک لہرائے ہر شخص کو اپنی تمام قوت ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنا چاہیے اور اس میں کسی قسم کا تساہل نہ کرنا چاہیے۔﴿۸۴﴾

اس زمانے میں یوپی کے انگریز گورنر سر ولیم ہور نے The Life of Prophet لکھی جس میں آنحضرت ﷺ کی سیرت پر رکیک اعتراضات کیے گئے ازواج مطہرات، مسئلہ جہاد اور تعدد ازدواج جیسے مسائل پر خوب گندگی اچھالی گئی صاف صاف لکھ دیا گیا کہ اس وقت دو خطرے درپیش ہیں (نعوذ باللہ) ایک محمد ﷺ کی تلوار اور دوسرا محمد ﷺ کے قرآن سے اور جب تک ہم دونوں کو ختم نہیں کردیں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی: ہندوستان میں برطانوی استعمار کے غلبہ اقتدار کے خلاف اہل ہند نے مزاحمت کی آخری کوشش مسلح جدوجہد کے ذریعہ کی جو جنگ آزادی کے نام سے معروف ہے ۱۸۵۷ء میں جب برطانوی فوج کے ہندوستانی دستوں نے مزاحمت کر کے دہلی پر قبضہ کر کے آزادی اور مزاحمت کی قیادت بہادر شاہ ظفر کے سپرد کرنا چاہی تو یہ کام بوڑھے بادشاہ کے بس کا نہ تھا اور مسلح مزاحمت یا آزادی کی جنگ ناکام ہوگئی۔ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۷ء کو انگریزوں نے دہلی پر قبضہ کر کے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ کو گرفتار کر لیا۔﴿۸۵﴾

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شکست کے بعد مسلمانوں کی آزمائش کا نیا دور شروع ہوا یہ آزمائش سیاسی بھی تھی اور تہذیبی

بھی۔ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک ۹۰ سالہ دور میں ہونے والے سیاسی وتہذیبی واقعات نے سیرت نگاری کے فن کو مزید اہم بنادیا

اس دور کے سیاسی وتہذیبی واقعات کے تناظر میں سیرت نگاری پر اثرات کا جائزہ آئندہ صفحات میں پیش کیا جائے گا۔

(۱) ندوی، سید سلیمان، عرب و ہند کے تعلقات، الہ آباد ۱۹۵۰ء

(۲) قریشی، آئی ایچ، برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ (اردو ترجمہ) کراچی ۱۹۶۷ء

(۳) مبارکپوری، مولانا قاضی اطہر، خلافت امویہ اور ہندوستان اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور

(۴) ایضاً

(۵) ارکام، ڈاکٹر شیخ، آب کوثر، ادارہ ثاقفت اسلامیہ لاہور ۱۹۶۶ء

(۶) عبدالرحمٰن، سید صباح الدین، ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی ایک ایک جھلک، مقالہ ہندوستان میں عربوں اور غزنویوں کی آمد از راؤ صاحب، دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۹۰ء

(۷) ایضاً

(۸) اکرام، ڈاکٹر شیخ، آب کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۶۶ء

(۹) ایضاً ص ۳۵

(۱۰) ایضاً

(۱۱) قریشی، آئی ایچ، برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، کراچی ۱۹۶۷ء

(۱۱) صباح الدین عبدالرحمٰن ص ۲۰ ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی تاریخ

(۱۲) ایضاً

(۱۳) اکرام شیخ ص ۳۳

(۱۴) اطہر مبارکپوری ص ۴۴۶

(۱۵) ایضاً

(۱۶) اکرام شیخ ص ۳۰

(۱۷) ایضاً

(۱۸) معین الحق، ڈاکٹر سید، تاریخ ہند پاکستان، عہد قدیم وسلطنت دہلی، دائرہ معین المعارف ۱۹۲۶ء

(۱۹) ندوی، شاہ معین الدین احمد، تاریخ اسلام ج دوم ص ۱۰۷

(۲۰) عبدالرحمن، صباح الدین، ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی ایک ایک جھلک، مقالہ ہندوستان مسلمانوں کی آمد کے موقع پر، پروفیسر سیتا رام کوہلی

دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۹۰ء

(۲۱) ایضاً

(۲۲) ایضاً

(۲۳) صباح الدین عبدالرحمن ص ۸۷

(۲۴) معین الحق ص ۲۵

(۲۵) معین الحق ۲۶

(۲۶) ایضاً

(۲۷) صولت ثروت، ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۱۹۶۸ء

(۲۸) ایضاً

(۲۹) ایضاً

(۳۰) ثروت صولت ص ۱۱۴

(۳۱) اکرام شیخ ص ۶۲

(۳۲) اکرام شیخ ص ۶۳

(۳۳) اکرام شیخ ص ۷۷

(۳۴) اکرام شیخ ۸۶

(۳۵) معین الحق ص ۲۷۸

(۳۶) صباح الدین عبدالرحمن ص ۸۶

(۳۷) ایضاً

(۳۸) صباح الدین عبدالرحمن ۸۴

(۳۹) معین الحق ص ص ۲۸۷

(۴۰) معین الحق ص ۲۹۰

(۴۱) معین الحق ص ۲۹۱

(۴۲) معین الحق ص ۲۹۲

(۴۳) صولت' ثروت' ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ میں ۱۳۲ لاہور ۱۹۲۸ء

(۴۴) ثروت صولت ص ۱۴۴

(۴۵) ثروت صولت ص ۱۴۵

(۴۶) ثروت صولت ص ۱۴۸

(۴۷) ثروت صولت ص ۱۵۱

(۴۸) ثروت صوںت ص ۱۹۲

(۴۹) ثروت ص ۱۹۵

(۵۰) ثروت صولت ص ۲۶۹

(۵۱) ثروت صولت ۲۷۱

(۵۲) ثروت صولت ص ۲۷۸

(۵۳) قریشی' آئی ایچ' برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ کراچی

(۵۴) نظامی خلیق احمد' حیات شیخ عبدالحق' ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۳ء

(۵۵) معین الحق ص ۱۷۱

(۵۶) شیخ اکرام ص ۳۳

(۵۷) ایضاً ص ۳۲

(۵۸) شیخ اکرام ص ۷۱

(۵۹) ایضاً

(۶۰) معین الحق ص ۱۷۹

(۶۱) ایضاً

(۶۲) Ikram, S.M History of Muslim Civilization and Pakistan Edited by Rashid Page 196

(۶۳) منگلوی، طفیل احمد سید، مسلمانوں کا روشن مستقبل، لاہور

(۶۴) ایضاً ص ۶۲

(۶۵) اکرام ص ۳۳

(۶۶) اکرام ص ۲۶

(۶۷) ثروت صولت ۲۸۳

(۶۸) اکرام ۳۴

(۶۹) ثروت صولت ۲۸۵

(۷۰) بدایونی، عبدالقادر ملوک شاہ منتخب التواریخ، ترجمہ محمود فاروقی لاہور ۱۹۶۲ء

(۷۱) اکرام ص ۸۹

(۷۲) بدایونی ص ۵۰۰

(۷۳) قریشی ص ۲۱۵

(۷۴) قریشی ص ۲۱۶

(۷۵) فلاحی، عبداللہ فہد، تاریخ دعوت و جہاد برصغیر کے تناظر میں لاہور ۱۹۸۷ء

(۷۶) فرید آبادی، سید ہاشمی، تاریخ مسلمانان پاک و ہند لاہور ۱۹۸۹ء

(۷۷) فلاحی ص ۱۳۶

(۷۸) فلاحی ص ۱۳۷

(۷۹) فلاحی ص ۱۵۶

(۸۰) فلاحی ص ۱۶۱

(۸۱) منگلوری ص ۱۰۳

(۸۲) ثروت صولت ص ۳۸۲

(۸۳) ثروت صولت ص ۳۸۵

(۸۴) عقیل' معین الدین' مسلمانوں کی جدو جہد آزادی' لاہور ۱۹۸۱ء

(۸۵) عقیل ص ۴۰

سیرت نگاری ۱۸۵۷ء سے پہلے

سیرت نگاری ۱۸۵۷ء سے پہلے

گزشتہ باب میں ہندوستان کے سیاسی حالات نے جو تہذیبی و معاشرتی اثرات مرتب کیے ان ہی حالات میں فن سیرت نگاری کا نشوو ارتقاء بھی ہوا۔ ہندوستان میں سیرت نگاری کی ابتداء و آغاز کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا آغاز ۱۸۵۷ء میں سرسید احمد اور ان کے رفقاء سے ہوا اور سرسید احمد خان کی ''الخطبات الاحمدیہ فی العرب والسیرۃ المحمدیہ'' کو نقطہ آغاز قرار دیا جاتا ہے۔ تاریخی اور علمی اعتبار سے ہندوستان میں سیرت نگاری کے آغاز کا یہ تاثر درست نہیں ہے۔﴿۱﴾ بلکہ ہندوستان میں اس سے بہت پہلے سیرت نگاری کا آغاز ہو چکا تھا اور سترہویں اور اٹھارہویں صدی عیسوی میں سیرت کا قابل ذکر تحریری سرمایہ موجود تھا۔﴿۲﴾ تاہم سیرت نگاری کے نقطہ آغاز کا تعین کیا جائے تو بجا طور پر مجدد الف ثانی (۱۵۶۴ء۔۱۶۲۴ء) کا رسالہ ''اثبات النبوۃ'' اور تہلیلیہ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۵۵۱ء۔۱۶۴۲ء) کی شہرۂ آفاق ''مدارج النبوۃ اور'' جذب القلوب الی دیار المحبوب'' کو نقطہ آغاز قرار دیا جا سکتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے قبل بھی سیرت کی بعض اہم تصانیف کا پتہ چلتا ہے ﴿۳﴾ جیسے

۱۔ محمد بن ابی بکر الخطیب قسطلانی کی ''المواہب الدینہ'' جس کا ترجمہ عبدالجبار خان آصفی نظامی نے سیرۃ محمدیہ کے نام سے کیا۔

۲۔ امام حسن صنعانی (م ۱۲۵۲ء) کی مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ''۔

۳۔ امیر کبیر سید علی ہمدانی (م ۱۳۸۵ء) کی ''اسناد حلیہ حضرت رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام۔''

۴۔ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (م ۱۴۲۲ء) کی ''معراج العاشقین''۔

۵۔ علی متقی برہان پوری (م ۱۵۶۸ء) کی ''شرح شمائل النبیؐ

۶۔ شیخ محمد بن فضل اللہ برہان پوری (م ۱۶۲۰ء) کی ''التحفۃ المرسلہ الی النبیؐ''

قابل ذکر تصانیف ہیں تاہم حضرت مجدد الف ثانی کی اثبات النبوۃ' اور رسالہ ''تہلیلیہ'' اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ''مدارج النبوۃ'' اور جذب القلوب الی دیار المحبوب'' کو اس اعتبار سے سیرت کی رجحان ساز کتابوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اور اسے ''دفاع سیرت'' کے احساس کے تناظر میں لکھی جانے والی تصانیف کا درجہ حاصل ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے رسالہ ''اثبات النبوۃ''، مغل بادشاہ اکبر کے عہد کی دینی بے راہ روی اور مقام واحترام محمدﷺ کو نظر انداز کیے جانے سے پیدا شدہ صورتحال کے تناظر میں لکھا اکبر کے عہد میں انکار نبوت کا فتنہ پیدا کیا گیا اکبر کے درباری علماء ابوالفضل اور فیض سے انکار نبوت کا فتنہ برپا کیا۔ رسالہ ''اثبات النبوۃ'' ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے اور یہ آنحضرتﷺ کی نبوت کے اثبات میں لکھا گیا اس رسالہ میں رسول اللہﷺ کی نبوت اور معجزات پر دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ رسالہ میں حضرت مجدد الف ثانی نے نبوت کے معنی کی تحقیق، منکرین نبوت کے اعتراضات اور ان کے جوابات، معجزہ کے معنی اور اس کے شرائط، اثبات نبوت حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ السلام اور اعجاز قرآن کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے، مولانا سید زوار حسین شاہ اپنی کتاب ''حضرت مجدد الف ثانی'' مطبوعہ کراچی، طبع دوم (۱۹۷۵ء) نے رسالہ ''اثبات النبوۃ'' کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حضرت مجدد الف ثانی کی پہلی تصنیف ہے جو ۹۹۰ھ یا ۹۹۱ھ میں آگرہ کے دوران قیام میں مرتب ہوئے اعلیٰ کتب خانہ (ادارہ مجددیہ) ناظم آباد کراچی ۱۳۸۳ھ میں پہلی بار اس رسالہ کا اصل عربی متن مع اردو ترجمہ شائع ہوا۔ اثبات النبوۃ'' کے بارے میں ڈاکٹر مسعود احمد کی رائے یہ ہے کہ ''اثبات النبوۃ'' دراصل ابوالفضل کے انکار نبوت کے جواب میں ہے، جیسا کہ اس کے مقدمے میں ذکر ہے ڈاکٹر مسعود کی رائے میں ابوالفضل اور فیض، دونوں بھائیوں اور ان کے ہمنواؤں کی بے راہ روی کی مزاحمت کے لیے حضرت مجدد الف ثانیؒ نے یہ رسالہ لکھا۔﴿۴﴾

حضرت مجدد الف ثانی کا دوسرا رسالہ ''تہلیلیہ'' عربی زبان میں کلمہ طیبہ سے متعلق تحقیقات پر مشتمل ہے اس رسالے میں لفظ اللہ کی تحقیق، لفظ اللہ کے لطائف، دلیل توحید، کلمہ طیبہ کے فضائل، توحید کے مراتب اور اسلامی وفلسفیانہ دلائل، وجود باری تعالیٰ کی حقیقت، فلاسفہ اور صوفیاء کی متفقہ رائے کے علاوہ آنحضرتﷺ کے فضائل اور آپ کی نبوت کے دلائل، معجزہ قرآن اور معجزہ نبوت سے متعلق دلائل پیش کی گئے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی نے یہ رسالہ ۱۰۱۰ھ میں مرتب فرمایا اس رسالہ کا عربی متن مع اردو ترجمہ پہلی مرتبہ ۱۳۸۴ھ میں ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی نے شائع کیا''۔﴿۵﴾

اس عہد کی سیرت کی دوسری رجحان ساز کتاب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ''مدارج النبوۃ'' ہے۔ مدارج النبوۃ'' کی تصنیف و

...... بلدہ طیبہ کے فضائل سے متعلق ثابت شدہ احادیثہ

...... سرور عالم ﷺ کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری

...... سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی ہجرت مکہ معظمہ

...... مسجد شریف اور روضہ شریف کے بعض فضائل

آثار معتبر کہ بہ نسبت حضور سرور کائنات

ذکر فضائل و آداب صلوٰۃ سید کائنات وافضل الصلوٰۃ

حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جن مقاصد اور تقاضوں کے پیش نظر سیرت نگاری کا سلسلہ شروع کیا تھ

اس روایت کو بعد میں آنے والے سیرت نگاروں نے آگے بڑھایا اور اٹھویں صدی عیسوی میں سیرت کا قابل ذکر سرمایہ منصہ شہود پر آیا۔ اس صدی کی نمائندہ اور منتخب کتب سیرت درج ذیل قرار دی جا سکتی ہیں۔(۹)

۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م۱۷۶۲) کی ''سرور المحزون''

۲۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م۱۸۱۰) کی ''اللباب ہے جس میں آنحضرت ﷺ کے اوصاف عالیہ، معاملات اور معمولات کا تذکرہ ''اللباب'' فی الحقیقت شمس الدین صالحی (م۹۴۲ھ) کی تصنیف ''سبل الہدیٰ والرشاد'' کی تیسری جلد کا فارسی ترجمہ ہے۔

۳۔ شیخ سلام اللہ محدث رامپوری (م۱۸۱۴) نے شمائل ترمذی کا فارسی میں ترجمہ ''شمائل النبیؐ کے نام سے کیا۔

۴۔ محمد باقر آگاہ (۱۷۴۵ء۔۱۸۰۵ء) کی کتاب ''ریاض السیر'' اور ہشت بہشت۔

۵۔ علی جون پوری۔ ''شمائل ترمذی'' کا اردو ترجمہ۔

۶۔ سید عبدالغفور قاضی کی ''تجلیات الانوار''۔

۷۔ سید امیر الدین حسین ممتاز التفاسیر''۔

۸۔ مولوی محمد صبغۃ اللہ المعروف قاضی بدر الدولہ (۱۲۱۱۔۱۲۸۰) کی فوائد بدریہ۔

۹۔ سرسید احمد خان (۱۸۱۷۔۱۸۸۹) کی ''جلاء القلوب بذکر المحبوب''۔

۱۰۔ شیخ حسرت کرنولی (۱۲۷۸) کی ''چار باغ احمد''۔

اسلوب ور جحان

۱۸۵۷ء سے پہلے دستیاب سیرت کے تحریری سرمائے کا جائزہ لینے سے درج ذیل حقائق سامنے آتے ہیں۔

(۱) برصغیر پاک و ہند میں سیرت نگاری کا ذوق و مزاج ابتدا سے موجود تھا اگرچہ ابتدائی صدیوں (۱۴ویں اور ۱۵ویں صدی عیسوی) میں سیرت نگاری کا رجحان کم تھا اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ نو مفتوحہ ملک و قوم میں سیاسی استحکام ترجیح اول تھی۔ تاہم سیاسی استحکام کے بعد جب تمدنی ارتقا شروع ہوا تو سیرت نگاری پر بھی توجہ دی گئی۔

(۲) سیرت نگاری کا ابتدائی محرک داخلی تھا بالفاظ دیگر مسلمانوں نے اپنی دینی و علمی فرائض اور ضرورت کے تحت، فن سیرت نگاری کو اختیار کیا اس ضمن میں کتب شمائل کے تراجم کی طرف زیادہ توجہ دی گئی تاکہ مسلمانوں کو حضور ﷺ کی حیات و شخصیت سے روشناس کرایا جائے۔

(۳) اس زمانے میں سیرت کے قدیم و اولین مآخذ اور کتب عربی کا خلاصہ اور ترجمہ فارسی زبان میں کیا گیا ان تراجم کا مقصد نیم خواندہ مردوں اور عورتوں کو سیرت رسول اللہ ﷺ سے روشناس کرانا تھا۔

(۴) اس عہد کی کتب سیرت کا غالب رجحان و میلان روایتی، عقیدت مندانہ، ناصحانہ اور فضائل و مناقب کے بیان اور سوانحی خاکہ نگاری تک محدود ہے ان کتب سیرت کی اکثریت تنقید و تبصرہ سے خالی اور روایت و درایت کے اصول کا بھی کامل اہتمام موجود نہیں ہے۔ تاہم ان میں ایسی کتابیں بھی شامل ہیں جو امہات کتب کی روشنی میں لکھی گئی ہیں اور روایت و اسناد کی احتیاط کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ شاید ایسا اس وقت کی محدود ضرورت یعنی تعارف اور حصول ثواب کے تحت کیا گیا۔ ذیل میں چند کتب سیرت کے موضوعات اور تحریروں کو بطور حوالہ پیش کیا جا رہا ہے۔

(الف) محمد باقر آگاہ کی کتاب ''ریاض السیر'' کا اسلوب سوانحی ہے اس کتاب میں آنحضرت ﷺ کی ولادت سے لیکر آپ کے وصال تک کا حال بیان کیا گیا ہے ''ریاض السیر'' کا اسلوب اور مآخذ عربی ہے اس کتاب میں عقیدت و محبت کا رنگ غالب ہے اس کا اندازہ ذیل کے اقتباس سے کیا جاتا ہے، مثلاً آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے باب میں محمد باقر آگاہ لکھتے ہیں: ''بنت حملہ آمنہ دو ماہیہ ہوا۔ بقول مشہور وفات پائی والد ماجد آنحضرت ﷺ کی کہ عبداللہ نام رکھتی ہے۔ جب گزری چھ مہینے حمل شریف حضرت کی سی لہر دیکھا والدہ شریفہ حضرت کی نے خواب میں فرشتہ کو کہتا ہے ای آمنہ! بشارہ پہنچی کہ حاملہ ہوئی ساتھ جامل تو اے

دینِ خیر العالمین کے، جب کہ وہ پیدا ہوں تو نام محمدؐ رکھیو۔ راویت کی ہے ابونعیم نے ابن عباس سے جب نو مہینے حمل شریف کے منقطع ہوئے، آسیہ اور مریم شب تولد حوروں کو لے کر حاضر ہوئے۔ بارہویں تاریخ ربیع الاول کے روز دوشنبہ کا تھا۔ وقت فجر کے یا تیسری یا آٹھویں یا دسویں ربیع الاول کے اس مہر سپہر نبوت ماہ سیمار سالہ نے مطالع فلک سعادت سی نور شہود دیکھایا اور قدومنت لزوم برج حمل سے بار لا کرن ورظہور اپنی سی زمین وزمان کا شرف کیا ہے غلط کیے اگر ہیزادہ مہ ارا ہوا، ماہ شرمندہ ہوا جلوہ کر بارا ہوا، یہاں سامان مولود شریف کو چاہیے کہ حضرتؐ پر صلوٰۃ بھیجیں واسطے تعظیم سرو چمن جلالت کی یارب اس روح معظم پر کہ انبار مدام بہ نہایت مطلع غیب سے طلوع ہوا اور ایسا آفتاب جہاں تاب اُفق پر غیب سے شیوع ہو اظلمات کو اور عصیاں کے ساتھ شعلۂ احسان عرفان کے مشتعل ہوئے''۔

پھر ولادت کے بعد کا بیان اس طرح ہے:

''آپ نے جیسا یہاں قدم رنجہ کیا، اپنی چہرے طلوع یک مہ کیا، دفع کی ظلمت کدورت پر کہ وہ سب کا سب پچھلائی دفتر تہبہ کیا تختِ فلک سے نقطہ مرکز خاک تک اور سطح عرش بریں سے تخت فرش تک نام تاریکی کا باقی نہ رہا کیونکہ وہ ماہ میں کب یہ نور ہے اور ہے کچھ یہ شان اور ہے کچھ ظہور ہے، جتنے جن اور شیاطین تھے آسمان پر جانے سے باز آئے، اور ستارے زمین سے ان نزدیک دکھائی دیتے تھے گویا زمین پر کوئی بالکل اتیں حرم کے روشن ہوئی اور اک اہل فارس کے ہزار برس سے جلتے تھے کرے اور اہل فارس مشک و عنبر اس میں ڈال ڈال پوجتے تھے، بجھ گئے نور فزا شمع عرب کیا ہوی آتش فارس وہیں مردہ ہوئے۔ جس گھڑی حضرت نے اس گلزار گلشن برائے عالم ارواح سے اس چار بازار اشیاح میں کدور پہلے سجدہ کیا بعد اسکے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور سرمبارک کو اٹھا کر فرمایا ''لا الہ الا اللہ انی رسول اللہ'' عبدالمطلب اور ابولہب نے اس مژدہ جاں بخش کو سن کر بہت شادی کیے۔

ابولہب نے اس مژدہ مانوتیہ پر نام اپنی لونسے کو کہ اس نے خبر تولد شریف حضرت کے روے بیجا ہے آزاد کیا اوسی خوشی کا یہ سبب ہے کہ ابی لہب کو ہر دوشنبہ کو تخفیف عذاب کے ہوتی ہے اور شب ولادت حضرت کی سی تا تین روز کعبہ معظمہ فرحت اور سرور قدوم میمنت لزوم حضرت کی سی ملتا رہا''۔

محمد باقر آگاہ کی ''ریاض السیر'' کے ان اقتباسات میں موجود زبان و بیان سے قطع نظر جو چیز نمایاں ہے وہ سیرت کا سوانحی رجحان ہے مگر تاریخی حوالوں اور ثقاہت سے ماوراء ہے تاہم عقیدت ومحبت اور فضائل ومناقب کا رجحان غالب ہے۔﴿۱۰﴾

(ب) محمد باقر آ گاہ کی دوسری کتاب ''ہشت بہشت'' (آ ٹھ حصوں پر مشتمل) نظم کی صورت میں ہے اور مثنوی کی صنف سے تعلق رکھتی ہے۔[۱۱] آ ٹھوں حصوں کے عنوان درج ذیل ہیں۔

۱۔ من دیپک' (نورمحمدی کا تذکرہ)

۲۔ من ہرن (نبوت کی بشارتوں کا بیان)

۳۔ من موہن (آ نخضرت ﷺ کی پیدائش کا تذکرہ)

۴۔ جگ موہن (حضور اکرم ﷺ کی آ ٹھ سال کی عمر سے وفات تک کے حالات کا بیان)

۵۔ آ رام دل (اخلاق وشمائل نبوی کا تذکرہ)

۶۔ راحت جاں (آ نخضرت ﷺ کے خصائص کا حال)

۷۔ من درپن (معجزات نبوی کا بیان)

۸۔ من جیون (آ نخضرت ﷺ کے اداب' آ پ ﷺ سے محبت' آ پ ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت اور آ پ پر درود کے فضائل کا تذکرہ)

ہشت بہشت کی تصنیف بقول مصنف ۱۱۸۵ھ سے ۱۲۰۶ھ کی درمیانی مدت میں ہوئی۔ ہشت بہشت کے شروع میں پانچ صفحات کا ایک نثری دیباچہ ہے اور پھر ہر فصل کی ابتدا میں ایک مختصر نثری دیباچہ ہے۔ ہر رسالہ کے آ غاز میں نثر میں زیر بحث موضوع کی تشریح کی ہے مثلاً پہلے رسالے من دیپک کی ابتدا میں نثری تعارف اس طرح بیان ہے' دور سالہ اول کا نام ''من دیپک'' ہے اس رسالہ میں حضرت سید عالم ﷺ کے نور مقدس کا ذکر ہے یعنی حق سبحانہ' اس نور مقدس کوں سب موجودات کے اول پیدا کیا اور اس کے طفیل سے سب علوبات وسفلیات کوں ہویدا کیا اور اس نور اشرف کوں ہر پشتِ پاک سے ہر شکم پاک میں نقل کرتا تھا یہاں تک کہ وہ نور لطیف حضرت عبداللہ اور حضرت آ منہ میں آیا''۔

اسی طرح تیسرے رسالے ''من موہن کی ابتدا میں محمد باقر آ گاہ نے اس کے موضوع کی وضاحت اس طرح کی ہے۔

''اس رسالہ میں حضرت محمد ﷺ کے حالات کا بیان ہے یعنی جو معجزات کہ مدت حمل اور ولادت اور دووھ چھڑائی اور خود سال میں حضرت محمد ﷺ سے ظاہر ہوئے اس حد تک کہ حضرت محمد ﷺ کی آ ٹھ برس کی عمر ہوئی''۔

محمد باقر آگاہ کی کتاب ''ہشت بہشت'' معجزاتی رجحان کی حامل ہے تاہم اس کتاب کو عربی کی تاریخی اسناد کی روشنی میں مکمل کیا گیا ہے تاہم اس میں ضعف روایات بھی موجود ہیں۔

زیرِ نظر عہد میں سیرت کی اور کتاب کی صفات و خصوصیات کا جائزہ صرف اس لیے پیش کیا جا رہا ہے تاکہ سنجیدہ علمی رجحان کے سرمائے سیرت سے بھی آگہی حاصل ہو۔

(ج) یہ کتاب مولوی صبغۃ اللہ المعروف قاضی بدر الدولہ (۱۲۸۰ھ۔۱۸۶۳ء) کی فوائد بدریہ ہے۔ فوائد بدریہ (۱۸۳۹) سیرت کی ایک ایسی کتاب ہے جس نے شہرت و مقبولیت دوسری تمام کتابوں (جنوبی ہند میں) پیچھے چھوڑ دیا۔ یہ کتاب و سیرت پر عربی کی مشہور کتابوں کا نچوڑ اور خلاصہ ہے فوائد بدریہ کے وقت مصنف نے سیرت کے موضوع پر لکھی اہم کتابوں کو اپنے پیش نظر رکھا بالخصوص ابن سیر الناس کی عیون الاثر' ابن القیم کی زاد المعاد ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری' جلال الدین سیوطی کی خصائص الکبریٰ' قسطلانی کی مواہب الدنیہ اور عبدالحق محدث دہلوی کی مدارج النبوۃ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

فوائد بدریہ 404 صفحات پر مشتمل اوسط ضخامت کی حامل کتاب ہے اور چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں آنحضرت ﷺ کی پیدائش سے وفات تک کے حالات ہیں' دوسرے باب میں حضور اکرم ﷺ کی صورت باجمال اور سیرت باکمال کا بیان ہے' تیسرے باب میں نبوت کے دلائل اور معجزات کی تفصیل ہے اور چوتھے باب میں رسول اکرم ﷺ کے ان آداب اور حقوق کا تذکرہ ہے' جوامت پر لازم ہیں۔

پہلا باب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل آنحضرت ﷺ کی ابتدائی خلقت سے ہجرت تک پر محیط ہے اور اس میں آدم و حوا کی پیدائش سے بھی پہلے نور محمدی کی تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ کا حسب و نسب' والدین' پیدائش' تجارتی سفر' شادی' بعثت' اولین مومنین کا تذکرہ' ہجرت حبشہ' قریش کا مقاطعہ' سفر طائف' بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ اور ہجرت مدینہ کا احوال ہے دوسری فصل ہجرت سے لیکر وفات نبوی ﷺ تک کے واقعات کا احاطہ کرتی ہے اس میں مسجد نبوی کی تعمیر' یہودیوں سے عہد' سلسلہ مواخاۃ' غزوات و سرایا' ازدواج مطہرات' واقعہ افک' بادشاہوں کے نام خطوط' فتح مکہ' اولاد' وفود کی آمد' حجۃ الوداع کاذب پیغمبروں کی سرکوبی اور وفات نبوی کا تذکرہ۔

دوسرا باب' پانچ فصلوں پر مشتمل ہے' پہلی فصل شمائل نبوی کے بارے میں ہے اس فصل میں مصنف نے شمائل نبوی ﷺ کا

دلآویز نقشہ کھینچا ہے دوسری فصل آنحضرت ﷺ کے اخلاق کے بارے میں۔ تیسری فصل، آنحضرت ﷺ کے کھانے پینے، چوتھی فصل آپ کے لباس اور پانچویں فصل آپؐ کے سونے کے بیان سے متعلق ہے۔ تیسرا باب حضور ﷺ کی نبوت کے دلائل اور معجزات کے ذکر پر مشتمل ہے اس میں دو فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں وہ تمام دلائل درج کیے گئے ہیں جو سابقہ آسمانی کتابوں میں موجود تھے اور سابقہ انبیاء کی وہ تمام بشارتیں بھی نقل کی گئی ہیں، جو انہوں نے حضور ﷺ کی آمد کے سلسلے میں دی تھیں اس حصے میں یہود ونصاریٰ کے علماء کی طرف سے آپ کی رسالت کے اقرار، کاہنوں کی طرف سے آپ کی آمد کی خبر اور ہاتف غیبی کی طرف سے آنے والی ان آوازوں کی تفصیل بیان کی گئی ہے جو حضور ﷺ کے درود باسعود سے متعلق تھیں دوسری فصل میں معجزات کی تفصیل ہے اور اس ضمن میں قرآن شریف کا بذات خود معجزہ ہونا، شق القمر، آفتاب کا غرب ہو کر پھر نکلنا، مینہ برسنا، تھوڑے کھانے، پانی اور دودھ کا بہت ہو جانا، زمین سے پانی نکلنا، جمادات اور حیوانات کا کلام کرنا، دست مبارک کی برکت، چیزوں کا روشن ہونا، غیب کی باتوں کی خبر دینا، آئندہ کے واقعات کی اطلاع دینا اور دیگر معجزات کا بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے۔

چوتھا باب مختصر ہے اور چار فصلوں پر مشتمل ہے پہلی فصل آداب نبو اور دوسری حقوق نبوی کے بارے میں ہے۔ تیسری فصل آنحضرت ﷺ سے محبت رکھنے کے سلسلے میں ہے جبکہ چوتھی فصل آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے کے بارے میں ہے۔

فوائد بدریہ اپنے مضامین ومواد کے اعتبار سے زمانی وتاریخی ترتیب کے مطابق اور انتہائی متمول ہے! اس نوعیت کے مواد ومضامین کو اردو میں پہلی بار پیش کیا گیا ہے اس کتاب کی تصنیف میں ایک طرف نواب اعظم جاہ والی کرناٹک کی خواہش کا دخل ہے تو دوسری طرف خود مصنف کی آرزو وتمنا بھی شامل تھی اس کتاب کا محرک اردو داں طبقہ کو سیرت رسول ﷺ سے روشناس اور حب رسول ﷺ اور اطاعت رسول ﷺ کا جذبہ بیدار کرنا تھا۔ فوائد بدریہ کی تصنیف کے وقت سیرت کی معنویت اور مقصدیت مصنف کی نظروں منظہر تھی اگرچہ کتاب میں معجزات کا حصہ بھاری بھرکم ہے لیکن ان معجزات کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی عظمت کو اجاگر کرنا ہے۔ فوائد بدریہ بیک وقت کئی رجحانات کی حامل کتاب ہے تاہم غالب رجحان عقیدت مندانہ اور فضائل ومناقب کا عکاس ہے۔ ﴿۱۲﴾

(۵) زیر نظر عہد میں سیرت نگاری پر خارجی حالات کا اثر بھی نمایاں ہے اس سے قبل سیرت نگاری ذاتی اور داخلی دلچسپی اور اثرات کے نتیجے میں ایک خاص ڈگر پر چل رہی تھی لیکن پہلی بار اس وقت جب بعض مفاد پرست، گمراہ اور اسلام وپیغمبر اسلام ﷺ

سے بعض وعناد رکھنے والے گروہ نے سرکاری سرپرستی میں نبوت ورسالت پر حملے شروع کیے تو مسلم علماء نے اس کا سنجیدہ نوٹس لیا اور نبوت ورسالت کے مختلف پہلوؤں پر اعتراضات کا جواب دینے کے لیے قلم اٹھایا علماء کا یہ اقدام فی الحقیقت سیرت نگاری میں شعوری کوشش کا آغاز اور خارجی اثرات کا محرک تھا۔اس کوشش کے نتیجے میں جو سیرت کا تحریری مواد سامنے آیا وہ علمی، عقلی اور تاریخی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد پیش کیا گیا اس حوالے سے حضرت مجدد الف ثانی کا رسالہ ''اثبات النبوۃ'' اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ''مدارج النبوۃ'' قابل ذکر ہیں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ دونوں کتابیں برصغیر پاک و ہند میں فن سیرت نگاری میں شعوری کوششوں کا نقطہ آغاز ہیں جس کا مقصد سیرت رسول ﷺ کا تحفظ اور دفاع تھا۔اس رجحان نے سیرت نگاری کے فن کو ایک نئی جہت سے روشناس کرایا جس کا بنیادی مقصد اعدائے اسلام کی پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف من گھڑت گمراہ کن الزامات اور عقیدہ رسالت پر حملوں کا جواب دینا تھا اس رجحان کے نتیجے میں سیرت کے کام پر سنجیدہ توجہ کے ساتھ ساتھ عامۃ المسلمین میں سیرت رسول ﷺ کی عظمت واہمیت کا احساس وادراک پیدا ہوا۔اس شعوری کوشش کا ایک نتیجہ یہ سامنے آیا کہ سیرت نگاری میں وضعی اور غیر ضروری مبالغہ آرائی کے بجائے علمی وتاریخی اسناد پر توجہ دی گئی اس طرح سیرت کا تحریری سرمایہ کی ثقاہت وسچائی میں اضافہ ہوا۔سیرت نگاری کی شعوری کوششوں نے مستقبل میں سیرت نگاری کے لیے ایک معیار بھی مقرر کیا۔

(۶) زیر نظر عہد کی سیرت نگاری کو معیار کے اعتبار سے چاہے کم قرار دیا جا سکتا ہو لیکن مقدار کے اعتبار سے اس کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا معیار کے اعتبار سے بھی یہ کمی وقت وحالات اور تمدنی ماحول کے باعث نظر آتی ہے لیکن اس میں کئی ایسی معیاری کتب سیرت شامل ہیں جو آج بھی اہل علم کے نزدیک پسندیدہ اور قابل اعتبار ہیں مقدار کے اعتبار سے جو سرمایہ سامنے آیا وہ مستقبل کی سیرت نگاری کی ارتقاء کی بنیاد ہے اور آج سیرت کی شاندار محل جو بنیادی پر قائم ہے اس میں اسی عہد کے سیرتی مواد کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا بلکہ امر واقعہ تو یہ ہے کہ اسی ابتدائی سیرتی سرمائے نے آج کے عظیم الشان قصہ سیرت کی تعمیر میں بنیاد کا کام انجام دیا۔

(۷) زیر نظر عہد یعنی ۱۸۵۷ء سے پہلے سیرت نگاری کے ایک اور رجحان کا پتہ چلتا ہے جسے ہم بجا طور پر مناظرانہ سیرت نگاری کے ابتدائی رجحان کے زمرے میں شامل کر سکتے ہیں۔مناظرانہ سیرت نگاری کا ابتدائی رجحان خارجی عوامل کا نتیجہ تھا جیسا کہ ہم نے گزشتہ باب میں اٹھارویں صدی میں برطانوی استعمار کے زیر اثر عیسائیت کے اثر ونفوذ کی طرف اشارہ کیا تھا اور بتایا تھا کہ

اٹھارویں صدی عیسوی میں برطانوی استعمار کا غلبہ واقتدار محض سیاست وحکومت تک محدود نہ تھا بلکہ سیاست وحکومت کی آڑ میں تعلیمی وتہذیبی تسلط بھی مطلوب ومقصود تھا چنانچہ برطانوی استعمار نے ایک منظم سازش کے تحت مغربی تہذیب عیسائیت کو بھی فروغ دیا اس سازشی منصوبے کے تحت عیسائی پادریوں نے مسلمان اور ہندوؤں کو مختلف ہتھکنڈوں کے ذریعہ نہ صرف تبدیلی مذہب پر مجبور کیا بلکہ عیسائی پادریوں نے اپنے مذہب کی تائید وحمایت اور دیگر مذاہب خصوصاً اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر حملے بھی کیے عیسائی پادری یہ بات اچھی طرح سمجھتے تھے کہ عیسائیت کی پذیرائی اور قبول عام مسلمانوں کے دلوں سے اسلام، قرآن اور پیغمبر اسلام ﷺ کی عظمت و اہمیت کو ختم کیے بغیر ممکن نہیں تھا چنانچہ انہوں نے انگریزی اردو زبانوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی رد میں کتابیں لکھیں ان کتابوں میں چند درج ذیل ہیں۔

(۱) از لیس لی چارلس (۱۸۳۷) کی کتاب ''دین عیسویؑ کی سچائی کے ثبوت''۔

(۲) پادری جے وفس (۱۸۳۹) ''رسالہ اصل افزائش وزوال دین محمدﷺ''۔

(۳) پادری اسمتھ (۱۸۴۳) ''رسالہ تحقیق دین حق''۔

(۴) پادری ایل جے ایچ (۱۸۴۵) ''ابطال دین محمدؐ''۔

یہ امر قابل اطمینان وستائش ہے کہ برطانوی استعمار کے غلبہ واقتدار کے پر آشوب و پُرفتن دور میں پوری طرح مستعد اور بیدار ہے اور انہوں نے اثبات اسلام، صداقت قرآن، دفاع محمد اور ردعیسائیت میں بے شمار کتابیں لکھیں چند کتابیں درج ذیل ہیں۔

(۱) التنقیح فی ولادت مسیح از امام الدین گجراتی (۱۲۳۲)ھ

(۲) رسالہ سوال وجواب عیسائی ومحمدی از مولوی محمد ہادی (۱۲۴۰)ھ

(۳) ردنصاریٰ از محمد ہادی (۱۲۴۲)ھ

(۴) جواب محمدیہ از اکرام الدین شاہجہان آبادی (۱۲۴۵)ھ

(۵) مناظرہ گذ دیں عیسائی ومحمد ہادی از عبدالقادر (۱۲۵۳)ھ

(۶) سیر متقدمین اور کتاب استفسار از سید آل حسن موہانی (۱۲۵۹)ھ

(۷) تنبیہ المخالفین فی جواب امہات المومنین از رحمت اللہ کیرانوی (۱۲۶۹)ھ

(۸) لیست سوال الہیہ الہ دین از رحمت اللہ کیرانوی (۱۲۹۶)ھ

(۹) تصدیق المسیح ورع کلیم التفصیح از رحمت اللہ کیرانوی (۱۲۶۸)ھ

(۱۰) اعجاز عیسوی از رحمت اللہ کیرانوی (۱۲۶۹)ھ

(۱۱) بروق لامعہ از رحمت اللہ کیرانوی (۱۲۷۰)ھ

(۱۲) البحث الشریف فی اثبات النسخ والتحریف کا خلاصہ از رحمت اللہ کیرانوی وڈاکٹر وزیر خان اکبر آبادی (۱۲۷۰)ھ

(۱۳) معیار التحقیق از رحمت اللہ کیرانوی (۱۲۷۰)ھ

(۱۴) تقلیب المطاعین از رحمت اللہ کیرانوی (۱۲۷۰)ھ

(۵) سیف المسلمین رد نصاریٰ از شیخ حیدر علی قریشی (۱۲۷۰)ھ

(۱۶) طریق الحیات از سید عبداللہ (۱۲۷۰)ھ

(۱۷) مباحثہ مذہبی از سید عبداللہ (۱۲۷۰)ھ

(۱۸) تشخیص المقال وتنقیح الاقوال از ابوالمعین (۱۲۷۱)ھ

(۱۹) دفع التعلقیات از محمد علی کان پوری (۱۲۷۲)ھ

(۲۰) سراج ایمان از مولوی حافظ احمد (۱۲۱۵)ھ

مذکورہ بالا تمام کتب اگر چہ براہِ راست سیرت کے موضوع سے متعلق نہیں ہیں لیکن بیشتر ایسی کتابیں ہیں جن کا براہِ راست تعلق سیرت سے ہے۔ مناظرانہ سیرت نگاری کے اس ابتدائی رجحان کے نتیجے میں نہ صرف ایک طرف عیسائیت کے خلاف اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے دفاع دینیہ کا فریضہ انجام دیا گیا تو دوسری طرف سیرت کے تحریری سرمائے میں خاطر خواہ اضافہ ہوا جو اپنی کمیت وکیفیت کے اعتبار سے اپنا خاص وزن رکھتا ہے۔

(۸) مسلمانوں میں اپنے دین، قرآن اور پیغمبر ﷺ سے محبت وعقیدت فطری طور پر موجود تھی جس کا اظہار وہ اپنی عبادات کے مخصوص طریقوں کے ساتھ روایتی وسماجی روایات کے ساتھ بھی کرتے نظر آتے ہیں، برصغیر پاک وہند میں پیغمبر اسلام ﷺ سے عقیدت ومحبت کے اظہار کا ایک ذریعہ محافل میلاد بھی تھیں، محافل میلاد کا انعقاد نہ صرف رسول اللہ ﷺ کے ولادت باسعادت کے

موضوع پر کیا جاتا تھا بلکہ خوشی اور غم کی تقریبات میں تذکرہ رسول ﷺ کے حوالے سے محافل میلاد منعقد کی جاتی تھیں، ہندوستان میں محافل میلاد کی مجالس کی روایت دوسرے مذاہب کی مذہب تقریبات سے بھی متاثر تھیں لیکن اسے غیر اسلامی نہیں کہا جاسکتا بلکہ وسطی ایشیا کے مسلمانوں اور عثمانی ترکوں کے زمانے سے محافل میلاد کی روایت موجود تھیں محافل میلاد کے روایت کے آغاز وابتدا کی بحث سے قطع نظر یہ ایک حقیقت ہے کہ محافل میلاد کی وجہ سے سیرت رسول پر منظوم کام بھی کثرت سے ہوا بلکہ اردو زبان سیرت بیشتر ذخیرہ منظوم ہے اردو میں '' نامہ کے لفظ کے ساتھ ترکیب پاکر نام حاصل کرنے والی تصانیت نظم ونثر، دیگر احناف کی طرح فارسی کا اثر کا نتیجہ ہیں اس قسم کے نامے مثلاً پند نامہ، شاہنامہ، سیاست نامہ وغیرہ فارسی میں عام تھے ان سے متاثر ہوکر برصغیر پاک وہند کے شعراء میلاد نامہ، شمائل نامہ وفات نامہ اور نور نامہ وغیرہ کے نام سے مذہبی نظمیں لکھیں جو'' مثنوی'' کی صنف کے طرز پر تھیں۔ جنوبی ہند میں کثرت سے میلاد نامے، معراج نامے، وفات نامے، شمائل نامے نور نامے لکھے گئے۔ ﴿۱۳﴾

شعراء کرام نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور واقعات سیرت کو موضوع بنایا اس کا محرک اصلاً محافل میلاد کی روایات تھیں۔ چنانچہ کثرت سے مولود نامے، معراج نامے، وفات نامے، شمائل نامے اور نور رامے وجود میں آئے۔

میلاد نامے وہ نظم ہے جس میں آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت کا حال قلمبند کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر تو یہ صنف حضور اکرم ﷺ کی پیدائش کے لیے وقف ہے لیکن بیشتر مولود ناموں میں آپ کی ولادت سے لیکر وفات تک کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ گویا مولود نامہ منظوم سیرت کا دوسرا نام ہے۔

'' معراج نامہ'' وہ نظم ہے جس میں آنحضرت ﷺ کی زندگی کے ایک محیر العقول واقعہ'' سفر معراج'' کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ اکثر معراج ناموں میں اس مہتم بالشان واقعہ کو افسانوی شکل میں بیان کیا جاتا ہے۔

'' وفات نامہ' وہ نظم ہے جس میں آنحضرت ﷺ کے سانحہ ارتحال کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔

'' شمائل نامہ'' وہ نظم ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کے ظاہری جسم کی صفات بیان کی جاتی ہیں۔ اس موضوع پر باقاعدہ کتاب امام ترمذی کی کتاب شمائل ترمذی تمام اردو شمائل ناموں کا اہم اور بنیادی مآخذ ہے۔ شمائل ناموں میں حضور اکرم ﷺ کے حلیۂ مبارک کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں اور جسم اطہر کے ہر عضو کی تعریف کی جاتی ہے، شمائل ناموں میں حضور ﷺ کی عادات وخصائل اور اخلاق عالیہ کا تذکرہ بھی شمائل ناموں کا ایک اہم جز ہے۔

''نور نامہ'' وہ نظم ہے جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کی تخلیق سے پہلے اپنے نور سے آنحضرت ﷺ کا نور پیدا کیا۔ نور محمدی کا بیان نظم اور نثر دونوں میں کثرت سے کیا گیا ہے۔(۱۴)

سترہویں اور اٹھارویں صدی کے مولود ناموں، معراج ناموں، وفات ناموں، شمائل ناموں، نور ناموں اور دیگر منظومات سیرت پر موجود کتابوں کے منتخب نمونے درج ذیل ہیں۔

ا۔ مولود نامے

مصنف	تصنیف	سال تصنیف	نوع
ا۔عبداللطیف	مولود نامہ	۱۰۷۴ھ/۱۶۶۳ء	مثنوی
۲۔امین گجراتی	تولد نامہ	۱۱۰۴ھ/۱۶۹۳ء	مثنوی
۳۔رحمت اللہ الہ آبادی	مولود نامہ	۱۱۵۲ھ/۱۷۴۰ء	
۴۔رؤف احمد بھوپالی	مولود محمدیہ	۱۱۷۳ھ/۱۷۶۱ء	
۵۔احمد یار خان	رسالہ مولود مسعود	۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰	
۶۔احمد یار خان	مولود النبی	۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء	
۷۔محمد کفایت علی کافی مراد آباد	مولود شریف بہاریہ	۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء	

۲۔معراج نامے

مصنف	تصنیف	سال تصنیف	نوع
ا۔سید بلاقی	معراج نامہ	۱۶۴۶ھ۱۰۵۳ء	مثنوی
۲۔امین گجراتی	معراج نامہ	۱۶۹۲ھ۱۱۴۰ء	مثنوی
۳۔ہاشمی (سعید حیران)	معراج نامہ	۱۶۹۷ھ۱۱۰۹ء	مثنوی
۴۔کمال الدین کمال	معراج نامہ	۱۶۴۶ھ۱۰۵۳ء	مثنوی
۵۔میر قدرت اللہ قاسم	زبدۃ الاخبار	۱۶۴۶ھ۱۰۵۳ء	مثنوی

٦۔شاہ رؤف احمد رافت	مرغوب القلوب فی معراج المحبوب	١٠٥٣ھ١٦٤٣ء	نثر

3۔وفات نامے

مصنف	تصنیف	سال تصنیف	نوع
ا۔عبداللطیف	وفات نامہ	١٠٧٤ھ١٦٦٣ء	مثنوی
٢۔عالم گجراتی	وفات نامہ	١٠٨٧ھ١٦٧٦ء	مثنوی
٣۔امین گجراتی	وفات نامہ	١١٠٤ھ١٦٩٢ء	مثنوی
٤۔دریا علی بخش	وفات نامہ سرور کائنات	١١١١ھ	مثنوی
٥۔میر ولی فیاض ولی	وفات نامہ	١١٥١ھ	مثنوی

٤۔شمائل نامے

مصنف	تصنیف	سال تصنیف	نوع
ا۔عثمان	شمائل محمدی یا شمائل نامہ	۔	مثنوی
٢۔عبدالمحمد ترین	شمائل نبوی یا شمائل نامہ	١١٥٠ھ	مثنوی

٥۔نور نامے

مصنف	تصنیف	سال تصنیف	نوع
ا۔مراد نابینا	نور نامہ	١٠٥٠ھ١٦٤٤ء	مثنوی
٢۔امین الدین اعلیٰ	نور نامہ	١٠٨٦ھ١٦٧٥ء	مثنوی
٣۔شاہ عنایت اللہ قادری	نور نامہ	١١١١ھ	مثنوی
٤۔شریف	نور نامہ	١١١٥ھ١٧٠٣ء	مثنوی

٦۔منظوم کتب سیرت

مصنف	تصنیف	سال تصنیف	نوع

۱۔ولی ویلودی	روضۃالانوار	۱۱۵۹ھ۱۷۴۳ء	مثنوی
۲۔نوازش علی شیدا	اعجاز احمدی	۱۱۸۶ھ	
۳۔محمد باقر آگاہ	ہشت بہشت (آٹھ سال)	۱۱۸۵ھ۱۲۰۶ء	
۴۔مخدوم حسینی	معجزات رسالت	-	
۵۔سید امیر الدین حسینی	ممتاز التفسیر	۱۲۵۰ھ	
۶۔سلطان محمد قلی قطب	عید میلاد النبیؐ	-	

منظوم سیرت نگاری کے مذکورہ بالا اصناف کے رجحان کے نتیجے میں دو نمایاں اثرات نظرات نظر آتے ہیں اول یہ کہ عامۃ المسلمین کا رشتہ وتعلق سنت و سیرت سے استوار ہوا دوم یہ کہ مطالعہ سیرت کے رجحان میں اضافہ اور نثری سیرت نگاری کا بھی ذوق پر اثر انداز ہوا۔ سیرت اور سیرت نگاری کے فن کے فروغ میں منظوم سیرت سیرت نگاری کے اثرات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

حواشی .... باب سوم

(۱) ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے اپنے مقالے ''اردو میں سیرت نگاری'' میں لکھا ہے کہ ''اردو میں سیرت نگاری کے دور کا حقیقی آغاز سرسید اور ان کے رفقاء سے ہوا'' (نقشِ سیرت ص۶۲) ڈاکٹر کشفی نے سیرت نگاری کے حوالے سے یہ بات اردو زبان کے متعلق کہی ہے جس کا واضح مطلب ہے کہ اردو سے پہلے برصغیر پاک وہ ہند میں دوسری زبانوں میں سیرت نگاری کا تحریری سرمایہ نگاری کا وجود نہیں تھا جو غلط ہے ۔

(۲) فتح سندھ کے بعد سیرت نگاری کے حوالے سے ابو معشر نجیع سندھی (م ۔۱۷۰ھ) کا نام قابل ذکر ہے انہوں نے ''کتاب المغازی تالیف کی ۔ یہ کسی سندھی عالم کی سیرت پر پہلی تصنیف تھی لیکن امتداد زمانہ کے باعث یہ کتاب محفوظ نہ رہ سکی البتہ ابو معشر سندھی کے بعد امام ابو جعفر دیبلی سندھی (م ۳۲۲ھ) نے رسول اللہ ﷺ کی جانب سے دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں مختلف سلاطین کے نام ارسال کردہ خطوط جمع کیے اور خطوط پر مشتمل ''مکاتیب النبی ﷺ کے نام سے کتاب مرتب کی جو اپنے طرز کی پہلی کتاب تھی اور ب تی یہ کتاب موجود ہے اس کتاب کا اردو ترجمہ اور تشریح ''فرامین نبویؐ کے نام سے ڈاکٹر عبدالشہید نعمانی نے کیا اور مئی ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی ۔ بخاری، سید گل محمد شاہ 'السیرۃ العالمی کراچی شمارہ۱۳ اپریل ۲۰۰۵ بعنوان' سندھی میں سیرت نگاری'' ص ۲۷۳

(۳) خالد، انور محمود ڈاکٹر 'اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ' اقبال اکادمی لاہور ۱۹۸۹ء

(۴) شاہ، سید زوار حسین شاہ، مولانا 'حضرت مجدد الف ثانی کراچی ۱۹۷۵ء

(۵) زوار حسین شاہ ص ۶۷۸ ۔ ۶۷۹

(۶) نظامی، خلیق احمد 'حیات شیخ عبدالحق' ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۳ء

(۷) دہلوی، شیخ عبدالحق محدث 'مدارج النبوۃ ترجمہ غلام معین الدین' کراچی

(۸) دہلوی، شیخ عبدالحق، محدث 'جذب القلوب الی دیار المحبوب' ترجمہ سید حکیم عرفان علی پیلی بھیت' لاہور

(۹) انور محمود خالد ص ۲۱۳

(۱۰) ایضاً ص ۲۴۳

(۱۱) ایضاً ص ۲۴۸

(۱۲) ایضاً ص ۲۶۲

(۱۳) انور محمود خالد ص ۲۳۱

(۱۴) انور محمود خالد ص ۲۳۳

باب چہارم

سیرت نگاری کا آغاز

(۱۸۵۷ء۔۱۸۹۷ء)

باب چہارم

سیرت نگاری کا آغاز

(۱۸۵۷ - ۱۸۹۷)

(۱)

۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی کی ناکامی اور برطانوی استعمار کے کامل سیاسی غلبہ واقتدار سے برصغیر میں جہاں ایک طرف مسلمانوں پر ابتلاء آزمائش کا ایک نیا دور شروع ہوا اور مغربی اور عیسائی افکار اور خیالات کی یلغار نے سیاسی، مذہبی، معاشرتی اور ثقافتی رجحانات، میں تبدیلیاں پیدا کیں تو دوسری طرف سیرت نگاری کا فن بھی اس سے متاثر نہ رہ سکا۔

ذیل میں ہم ان تبدیلیوں کا اختصار سے جائزہ لیں گے اور ان تبدیلیوں کے اثرات کے نتیجے میں فن سیرت نگاری میں جو تغیرات اور رجحانات ظاہر ہوئے ان کا بھی تجزیہ کریں گے:

(۲)

ہندوستان میں برطانوی استعمار کی تاریخ تین سو سال زائد عرصے پر محیط ہے۔ ۱۶۰۸ء سے ۱۷۵۷ء تک کا زمانہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی ہندوستان میں توسیع کا زمانہ ہے۔ ۱۷۵۷ء میں پلاسی کی کامیابی کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کے استحکام کا دور شروع ہوتا ہے۔ ۱۷۵۷ء سے ۱۸۳۲ء تک کمپنی نے تجارت کے ساتھ حکومت بھی سنبھال لی اور بدترین استحصال شروع کیا۔ ۱۸۳۳ء سے ۱۸۵۷ء کمپنی کی خالص حکومت کے پچیس سالہ دور میں مسلمانوں پر ملازمت اور تعلیم کے دروازے بند کر دیے گئے، ہندوؤں کو ہر شعبہ میں ترجیح دی جانے لگی، ہندوؤں کو از راہ محبت ''نرم ہندوؤں'' کا لقب دیا جاتا تھا اور مسلمانوں کا تذکرہ ''خوفناک'' اور ''مجنون'' کی صفات کے بغیر شاذ و نادر کیا جاتا تھا۔ مسیحی مبلغین نے اسلام اور مسلمانوں پر اعلانیہ حملے کر رہے تھے۔ مسلمان مسیحی مبلغین کی آنکھ میں خار کی طرح کھٹکتے تھے۔﴿۱﴾

۱۸۵۷ء میں برطانوی حکمرانوں کے خلاف مزاحمت فی الحقیقت برطانوی استعمار کی استحصالانہ پالیسی کے خلاف ردعمل تھا

اس ردعمل میں اگر چہ ہندو بھی شریک تھے لیکن مزاحمت کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے انتقام کا نشانہ مسلمانوں کو بنایا، گولیوں کی بوچھاڑ میں عورتوں بچوں کا خون بہایا۔ سب سے قابل مذمت وہ سزائیں تھیں جو مظلوموں کی مذہبی جذبات کی توہین کرتی تھیں، باغی کا بھی ایک حق ہوتا ہے کہ اسے ایک مہذب طریقے سے پھانسی دی جائے مگر مسلمانوں کو سور کی کھالوں میں سلوانا، سوروں کے خون میں نہلانا ان کی لاشوں کے اعضاء کو کاٹنا بڑی تعداد میں پھانسی دینا اور، مسلمانوں کی جائیدادوں کو ضبط کرنے کی اندھی کاروائیاں کی گئیں۔ ﴿۲﴾

۱۸۵۷ء کے بعد کے حالات مسلمانوں کے لیے انتہائی ناگفتہ بہ ہو چکے تھے نہ صرف غیر مسلم قومیں بلکہ غیر ملکی مغربی قومیں بھی مسلمانوں کے خلاف مقابلہ پر آ گئی تھیں برطانوی استعمار میں مسلمانوں پر اپنا کامل غلبہ اور تسلط قائم کر لیا تھا، سکھ مسلمانوں سے بے زار تھے۔ اس لیے انگریزوں سے تعاون کرنے لگے اور ہندوؤں نے بھی ہوا کا رخ بدلنے پر انگریزوں سے اپنی وفاداریاں استوار کرنا شروع کر دیں۔ یہ صورتحال نازک اور خطرناک تھی کہ انگریزوں اور ہندوؤں نے اپنی اپنی کامیابی کی بنیاد ایک دوسرے کے تعاون واشتراک پر رکھی دونوں کی اسلام اور مسلمان دشمن طاقتوں کی نقصان دہ سرگرمیوں اور اپنے سیاسی زوال اور معاشی بدحالی کے باعث ہر طرف سے خطرات اور مشکلات میں گھیرے ہوئے تھے۔ ﴿۳﴾

انگریزوں نے مسلم تشخص کو ختم کرنے کے لئے ایک ایسی سرد جنگ کا آغاز کیا جس کا مقصد مسلم نسل کے فکر وعمل سے مذہب اور دین کی وابستگی کو ختم اور بنیادی عقائد کے بارے میں تشکیک پیدا کرنا تھا، چنانچہ عیسائی لٹریچر کا ایک طوفان پورے ملک میں پہنچا دیا گیا، اور عیسائی مشنریوں کی فوج ظفر موج کے بے پناہ وسائل اور ہتھکنڈوں کی اس مہم میں لگ گئی۔

برصغیر میں عیسائیت کی تبلیغ سولہویں صدی کے آغاز میں شروع ہو چکی تھی اور عیسائی مشنریاں بڑے جارحانہ انداز میں تبلیغ کر رہی تھیں۔ ملک کے گوشے گوشے میں کلیسا قائم ہو رہے تھے اور مختلف ذرائع سے عیسائیت کی برتری ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی تھی مختلف تبلیغی مشن اپنے تعلیمی ادارے قائم کر رہے تھے اور مفلس ہندوستانی مختلف قسم کی رعایتوں کے لالچ میں عیسائیت قبول کر رہے تھے انگریز عہدے داروں نے فوجیوں میں عیسائیت کی تبلیغ کی حوصلہ افزائی کی اور ایسٹ انڈیا کی کمپنی کے ملازم مسیح کے سپاہی بن کر مذہبی جہاد میں سرگرم رہے وہ کہتے تھے کہ اگر براعظم کے اس وسیع علاقے کو مسیح کے لیے فتح نہ کیا گیا تو ہندوستان میں برطانوی حکومت کے قیام کا سارا مقصد ختم ہو جائے گا۔ سرکاری مدرسوں میں انجیل کی تعلیم لازمی تھی بعض قوانین اس لئے بنائے گئے

تھے کہ عیسائیت قبول کرنے والوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔عیسائی مبلغین بازاروں، شفاخانوں، جیل خانوں میں جس جگہ موقع ملتا تبلیغ کرنے لگتے اخباروں اور رسالوں میں جو بڑی حد تک حکومت کے اختیار میں تھے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر حملوں کی روایت پڑ گئی تھی۔یو پی کے گورنر سر ولیم میور نے The Life of Prophet میں آنحضرت ﷺ کی ذات مبارکہ پر رکیک حملے کیے ازواج مطہرات، مسئلہ جہاد، تعداد ازواج جیسے مسائل پر خوب گندگی اچھالی گئی صاف صاف لکھا گیا کہ دنیا کو اس وقت دو خطرے درپیش ہیں ایک محمد کی تلوار ہے اور دوسرا محمد ﷺ کے قرآن سے جب تک ہم ان دونوں کو ختم نہیں کر دیں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔﴿۴﴾

انگریزوں نے دین و مروت کی مخالفت پر مبنی ایک نیا نظام تعلیم نافذ کیا جو ایک سازش تھی، انگریزی تعلیم کے نام پر عیسائیت کی تبلیغ کی جا رہی تھی۔چنانچہ ڈائرکٹر کمپنی مسٹر چارلس گرانٹ نے اس نظام تعلیم کا بنیادی مقصد ان لفظوں میں بیان کیا تھا۔

''یہ بات بالکل انگلستان کے اختیار میں ہے کہ وہ ہندوؤں کو بتدریج ہماری زبان سکھائے اور بعد میں اس کے ذریعے ہمارے فنون، فلسفہ اور مذہب کی تعلیم دے مگر بلاشبہ سب سے اہم تعلیم جو ہندوؤں کو ہماری زبان کے ذریعے ملے گی وہ ہمارے مذہب کی معلومات ہونگی۔مسلمانوں نے اپنی سلطنت کے زمانے میں ہندوستان کے کریکٹر میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا اس اندیشے نے کہ تعلیم پھیلنے سے کسی زمانے میں ہماری حکومت متزلزل نہ ہو جائے اور ہمارے فوائد کو نقصان نہ پہنچے ہمیں ہندوستان کے سچے مذہب (مذہب عیسوی) سے اور بہترین اخلاق سے اور علوم و فنون کے اصول سے محروم نہیں کرنا چاہیے انگریزوں نے ملک بھر آگرہ، کلکتہ، اجمیر، بنارس، بریلی، دہلی، ڈھاکہ، لاہور، پٹنہ، مدہام پور، لکھنؤ، ہگلی، کرشن نگر کالج قائم کیے گئے۔جن کی تعلیم کے نتائج انتہائی پریشان کن ثابت ہوئے''۔﴿۵﴾

عالمی سیاست میں دنیائے اسلام کو ہمیشہ سے ایک اہم مقام حاصل تھا اس کو یہ اہمیت اس وقت حاصل ہوئی جب بحری راستوں سے آمد و رفت مین سہولتیں پیدا ہوئیں اور مشرق و مغرب میں آمد و رفت اور تجارت کا سلسلہ شروع ہوا۔بعد میں جب تجارتی تعلقات نے سیاسی رنگ اختیار کیا اور بین الاقوامی سیاست کا رجحان پیدا ہوا تو اس کا مرکز بھی مشرقِ قریب میں قرار پایا، ابتداء میں جس طرح تجارت میں مشرق کو سبقت حاصل تھی اسی طرح سیاست میں اس کا پلہ بھری تھا، پہلے تو تجارتی راستوں کے مختلف حصوں پر الگ الگ حکومتوں کا قبضہ تھا لیکن سولہویں صدی کے شروع میں اسلامی ممالک کی قیادت آہستہ آہستہ ترکی کے ہاتھ میں آ گئی ترکان

آل عثمان یورپ کے ابھرے ہوئے مستقبل کو قریب سے دیکھ رہے تھے ان کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ علم وعقل کے میدان میں پیش قدمی کریں اور یورپ کی عیسائی قوموں پر برتری حاصل کریں لیکن ترکوں کی بدقسمتی سے زیادہ یہ مسلمانوں کی بدقسمتی تھی عین ترقی اورعروج کے زمانے میں تنزل اور انحطاط شروع ہوگیا ان کا تنزل صرف علم وحکمت میں نہ تھا بلکہ یہ ایک ہمہ گیر اور عوامی انحطاط تھا ۔حتیٰ کہ وہ اپنے فنونِ جنگ میں بھی یورپ سے اس حد تک پیچھے رہ گئے کہ ۱۷۷۴ء میں یورپ نے انہیں شکست دے کر دنیا پر یہ ظاہر کردیا کہ ترک جنگی طاقت میں یورپ سے پیچھے رہ گئے ہیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک صدی کے عرصے میں ترکی کے مقبوضات رفتہ رفتہ ہاتھ سے نکلتے گئے اور ،مغربی طاقتیں ان پر قابض ہوگئیں ،یورپ اب پوری توانائی کے ساتھ وسیع وعریض دنیا کی طرف بڑھ رہا تھا ،اسلامی ممالک کی اندرونی انحطاط نے اسے یہاں بھی پیش قدمی کا موقع دیا جو اس کی دیرینہ خواہش تھی سلطنت عثمانیہ کے کمزور ہو جانے سے انہیں ایک نادر موقع مل گیا اور روس ، برطانیہ ،فرانس ، جرمنی ،اٹلی ،یونان اور آسٹریلیا سب اسلام کے مختلف ملکوں پر ٹوٹ پڑے اور اپنی اپنی خواہش کے مطابق انہیں ہضم کرنے لگے ،ہندوستان کی ہزار سالہ اسلامی مملکت انگریزوں کے قبضے میں چلی گئی اور مصر اور تیونس پر بھی برطانوی تسلط قائم ہوگیا روس نے بحر اسود کی طرف قدم بڑھائے اس کی خواہش تھی کہ قسطنطنیہ پر اس کا قبضہ یا کم از کم اثر قائم ہو جائے ترکی کے بیشتر حصے پر اس نے اپنے قدم جمائے اور وسطی ایشیاء میں سمرقند پر قبضہ کرلیا اور بخارا کی امارت کو اپنے قبضے میں لے لیا ،ایران کا بھی کچھ حصہ اس کے تحت چلا گیا ،فرانس ،شمالی افریقہ پر اپنا قبضہ جما رہا تھا ۔

بیسویں صدی کی ابتداء میں دنیائے اسلام کا مسئلہ اور بھی اہم ہوگیا روس ،برطانیہ اور جرمنی مشرقِ قریب میں خاص دلچسپی لینے لگے روس کی لالچ کبھی انتہاء پر نہ پہنچی ۔جرمنی اب برلن کے سے بصرہ تک اپنا اقتدار قائم کرنے کا تہیہ کیے ہوئے تھا آسٹریا سالونکا کا طلب گار تھا ،آسٹریا اور جرمنی نے اپنے مقاصد کے لیے آپس میں اتحاد کیا جس کے جواب میں برطانیہ اور روس بھی ایک ہوئے ،مغرب میں آمنے سامنے دو گروہ بن گئے ،پہلی جنگ عظیم کا ایک اصل سبب یہ بھی تھا کہ یہ مشرق سے شروع ہوئی اور مشرق ہی کے لیے لڑی گئی ، جنگ عظیم تک مشرق قریب اور دنیائے اسلام کے ملک یا تو یورپ کی بڑی بڑی طاقتوں کے قبضے میں تھے یا ان کے زیر اثر تھے اب بین الاقوامی سیاست کی اس صورتحال میں ان میں ایک اندرونی بے چینی بھی پیدا کردی ہندوستانی مسلمان عالم اسلام کی اس صورتحال سے بھی متاثر ہوئے انہیں جہاں اپنی محکومی اور زوال کا دکھ محسوس ہوتا تھا تو ان کے لئے عالم اسلام کا یہ احوال بھی اضطراب اور بے چینی کا سبب تھا ۔﴿۶﴾

اس سیاسی ، مذہبی ،تعلیمی ،معاشرتی اور بین الاقوامی سیاست کے تناظر میں مسلمانوں کے رویے اور سوچ میں بھی تبدیلی ہوئی یہ طائرانہ جائزہ سیرت نگاری کے فن کے مختلف رجحان کے ادراک میں انتہائی معاون ہوگا اس تبدیلی کی نوعیت کیا تھی آیئے اس کا جائزہ لیں۔

(ا) ۱۸۵۷ء کے نتائج کے اعتبار سے مسلمانوں میں طرزِ فکر کے لحاظ سے دو گروہ بن گئے تھے انگریزی تہذیب کے اثر نے اور ہندوؤں کی روز افزوں ترقی نے مسلمانوں کے ایک گروہ کو بہت متاثر کیا اس تاثر نے اس میں یہ احساس پیدا کیا کہ ان کی موجودہ ذلت ،پستی اور ناکامی کی وجہ انگریز دشمن اور انگریزی تہذیب وتمدن سے دشمنی اور اختلاف ہے انہیں اپنے اس رویے پر نظر ثانی کرنی چاہیے ان کے لیے ضروری ہے کہ انگریزی تعلیم حاصل کریں انگریزی تہذیب کو اختیار کریں اس احساس نے مسلمانوں کے اس گروہ کو کشمکش اور ندامت کے محاذ سے کھینچ کر مصلحت اور عافیت کے راستے پر ڈال دیا جب کہ دوسرا گروہ اس کے برعکس اپنی دینی اور ملی اقدار وروایت پر قائم رہا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۵۷ء کے بعد کی صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمانوں میں دو علیحدہ علیحدہ مکاتب فکر سامنے آئے ایک نے اپنے اصول ونظریے کی بنا پر مسلمانوں میں احیائے اسلام کا جذبہ بیدار و برقرار رکھنے کی کوشش کی ،وہ انگریز اور انگریزی تہذیب کے آگے سپر ڈالنے کے بجائے اپنے دینی اور ملی وجود کو برقرار رکھنے کے لیے مسلمانوں میں ہر قسم کے ایثار اور قربانی کا جذبہ پیدا کرنے اور اپنی اقدار وروایات اور تہذیب ونظریہ حیات پر ثابت قدم رہنے میں مصروف رہے یہ بلاشبہ ایک جرت اور استقامت کی پالیسی تھی۔

دوسرے گروہ نے انگریز کی حاکمیت اور انگریزی علوم اور جدید نظریات کی تحصیل کو قوم کی لیے مفید قرار دیا اس کا طرز فکر انگریزوں سے تعاون اور اشتراک کے ذریعے بظاہر یہ یقین دلاتا ہے کہ وہ انگریز دشمن ومخالف نہیں بلکہ حکومت کے وفادار اور معاون ہے اور اس کے صلہ میں محض حکومت کے نظم ونسق میں اپنا حصہ لینا تھا اس قسم کا طرز عمل اس وقت کے حالات کے تقاضے میں بظاہر فطری نظر آتا تھا لیکن اس کے اثرات اور نقصانات دوررس نتائج کے حامل ہو سکتے تھے اس کا اندازہ اس گروہ کو نہ تھا اگر چہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ڈیڑھ سو سال کی مزاحمت اور آزادی کی جدوجہد میں انہیں ناکامی نقصان اور معاشی بدحالی سے دوچار کیا تھا یہ دو مکاتب فکر تھے ﴿۷﴾ جس نے سیرت نگاری پر محسوس اور غیر محسوس اثرات مرتب کیے۔

(۳)

مسلمانوں نے عیسائی مشنریوں کے مذموم عزائم کے آگے سپر نہیں ڈالی اور اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف حملوں کا بھرپور دفاع کیا مسلمانوں نے عیسائیت کے خلاف علمی، عملی اور قلمی جہاد کیا ایک طرف مناظروں کے ذریعے عیسائیت سے مسلمانوں کو بچایا تو دوسری طرف قلم سے جہاد کے ذریعے عیسائیت کا مؤثر رد کیا عیسائی مبلغوں اور نام نہاد دانش وروں نے پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف جو بے ہودہ الزامات عائد کیے اس کے مؤثر جواب کی قلمی مہم چلائی اور اس میں کامیابی حاصل کی ردعیسائیت کی تحریک کے اثرات مختلف زاویوں سے سیرت کے تحریری مواد میں نظر آتے ہیں جس کا تفصیلی جائزہ اس باب میں آگے چل کر لیں گے۔

(۴)

انیسویں صدی کے اختتام پر ساری دنیائے اسلام پر مغربی اور سامراجی قوتوں کا جو غلبہ اور تسلط تھا اس سے نجات کی سیاسی اور علمی جدوجہد کی گئی، علمی جدوجہد کے حوالے سے سیرت ایک اہم اور مؤثر ذریعہ تھا چنانچہ اس عہد کی سیرت نگاری میں مغربی اور سامراجی قوتوں سے نجات کا رجحان بھی پایا جاتا ہے اگرچہ کہ سیرت نگاری میں یہ اثرات بہت دیر سے نظر آئے تاہم عالمی سیاسی حالات نے بھی سیرت نگاری کو متاثر کیا۔

اب اس جائزے کی روشنی میں سیرت نگاری کی پیش رفت کا جائزہ لیں گے۔

مولود ناموں کی روایات واثرات

برصغیر پاک وہند میں اور عالمی سطح پر مختلف نوع تغیرات کی روشنی میں انیسویں صدی کے نصف آخر میں سیرت نگاری کی جو جہتیں اور رجحانات سامنے آئے ان میلاد ناموں کی روایت بہت اہم ہے۔

برصغیر پاک وہند میں سیرت نگاری کے حوالے سے مولود ناموں کی مستحکم روایت ملتی ہے اور اس کا سبب محافل میلاد کی مجالس کا کثرت سے رواج تھا۔ مجالس میلاد کا رواج کم وبیش تمام مسلم ممالک میں موجود تھا، ساتویں اور آٹھویں صدی میں اندلس اور مراکش وغیرہ میں بادشاہ نہایت شان وشوکت سے مجالس میلاد کا انعقاد کرتے تھے ہندوستان کے مغل بادشاہوں میں سب سے زیادہ دھوم دھام سے محافل میلاد کی مجالس بیجاپور کے عادل شاہی حکمرانوں کے ہاں ہوتی تھیں۔ یکم ربیع الاول سے ۱۲ ربیع الاول تک ہر روز مجلس منعقد ہوتی تھی۔ عید میلاد النبی (ﷺ) کی آمد سے قبل ہی ضیاع ہنرمند اور استادان صنعت وحرفت شاہی عمارتوں کو آراستہ

کرتے تھے۔ ﴿۸﴾

مغلیہ خاندان میں شاہجہان بادشاہ کے ہاں بارہویں ربیع الاول کو مجلس میلاد منعقد ہوا کرتی تھی۔ یہ محفل رات کے وقت شاہ جہاں کے خاص دربار میں جمتی اور سب امراء، فضلاء، صلحاء اور سادات موجود ہوتے تھے۔ تخت شاہی دربار سے ہٹا دیا جاتا تھا اور بادشاہ دوسرے لوگ کے ساتھ نہایت ادب سے فرش پر بیٹھ کر مولود شریف سنا کرتے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں بھی یہ طریقہ جاری رہا حتیٰ کہ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ کے وقت تک شاہی دربار میں بھوم دھام سے مجلس میلاد کے انعقاد کا پتہ چلتا ہے۔

محفل میلاد کی کثرت اور رواج مسلمانوں کی حضور اکرم (ﷺ) سے عقیدت و محبت کا اظہار کا ذریعہ تھیں چنانچہ اس وقت کے شعراء نے ان کی اہمیت و ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے سیرت نبوی (ﷺ) کو مولود ناموں کی شکل میں پیش کیا گیا۔ مولود ناموں کے حوالے سے قدیم علماء نے بھی کام کیا ہے ان میں چند قابل ذکر ہیں:

☆ مورد الصادی فی مولد الهادی ۔ از حافظ شمس الدین محدث دہلوی
☆ الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم ۔ از محمد بن عثمان لولوی دمشقی
☆ عرف التعریف فی مولد الشریف ۔ از ابن جزری
☆ نفحات العنبریه فی مولد خبر البریة ۔ از مجدالدین
☆ النعمة الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدمؑ ۔ از علامہ ابن حجر مکی
☆ تحفة الاخبار فی مولد المختار ۔ از علامہ ابن حجر مکی
☆ مولد النبی ﷺ ۔ از عبدالرحمٰن ابن جوزی

مذکورہ بالا مولود شریف میں سے بیشتر کا اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

محافل میلاد اور مولود نامے عامۃ الناس میں سیرت رسول (ﷺ) کے تعارف و تعلق کا ذریعے ثابت ہوئے اگر ہندوستان کے ابتدائی دور اور وسطی دور میں سیرت رسول (ﷺ) کی آگاہی کے بارے میں جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ پہلے کے مقابلے میں سیرت رسول (ﷺ) کے بارے میں تعارف اور تعلق میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے اس حوالے محافل میلاد اور مولود ناموں کو فن سیرت نگاری کے ارتقاء میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تاہم ایک اہم بات یہ بھی سامنے آئی کہ بیشتر مولود ناموں کا معیار علمی، تاریخی اور

دینی اعتبار سے کمزور تھا چنانچہ مولود ناموں میں ضعیف اور وضعی روایات کی کثرت کا بھی پتہ چلتا ہے، ایسا دانستہ نہیں ہوا بلکہ جوش عقیدت ومحبت میں کیا گیا لیکن اسے جواز نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے مولود ناموں کے ان نقائص اور ان کے مضمرات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ یہی ''کتابیں'' ہیں جنہوں نے معجزات کی جھوٹی اور غیر مستند روایتوں کا ایک انبار لگا دیا ہے اور ان ہی سے میلاد وفضائل کی تمام کتابوں کا سرمایہ مہیا کیا گیا ہے، خوش اعتقادی اور عجائب پرستی نے ان غلط معجزات کو اس قدر شرف قبول بخشا کہ ان کے پردہ میں آپ کے تمام صحیح معجزات چھپ کر رہ گئے اور حق وباطل کی تمیز مشکل ہوگئی۔ علامہ ندوی نے جن کتابوں کی طرف اشارہ کیا ہے وہ کتب دلائل ہیں۔ وہ آگے لکھتے ہیں کہ اس تمام ذخیرے سے کتب صحاح اور خصوصاً بخاری ومسلم خالی ہیں۔ کتب دلائل کے ان مصنفین کا مقصد معجزات کی صحیح روایات کو یکجا کرنا نہیں بلکہ کثرت سے عجیب وغریب واقعات کا مواد فراہم کرنا تھا تاکہ خاتم النبیین کے فضائل ومناقب کے ابواب میں اضافہ ہو سکے۔ بعد کو جو احتیاط پسند محدثین آئے مثلاً زرقانی وغیرہ، وہ ان روایات کو نقل کرنے کے ساتھ ان کی تردید وتضعیف بھی کرتے گئے، لیکن جو چیز اس وسعت کے ساتھ پھیل گئی ہو جو اسلامی لٹریچر کا ایک جزو بن گئی ہو جو اس کی رگ وپے میں سرایت کرگئی ہو۔ اس کے لیے صرف اس قدر کافی نہیں بلکہ وہ مزید تنقید کی محتاج ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ ہمارے ملک میں میلاد کی مجلسوں میں جو بیانات پڑھے جاتے ہیں وہ تمام ان ہی بے بنیاد روایتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ علامہ سلیمان ندوی نے مولود ناموں پر جو تنقید وتبصرہ کیا ہے وہ صحیح ہے انہوں نے میلاد ناموں میں شامل بعض معجزات کو بھی چیلنج کیا ہے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ بعض واقعات وروایت ایسی ہیں جو گمراہ کن ہیں لیکن جس دور میں مولود ناموں کے رجحان کا اضافہ ہوا اس دور کے مذہبی رجحانات اور معیار کو پیش نظر رکھنا ہوگا، عیسائیت اور ہندو مت نے جس طرح یلغار کی تھی اور ایک کثیر المذہبی معاشرے میں جو مذہبی روایات موجود تھیں اس سے سادہ لوح مسلمان متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ ﴿۹﴾

مولود ناموں اور محافل میلاد کے محرکات کے بارے میں مختلف آرا ہیں ایک محرک ذکر رسول (ﷺ) کے ذریعے ہوئی ثواب کا ذریعہ قرار دیا جاتا ہے تاہم اس عمل کو ہنود ونصاریٰ کے ان تہواروں سے بھی تقویت ملی، جو اپنے مذہبی پیشواؤں کی فضیلت کے اظہار کے لیے مناتے تھے یہ سوچ کر کہ جب دوسرے مذاہب کے لوگ اپنے مذہبی پیشواؤں جشن اور مدح ستائش کرتے ہیں تو وہ کیوں پیچھے رہیں چانچہ تقاریب میلاد النبی (ﷺ) کو ایک مقدس ہوار کی شکل دیدی گئی۔ ملا علی قاری اپنے رسالے ''مورد

الردی'' میں ابن جزری (م۸۳۳ھ) کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ جب ''نصاریٰ اپنے نبی کی پیدائش کی رات کو عید اکبر مناتے ہیں تو اہل اسلام کو ان سے زیادہ اپنے نبی کی تکریم و تعظیم کرنا چاہیے۔''

۱۸۵۷ء کے بعد مولود ناموں میں کثرت سے اضافہ ہوا، نئے مولود ناموں کی تصانیف کے ساتھ عربی اور فارسی کے مولود ناموں کا ترجمہ بھی جاری رہا، قاموس الکتب سے چند مولود ناموں کی فہرست دی جا رہی ہے:

مولود نامے ۱۸۵۷ء.........۱۸۹۷

نمبر شمار	کتاب	مصنف	صفحات	سن اشاعت	سن وفات مصنف	مقام اشاعت
۱	انوار رسول ﷺ	غفار شاہ قادری	۴۰	طبع ۱۲۷۵	۱۸۵۸	بنگلور
۲	رسالہ میلاد شریف	نواب محسن الملک		تالیف ۱۲۷۷	۱۸۶۰	
۳	خدا کی رحمت	مولوی غلام امام شہید الہ آبادی		تالیف ۱۲۷۷	۱۸۵۰	مدراس
۴	مولود شریف	خواجہ الطاف حسین حالی	۹۸	تالیف ۱۲۸۱ھ	۱۸۶۴ء	پانی پت
۵	مولود سعیدی	مولوی محمد علی خان سعید	۴۸	...	.	دہلی
۶	سودائے آخرت	عبدالقادر	۱۸۲	تالیف ۱۲۸۲ھ	۱۸۶۵ء	
۷	مولود شریف	امام بخش ناسخ لکھنوی		تالیف ۱۲۸۳ھ	۱۸۶۶	.....
۸	خیر الاذکا فی ذکر سید الاخیار	غلام محمد......ہادی علی خان		تالیف ۱۲۸۴ء	۱۸۶۷	....
۹	مولود عرض بہار	مرزا علی	۶۶	طبع ۱۲۸۴ھ	۱۸۶۷	لکھنؤ
۱۰	نور الایمان فی آثار	ایضاً	.....	....	......	......
۱۱	اسرار نبوت ﷺ	محمد ظہیر الدین بلگرامی۔۔	۱۹۲	طبع ۱۲۸۷ھ	۱۸۷۰ء	لکھنؤ
۱۲	مولود شریف	....	.....	....	....	لکھنؤ

۱۳	مولود شریف جدید	صوفی احمد خان اکبرآبادی	۹۲	طبع ۱۲۸۷ھ	۱۸۷۰ء	آگرہ
۱۴	نجات العاشقین	محمد ابراہیم ہاشمی	......	تالیف ۱۲۸۷ھ	۱۸۷۰ء	......
۱۵	رسالہ میلاد شریف	سید احمد علی	....	طبع ۱۲۸۷ھ	۱۸۷۰ء	......
۱۶	سرور القلوب فی ذکر المحبوب	مولوی محمد تقی خان بریلوی	۲۵۸	طبع ۱۲۸۸ھ	۱۸۷۱ء	کان پور
۱۷	سرور القلوب فی ذکر المحبوب	رضا علی خان	۵۸	تالیف ۱۲۸۸ھ	۱۸۷۱ء	
۱۸	مہر نبوت	مردان علی شاہ		طبع ۱۲۸۸ھ	۱۸۷۱ء	لکھنؤ
۱۹	فضائل میلاد	مولوی سلامت اللہ کانپوری	۳۳	طبع ۱۲۸۹ھ	۱۸۷۲ء	کان پور
۲۰	اذکار محمدی (میلاد شریف)	وزیر الدین	۸۰	طبع ۱۲۸۹ھ	۱۸۷۲ء	آگرہ
۲۱	شبیہہ احمد	محمد جمال الدین حسین	۵۱	طبع ۱۲۸۹ھ	۱۸۷۲ء	لکھنؤ
۲۲	توشۂ عقبیٰ (آنحضرت کے اسمائے مبارک)	محمد عباس	..	طبع ۱۲۹۰ھ	۱۸۷۳ء	مدراس
۲۳	راحت القلوب فی مولود المحبوب	عبدالسمیع	۱۱۴	طبع ۱۲۹۰ھ	۱۸۷۳ء	لکھنؤ
۲۴	مولود شہید شریف	مولوی غلام امام شہید الہ آباد	۹۲	متوفی ۱۲۹۲ھ	۱۸۷۵ء	آگرہ
۲۵	میلاد مصطفےٰ	سید وزیر حسین اخوی	۱۰۴	طبع ۱۱۹۲ھ	۱۸۷۵ء	سیتاپور
۲۶	مولود رسول اکرم ﷺ	فیض احمد خان	۱۹	۱۲۹۳ھ	۱۸۷۶ء	......
۲۷	میلاد شریف (معروف بہ آفتاب عالم تاب)	حکیم محمد احسن امروہوی	۱۳۶	طبع ۱۲۹۳ھ	۱۸۷۶ء	دہلی
۲۸	مقبول سرمدی (معروف بہ آفتاب عالم تاب)	محمد باقر علی ہمسر لکھنوی	۷۶	طبع ۱۲۹۳ھ	۱۸۷۶ء	لکھنؤ
۲۹	اذکار محمد	مولوی محمد امیر	۷۲	طبع ۱۲۹۳ھ	۱۸۷۷ء	آگرہ

۳۰	مولود شریف عزیز	عبدالعزیز محدث لکھنوی	۲۰	طبع ۱۲۹۵ھ	۱۸۷۹ء	لکھنؤ
۳۱	نور الابصار فی ذکر خیر الابرار	محمد حسن	۲۰	طبع ۱۲۹۶ھ	۱۸۸۰ء	لکھنؤ
۳۲	مولود شریف نبی کریم	صاحب علی خان	۳۲	طبع ۱۲۹۸ھ	۱۸۸۱ء	الہ آباد
۳۳	سرور بشر	منور حسین بشیر	...	طبع ۱۲۹۸ھ	۱۸۸۱ء	......
۳۴	زبور ایمان (میلاد)	انوار علی	۱۲۲	طبع ۱۲۹۸ھ	۱۸۸۱ء	لکھنؤ
۳۵	نور محمدی	محمد اسماعیل	۱۷۵	طبع ۱۳۰۰ھ	۱۸۸۳ء	میرٹھ
۳۶	شمس الضحیٰ فی میلاد مصطفیٰ	مولوی مجیب انور لکھنوی	۲۴	طبع ۱۳۰۱ھ	۱۸۸۴ء	......
۳۷	ریاض الازہار	محمد وجیہہ الدین رضوی	۲۳۲	۱۳۰۲ھ	۱۸۸۵ء	...
۳۸	مولد شریف	فخر الدین احمد الہ آبادی		متوفی ۱۳۰۳ھ	۱۸۸۵ء	
۳۹	نور ظہور	سید احمد حسین مائل		تالیف ۱۳۰۴ھ	۱۸۸۶ء	
۴۰	الشمامۃ العنبریۃ من مولد	نواب صدیق حسن	۱۲۶	تالیف ۱۳۰۵ھ	۱۸۸۷ء	سیالکوٹ
۴۱	میلاد شریف	برہان الدین	۷۶	طبع ۱۳۰۵ء	۱۸۸۷ء	حیدر آباد دکن
۴۲	خیابان آفرینش	امیر مینائی	۷۰	تالیف و طبع ۱۳۰۵ھ	۱۸۸۷ء	حیدر آباد دکن
۴۳	رسالہ میلاد النبی	مولانا عبدالرزاق فرنگی محل	......	متوفی ۱۳۰۷ھ	۱۸۸۹ء	......
۴۴	مولود شریف پیر مصطفےٰ	مولانا عبدالقادر	...	طبع ۱۳۰۷ھ	۱۸۸۹ء	دہلی
۴۵	الدرر المنتظم فی بیان الحکم	عبدالحق الہ آبادی	۱۴۸	طبع ۱۳۰۷ھ	۱۸۸۹ء	دہلی
۴۶	کلام المحمود فی ذکر اشرف المولود	(ذکر ولادت آنحضرتؐ)	۲۰	طبع ۱۳۰۷ھ	۱۸۸۹ء	لکھنؤ
۴۷	تنشیط العشاق فی احوال النبی المشتاق	مولانا عبدالرزاق فرنگی محل	......	طبع ۱۳۰۷ھ	۱۸۸۹ء	......
۴۸	شمس الہدیٰ فی بیان ولادت مصطفیٰ	مولوی فیض بخش	۴۸	طبع ۱۳۰۸ھ	۱۸۹۰ء	لکھنؤ

۴۹	ذکاء الہدیٰ فی مولد محمد مصطفیٰ	نواب باقر علی خان لکھنوی	......	طبع ۱۳۰۸ھ	۱۸۹۰ء	لکھنؤ
۵۰	محامد النبی فی احوال السید الامی	حامد علی لکھنوی	۳۲	طبع ۱۳۰۸ھ	۱۸۹۰ء	لکھنؤ
۵۱	میلاد محمدی	عبداللہ مقبول احمدی	۶۰	طبع ۱۳۰۸ھ	۱۸۹۰ء	لکھنؤ
۵۲	فضائل محمدی	عبدالحفیظ	۲۳۲	طبع ۱۳۰۸ھ	۱۸۹۰ء	لکھنؤ
۵۳	نالۂ عاصم در بیان میلاد شریف	(اردو، فارسی) عاصم	......	طبع ۱۳۰۹ھ	۱۸۹۱ء	لکھنؤ
۵۴	میلاد سرور انبیاء	قاضی سرور علی	۱۶۰	طبع ۱۳۱۰ھ	۱۸۹۲ء	لکھنؤ
۵۵	ناصر اللبیب فی اسماء الحبیب	ناصر علی		طبع ۱۳۱۰ھ	۱۸۹۲ء	دہلی
۵۶	گلزار ولادت (میلاد)	ایضاً	......	طبع ۱۳۱۰ھ	۱۸۹۲ء	دہلی
۵۷	آئینہ شفاعت (مشہور نتیجہ قیامت)	حکیم سید محمد علی بیدل بریلوی	۲۴	طبع	۱۸۹۵ء	بریلی
۵۸	میلاد شریف	خلیل الرحمٰن واعظ سہارنپوری	۲۴	طبع ۱۳۱۳ھ	۱۸۹۷ء	میرٹھ
۵۹	نور المظہر (معروف بہار خلد)	شیخ عبداللہ رنج	۶۸	طبع ۱۳۱۳ھ	۱۸۹۷ء	دہلی
۶۰	مولود شریف	محمد اکبر علی	۸	طبع ۱۳۱۳ھ	۱۸۹۷ء	امرتسر
۶۱	انتخاب عرش فی ذکر میلاد النبی	عزیز الرحمٰن عرشی غازی پوری	۶۸	طبع دوم ۱۳۱۴ھ	۱۸۹۸ء	لکھنؤ

اس دور کے اردو میلاد ناموں کے منتخب اقتباسات سے ان کی روایات اور اسلوب کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

(۱) یہ اقتباس کلام محمود فی ذکر اشرف المولود، طبع مطبع نظامی، لکھنؤ ۱۸۸۹ء سے ماخوذ ہے:

”روایت ہے کہ ایک دن حضرت موسیٰؑ نے جناب باری سے پوچھا کہ: ”میں تیرا محبوب ہوں یا محمد (ﷺ)؟“ فرمایا اے موسیٰ: ”تو کلیم میرا ہے اور محمد حبیب میرا ہے۔ اے موسیٰؑ کلیم وہ ہے جو موافق مرضی خدا کے کام کرے اور حبیب وہ ہے جو خدا اس کی مرضی کے موافق کام کرے اور اے موسیٰؑ کلیم وہ

ہے جو روزہ دار اور شب بیدار ہوا اور کوہ طور پہ جا کر مناجات کرے اور حبیب وہ ہے کہ اپنے گھر سوتا ہے اور خدا جبرئیل کو اوس کے پاس بھیج کر بلوائے اور ایسے مقام پر پہنچاوے کہ: ہاں کوئی نہ پہنچا ہو اے موسیٰ میں نے تجھ سے کلام کیا تو کوہ طور پر تھا' پھر محمد سے میں نے کلام کیا وہ عرش معلیٰ پر تھا۔

(۲) یہ دوسرا اقتباس حافظ عزیز الرحمٰن عرشی غازی پوری کے مولود نامے ''انتخاب عرشی فی ذکر میلاد النبی ﷺ'' کا ہے:

''راوی لکھتا ہے کہ جس رات آمنہ حاملہ ہوئیں۔ دوسو عورتیں رشک وحسد سے مرگئیں، اوس رات کو ملائکہ آسمان نے غلغلہ شادمانی کا زمین تک پہنچایا اور اہل زمین نے طنطنہ کامرانی کا آسمان کو سنایا، جبرئیل علیہ السلام نے علم سبز خانہ کعبہ پر نصب کیا، مبارکبادوی فرشتوں نے ارباب زمین کو، دروازے بہشت کے مفتوح کر دیے۔ عالم، عالم انوار قدس سے معمور ہو گیا، ابلیس پہاڑ میں جا چھپا، چالیس شبانہ روز صحرا اور دریا میں سرگرداں رہا۔ بت روئے زمین کے سرنگوں ہوئے، حیوانات قریش کے بولنے لگے اور بشارت دی چرند پرند کو کہ آج آمنہ خاتون حاملہ ہوئیں، اب زمانہ خیر البشر، ابوالقاسم ﷺ کے ظہور کا قریب آیا۔''

(۳) مولوی محمد مجیب اللہ لکھنوی کے مولود نامے ''شمس الضحیٰ فی میلاد المصطفیٰ' طبع ۱۸۸۴ء کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت آمنہ خاتون فرماتی ہیں کہ بعد ولادت سرور عالم' تین فرشتے آسمان سے اترے، ایک ہاتھ میں آفتابہ نقرئی، دوسرے کے ہاتھ میں طشت زمردیں، تیسرے کے ہاتھ میں جامہ سفید تھا۔ انہوں نے حضرت خواجۂ عالم ﷺ کو اس طشت میں سات بار غسل دیا پھر اس جامۂ سفید کو آپ کے زیب جسم اطہر کیا اور کہا'' جوانب چہار گانہ'' دنیا میں آپ کو اختیار فرمانروائی مرحمت ہوا۔ حضرت سرور عالم ﷺ نے دست مبارک وسط طشت میں رکھا، غیب سے ندا آئی، آپ ﷺ نے وسط دنیا یعنی مقام بیت اللہ پسند کیا اس وجہ سے ہم نے اسے کو مسجود خلائق فرمایا۔

(۴) غلام احمد شہید کے مولود شریف کا یہ اقتباس بھی ملاحظہ ہے:

''قثم بن عباس سے روایت ہے کہ جس وقت جسد مبارک کو قبر میں سر پر خاک پر لٹایا اور چہرہ پر نور پر پردۂ کفن اٹھایا، میں نے دیکھا کہ لب ہائے مبارک جنبش تھی اور آہستہ آہستہ فرماتے تھے اپنے کانوں سے بخوبی میں نے سنا کہ قبر میں بھی یہی فرماتے ہیں: امتی! یا رب امتی!۔

(۵) یہ آخری اقتباس سید وزیر حسین رضوی کے میلاد مصطفوی ﷺ سے ماخوذ ہے:

''صفیہ بنت عبدالمطلب سے روایت ہے کہ شب ولادت آنحضرت بجائے دائی قابلہ کے میں، خدمت گذار تھی کہ جب آپ پیدا ہوئے میں نے چاہا کہ میں غسل دوں ایک نور ظاہر ہوا کہ آفتاب کو اوس نور سے کچھ نسبت نہ تھی، ایک آواز بلند آئی کہ اے صفیہ! غسل اس مولود کو نہ دے کہ ہم نے پاک و پاکیزہ کر کے بھیجا ہے۔ حاجت غسل کی نہیں ہے۔ میں نے گود میں لیا تو معائنہ کیا کہ پشت مبارک پر ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہے۔

ان اقتباسات سے مولود نامہ کی محیر العقولی پتہ چلتا ہے ایسی اور بے شمار مثالیں اردو میلاد ناموں میں موجود ہیں۔ مولود نامہ کے مؤلفین نے مولود ناموں مستند اسناد و روایات پر توجہ نہیں کی ہیں جس سے ان کی ثقاہت غیر معتبر سمجھی جاتی ہے۔ تاہم بعض میلاد ناموں میں معتبر کتب سیرت سے استفادہ کیا گیا لیکن ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہیں۔ زیادہ تر روایات ایسی ہیں جو غیر معتبر کتب احادیث سے نقل کی گئی ہیں یہ روایات جھوٹی اور بے سروپا ہونے کی وجہ سے مستند کتب حدیث میں جگہ نہیں پا سکیں مگر کتب دلائل کے مؤلفین نے انہیں بڑھ کر سینے سے لگا لیا۔ ﴿۱۲﴾

منظوم سیرت نگاری، سیرت کے فروغ اور ادب سیرت کا ایک حصہ ہے جسے نہ صرف سوچ سمجھ کر قبول کرنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ اس کی تصحیح کی بھی ضرورت ہے۔ ﴿۱۳﴾

۱۸۵۷ء سے ۱۸۹۷ء کے دوران سینکڑوں مولود نامے لکھے گئے، بعض مصنفین اور بعض ناشرین کے ناموں کے ساتھ ان سب کا احاطہ ممکن نہیں، تاہم چند میلاد ناموں کا تفصیلی ذکر مفید و معاون ہوگا:

(۱) <u>مولود شریف شہید از غلام امام شہید (م ۱۸۷۶ء)</u>

''مولود شریف شہید'' انیسویں صدی کا سب سے مشہور و معروف مولود نامہ ہے اب تک اس کے بے شمار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں حمد حسین قادری اس مولود شریف کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کے ایک ایک فقرے، ایک ایک روایت، ایک ایک شعر سے شہید کا عشق و ولولہ، جوش و شوق، سوز و درد مترشح ہے اس طرز اور اس مقصد کی یہ اردو کی پہلی کتاب ہے پچھتر (۷۵) صفحات پر مشتمل یہ مولود نامہ ۱۸۸۳ء میں نولکشور سے شائع ہوا۔ اس میلاد نامے میں معجزات کے الگ الگ عنوان قائم کئے ہیں اور چند

روایات کا اضافہ بھی ہے ۔ جیسے نبی ﷺ کا قبل از نبوت غار حرا میں مصروف غور وفکر رہنا اور اس زمانے میں آپ ﷺ جدھر سے گزرتے درخت اور پتھر ''السلام علیکم یا رسول اللہ'' کہا کرتے تھے ۔ غلام امام شہید نے مولود نامے میں قاری کے جذبات میں تلاطم پیدا کرنے کے لیے حسبِ موقع وضرورت عربی، فارسی اور اردو تراکیب اور لفظوں کا استعمال کیا ہے جس کا اندازہ اس اقتباس سے ہوتا ہے۔

''سبحان اللہ تعالیٰ شانہٗ کہ ذات مستجمع صفات اوس کی بری ہے شرک اور زوال سے اور الوہیت سے اور صمدیت سے اوس کی پاک ہے اور اک وہم وخیال سے مشابہت اعراض اور جواہر قطعا میرے معبرا ۔ کیسا معبود مطلق جس نے نبی آدم سے وابستہ چراغ رہنمائی کا انبیاء کے ہاتھ میں دیا اور تمام عالم کو سید الانبیاء فرمایا، سند الاصفیاء، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی شمع جمال جہاں آرا سے روشن کیا۔''

نور محمدی کی تخلیق کا ذکر اس طرح کیا ہے:

''اے عاشقان روح محمد ﷺ! واے شفتگان گیسوے محمد ﷺ! جانو اور آگاہ رہو کہ نور محمدی ﷺ مادہ تمام موجودات اور جمیع کائنات کا یعنی جب صانع باکمال کو ظاہر کرنا اپنے حسن بے زوال کا منظور ہوا۔ پہلے نور احدیت سے نور احمدی پیدا کیا اور تمام موجودات کو اوس کے نور سے عالم ظہور میں لایا اور ظہور اس ذات ستودہ صفات کا سبب انبیاء کے بعد محض اس واسطے تھا کہ جس طرح بعد طلوع آفتاب کے روشنی ماہتاب اور ستاروں کی چھپ جاتی ہے فروغ ملت محمدی ناسخ سب ملتوں کا ہو، اگر وہ نور قدم سب کے جلوہ افروز ہوتا تو انبیاء رسالت اور نبوت سے محروم رہتے ۔

(۲) مولود شریف از مولانا الطاف حسین حالی ۱۸۳۷ء تا ۱۹۱۴ء (۱۴)

مولود شریف حالی ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا مولود شریف حالی کو ان کی اولین تصنیف میں شمار کیا جاتا ہے اس مولود شریف کا انداز واسلوب دوسرے مولود ناموں سے کے طرز پر ہے تاہم مذہبی عقیدت ومحبت اور عشق رسول ﷺ کا شاہکار کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا زبان وبیان وسادگی کے باوجود دلکش اور دلچسپ ہے مولود شریف حالی پر ناصحانہ رنگ بھی غالب ہے مولود نامہ حالی کا آغاز حمد باری تعالیٰ سے اسطرح ہوتا ہے کہ:

''الٰہی! کیا مجال اور کیا تاب وطاقت جو تیری نعمتوں کا شکر ادا کر سکیں ۔ تو قدیم ہم حادث، تو خالق ہم مخلوق، تیری نعمتیں بے

انتہا اور بے انتہا نعمتوں کا شکر بھی بے انتہا، ہماری ابتداء بھی فنا اور انتہا بھی فنا۔''

اس کے بعد حضور اکرم (ﷺ) کی وجہ سے مسلمان قوم کو جو فضیلت حاصل ہوئی اس کا ذکر کرتے ہوئے حالی لکھتے ہیں:

''ہاں اے امت محمدیؐ! یہ فخر کرنے کا مقام ہے۔ جو شرف آج تم کو حاصل ہے۔ تم سے پہلے کسی کو ملا ہے تو بتادو! اللہ جل شانہ نے تم کو خیر امم بنایا۔ تمہارے دین کو کامل کیا۔ تم پر اپنی نعمتیں تمام کیں اور امتوں پر وہ فضیلت دی جو اس کی ذات کو تمام مخلوقات پر ہے۔ موسیٰ کو تمہارے دیدار کا مشتاق کیا، جب تمہارے دیکھنے کی آس نہ رہی تو تمہاری خوابیہ تابش کی آرزو دل میں ڈالی۔''

(۳) جلاء القلوب بذکر المحبوب......از سرسید احمد خان (۱۸۱۷۔۱۸۹۸)

''جلاء القلوب بذکر المحبوب'' اگرچہ ۱۸۵۷ء سے پہلے ۱۸۴۲ء کی تصنیف ہے لیکن اس کا شمار مولود ناموں میں ہوتا ہے اس لیے یہاں اس کا ذکر کیا جارہا ہے۔ 25 صفحات پر مشتمل ہے یہ رسالہ شاہ ولی اللہ کی ''سرور المحزون'' اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ''مدارج النبوۃ'' سے ماخوذ ہے اس رسالہ میں آنحضرت (ﷺ) کے نام، والدین، آباؤاجداد، ولادت و رضاعت، پرورش، سفر شام، حضرت خدیجہؓ سے نکاح، بعثت، پہلی وحی، دعوت و تبلیغ، مشکلات، معراج، ہجرت مدینہ، معجزات، غزوات و سرایا، حج و عمرہ، اسمائے مبارکہ، حلیہ، اخلاق و کردار، عبادات، خورد و نوش، لباس، خوش طبعی، ازواج مطہرات، اولاد، خدام، کاتبوں، ایلچیوں، سواریوں، قریبی اصحاب عشرہ مبشرہ، ہتھیاروں، مرض الموت، غم صحابہ اور تجہیز و تکفین کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے۔ (۱۶)

سرسید احمد خان نے یہ رسالہ اس زمانے کے عام رواج اور ضرورت کے تحت لکھا اور اس میں وہی روایات درج کیں جو مولود ناموں کے ذریعے مقبول ہوچکی تھیں، گو انہیں احساس تھا کہ ایسے رسالوں میں چونکہ وضعی روایات کا زور ہوتا ہے۔ اس لیے ان سے ہٹ کر ایک جدید طرز کا مولود نامہ لکھنے کی ضرورت ہے اس کا اظہار انہوں نے ۳۶ سال بعد ۱۸۷۸ میں ''جلاء القلوب بذکر المحبوب'' کے ریویو کی صورت میں لکھا وہ لکھتے ہیں کہ: ''دل میں آیا تھا کہ ایک مختصر رسالہ جو بطور بیان حالات اور واقعات کے اور جس میں نامعتبر باتیں نہ ہوں، لکھا جاوے، مگر اب افسوس ہوتا ہے کہ اس میں بھی بہت سے نامعتبر بلکہ لغو باتیں ہیں۔''

''جلاء القلوب'' کے بارے میں سرسید احمد خان کے نظریہ میں تبدیلی اس جدیدیت کا باعث ہے جو انہوں نے بعد میں قبول کی اور وہ بعد میں مسلمہ قدیم عقاید و خیالات کے مخالف ہوتے چلے گئے۔ (۱۷)

یہی وجہ ہے کہ ''جلاء القلوب'' جس کے مرتب کرنے پر انہیں ایک زمانے میں فخر تھا بعد میں ندامت اور شرمندگی کا اظہار

کرتے ہیں۔

''جلاء القلوب''میں اگرچہ وضعی روایات کی تعداد کم ہیں اور ان کی جانب بھی بعد میں سرسید نے اشارہ کر دیا ہے تاہم موجود مولود ناموں میں ''جلاء القلوب'' کی حیثیت نظرانداز نہیں کی جاسکتی ہے اس میں نہ تو من گھڑت واقعات اور فرضی کہانیوں کی بھرمار ہے جو مولود ناموں کی نمایاں خصوصیت ہے اور نہ احادیث صحیحہ سے روگردانی ہے آنحضرت (ﷺ) کی ولادت سے لے کر وفات تک کے حالات اس خلوص کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں کہ قاری کے دل میں آپ کی عقیدت ومحبت کا جذبہ موجزن ہو جاتا ہے۔ البتہ مولود ناموں کی عوام روایت کے مطابق جابجا درود شریف (اللھم صل وسلم علی محمد وآل محمد) کا ورد کیا گیا ہے اور بیان میں مذہبی جوش کی فراوانی ہے اور اختصار سے عبارت ہے۔

مولود ناموں کا ایک دل پسند موضوع آنحضرت (ﷺ) کے شمائل کا تذکرہ ہے سرسید نے آپ کے شمائل کا تذکرہ'' جلاء القلوب''میں اس طرح کیا ہے:

''جناب پیغمبر خدا (ﷺ) بہت خوبصورت اور حسین تھے۔آپ کا میانہ قد تھا، سرخ وسفید رنگت تھی اور آپ کا سینہ مبارک چوڑا تھا اور آپ دونوں شانوں میں تھوڑا سا فاصلہ تھا اور آپ کے موئے مبارک کان کی لو تک پہنچتے تھے اور آپ کے سر اور داڑھی میں کل بیس بال سفید تھے اور آپ کا چہرہ مبارک چودھویں تاریخ کے چاند سے بھی زیادہ روشن تھا اور آپ کا بدن متوسط تھا نہ بہت موٹا، نہ بہت دبلا۔اگر جناب پیغمبر خدا (ﷺ) چپ رہے تو بہت ہیبت اور شان وشوکت معلوم ہوتی تھی اگر کوئی آپ کو دور سے دیکھتا تھا تو کمال حسن و جمال نظر آتا تھا اگر پاس سے دیکھتا تو ملاحت اور شیرینی معلوم ہوتی تھی۔آپ کی باتیں بہت میٹھی میٹھی تھیں۔آپ کشادہ پیشانی تھے اور باریک اور لمبی بھنویں تھیں اور دونوں بھنوؤں میں کچھ فاصلہ بھی تھا۔اونچی بہت خوبصورت ناک تھی، دہانہ کشادہ تھا پر بہت خوبصورت، دانت بہت روشن اور صاف، موتی سے بہتر اور آپ کے شانوں کے بیچ مہر نبوت تھی۔''

ڈاکٹر سید عبداللہ نے ''جلاء القلوب'' کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ آنحضرت (ﷺ) کی سیرت پر ایک مختصر رسالہ ہے ،مجالس مولود میں جو رسائل پڑھے جاتے ہیں ان میں صحیح روایتیں کم ہوتی ہیں۔سید صاحب نے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اس رسالے میں''اس زمانے کے خیالات کے موافق'' صحیح روایتوں کو جمع کر دیا ہے۔''﴿۱۸﴾

سیرت نگاری میں رجحان سازی کا آغاز

(ا) کثرت تصانیف اور موضوعاتی سیرت نگاری کا رجحان

زیر نظر عہد میں تصانیف سیرت میں اضافہ وکثرت کا رجحان فن سیرت نگاری ایک خوش آئند، بڑی اور نمایاں تبدیلی کی طرف اشارہ کرتی ہے اس سے قبل سیرت پر تصانیف وتالیف کی رفتار بہت سست تھی۔

تصانیف سیرت میں اضافے کا ایک بنیادی محرک تو مسلمانوں کا اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) سے عقیدت ومحبت کا جذبہ ہے ہر مسلمان کی یہ دیرینہ تمنا وآرزو ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب خدا (ﷺ) کے سیرت نگاروں میں شامل ہوکر روز محشر، حوض کوثر پر ساقی کوثر کے ہاتھوں سیراب ہو۔ عقیدت ومحبت کا یہ جذبہ آج بھی مسلمانوں میں کارفرما دیکھا جاسکتا ہے اور تا قیام قیامت یہ سلسلہ چلتا رہے گا تاہم تصانیف سیرت میں کثرت واضافے کے حوالے سے اس عہد میں مسلمانوں کی مجموعی حالت وکیفیت کا بھی بڑا دخل ہے۔

مسلمان سیاسی زوال کے بعد من حیث القوم دیوار سے لگادیے گئے تھے ان کا اقتدار، احترام، شناخت سب چھین لیا گیا تھا وہ اپنے ہی ملک میں اجنبی بن گئے تھے، محرومی ومظلومی کے اس شدید احساس نے انہیں اپنے آقا ومولا کی سیرت وسنت کی طرف متوجہ کیا ہو تو کچھ عجب نہیں اور وہ جس منجدھار میں گھرے ہوئے تھے اس سے نکلنے کا واحد راستہ بھی ہوسکتا تھا وہ اپنے دین اور اپنے نبی (ﷺ) کا دامن تھام لیں، تمدنی ارتقاء اور اغیار کے حملے بھی کثرت تصنیف میں اضافہ اسباب ہو سکتے ہیں۔ لیکن اول الذکر ایک فطری اور نفسیاتی عامل بھی ہے جس نے مسلمانوں کو اپنے پیارے نبی کی سیرت کو پڑھنے اور لکھنے اور پیغام سیرت کو عام کر کے مسلم امہ کو محرومی ومظلومی سے نکلنے کا راستہ دیکھایا۔

زیر نظر عہد میں جو تصانیف سیرت منصۂ شہود پر آئیں ان کی مختصر فہرست ذیل میں پیش کی جارہی ہیں: (۱۹)

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	تاریخ اشاعت
۱	تواریخ حبیب اللہ (ﷺ)	مفتی عنایت احمد کاکوری	۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء
۲	ضیائے نبوت	محمد ابراہیم ضیاء	۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء

۳	سیدالاخبار	غلام ہادی خان	۱۲۸۴ھ۱۸۶۷ء
۴	تذکرہ المولیٰ علیہ التحیۃ الثناء	نواب صاحب پریاواں	۱۸۷۱ء
۵	تاریخ احمد	ایضاً	۱۲۸۴ھ۱۸۶۷ء
۶	اسرار احمدی	محمد جان	۱۲۸۹ھ۱۸۷۲ء
۷	انوار احمدیہ	حکیم وکیل احمد سکندر پوری	۱۲۹۳ھ۱۸۷۶ء
۸	ضیاء الابصار	عبدالغنی	۱۲۹۴ھ۱۸۷۷ء
۹	تاریخ حال پیغمبر یا تذکرہ رسول اکبر	امانت علی	۱۲۹۴ھ۱۸۷۷ء
۱۰	تحفۂ سروری	غلام سرور لاہوری	۱۸۸۱ء
۱۱	سیرت نبوی (صلعم)	حسن علی	۱۸۸۳ء
۱۲	رؤف الرحیم	حمید اللہ ماہر دہلوی	۱۳۰۰ھ۱۸۸۳ء
۱۳	ریاض الازہار	خیرالدین	۱۸۸۵ء
۱۴	سوانح محمد صاحب (خدا کی رحمت)	مولوی سلامت اللہ	۱۳۰۴ھ۱۸۸۶ء
۱۵	ریاض محمدیہ	مولوی سعید احمد مارہروی	۱۳۰۶ھ۱۸۸۸ء
۱۶	تاریخ محمدیؐ	فیروز الدین	۱۸۹۰ء
۱۷	سیرت محمدیؐ	فیروز الدین	۱۸۹۱ء
۱۸	سوانح عمری محمد صاحب	سرور علی	۱۸۸۸ء
۱۹	تحفۂ فضل	سید فضل شاہ	۱۸۹۸ء
۲۰	اخبار محمدیؐ	عبدالعزیز لکھنوی	۱۳۱۷ھ۱۸۹۹ء
۲۱	تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلینؐ	مولانا احمد رضا خان بریلوی	۱۳۰۵ھ۱۸۸۷ء

۲۲	اقامة القیامة علیٰ طاعن القیام النبی تہامہ	ایضاً	۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء
۲۳	سلطنة المصطفیٰ فی کل الوریٰ	ایضاً	۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء
۲۴	نانی الفی عمن بنوره انار کل شی ملقب بہ قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام	ایضاً	۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء
۲۵	ہدی الحیران فی نفی الفی عن شمس الاکوان	ایضاً	۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء
۲۶	سمع وطاعة لاحدیث الشفاعة	ایضاً	۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء
۲۷	تلألؤ الافلاک لجلال حدیث لولاک	ایضاً	۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء
۲۸	القیام المسعود بتنسیخ المقام المحمود	ایضاً	۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء
۲۹	جلال جبرئیل لجعلہ خادم المحبوب الجلیل	ایضاً	۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء
۳۰	اسماء الاربعین فی شفاعة سید شفاعة سید المحبوبین		۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء
۳۱	البحث لفاحص عن طریق حدیث الخصائص	ایضاً	۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء
۳۲	الدولة المکیہ بالمادہ الغیبیة	ایضاً	۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء
۳۳	اخلاق محمدیؐ	محمد علی یزدی	۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء
۳۴	ادب واخلاق نبی کریمؐ	(امام غزالیؒ کے رسالے کا ترجمہ)	۱۸۹۳ء
۳۵	فضائل رسول مقبولؐ	عالم علی مرادآبادی	۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء
۳۶	تحفۂ مقبول در فضائل رسول	حکیم رحمٰن علی خان	۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء
۳۷	فضائل احمد	عبدالحفیظ کاکوروی	۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء
۳۸	تحفۃ الاتقیاء فی فضائل سید الانبیاء	عبدالواحد غازی پوری	۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء
۳۹	شمائل نامہ	ضامن	۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء

۴۰	سراپائے سید المرسلین	عبدالرزاق حلیم	۱۸۷۶ء
۴۱	سراپائے حضور	جعفر علی بیتاب	۱۸۸۱ء
۴۲	فضائل النبیؐ (ترجمہ شمائل ترمذی)	غلام محمد جعفر صدیقی	۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء
۴۳	دافع المرام از غزوات اسلام	اعظم یار جنگ	۱۲۹۱ھ ۱۸۷۴ء
۴۴	بدر الدجیٰ	کریم بخش	۱۸۷۰ء
۴۵	معجزہ ہرنی وغیرہ	شجاعت علی شبیر	۱۸۷۳ء
۴۶	گلدستہ معجزات	غلام رسول	۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء
۴۷	فضائل رسول ربانی	حضور احمد سہسوانی	۱۸۷۹ء
۴۸	معجزات محمدیہ	غلام نبی امرتسری	۱۸۸۵ء
۴۹	شق القمر معجزۃ سید البشر	مولوی عبداللہ	۱۲۹۹ھ ۱۸۸۲ء
۵۰	انوار الاعجاز	میر مہدی دہلوی	۱۸۸۷ء
۵۱	نجم الہدایہ فی بیان المعجزات والبشارات	محمد مصطفےٰ	۱۳۰۹ھ ۱۸۹۱ء
۵۲	رسالہ معراج شریف		۱۲۸۷ھ ۱۸۷۰ء
۵۳	مکتوبات مصطفوی	محمد فضل حق	۱۸۷۸ء
۵۴	نسب نامہ رسول مقبول	قطب الدین	۱۸۸۷ء
۵۵	نسب نامہ رسول مقبول	کریم بخش	۱۸۸۵ء
۵۶	فتح القوی فی نسب النبی	قطب الدین	۱۳۰۳ھ ۱۸۸۵ء
۵۷	نسب نامہ رسول مقبول	قطب الدین	۱۸۸۷ء
۵۸	بشریٰ	عنایت رسول چریا کوٹی	....

۵۹	بشارت محمدیہ	رحم الٰہی	۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء
۶۰	بشارات احمدی (ترجمہ)	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء
۶۱	بشارات محمدی (ترجمہ)	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء

زیر نظر عہد (۱۸۵۷ھ......۱۸۹۷ء) کے دوران (۴۰ کے مختصر عرصہ میں) تصانیف سیرت یا فن سیرت میں دلچسپی کا رجحان ہی سامنے نہیں آیا بلکہ اس مختصر اور منتخب کتب سیرت کے جائزے سے سیرت نگاری کے دیگر رجحانات کا بھی پتہ چلتا ہے۔اس عہد کی کتب سیرت کے جائزے سے جن رجحانات کا پتہ چلتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) ان کتب سیرت میں بیشتر کتب اردو زبان میں لکھی گئی ہیں مذہبی،سوانح عمریوں میں مصنفین ومؤلفین کا زیادہ تر میلان پیغمبر اسلام (ﷺ) کی سیرت کی جانب رہا۔

(۲) بیشتر کتب سیرت قدیم وضع کی ہیں جو عربی،فارسی تصانیف کے انداز میں لکھی گئی ہیں یا ان کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

(۳) ان میں چند ایسی کتابیں بھی ہیں جو عیسائی مشنریوں کے اعتراضات والزامات کے جواب میں لکھی گئی ہیں اور ان میں یہ مناظرانہ رجحان کی جھلک موجود ہے۔

(۴) مذکورہ کتب سیرت میں ''تبصرہ جاتی'' کتب بھی موجود ہیں۔جن میں پیغمبر اسلام (ﷺ) کی شخصیت اور کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہیں۔

(۵) بعض کتب سیرت مسلمانوں کے مشنری جذبے کی بھی نشاندہی کرتی ہیں جن میں ایک جانب عقیدت مندی کا اظہار ہے تو دوسری طرف رسول کریم (ﷺ) کی سیرت وکردار اور کارناموں کو اجاگر کیا گیا ہے۔اس رجحان کی حامل درج ذیل کتابیں ہیں:

(۱) محمد مسلم کی ''گلزار محمدی'' (۱۸۸۱ء)

(۲) سید اوصاف علی اور رئیس جلیسر کی کتاب ''اوصاف محمدیؐ'' (۱۸۸۲ء)

(۳) سراج الیقین کی ''تواریخ احمد'' (۱۸۸۷ء)

(۴) محمد شاہ خان کی ''سوانح عمری محمد'' (۱۸۹۸ء)

(۵) زیرِنظر عہد سیرت نگاری میں تنوع کی ابتداء کی طرف ہلکی اشارے موجود ہیں اور سوانح عمریوں کے طرز سے آگے بڑھ کر سیرت میں اختصاص کی طرف بھی توجہ دی گئی ہے اور سیرت کے مختلف پہلوؤں اور واقعات پر تفصیل سے علیحدہ کتابیں بھی تحریر کی گئی ہیں۔ سیرت کے مخصوص پہلوؤں پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کے موضوعات درج ذیل ہیں:

(۱) اخلاق نبوی (ﷺ)۔

(۲) خصائص وفضائل نبوی (ﷺ)۔

(۳) شمائل نبوی (ﷺ)۔

(۴) غزوات نبوی (ﷺ)۔

(۵) معجزات نبوی (ﷺ)۔

(۶) معراج نبوی (ﷺ)۔

(۷) حکایات نبوی (ﷺ)۔

(۸) نسب نامہ نبوی (ﷺ)۔

(۹) مبشرات نبوی (ﷺ)۔

زیرِعہد میں سیرت نگاری میں قابلِ ذکر پیش رفت ہوئی ہے یہ ایک ایسی پیش رفت ہے جسے سیرت نگاری کی ترقی کا خشتِ اول قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس عہد کی ایک ایک کتاب کا جائزہ تو ممکن نہیں ہے تاہم قدیم وضع کی سوانحی طرز اسلوب کی حامل ایک کتاب ''تواریخ حبیب اللہ'' کو نمائندہ تصنیف قرار دے سکتے ہیں۔ ذیل میں اس کتاب کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے:

☆ ''تواریخ حبیب اللہ'' از مولانا مفتی عنایت احمد کاکوری (۱۲۲۸ھ......۱۲۷۹ء)

''تواریخ حبیب الہ'' از مولانا مفتی عنایت احمد کاکوری کی مشہور کتاب ہے اس کتاب کا سن تالیف ۱۲۷۵ھ ہے اور پہلی بار زیور طباعت سے ۱۲۸۱ھ میں آراستہ ہو کر کان پور سے شائع ہوئی جب کہ اس کا دوسرا ایڈیشن دیوبند، یوپی سے ۱۳۷۰ھ میں شائع ہوا۔ مولانا عنایت احمد نے یہ کتاب اپنی اسیری کے دوران جزائر انڈیمان میں لکھی، کتاب کا محرک اور مقصد خود مصنف نے اپنی

کتاب کے آخر میں ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

''یہ رسالہ فقیر نے بغیر موجود ہونے کسی کتاب کے صرف از رو ے، حافظہ لکھا تھا۔ پھر بفضلہ تعالیٰ اور معاودت کے وطن میں کتب حدیث و سیر معتبرہ بہ بے حرف بہ حرف مطابق کیا' الحمدللہ! یہ رسالہ بہت معتبر سیر آنحضرت ﷺ میں تالیف ہوا۔ زبان اردو میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہے۔ رسائل میلاد بہ زبان اردو بیان حالات آنحضرت ﷺ میں جو پائے جاتے ہیں' حالات صحیحہ پر مشتمل نہیں ہیں۔ کتب تواریخ غیر معتبرہ کے موافق ہیں یا جہاں سے چاہا' افسانے بے تحقیق اور غلط محض لکھ دیے۔ مثلاً رسالہ میلاد میں کہ فی الحال بنگالہ میں بہت عروج ہے' ثویبہ کا دودھ پلانا بعد حلیمہ سعدیہ کے لکھا ہے یا صلح حدیبیہ کے قصے کو اس طرح لکھا ہے کہ بعد فرضیت حج کے آنحضرت ﷺ حج کو تشریف لے گئے تھے۔ تب وہ قصہ واقع ہوا سو یہ باتیں یقیناً غلط ہیں اور مخالف کتب احادیث اور سیر معتبرہ کے اور وہ بھی رسالے اس طرح کے ہیں۔ بیان قصہ معراج اور وفات شریف میں بعضے کتب تواریخ میں بہت روایتیں نامعتبر لکھی ہیں کہ رسائل میلاد شریف میں انہیں نقل کیا ہے۔ فقیر نے یہ حالات بیشتر موافق روایات صحیح بخاری و دیگر کتب معتبرہ حدیث کے لکھے ہیں۔ سب صاحب مطالعہ فرمانے والے اس رسالہ کے اس بات کا بھی لحاظ رکھیں اور جس طرح لوگ اردو کی کتابوں کی دل لگی کے لیے اور کبھی واسطے سیکھنے زبان اردو کے سیر میں رکھتے ہیں۔ اگر اس رسالے کو بھی مطالعے میں رکھیں' دل لگی بھی ہے اور قصے اس میں بھی مندرج ہیں اور زبان اردو بھی مطابق روزمرہ فصیح کے اس میں ہے اور اس کے دیکھنے میں ثواب ہے اور امور دنیا کے انتظام کی بھی عقل آدمی کو حاصل ہوئی ہے۔ اس واسطے کہ آپ کے اور آپ کے اصحاب کے معاملات و تدبیرات خوب مطابق عقل صحیح کے ہوتے تھے۔ پس چاہیے کہ ضرور اس رسالے کو مطالعہ میں رکھیں اور اپنے اقارب اور عورتوں اور احباب کو سنائیں۔'' ﴿۲۰﴾

مقصد تالیف کو کتاب کے آغاز میں اس طرح بیان کیا ہے

''پیغمبر صاحب کی اتباع اور آپ ﷺ کے طریقہ پر چلنا بغیر اطلاع کے آپ کے حالات سے ممکن نہیں۔ پس مطلع ہونا آپ ﷺ کے حالات پر سبب ہے بندے کے مقبول اور محبوب خدا ہونے کا اور سبب ہے گناہوں کے بخشے جانے کا''۔ ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ''تواریخ حبیب الہ تین ابواب اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے۔ پہلا باب چھ فصلوں پر مشتمل ہے جس میں حالات نور مبارک' ولادت باسعادت' طفولیت' شباب اور آغاز نبوت سے لے کر ہجرت تک کا بیان ہے دوسرا باب تیس فصلوں کے ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے یہ سب سے طویل باب ہے اس میں ہجرت' غزوات' فتح مکہ' حجۃ الوداع اور وفات تک کے حالات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

تیسرا باب حلیہ شریف اخلاق کریمہ اور معجزات کے بیان پر مشتمل ہے اس باب میں صرف تین فصلیں ہیں فصل اول میں حلیہ شریف فصل دوم میں آپ کے اخلاق کریمہ اور فصل سوم معجزات نبوی کے ذکر پر محیط ہے۔ خاتمہ کتاب بھی ایک مختصر باب کے مماثلہ ہے اس میں شفاعت کبریٰ کا بیان ہے یہ باب صحیح بخاری اور دیگر کتب احادیث کی مدد سے مرتب کیا گیا ہے اور اس میں روزِ قیامت آنحضرت ﷺ کا اپنے امتیوں کے لیے خدائے بخشش کی سفارش کا تذکرہ ہے۔ ''تواریخ حبیب الہٰ'' کے طرز اسلوب کا اندازہ درج ذیل اقتباسات سے کیا جا سکتا ہے۔ (۲۱)

''جب آپ ﷺ جوان ہوئے ان امور سے جو جوانوں میں خلاف تہذیب ہوتے ہیں منزہ تھے اور صدق وامانت و دیانت و جملہ صفات حمیدہ اور اخلاق حمیدہ سے موصوف تھے۔ جب قریش آپ ﷺ کو محافل لہو ولعب میں بلاتے آپ ﷺ ہرگز نہ شریک ہوتے تھے اور سب قریش والوں کو آپ ﷺ کے صدق وامانت کا اقرار تھا' یہاں تک کہ آپ کو محمد امین کہتے تھے۔''

آپ ﷺ کے سفر تجارت اور حضرت خدیجہ سے نکاح کو اس طرح بیان کیا ہے:

''پچیس برس کی عمر میں مال بی بی خدیجہ کا کہ ایک عورت مال دار قریش میں تھیں' لے کے آپ ﷺ واسطے تجارت تشریف لے گئے اس سفر میں نسطورا راہب نے آپ ﷺ کو پہنچانا اور بیان کر دیا کہ یہ پیغمبر آخر الزماں ہیں' جن کا ذکر پچھلے انبیاء کی کتابوں میں ہے میسرہ غلام خدیجہ کا آپ ﷺ کے ساتھ تھا اس نے بہت معجزات آپ ﷺ کے سفر میں دیکھے اور آکر خدیجہؓ سے بیان کیے اور خود خدیجہؓ نے دیکھا جس وقت کہ آپ ﷺ اس سفر سے پھرے ہوئے آئے تھے' وہ بالا خانہ کے غرفہ میں بیٹھی تھیں۔ وہاں سے آپ ﷺ آتے نظر پڑی آپ ﷺ پر دو فرشتے سایہ کیے ہوئے تھے۔ میسرہ نے بیان کیا کہ میں نے سارے سفر میں ایسا ہی حال دیکھا۔ حضرت خدیجہؓ نے یہ حال سن کے خواہش نکاح کی آپ ﷺ کے ساتھ''۔

علامہ شمس بریلوی نے تواریخ حبیب الہٰ پر اس طرح تبصرہ کیا ہے'' اسی زمانے میں ایک اور سیرت قابل ذکر ہے یعنی ''تواریخ حبیب الہٰ'' جو قاضی صاحب (سلمان منصور پوری) اور علامہ شبلی کی تصنیف (سیرت النبی ﷺ) کی طرح مبسوط وضخیم تو نہیں لیکن اختصار کے باوجود بڑی جامعیت رکھتی ہے' پروفیسر آفتاب احمد نقوی نے اس کتاب کو مفتی عنایت احمد کاکوری کا شاہکار قرار دیا ہے۔ زیر نظر عہد کی کتب سیرت میں یہ کتاب ایک اہم اضافہ ہے۔

۲۔ فن سیرت نگاری میں ترجمہ کی ابتداء

۲۔ سیرت نگاری میں ترجمہ کی ابتداء

فن سیرت میں ترجمہ نگاری کے رجحان کی ابتدا تاریخ کے ہر دور میں اقوام وملل کے درمیان دوطرفہ تعلقات کی ضرورت و اہمیت کے پیش ''ترجمہ'' کی افادیت کوتسلیم کیا گیا ہے' ترجمہ کی بدولت ایک قوم' اس کی زبان وادب اور افکارنظریات' دوسری اقوام کے استفادہ کا ذریعہ ہے بالخصوص علوم وفنون کے تعارف وتفہیم میں ترجمہ کی اہمیت کونظرانداز نہیں کیا جا سکتا' ترجمہ کے ذریعہ زبان' احساسات اور خیالات کے نئے طریقوں سے شناسائی ہوتی ہے ترجمہ ایک فن وروایت اور لسانی وتہذیبی مفاہمہ کا نام ہے۔

مشرق میں ترجموں کی ابتدا مشنری اداروں اور بعض افراد کے ہاتھوں انفرادی طور پر عمل میں آئی ایک تحقیق کے مطابق ہندوستان میں انجیل کا اردو ترجمہ اٹھاریوں صدی کے نصف اول (۱۷۴۸) میں بنجامن شلٹز۔(Benjamin Schetile) نے کیا۔ اردو میں مغربی علوم کے ترجے کی اولین کوشش ۱۸۳۴ء میں شمس الامرائے کے دارالترجمہ میں کی گئی اس سے قبل ۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں باقاعدہ ترجمہ کی ابتدا ہو چکی تھی لیکن یہاں مغربی علوم کے ترجموں کی جانب بالکل توجہ نہیں دی گئی کیونکہ فورٹ ولیم کالج کے قیام کا مقصد انگریزوں کو اردو اور ہندی زبانوں کی تعلیم' تہذیب وتمدن' شعروادب اور تاریخ سے روشناس کرانا تھا تاکہ وہ ان کی خوبیوں اور خامیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہندوستان پر حکومت کرسکیں۔﴿۲۲﴾

اردو میں مغربی علوم کے ترجموں کی دوسری کوشش شاہان اودھ' لکھنو نے ۱۸۴۳ء میں کی اور اس سلسلے میں سب سے موثر کوشش دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ نے اگست ۱۹۱۷ء میں کی۔تراجم کی ان تحریکوں کے اثرات سیرت نگاری پر بھی مرتب ہوئے اور مغربی ومشرقی سیرت نگاروں کی کتب سیرت اردو میں تراجم کا سلسلہ شروع ہوا۔فن سیرت نگاری میں ترجمہ نگاری کی یہ ابتدا تھی' ترجمہ نگاری کے باعث سیرت نگاری پر کیا اثرات مرتب ہوئے اس کا جائزہ ہم بعد میں لیں گے پہلے مغربی ومشرقی سیرت نگاروں کی کتب سیرت کے منتخب تراجم کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔﴿۲۳﴾

(۱) جان ڈیون پورٹ کی کتاب ''اپولوجی فار محمد ﷺ اینڈ قرآن'' (۱۸۷۰) کا اردو ترجمہ سرسید احمد خان کے ایما پر اردو ترجمہ مولوی عنایت الرحمٰن خان صاحب دہلوی اور مولوی ابوالحسن سے کرایا اور شائع کیا یہ تراجم بالترتیب ''موئد الاسلام' اور ''تائید محمد و والقران'' کے نام سے ۱۸۷۰ء میں شائع ہوئے۔

(۲) گاڈفرے ہگنس کی کتاب ''اپولوجی فار محمد'' کا ترجمہ بھی سرسید کے ایما پر مولوی محمد احسن نے کیا اور ۱۸۷۲ء

میں شائع کیا۔

(۳) تھامس کارلائل کی کتاب ''اون ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ'' کے دوسرے لیکچر'' دی ہیرو ایز پرافٹ محمد'' کا ترجمہ بمعہ حواشی عبدالعزیز خان نے ''اسلام اور اس کا بانی'' کے نام سے کتاب کیا۔ کارلائل کے اس خطبے کے مزید تراجم بھی ہوئے جسے مولانا عبدالرحمٰن عاقل نے ''محمد رسول اللہ'' کے نام سے ۱۹۴۲ء میں ۹۳ صفحات پر مشتمل بمبئی سے اور مہدی حسن ناصری نے ''سرورانبیاء'' نام سے ۹۶ صفحات میں ۱۹۴۵ ترجمہ کیا۔

(۴) تھامس آرنلڈ کی کتاب ''پریچنگ آف اسلام'' کا اردو ترجمہ مولانا عنایت اللہ دہلوی نے ''دعوت اسلام'' کے نام سے ۱۸۹۶ء میں کیا اس کتاب کا ایک ترجمہ شیخ عنایت نے بھی ''دعوت اسلام'' کے نام سے کیا۔

(۵) ولہاوزن کے انسائیکلو پیڈیا برٹینکا میں شامل ایک مقالہ کا ترجمہ مولوی عبدالعلیم نے ''سیرۃ النبی اور مستشرقین ۱۹۰۰ء میں شائع کیا۔

(۶) واقدی کی کتاب ''کتاب المغازی'' کا ترجمہ سیماب احمد ٹونکی نے کیا اور ۱۲۸۹ء اور ۱۲۹۱ء میں شائع ہوئے واقدی کی اسی کتاب کا ایک اور اردو ترجمہ مولوی بشارت علی خان نے مغازی الصادقہ (ترجمہ مغازی رسول کے نام سے ۱۲۸۹ء میں ۱۸۷۲ء میں شائع کیا۔

(۷) حافظ ابن قیم جوزی کی ''زادالمعاد'' کے چند حصوں کا ترجمہ نواب مصطفیٰ خان شیفتہ نے کیا۔

(۸) شاہ ولی اللہ کے فارسی رسالے'' سرورالمحزون'' کا اردو ترجمہ ۱۸۷۹ء ہوا۔ سرورالمحزون فی الحقیقت ابن سید الناس کی عربی تالیف عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر'' ہے جس کا خلاصہ ''نورالعین فی تلخیص سیرالامین والمامون'' کے نام سے ہوا۔ شاہ ولی اللہ نے اس خلاصہ کا خلاصہ ''سرورالمحزون'' کے نام سے کیا۔

(۹) علامہ سید جمال حسینی (عطاءاللہ بن فضل) نیشاپوری کی فارسی کتاب ''روضہ الاحباب'' اردو ترجمہ ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں ہوا۔

(۱۰) شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب ''مدارج النبوۃ'' کا اردو ترجمہ ''منہاج النبوۃ'' کے نام سے خواجہ عبدالحمید نے ۱۸۸۹ء میں شائع کیا ''مدارج النبوۃ'' کے اردو میں دو مزید ترجمے مولوی شمس الحسن شمسی بریلوی اور مفتی غلام معین الدین نعیمی نے بھی کیا ہے۔

مغربی اور مشرقی زبانوں میں کتب سیرت رمقالات کے تراجم اور خلاصوں کے مختلف مقاصد اور ضرورتیں تھیں ۔مغربی مصنفین کی کتابوں کے اردو تراجم کی وجہ اور تحریک تو اس گروہ کی جانب سے تھی جو ۱۸۵۷ء کے بعد انگریز اور انگریزی تہذیب اور عیسائیت سے مصالحت کا خواہاں تھا اور اس کی سرخیل سر سید احمد خان تھے اور بیشتر مغربی مصنفین کی کتابوں کے اردو تراجم سید احمد خان کی تحریک پر ہوئے ان تراجم کے بارے میں سید احمد خان کی نیت مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان پائی جانے والی نفرت و عداوت کو کم کرنا اور عیسائی پادریوں کو یہ باور کرانا کہ اسلام اور بانی اسلام پر کیے جانے والے اعتراضات مبنی بر صداقت نہیں ۔اور عیسائیوں کو ان کے ہم مذہب مصنفوں کی تحریروں کے ذریعے یہ باور کرایا جائے کہ اسلام امن و آشتی کا علمبردار دین ہے اور محمد ﷺ خدا کے سچے پیغمبر ہیں ۔مغربی مصنفین کی کتب سیرت اور مقالات کے اردو تراجم کی ایک تحریک'' سیرت نگاری میں معذرت خواہانہ رجحان کی عکاس ہے۔

مشرقی سیرت نگاروں کی کتب سیرت کے اردو تراجم کا رجحان سیرت کے احیاء اور مسلمانوں کے مشنری جذبہ کی عکاسی کرتی ہے مغربی اور مشرقی مصنفین کی کتب سیرت و مقالات کی اردو میں ترجمہ نگاری سے سرمایہ سیرت میں اضافہ کے ساتھ دوسری زبانوں میں سیرت کے بارے میں تصورات اور مواد کا علم ہوا' فن سیرت ترجمہ نگاری کو فن سیرت کی ترقی کی جانب پیش رفت سمجھنا چاہیے۔

۳۔ مناظرانہ سیرت نگاری اور جدیدیت کے اثرات

مناظرانہ سیرت نگاری کا رجحان اور جدیدیت کے اثرات جیسا کہ ہم نے اس باب کے آغاز میں سیرت نگاری پر پڑنے والے اثرات میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف عیسائیت کی ریشہ دوانیوں کے ضمن میں ذکر کیا تھا چنانچہ برطانوی حکومت کے ایما پر اور حمایت سے عیسائی پادریوں نے زبانی اور لٹریچر کے ذریعہ اسلام اور بانی اسلام حضرت محمد ﷺ پر رکیک حملے کیے اور اسلام اور حضور ﷺ کے بارے میں تشکیکی لٹریچر کے ذریعے ہندی مسلمانوں کو تبدیلی مذہب پر مجبور کیا مگر عیسائیوں کی اس سازش کو مسلم علماء اور دانشوروں نے جوابی لٹریچر کے ذریعے ناکام بنادیا مسلمان مصنفین نے اسلام اور پیغمبر اسلام کا دفاع کیا اور عیسایت کے رد میں کتابیں لکھیں ۔اسلام اور پیغمبر اسلام اور رد عیسائیت کے حوالے سے منصۂ شہود پر آنے والے لٹریچر کو بجا طور پر سیرت کے تحریری سرمائے میں شامل کرنا چاہیے کیونکہ اس کا مرکزی موضوع پیغمبر اسلام ﷺ ذاتی گرامی ہے رد عیسائیت کے حوالے سے وجود میں آنے والے تحریری سرمائے کو ہم نے مناظرانہ سیرت نگاری کے رجحان میں شامل کیا ہے ہم ذیل میں مناظرانہ کتب سیرت کے

رجحان کا تجزیہ کریں گے اس ضمن میں عیسائی پادریوں کی منتخب کتابوں کی فہرست اور بعد میں ردعیسائیت میں لکھی جانے والے کتابوں کی فہرست پیش کریں گے۔ پہلے عیسائی پادریوں اور مصنفین کی منتخب کتابوں کی فہرست پیش کی جارہی ہے۔﴿۲۴﴾

(۱) پادری عمادالدین (۱۸۳۰۔۱۹۰۰) جو اسلام چھوڑ کر عیسائی ہوگیا تھا اس نے دین عیسوی کی حمایت میں چالیس کے قریب کتابیں لکھیں، ان میں ''تحقیق الایمان'' ''ہدایت المسلمین'' اور ''تاریخ محمدی ﷺ'' قابل ذکر ہیں۔ ''تاریخ محمدی'' میں خاص طور پر پادری عمادالدین نے آنحضرت ﷺ کی ذاتِ اقدس پر ناپاک الزام لگائے۔

(۲) پادری جان ولسن کی کتاب ''مسلمانی دین کا رویہ'' (۱۸۳۴ء)

(۳) پادری جے ونسن کا رسالہ ''اصل افزائش وزوالِ دینِ محمدیؐ'' (۱۸۳۹)

(۴) پادری انسمتھ کا رسالہ ''دینِ حق'' (۱۸۴۳)

(۵) پادری ایل جے ایچ کی کتاب ''ابطالِ دینِ محمدیؐ بمقابلہ دین عیسوی'' (۱۸۵۴)

(۶) پادری رجب علی نے ''آئینۂ اسلام''

(۷) پادری صفدر علی نے ''مواعظم عقبیٰ''

(۸) پادری ٹھاکرداس نے ''سیرتِ مسیح ومحمدیؐ''

(۹) پادری سموئل اور پادری رجب علی کی مشترکہ تصنیف ''رسالۃ النبی وبراہین'' (۱۸۶۹)

(۱۰) پادری این ایم ویری کی کتاب ''النبی المعصوم'' (۱۸۸۰ء)

(۱۱) سرولیم میور کی ''لائف آف محمدؐ'' (۱۸۶۱ء)

قاموس الکتب کی جلد اول میں ''مناظرہ نصاریٰ'' کے عنوان سے مزید کتابوں کے نام بھی موجود ہیں۔

عیسائی پادریوں کے جواب میں مسلمانوں نے ردّ عیسائیت اور بانی اسلام ﷺ کے دفاع میں جو کتابیں لکھیں ان میں نمائندہ کتب درج ذیل ہیں:

(۱) مولانا الطاف حسین حالی کی ''تریاق مسموم'' (۱۲۸۰ھ ۱۸۶۷ء)

(۲) مولانا الطاف حسین حالی کی دوسری کتاب ''تاریخِ محمدیؐ پر منصفانہ رائے'' (۱۸۷۲ء)

(۳) مولوی چراغ علی (۱۸۴۶ـ ۱۸۹۵) کی کتاب ''تعلیقات'' (۱۸۷۲ء)

(۴) مولوی چراغ علی کی ''تحقیق جہاد''، ''اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام'' اور ''محمد پیغمبر برحق''

(۵) سید امیر علی (۱۸۴۹ـ۱۹۰۹) کی انگریزی تصنیف ''اسپرٹ آف اسلام'' (۱۹۷۳)

(۶) مولوی کرامت علی جونپوری، ''رسائل کرامتیہ'' اور ''راہِ نجات''

سیرت نگاری میں ''مناظرانہ رجحان'' کی حامل منتخب کتب کے نام ہم نے پیش کیے ہیں جبکہ یہ تعداد کہیں زیادہ ہے، اب ہم ان میں سے چند منتخب کتب کا تفصیلی جائزہ لیں گے جس سے اندازہ لگایا جا سکے کہ مناظرہ رجحان کی حامل کتب نے فنِ سیرت میں کیا حق ادا کیا ہے۔

(۱) تریاق مسموم۔ مولانا الطاف حسین حالی (۱۸۷۳ـ۱۹۱۴)

مولانا الطاف حسین حالی نے پادری عماد الدین کی ''تحقیق الایمان'' کے رد میں ۱۲۸۰ھ ۱۸۶۷ء ''تریاق مسموم'' لکھی۔ پادری عماد الدین نے ''تحقیق الایمان'' کے مقدمہ اور دو ابواب میں ''تحریف'' کی بحث کی ہے اور آنحضرت ﷺ کی نبوت اور دین عیسوی کی حقیقت بیان کی ہے، حالی نے اپنے مخصوص اسلوب کے ساتھ پادری عماد الدین کے اُٹھائے گئے ایک ایک اعتراض کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور پھر اس کا جواب دیا ہے، حالی نے ''تریاق مسموم'' کا پہلا باب ''شرائط مناظرہ'' کی بحث پر مشتمل ہے، حالی نے ''تحریف'' کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ عیسائیت آج جن بنیادوں پر قائم ہے وہ خود اصل سے بگڑی ہوئی شکل میں موجود ہے، ''معجزات'' سے متعلق پادری کا جواب دیتے ہوئے حالی نے بیان کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے ہاں معجزات کی نشانی موجود ہے وہ معجزاتِ نبویؐ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

''رہے معجزے، جن کا ذکر روایاتِ اناجیل میں ملتا ہے، وہ قبول نہیں ہے، کیونکہ سمعات جب تک حدِ تواتر کو نہ پہنچیں مفید نہیں ہوتیں اور تواتر کی شرطیں روایاتِ معجزاتِ مصطفویہ کے سوا اور کہیں نہیں پائی جاتیں، کیونکہ ہمارے یہاں ایک معجزہ دس دس اور پندرہ پندرہ طریق سے ثابت ہے، آنحضرت ﷺ سے لیکر مولفِ کتاب تک ان سے کبھی کذب صادر نہیں ہوا اور یہ شہادت سے ثابت ہے۔ مزید ہم اپنے دعوے کو ماہرین احوالِ رجال کی بھی شہادت سے ثابت کریں گے اور تم اپنے حواریوں کی مدد سے جن کے متعلق کذب کا شک کیا جا سکتا ہے، کیونکہ خود مسیحی علماء کا قول ہے کہ بائیبل کی اکثر روایتوں سے ثابت ہے کہ انبیاء

سے اعیاذ باللہ اکثر مواقع پر کذب صادر ہوا ہے''۔﴿۲۵﴾

(۲) ''تاریخ محمدیؐ پر منصفانہ رائے''از مولانا الطاف حسین حالی

پادری عمادالدین نے آنحضرتؐ کی سوانح حیات کے موضوع پر ۳۱۲ صفحات پر ایک کتاب ''تاریخِ محمدیؐ'' ۱۸۷۱ء میں شائع کی تھی۔

ایک نہایت بے باک اور ناپاک کتاب تھی جس میں حضورِ اکرمؐ کی ذاتِ اقدس پر نہایت ہی رکیک الزامات عائد کیے گئے تھے۔مولانا حالی کو اس کتاب کو دیکھ کر شدید صدمہ ہوااورفوراًاس کا معقول جواب دینے کا فیصلہ کیا۔پادری عمادالدین کی کتاب ''تاریخِ محمدیؐ'' کے جواب میں ''تاریخِ محمدی پر منصفانہ رائے''لکھی۔

یہ کتاب ۲۵ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۸۷۲ء میں ہوئی ۔مولانا حالی نے پادری کی کتاب پانچ بنیادی اعتراضات اٹھائے ہیں جو درج ہیں:

۱۔ مئولف نے راسیت بازی نہیں دکھائی۔

۲۔ مآخذ واجب التسلیم نہیں ہیں۔

۳۔ نقل اور ترجمے کرنے میں خیانت برتی ہے۔

۴۔ جن اعتراضات کے جوابات علمائے اسلام بار بار لکھ چکے ہیں ان کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے اور حوالوں کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔

۵۔ اس کے اکثر اعتراضات بقیہ احتمالات سے ملتے ہیں جن کی بنا پر یہودی حضرات حضرت عیسیٰ پر بیہودہ الزامات لگاتے ہیں۔حالی نے صرف ان اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ بلکہ وہ آراء بھی درج کی ہیں جو بعض عیسائیوں نے ازراہ انصاف ''تاریخ محمدی'' کے خلاف اور مسلمانوں کے حق میں دی ہیں حالی نے پادری کے اعتراضات کے جواب تحقیقی اور علمی انداز اختیار کیا ہے اور مخاطب کو قائل کرنے کیلئے معقول دلائل دیئے ہیں، آراء کے اثبات میں جابجا حوالہ جات سے بھی کام لیا ہے اور صرف الٹ پھیر کے ذریعہ کجروی اختیار نہیں کی ہے''تاریخ محمدیؐ پر منصفانہ رائے'' کا درج ذیل نمونہ ان مناظرانہ مزاج کی عکاسی کرتا ہے۔وہ لکھتے ہے کہ

''کیا یہ بات خیال میں آسکتی ہے کہ جس شخص (آنحضرتؐ) نے نہایت ناپسند اور حقیر بت پرستی کے بدلے جس میں اس کے ہم وطن مدت سے ڈوبے ہوئے تھے، خدائے واحد برحق کی پرستش قائم کرنے سے بڑی بڑی دائم الاثر اصلاحیں کیں، مثلاً دختر کشی کو موقف کیا، نشے کی چیزوں کے استعمال کو اور قمار بازی کو جس سے اخلاق کو بہت نقصان پہنچتا ہے، منع کیا، بہتات سے کثرت ازدواج کا اس وقت رواج تھا اس کو بہت کچھ گھٹا کر محدود کیا، غرض کہ کیا ایسے بڑے اور سرگرم مصلح کو ہم فریبی ٹھہرا سکتے ہیں؟ اور یہ کہہ سکتے ہیں اس شخص کی تمام کاروائی مکر پر مبنی تھی۔ مولانا حالی کی کتاب۔ ''تاریخ محمدیؐ پر منصفانہ رائے'' پادری عماد الدین کی تاریخ محمدی کی ۳۱۲ صفحات کی ضخیم کتاب کے مقابلہ میں صرف ۲۵ صفحات کے رسالہ پر مشتمل ہے جو رد عیسائیت اور اعتراض والزامات کا بھرپور جواب کے بجائے تبصرے کی شکل ہے اسی وجہ سے اس میں تشنگی کا احساس محسوس کرتا ہے مولانا حالی کا اسلوب جوش و جزبہ اور زور بیان سے خالی ہے اور نہایت دھیما مگر مدلل اور ناصحانہ ہے اس اسلوب کی بنا پر اس پر معذرت خواہی کا شبہ گزرتا ہے جبکہ ایسا نہیں ہے مولانا حالی کو حساس اور درد آشنا دل میسر تھا حق پسندی اور حق گوہی اس مرد درویش کی نمایاں صفت تھی وہ دین داری اور خدا پرستی کے سچے مبلغ تھے مولانا حالی کا دل فرد واحد کا دل نہیں ہے بلکہ وہ عشق رسولؐ سے سرشار، ملک وملت اور ایک تہذیب تمدن کا دل رکھتے ہیں۔ ﴿۲۶﴾

۳۔ ''تعلیقات'' از مولوی چراغ علی (۱۸۴۶ء۔۱۸۹۵ء) پادری عماد الدین کی ''تاریخ محمدیؐ'' کے جواب میں مولوی چراغ علی نے بھی تعلیقات'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جو ۱۸۷۲ء میں شائع ہوئی، دینی محبت وغیرت سے سرشار مولوی چراغ علی نے شرانگیز کتاب کا جواب دینا اور مسلمانوں کو عیسائیت کی گمراہی کے بچانیکے لئے اپنا دینی فریضہ انجام دیا۔

''تعلیقات'' میں مولوی چراغ علی نے ''تاریخ محمدی کا جواب دیتے ہوئے خاص طور پر دوسرے مذاہب کے مقابلے میں اسلام کی ترجیح کے اسباب بیان کیئے ہیں اور ''تاریخ محمدیؐ'' کے ماخذ کو ناقابل اعتبار ٹھہرایا ہے، مولوی چراغ علی نے علمی، تاریخی اور تحقیقی دلائل کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ اسلام ہی اللہ تعالی کے نزدیک سچا دین ہے۔ ﴿۲۷﴾

مولوی چراغ علی کی بیشتر تصانیت انگریزی زبان میں ہیں جو درج ہیں

1. critical exposition of the popular jehad.

2. Proposed pclitical legal and social reforms under the muslim rule

3. Muhammad, the true prophet.

اول الذکر دو کتابوں کے اردو میں ترجمے بالترتیب ''تحقیق جہاد'' اور ''اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام کے نام سے ہو چکے ہیں۔

مولانا چراغ علی نے ''تحقیق جہاد'' میں آنحضرت کی غزوات کے بارے میں ثابت کیا ہے کہ تمام جنگیں جارحانہ نہیں بلکہ مدافعانہ تھیں اور اسلام صرف مدافعت کو جائز قرار دیتا ہے۔ چراغ علی کے مذہبی نظریات کے باعث سیرت میں جدیدیت کے اثرات بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔ ریورنڈ مائیکل کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ مذہب اسلام انسانی ترقی میں مانع ہے مولوی چراغ علی کی کتاب ''تعلیقات'' کا اسلوب کلامی ہے اور عیسائیت کے خلاف دندان شکن جواب ہے۔ مولوی چراغ علی ''اعظم الکلام فی ارتقاء اسلام'' میں کہتے ہیں کہ ''پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے جن مغازی میں حصہ لیا وہ سب دفاعی نوعیت کی تھیں وہ پیغمبر السلام کی مغازی کو تاریخی حوادث سے تعبیر کرتے تھیں جو خاص حالات سے متعلق جائز نہیں اور ان واقعات سے متعلق جو قرآنی آیات نازل ہوئیں وہ صرف مخصوص مواقع اور حالات سے تعلق رکھتی ہیں اور انھیں بعد میں کسی شرعی نظریہ کی بنیاد قرار نہیں دیا جا سکتا۔''

مولوی چراغ علی کا میلان طبع اسلام کی خدمت تھا انھوں نے عیسائی معترضین کے جواب دینے کے لئے اپنی زندگی وقف کردی اسلام کی حقانیت پیش کر کے اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے۔ مولوی چراغ علی کی تمام تر علمی وقلمی کوششوں کے باوجود ان بارے میں یہ تاثر عام ہے کے اسلام کے بارے میں ان کا رویہ مدفعانہ اور معذرت خواہانہ رہا، ایسا اس لیے محسوس کیا جاتا ہے کہ مولوی صاحب اسلام کو مغربی معیاروں کے مطابق برحق ثابت کرنا چاہتے تھے جو بلاشبہ علمی اور فکری اعتبار سے درست صحیح سوچ نہیں کہلائی جا سکتی امر واقعہ یہ ہے چراغ علی پر جدیدیت کا غلبہ تھا اور جدیدیت کا رجحان اس بنیادی نقطہ نظر کو پروان چڑھاتا ہے کہ قرآن فطرت اور قوانین فطرت کے متعلق حوالہ جات سے بھرا پڑا ہے۔ چراغ علی کو جدیدیت کے سحر میں مبتلا ہونے کے باعث کئی مقام پر ٹھوکر کھانی پڑی ہے جس کے باعث انہیں گمراہ تک قرار دیا گیا مثلاً انہوں نے قرآن کو کلامِ الٰہی کے بجائے حضرت محمد ﷺ کا کلام کہہ گئے۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تعدد ازدواج کی بڑھتی ہوئی حقیقت جو عرب قوم میں عام تھی، انسداد کے لئے جو آخری اور موئثر قدم اٹھایا وہ قرآن میں ان کا یہ اعلان تھا کہ کوئی فرد ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ عدل نہیں کر سکتا۔ ﴿۲۸﴾

چراغ علی نے جدیدیت کی جدید پسندی کے تحت مکرر جانچ پڑتال میں حددرجہ تنقیدی ژرف نگاری سے کام لیا اور کہا کہ حدیث بعض اوقات مفہوم تو پیش کرتی ہے لیکن پیغمبر کے الفاظ بجنسہ پیش نہیں کرتی اور اس لیے مفہوم کی تبدیلی اور ترمیم کا امکان

ہے۔﴿۲۹﴾

(۴) ''سپرٹ آف اسلام''(روح اسلام)از سید امیر علی(۱۸۴۹ء۔۱۹۰۹ء

سید امیر علی کی شہرہ آفاق کتاب'sprit of islam'' (روحِ اسلام)۱۸۷۳ء میں شائع ہوئی، پانچ سو ضخیم صفحات پر مشتمل اس کتاب کا پہلا حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ اور دوسرا حصہ آپ کی تعلیمات کے بارے میں ہے، انہوں نے آنحضرتؐ کی سیرت اور پیغام کے سلسلے میں قرآن کو اپنا ماخذ بنایا ہے،انہوں نے اسلام کی اعلیٰ تعلیمات اوراس کے عالمگیر اور آفاقی پیغام کا عیسائیت اور دیگر مذاہب سے موازنہ کرتے ہوئے اسلام کی فوقیت اور برتری کو علمی، عقلی اور تاریخی طور پر ثابت کیا ہے۔

امیر علی کا ذہنی نشو و ارتقاء اگر چہ ''مغربیت''اور'' جدیدیت'' کے ماحول میں ہوااور انہوں نے ''اسلامی جدیدیت'' کے تصور کو آگے بڑھایا وہ کرامت علی جونپوری کے شاگرد اور سید احمد خان کے رفیق تھے اور برطانوی سیاسی لیڈروں سے بھی قریبی تعلقات تھے﴿۳۰﴾ تاہم امیر علی نے مغربی اہل الرائے سے اسلام کی عذرخواہیوں اور توضیحات میں اور اسلامی معاشرتی اور مذہبی خیالات کے ڈھانچہ کی از سرنو تعمیر اور جدید خیالات کی ترویج میں سید احمد خان کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں۔

سید امیر علی مکتبہ علی گڑھ کے جدید پسند انتہاپسندوں کی طرح احکامِ الٰہی کو تاریخی طور پر صرف پیغمبرِ اسلام کے وقت اور زمانوں کے مطابق سمجھتے ہیں۔ وہ اسپرٹ آف اسلام میں لکھتے ہیں''یہ فرض کر لینا کہ ہر اسلامی شعار کا غیر تغیر پزیر ہونا لازمی ہے تاریخ کے ساتھ اور انسانی ذہن کی کی ترقی کے لیے سراسر ناانصافی ہے۔

ایک ممتاز قانون دان کی حیثیت سے امیر علی کو قرآن ،سیرت اور حدیث سے ایک گونہ تعلق اس لیے تھا کہ وہ شریعت اسلامیہ کو مسلم تاریخ کی از سرنو تعمیر میں بطورِ مواد استعمال میں لانے کے خواہش مند تھے، انیسویں صدی کے عیسائی مناظرہ کرنے والوں کے مانند نہ تو وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی سیرت نگاروں مثلاً ابن اسحٰق کو تسلیم کرتے ہیں نہ مسترد کرتے ہیں بلکہ ان کی تصانیف سے صرف وہی مواد اخذ کرتے ہیں جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا مرقع پیش کرنے میں معاون ثابت ہو جو جدید دور کے عظمتِ انسانی کے مغربی تصورات سے ہم آہنگ ہو، اکثر مغربی سیرت نگاروں کی طرح امیر علی بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دو جداگانہ حیثیتوں یعنی پیغمبر اور مدبّر ہونے کی دوہری شخصیت کو تسلیم

کرتے ہیں۔امیر علی نے نبی ﷺ کی حیات طیبہ اور انتظامی امور کی ایک فہرست مرتب کی ہے جس میں ان کے فیصلوں کو بجائے پیغمبرانہ ہونے کے مدبرانہ قرار دیا ہے۔امیر علی کے نزدیک خاص خاص مواقع پر آپ کے فیصلوں کے پیش نظر آپ کی حیات (طیبہ) اور ذہن (مبارکہ) کے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کی جاسکتی بلکہ اس کا اندازہ آپ ﷺ کے گہرے شعور و فراست میں مسلمانوں کی رہنمائی کرتی ہے وہ اسپرٹ آف اسلام میں لکھتے ہیں کہ:

''اس غیر معمولی معلم (محمد ﷺ) کا ذہن اپنی دانش و فطانت اور ترقی پذیر آورشوں میں' خصوصیت کے ساتھ جدید تھا۔''ابدی سعی' آپ ﷺ کی تعلیمات میں انسانی وجود کے لیے لازمی تھی''۔انسان اپنی جہد مسلسل کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا'السعی منی والاتمام من اللہ (کوشش اپنی طرف سے اور اس کی تکمیل خدا کے ہاتھوں)''۔

تعدد ازدواج کے سوال پر امیر علی ایک مدافعتی و معذرت خواہانہ تاریخ تناظر سے قریب تر نظر آتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآنی احکامات کا رجحان یہ تھا کہ اسلام میں جو یہ برائی تاریخی روایت کے ذریعے موروثی طور پر آئی تھی' پہلے اس کو محدود و مشروط کیا جائے اور بالآخر اسے بالکل ختم کر دیا جائے انہوں نے چراغ علی کے اس استدلال کو نقل کیا اور دہرایا ہے کہ نکاح میں محبت کے ساتھ انصاف ضروری ہے اس کے بعد وہ کچھ زیادہ روایتی مؤقف اختیار کرتے ہیں اور تعدد ازدواج کے اخلاقی جواز کے ضمن میں وہ بعض مخصوص حالات اور تاریخی مواقع کا سہارا لیتے ہیں روایت پسند اسلام میں عورتوں کی مزید کمزوریوں اور معذوریوں کو وہ تاریخی ورثہ قرار دیتے ہیں جنہیں فقہا نے قبول کر کے مجز کر دیا ہے۔ان کے خیال میں جن قرآنی احکامات میں عورتوں کو کوتاہیوں کی نشاندہی کی گئی ہے وہ محض وقتی تھے اور عربوں کے اس دور کے مسائل سے متعلق تھے۔﴿۳۱﴾

جہاں تک ''غلامی'' کا سوال ہے اور اس کی اسلام میں حوصلہ شکنی کا تعلق ہے امیر علی کا مؤقف وہی ہے جو سید احمد خان اور چراغ علی کا تھا لیکن امیر علی کا مناظرانہ انداز استدلال غلامی کے سوال کو نسلی رواداری سے منطبق کرتا ہے جب کہ اسلامی تہذیب' دور متوسط اور موجودہ یورپ کی عیسائیت کے مقابلے میں زیادہ قابل قدر اور مؤثر ہو سکتی ہے۔امیر علی اسپرٹ آف اسلام میں لکھتے ہیں کہ:

''اسلام میں آج کا غلام کل کا وزیر اعظم ہو سکتا ہے وہ بغیر تامل یا ناگواری کے اپنے آقا کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے اور خاندان کا سربراہ بن سکتا ہے کیا عیسائیت کوئی ایسی مثال پیش کر سکتی ہے''۔

تعدد ازدواج اور اسلام میں عورت کے مقام کے الجھے ہوئے مسئلے کی جانب توجہ منعطف کرتے ہوئے امیر علی نے عورت سے متعلق مسیحی راہبانہ نقطہ نظر سے اپنے حملہ کا آغاز کیا کہ شہوانیت مسیحی راہبانہ نقطہ نظر سے خاص طور پر ایک معصیت ہے چنانچہ اس کا نہ کوئی مقصد ہے اور نہ جواز تاریخی عیسائیت میں طبقہ نسواں پر جو غیر انسانی مظالم کیے گئے اور جن ذلتوں کا ان کو تختۂ مشق بنایا گیا رہبانیت ان کی وضاحت کرتی ہے۔ عیسائیت اور طبقہ نسواں کے باہم تعلق کے بارے میں جتنا کم سے کم کیا جائے' بہتر ہے۔ ابتدائی ادوار میں جب ادنیٰ و اعلیٰ' جاہل و عالم ہر نوع کے انسانوں کا مذہب صرف حضرت عیسیٰ کی والدہ محترمہ کی تعریف و توصیف تک محدود تھا۔ عیسائی کلیسا نے جنس پر پابندی لگا رکھی تھی کے بعد دیگرے پوپ اور پادری عورتوں کی فحاشیوں اور ان کے پر معصیت رجحانات اور ان کے ناقابل بیان حسد' بغض و کینہ پر مسلسل لکھتے تھے۔ تاہم امیر علی جب دور متوسط کے عیسائیوں کے طبقہ نسواں کے ساتھ بدترین سلوک اور ناروا برتاؤ کا اسلام میں عورتوں کے ایک مثالی مرتبہ سے تقابل پیش کرتے ہیں جس کا کہیں وجود نہ تھا تو بھٹک جاتے ہیں۔ ﴿۳۲﴾

عیسائی مناظرین کی حرف گیریوں سے حضرت محمد ﷺ کو بحیثیت پیغمبر اور مدبر مدافعت کے لیے امیر علی کا انداز مدافعت کے ساتھ جارحانہ بھی تھا یہ تکنیک سید احمد خان کی مذہبی تکثیریت کے بالکل متضاد تھی۔ ﴿۳۳﴾ امیر علی بار بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ایک دوسرے سے موازنہ کرتے ہیں تاکہ موخر الذکر کی تاریخی تناظر میں اہمیت و فوقیت کو ثابت کر سکیں وہ کہتے ہیں کہ عیسائیت نامکمل مذہب رہا کیونکہ حضرت مسیح کی حیات بہت جلد منقطع ہو گئی تھی اور ان کے پیغام کی تکمیل حضرت محمد ﷺ کی ذات بابرکت سے ہوئی وہ کہتے ہیں کہ:

''ایک امر یقینی ہے کہ اگر ان کو (مسیح) زیادہ طویل وقفۂ حیات ملتا تو وہ اپنی تعلیمات کو زیادہ منظم بنیاد پر استوار کرتے عیسائیت میں یہ بنیادی سقم فی الواقع' کونسلوں کے اجتماع اور اصول و اذعانی عقائد کے استحکام کے لیے اجلاس کے انعقاد کی وجہ سے پیدا ہوا جو خفیف سے خفیف آزادی فکر اور ذرا سے تعقل سے پارہ پارہ ہو جاتے ہیں حضرت مسیح کا کام ادھورا رہ گیا اور یہ ایک دوسرے معلم (محمد ﷺ) کے لیے مختص ہو گیا کہ وہ اصول و قوانین اخلاق کو منظم کریں''۔

امیر علی نے تاریخی اسلام کے خلاف عیسائی یا مغربی مبارزین مناظرہ کے جواب میں تاریخی مسیحیت کے خلاف نہایت تیز و تند حملے کیے ہیں وہ اسپرٹ آف اسلام میں لکھتے ہیں کہ:

''شاہزادۂ امن (عیسیٰ) کے پیروؤں نے ابتدا سے آج تک بوڑھے جوان' مرد وعورت کو بے دریغ قتل کیا اور غارت گری' لوٹنا جلانا ان کا شیوہ رہا اور ہے اور اس کرہ ارض پر ان کے نائب پوپ' بطریق' اسقف' پادری اور بزرگان کلیسا ان مسیحی مجرموں کی منظوری دیتے رہے اور اکثر ان کے بدترین گناہوں اور جرموں کی مکمل معافی اور پاداش سے نجات کا اعلان کرتے رہے''۔

امیر علی دبستان علی گڑھ کی طرح قرآن کے ''وقتی'' اور ''دائمی'' احکامات کے مابین امتیاز کے قائل ہیں یعنی تاویلی حل کے جسے جدید پسند بار بار اختیار کرتے ہیں جسے وہ وقتی سمجھتے ہیں اسے صرف تاریخی رنگ دے کر قبول کر لیتے ہیں اور وہ خفیف سے خفیف جز جس میں اسلامی عقیدہ کی روح یا جوہر موجود ہے اس کو انتخاب اور تشریح کے ذریعے دائمی قرار دیتے ہیں۔ ﴿۳۴﴾

(۵) ''الخطبات احمدیہ'' از سرسید احمد خان (۱۸۱۷ء۔ ۱۸۹۸ء) سرسید احمد خان کی محولہ بالا کتاب کا پورا نام ''الخطبات الاحمدیہ علی العرب والسیرۃ المحمدیہ'' ہے اصل کتاب اردو میں ہے اس کا انگریزی ترجمہ A Series of Essays on the Life of Muhammad کے نام سے ۱۸۷۰ء میں لندن سے شائع ہوا جبکہ اصل کتاب ضروری اضافوں کے ساتھ ۱۸۸۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سرسید احمد خان نے یہ کتاب سر ولیم میور لیفٹیننٹ گورنر صوبہ شمال مغربی کی کتاب Life of Muhamet (سیرۃ رسولؐ) کے جواب میں لکھی۔ ولیم میور نے چار جلدوں پر مشتمل اپنی ضخیم کتاب ۱۸۶۱ء میں شائع کی تھی۔ ولیم میور نے یہ کتاب ایک یورپی پادری فنڈر کی فرمائش پر لکھی تھی جس سے اس کتاب کی محرکات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے' سرسید کہتے ہیں کہ ''جب یہ کتاب چھپی اور ہندوستان میں پہنچی تو لوگوں نے اس کو نہایت شوق و ذوق سے پڑھا مگر جب ان کو یہ بات دریافت ہوئی کہ اسلام کی اور آنحضرت ﷺ کے حالات کی نہایت سیدھی سادھی اور صاف باتوں کو بھی توڑ مروڑ کو اس وضع پر ڈھالا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ پہلے ہی سے اس کتاب کو اس طرح لکھنا مقصود اور مرکوز خاطر تھا تو ان کا وہ شوق بالکل ٹھنڈا ہو گیا'' تاہم انگلستان اور ہندوستان کے تعلیم یافتہ طبقے کو اس کتاب نے بہت متاثر کیا''۔ ﴿۳۵﴾

سرسید کہتے ہیں کہ :

''میرے دل پر اس کتاب سے جو اثر پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ اس زمانے میں میں نے ارادہ کر لیا کہ آنحضرتؐ کے متعلق حالات میں ایک کتاب اس طرح پر لکھی جاوے کہ جو جو صحیح اور اصلی اور وقائع اور منقح ہیں اور معتبر روایتوں اور صحیح صحیح سندوں سے بخوبی ثابت ہیں ان کو بخوبی چھان بین اور امتحان کر کر ترتیب سے لکھا جاوے اور جو حالات مشتبہ اور مشکوک ہیں اور ان کا ثبوت معتبر یا کافی نہیں

ہے، ان کو جداگانہ اسی ترتیب سے جمع کیا جاوے اور جو محض جھوٹ اور افترا د بہتان یا خود غرض یا احمق واعظوں اور جھوٹی نیکی پھیلا نے والوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں، ان کو علیحدہ بہ ترتیب لکھا جاوے اور انہی کے ساتھ ان کے غلط اور ان کے نامعتبر ہونے کا ثبوت اور ان کے موضوع ہونے کی وجوہات بھی بیان کی جاویں۔ ﴿۳۶﴾

اس اقتباس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے سید احمد خان کس زاویے سے سیرت رسول ﷺ لکھنا چاہتے تھے۔ سرسید نے اس کتاب کے لیے جو مشقت وصعوبت اٹھائی ہے اس سے ان کی رسول اکرم ﷺ کے ساتھ گہری عقیدت کا پتہ بھی چلتا ہے سرسید احمد خان نے اس کتاب کی تالیف وتصنیف کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کا تذکرہ ایک مکتوب میں اس طرح کیا ہے۔

''ان دنوں میں ذرا قدرے دل کو شورش ہے، ولیم میور صاحب نے جو کتاب آنحضرت ﷺ کے حال میں لکھی ہے، اس کو میں دیکھ رہا ہوں اس نے دل کو جلا دیا اور اس کی ناانصافیاں اور تعصبات دیکھ کر دل کباب ہو گیا اور مصمم ارادہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کی سیر میں جیسا کہ پہلے ارادہ تھا کتاب لکھی جاوے۔ اگر تمام روپیہ خرچ ہو جاوے اور میں فقیر بھیک مانگنے کے لائق ہو جاؤں تو بلا سے۔ قیامت میں یہ کہہ کر تو پکارا جاوے گا اس فقیر مسکین احمد کو جو اپنے دادا محمد صلعم کے نام پر فقیر ہو کر مر گیا، حاضر کرو، مار اتمغہ شاہی بس است ہے۔'' ﴿۳۷﴾

سرسید احمد خان کے اس خط سے جہاں ان کے دلی جذبات اور اس والہانہ محبت کا اظہار ہوتا ہے جو ان کو حضور انور ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ تھی وہاں ان مشکلات اور دشواریوں کا ایک نقشہ بھی نظروں کے سامنے کھنچ جاتا ہے جو انہیں اس کتاب کی تالیف میں پیش آئی ایک خط میں اس کا اظہار اس طرح کرتے ہیں،

''میں شب و روز کتاب سیر مصطفوی ﷺ میں مصروف ہوں، سب کام چھوڑ دیا ہے۔ لکھتے لکھتے کمر درد کرنے لگتی ہے۔ ادھر فکر ترتیب مضامین کتاب، ادھر فکر جواب کتاب، ادھر فکر تنقیح وصحیح روایات صحیح میں مبتلا رہتا ہوں اور کسی شخص کے مددگار نہ ہونے سے یہ کام اور بھی سخت ہو گیا ہے۔ ادھر جب حساب دیکھتا ہوں تو جان نکل جاتی ہے کہ انہی لکھنا اور چھپوانا تو شروع کر دیا، روپیہ کہاں سے آئے گا۔'' ''الخطبات احمدیہ'' ایک دیباچہ اور بارہ خطبات پر مشتمل 803 صفحات کی ایک ضخیم کتاب ہے، خطبے کی حیثیت ایک باب کی ہے، ہر خطبے کا عربی میں ہے جس کی تفصیل کچھ ایسے ہے۔

۱۔ الخطبته اولی فی جغرافیه جزیرة العربیه وامم العرب العاریه والمستعربیه (یعنی ملک عرب کا جغرافیہ

اوراس کی قوموں کا حال)۔

۲۔ الخطبۃ الثانیہ فی مراسم العرب وعاداتہم قبل الاسلام (یعنی اسلام سے قبل عربوں کی رسمیں اوران کی عادتیں)

۳۔ الخطبۃ الثالثہ فی الادیان المختلفہ التی کانت فی العرب قبل الاسلام (یعنی اسلام سے پہلے عرب کے مختلف مذاہب اور ادیان کا ذکر)۔

۴۔ الخطبۃ الرابعہ فی ان الاسلام رحمۃ للانسا وجنۃ لادیان الانبیا باوضح البرہان (یعنی اسلام انسان کے لیے رحمت ہے اور تمام انبیاء کے مذاہب کی پشت پناہ)۔

۵۔ الخطبۃ الخامسہ فی حالات کتب المسلمین (یعنی مسلمانوں کی مذہبی کتابوں' کتب حدیث' کتب سیرۃ' کتب تفسیر اور کتب فقہ کے بیان میں)۔

۶۔ الخطبۃ السادسہ فی الروایات فی الاسلام (یعنی مذہب اسلام کی روایتوں کی حقیقت اوران کے رواج کی ابتدا)۔

۷۔ الخطبۃ السابعہ فی القرآن وھوالہدیٰ والفرقان (یعنی قرآن کریم رسول اللہ ﷺ پر کس طرح نازل ہوا)۔

۸۔ الخطبۃ الثامنہ احوال بیت اللہ الحرام والسوانح اللتی مضت فیہا قبل الاسلام (یعنی خانہ کعبہ اوراس کے گزشتہ حالات اسلام سے قبل)۔

۹۔ الخطبۃ التاسعہ حسبہ ونسبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام (یعنی رسول اللہ ﷺ کے نسب نامہ کے بیان میں)۔

۱۰۔ الخطبۃ العاشرہ فی البشارۃ المذکورۃ فی التوراۃ والانجیل (یعنی رسول اللہ ﷺ کی بشارات کے بیان میں جوتوریت اورانجیل میں مذکور ہیں)۔

۱۱۔ الخطبۃ الحادی عشر فی حقیقۃ شق الصدر وماہیۃ المعراج (یعنی شق صدر کی حقیقت اور معراج کی ماہیت کے بیان میں)۔

۱۲۔ الخطبہ الثانی عشر فی ولادۃ وطفولیۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام (یعنی رسول اللہ ﷺ کی پیدائش اوربچپن کے حالات ۔۱۲سال کی عمر تک)۔﴿۳۸﴾

تمہید میں سرسید احمد نے سب سے پہلے مذہب کی حقیقت پر روشنی ڈالی ہے اور سچے مذہب کو پرکھنے کا واحد اصول اس کا قدرت یا قانون قدرت کے مطابق ہونا قرار دیا ہے اوراسلام کو قانون قدرت کی پاسداری کرنے کی وجہ سے دنیا کا سچا مذہب ثابت کیا

ہے۔اس کے بعد مسلمانوں اور عیسائیوں کی تحریر کردہ کتب سیرت پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ پہلے تو انہوں نے محدثین کے کارناموں کے سلسلے میں امام ابوعیسیٰ ترمذی کی ''شمائل ترمذی'' کا حوالہ دیا ہے' جو ان کے خیال میں آنحضرت ﷺ کی زندگی کے حالات پر پہلی مکمل کتاب ہے۔ پھر انہوں نے کتب احادیث میں موجود روایات کو پرکھنے کے وہ اصول وقواعد گنوائے ہیں جو پیش نظر ہوں تو آنحضرت ﷺ کی سوانح حیات کے صحیح واقعات تک رسائی ہوتی ہے۔ کتب سیر میں انہوں نے ابن اسحاق' ابن ہشام' واقدی' طبری' الشامی' ابوالفدا' مسعودی اور قسطلانی کی کتابوں کا نام لیا ہے جو خاص آنحضرت ﷺ کے حالات کے لیے لکھی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ عربی اور فارسی کی اور کتب سیرت بھی موجود ہیں لیکن ان کا ماخذ یہی کتابیں ہیں۔ سرسید کی رائے میں یہ سب کتابیں سچی اور جھوٹی روایتوں کا مجموعہ ہیں جنمیں صحیح اور غلط کا کوئی امتیاز نہیں رکھا گیا' بلکہ انہوں نے تو یہاں تک کہا کہ جو کتابیں ان میں زیادہ قدیم ہیں (مثلاً ابن اسحاق' ابن ہشا' واقدی اور طبری کی کتابیں) ان میں اس قسم کا اختلاط نسبتاً زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سیرت نگاروں نے روایات جمع کرنے پر زیادہ توجہ دی لیکن ان کی چھان بین کا کام آئندہ نسلوں پر چھوڑ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اب فن سیر کی تمام کتابوں میں صحیح وموضوع' جھوٹی اور سچی' سند اور بے سند' ضعیف وقوی اور مشکوک ومشتبہ روایتیں مخلوط اور گڈمڈ ہیں۔ ﴿۳۹﴾

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ یہ کتاب سرسید کے بارہ خطبات پر مشتمل ہے۔ ان خطبات میں مضامین بیان کیے گئے ہیں وہ مجملاً مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلا خطبہ:۔ یہ خطبہ تمام خطبات سے بڑا اور بجائے خود ایک کتاب ہے۔ اس میں ملک عرب کا نہایت مفصل تاریخی جغرافیہ بیان کر کے سر ولیم میور کے مزعومات کی تردید کی ہے۔ مثلاً میور نے جبل فاراں کا محل وقوع ملک شام بتایا ہے (حالانکہ وہ عرب میں ہے۔ اسی طرح میور نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت اسماعیل عرب میں آباد ہی نہ تھے۔ سرسید نے اس کی بدلائل تغلیط کی ہے۔ انہوں نے تورات اور عیسائی محققوں کے حوالوں سے اسلامی روایات کی صحت ثابت کی ہے۔

دوسرا خطبہ: اشعار عرب اور دیگر معتبر حوالوں کی مدد سے اس خطبہ میں عرب جاہلیت کے رسوم' عادات' تخیلات اور عقائد بیان کیے ہیں۔ اس خطبہ کا منشاء یہ ہے کہ ظہور اسلام سے قبل ملک عرب کے عام حالات واضح طور پر سامنے آجائیں۔

تیسرا خطبہ:۔ اس خطبہ میں مذاہب عرب قبل اسلام کا بیان ہے۔ انہوں نے عربوں کو مذہبی اعتبار سے چار گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔ بت پرست' خدا پرست' لامذہب اور معتقدین مذاہب الہامی۔ الہامی مذاہب کے زمرے میں صائبین کو بھی شمار کیا ہے۔

حالانکہ صابئیت جو بابل کے قدیم باشندوں کا مذہب تھا اور جس کی تردید کے لیے حضرت ابراہیمؑ مبعوث ہوئے تھے' اجرام فلکی کی پرستش پر مبنی تھا اور اس کے الہامی مذہب ہونے کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا۔ مذاہب عرب کی تفصیل دینے کے بعد سرسید نے ظہور اسلام اور عرب پر اس کے اثرات کو بیان کیا ہے۔

چوتھا خطبہ:۔ اس خطبہ کا موضوع اسلام کی صداقت اور بنی نوع انسان کے حق میں اس کا رحمت ہونا ہے۔ اس کے چار حصے ہیں پہلے حصے میں یورپ کے عیسائی اہل علم مثلاً ولیم میور' گبن' جان ڈیوڈ پورٹ' ٹامس کارلائل وغیرہ کے ان اقوال کو نقل کیا ہے۔ جو اسلام کی برکتوں سے متعلق ہیں۔ دوسرے حصے میں اسلام کے مخالفین کی رایوں کی تردید کی ہے۔ تیسرے حصے میں ان فوائد کا ذکر ہے جو صرف عیسائیوں کو اسلام سے پہنچے' مثلاً ان کا تثلیث سے انحراف اور توحید کا اقرار وغیرہ۔

پانچواں خطبہ:۔ اس خطبہ میں نہایت تفصیل کے ساتھ مسلمانوں کی مذہبی کتابوں یعنی کتب حدیث' کتب سیر و تفاسیر کتب فقہ کی تصنیف کی منشاء اور طرز و اسلوب کی وضاحت کی ہے۔ تاکہ غیر مسلم مصنفین کو مسلمانوں کے طرز تصنیف سے واقفیت ہو جائے۔ اور غلط فہمیوں سے محفوظ رہیں۔

چھٹا خطبہ:۔ اس میں ابتدا میں فن روایت کی اصلیت اور اس کے رواج کا بیان ہے۔ اس کے بعد یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کا انحصار ان روایات صحیحہ پر ہے جو تبلیغ رسالت سے تعلق رکھتی ہیں نہ کہ ان روایات پر جن کا تعلق امور دنیوی سے ہے پھر جھوٹی روایتوں کی ممانعت اور اس کی سزا کا ذکر ہے۔ ازاں بعد اختلاف روایت کے اسباب' احادیث موضوعہ کا بیان اور ولیم میور کے اعتراضات کے جواب تحریر کیے ہیں۔

ساتواں خطبہ:۔ اس میں قرآن' اس کے نزول' سورتوں اور آیتوں کی ترتیب' ان کی مختلف قرائتیں ناسخ و منسوخ کی بحث' ان کی تدوین کا زمانہ' ان کی اشاعت اور ان کے الہامی ہونے کے مباحث ہیں پھر اس ضمن میں عیسائیوں اور خصوصاً ولیم میور کی غلطیوں کو بے نقاب کیا ہے۔

آٹھواں خطبہ:۔ خانہ کعبہ کے حالات' اس کی تاریخ اور جغرافیائی تحقیق پر یہ خطبہ مشتمل ہے۔ اسے اس غرض سے تحریر کیا گیا ہے کہ ولیم میور نے لکھا تھا کہ یقطان' جس کا توراۃ میں جا بجا ذکر ہے' اہل عرب کا اس کی اولاد میں ہونا' حضرت اسماعیلؑ کا مکہ میں آباد ہونا' خانہ کعبہ کی تعمیر اور اس کے مراسم کا حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ سے متعلق ہونا محض فرضی داستان ہے۔ سرسید نے نہ صرف

تاریخ اسلام سے بلکہ زیادہ تر عیسائی یورپی محققین وجغرافیہ دانوں کی تحقیقات سے حضرت اسماعیل کی اولاد کا حجاز میں آباد ہونا ثابت کیا ہے۔انہوں نے تورات کی صریح روایت سے یہ استدلال کیا ہے کہ حجر اسود، رسم قربانی اور کعبہ کا نام عرب مشرکین سے نہیں بلکہ خاص حضرت ابراہیم واولاد ابراہیم سے وابستہ ہیں۔انہوں نے عرفات، منا، مکہ اور کعبہ کی تاریخی حیثیتوں سے بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔

نواں خطبہ: اس میں آنحضرت ﷺ کے نسب مبارک کی تحقیق کی ہے اور ولیم میور کے اس خیال کی غلطی ثابت کی ہے کہ آپ ﷺ نسل اسماعیل سے نہ تھے۔اس سلسلہ میں عرب جاہلیت کے علوم، شاعری، اور علم انساب کا بھی نہایت عالمانہ بیان ہے۔

دسواں خطبہ: اس خطبہ میں ان بشاروں کا ذکر ہے جو آنحضرت ﷺ سے متعلق تورات وانجیل میں مذکور ہیں۔

سرسید نے عہد عتیق سے چھ بشارتوں اور عہد جدید سے تین بشارتوں کا ذکر کیا ہے۔

گیارہواں خطبہ:۔معراج اور صدر کی حقیقت سے بحث کی ہے۔اس سلسلہ میں جتنی مختلف ومصار روائیتیں تھیں۔ان کے کی وضاحت کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ واقعہ معراج جس قدر معراج جس قدر قرآن میں مذکوہ ہے۔بس اتنا ہی امرواقعہ ہے ان کے خیال میں معراج ایک قسم کا دریا تھا اور شق صدر، اس کا ایک جزو تھا۔انھوں نے عیسائیوں کے اعتراضات کے جوابات تحقیقی اور الزامی دونوں ہی دیئے ہیں۔

بارہواں خطبہ:۔آنحضرتؐ کے ابتدائی حالات زندگی ولادت سے بارہ سال کی عمر تک معتبر اور صحیح روایات سے بیان کئے ہیں۔سرسید نے ان رطب ویابس روایات کی جن کی بناء پر سر ولیم میور نے آنحضرتؐ کی حیات طیبہ پر تعریض کی تھی۔نہایت ہی مدلل طریقہ پر تردید کی ہے۔

بقول حالی" خطبات احمدیہ کو علمائے اسلام کی کتابوں پر بوجوہ ذیل تفوق حاصل ہے۔

ا۔سرسید پہلے شخص تھے جنھوں نے اس کتاب کے لئے یورپ کا سفر کیا اور اسے انگریزوں کی زبان میں شائع کرایا۔

۲۔علماء کے محبوب انداز مناظرہ سے اجتناب کر کے دستانہ ماحول میں مخالفین کی تردید کی۔

۳۔ ولیم میور نے آنحضرتؐ کی حیات طیبہ پر نکتہ چینی کا نہایت پر فریب طریقہ اختیار کیا تھا در وہ یہ کہ اسلامی کتب تفسیر حدیث وسیر کو درست تسلیم کر کے ان میں کے مندرجات کی بناء پر آنحضرتؐ پر اعتراضات کئے تھے۔انھوں نے عام پادریوں کے عقلی

دلائل کے بجائے تاریخی دلائل پر اعتماد کیا تھا۔سرسید نے ان مغالطوں کو دور کرنے کی غرض سے دو خطبوں میں اسلامی کتب سیر تفسیر وحدیث پر بے مثل تنقید کی اور ولیم میور کے پیش کردہ روایات کی محدثین کے مقررہ کردہ اصول کی روشنی نامعتبری ثابت کی۔

۴۔عموماً علماء الزامی جوابات دیا کرتے تھے۔سرسید نے خطبات احمدیہ میں ہر ایک اعتراض کا محققانہ جواب دیا۔مثلاً تعدد ازواج اور طلاق کے مسئل میں انبیائے سابقین کی متعدد شادیوں کی مثالیں دیگر مخالفین کو خاموش کر دیا جاتا تھا۔اس کے برعکس سرسید نے معاشرتی تاریخی اور جغرافیائی حقائق اور اخلاقی اقدار کی روشنی میں اس مسئلہ کا جائزہ لیا۔اس طرح مسئلہ طلاق پر محققانہ نظر ڈالی ہے۔﴿۴۰﴾

سرسید احمد خان سے پہلے مولوی رحمت اللہ کیرانوی،مالانا محمد قاسم نانوتوی،اور مولوی آل حسن ابرآبادی۔عیسائیوں کے رد میں متعدد عالمانہ کتابیں لکھ چکے تھے۔لیکن ان کتابوں کا انداز مناظرانہ تھا،دوسرے یہ کہ ان حضرات نے جو کچھ لکھا وہ اردو میں لکھا علم کی میزان میں ان کتابوں کا وزن بہت بھاری تھا اردو میں ہونے کے سبب مغرب کے اعتراض کرنے والے اہل علم ان کتابوں کا براہ راست مطالعہ نہ کر سکے۔انہی کی زبان میں ان کا جواب دیا جائے۔اس میں پہل کرنے والے بلا شبہ سرسید احمد خان تھے۔انہوں نے کوشش کی کہ مغربی مصنفین کو انہی کے دلائل سے قائل کیا جائے۔چنانچہ بہت سے اہل علم یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ " سرسید احمد کی کتاب متعصبانہ،نفرت وحقارت اور گالیوں کی بوچھاڑ اور گالیوں کی بوچھاڑ سے پاک،عقلی اور ادبی استدلال پر مبنی ایک سنجیدہ تحریر ہے۔﴿۴۱﴾

اور یہ حقیقت بھی ہے کہ سرسید احمد نے ولیم،اور دوسرے مغربی مصنفین کے اعتراضات کو جواب دیتے وقت مناظرانہ،معاندانہ یا طنز آمیز انداز اختیار نہیں کیا بلکہ عالمانہ اور سنجیدہ لب ولہجہ میں گفتگو کی ہے۔انہوں نے جوابی الزامات سے بھی گریز کیا ہے۔لفظی صنائع اور عبارت کی آرائش وزیبائش کے بجائے سادگی اور روانی کو اپنایا ہے۔

جغرافیہ،اور قبائل عرب ے بارے میں (خطبہ اول میں) سرسید احمد خان نے جو تحقیق کی ہے وہ اردو میں لکھی جانے والی دوسری کتب سیرت میں ہمیں نہیں ملتی۔اس کی ایک نمایاں اور منفرد خصوصیت یہ ہے کہ عبرانی بائبل کے حوالے بہت سے مقامات پر دیئے ہیں۔خصوصاً پہلے خطبہ میں،اور ایسے تمام حوالے عبرانی زبان اور حروف ہی میں دیئے ہیں۔اردو میں ان کا ترجمہ اور وضاحت کر دی ہے۔

"الخطبات الاحمدیہ" جہاں بعض منفرد خصوصیات کی حامل ہے، اور اس کے مصنف سر سید احمد خان نے اس کتاب کے مقدمہ اور اپنے بعض خطوط میں، اس کتاب کی تالیف کے لئے جس خلوص، جذبے اور لگن کا اظہار کیا ہے وہ قابل قدر ہے۔ وہاں بعض باتیں مصنف کے حوالے سے، اور بعض کتاب کے حوالہ سے جمہور علماء کی آراء سے مختلف بھی ہیں اور کسی حد تک قابل اعتراض بھی۔

مصنف نے اپنے مدمقابل ولیم میور کے بارے میں کسی مرحلے پر مناظرانہ اور معاندانہ یا طنز آمیز لب ولہجہ اختیار نہیں کیا۔ ان کے اعتراضات کا جواب عالمانہ طریقے سے دینے کوشش کی ہے۔ باوجود یہ کہ وہ اس کتاب کی تالیف سے پہلے خاصے جذباتی نظر آتے ہیں۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ انہوں نے اپنے اسلاف پر جہاں تنقید کی ہے، وہاں انہوں نے شائستگی کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ ﴿۴۱﴾

مثلاً امام محمد بن اسماعیل بخاری کے بارے میں لکھتے ہیں:

''محمد اسماعیل بخاری مسلمانوں میں بہت بڑا عالم اور مقدس مصنف ہے۔ ایک کتاب اس کی صحیح بخاری ہے' جو بلحاظ اس حیثیت کے جس حیثیت سے وہ تصنیف ہوئی ہے' نہایت معتبر اور مستند خیال کی جاتی ہے۔ گو کہ دوسری حیثیت سے وہ ایسی نہ ہو۔ دوسری کتاب اس کی تاریخ بخاری ہے جو کچھ بھی قدر کے لائق نہیں ہے''۔ ﴿۴۲﴾

امام محمد بن اسماعیل بخاری کا پوری امت مسلمہ میں جو مرتبہ ہے' وہ محتاج بیان نہیں۔ ان کے لیے سر سید احمد خان نے جمع کا صیغہ (یعنی ان' تھے' یا ہیں وغیرہ) استعمال کرنے کی بھی زحمت نہیں کی۔ پھر ان کی الجامع الصحیح پر جو تبصرہ کیا وہ بھی بہت مبہم ہے۔ اس حیثیت' اور دوسری حیثیت سے نہ جانے کیا مراد ہے؟ یہ بات محل نظر بن جاتی ہے کہ عام قاری تیسری صدی اور چوتھی صدی ہجری کے اکابر علماء اور محدثین کی اس رائے کو تسلیم کریں کہ امام بخاری کی الجامع الصحیح کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح تر کتاب ہے یا سر سید احمد خان کی بات کو مانیں۔ ﴿۴۳﴾

سیرت کی معروف کتاب مواہب لدنیہ کے مصنف علامہ قسطلانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مصنف مواہب لدنیہ نے سب سے زیادہ نادانی کی ہے کہ ان مختلف روایتوں کو دیکھ کر بعوض اس کے ان کو نامعتبر ٹھہراتا' یہ تسلیم کیا ہے کہ شق صدر کا واقعہ پانچ مرتبہ پیش آیا''

ہم عصر علماء کے بارے میں بھی کئی مقامات پر غیر شائستہ زبان استعمال کی۔ مثلاً

''بعض احباب نالائق مثل مولوی زین العابدین نے میرا ارادہ در باب تحریر جواب کتاب ولیم میور صاحب جو نسبت آنحضرت ﷺ لکھی ہے، سست کر دیا ہے، اور بروقت روانگی سامان اور چندہ کرنے نہیں دیا''۔ (۴۴)

بعض مباحث میں انتہائی تحقیق اور تشخص کے باوجود الخطبات الاحمدیہ اہل علم کی نظروں میں ایک متنازعہ کتاب قرار پائی۔ میں اگر یہ کہوں تو شاید حقیقت سے انحراف نہ ہوگا کہ بہت سے امتیازی خصائص کے باوجود الخطبات الاحمدیہ سیرت کے موضوع پر اردو میں لکھی جانے والی تمام قابل ذکر کتابوں میں سب سے زیادہ ہدف تنقید بنی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ولیم میور یا دوسرے مستشرقین نے اسلام، اور پیغمبر کی ذات سے وابستہ جن واقعات پر اعتراض کیا تھا، سرسید احمد خان ان واقعات کی حقیقت اور وقوع سے ہی دست بردار ہو گئے۔

مستشرقین نے جسمانی معراج پر اعتراض کیا۔ سرسید احمد خان نے بجائے اس کے کہ دلائل سے یہ بات ثابت کرتے کہ ایسا ہونا ممکن ہے، وہ سرے سے ان روایات ہی کا انکار کر بیٹھے جن سے اس واقعہ کا ثبوت ملتا ہے۔ حالانکہ اب ایک صدی گزرنے کے بعد سائنسی تحقیقات اس منزل تک پہنچ گئی ہیں کہ خود وہ طبقہ جو کل تک بہت سی ایسی باتوں کا انکار کرتا تھا جو پیغمبر اسلام کی ذات کے حوالے سے کہی جاتی تھیں، اب ان کا معترف نظر آتا ہے۔ (۴۵)

غیب پر اذعان و یقین کی دولت سے محروم شخص تو مشاہدے کے بعد کسی چیز پر یقین کرتا ہے۔ وہ سب سے زیادہ عقل کا دعوے دار ہے لیکن عقل کو سب سے کم استعمال کرتا ہے لیکن جو لوگ اس حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں کہ وحی کے ذریعہ حاصل ہونے والا علم ہزار ہا مشاہدوں اور تجربوں سے زیادہ یقینی ہوتا ہے۔ ان کے لیے اس قسم کے اعتراضات کی جواب دہی نسبتاً آسان ہو جاتی ہے اور انہیں فرار کی راہ اختیار کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

اس سلسلے میں ایک بنیادی بات عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا، وہ یہ کہ سرسید احمد خان اور ان جیسے بعض دوسرے حضرات کو انبیاء کی ذات سے وابستہ بعض واقعات کو تسلیم میں دشواری اس لیے محسوس ہوتی ہے اور وہ شک اور تذبذب کا شکار اس بنا پر ہوتے ہیں کہ وہ ان واقعات کو عقل کے ترازو میں تولنے لگتے ہیں اور ان واقعات کو بھی عام انسانوں کے ساتھ پیش آنے والے واقعات پر قیاس کرتے ہیں اور یہیں سے بنیادی خرابی کا آغاز ہوتا ہے۔

انبیاء کے ساتھ پیش آنے والے بعض خلاف عادت واقعات کو معجزہ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ دوسروں کے لیے اس طرح کا عمل ممکن نہیں ہوتا' اور نہ اس جیسے عمل کا نبیوں اور رسولوں کی ذات کے علاوہ کسی اور ذات سے صدور ممکن ہوتا ہے۔ معجزہ تو حقیقت میں معرفت نبوت کا ایک ذریعہ ہے۔ اسے عقل کی ترازو میں کیسے تولا جا سکتا ہے۔ نبوت و رسالت کی حدیں تو شروع ہی وہاں سے ہوتی ہیں۔ جہاں انسانی عقل کی رسائی ختم ہو جاتی ہے اور اس کے حواس' ادراک و شعور عاجز درماندہ ہو جاتے ہیں۔ (۴۶)

نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نبوت و رسالت سے پہلے شق صدر کا واقعہ پیش آیا' محدثین اور اسلاف کا اس بارے میں تو اختلاف ہوا کہ یہ واقعہ کتنی بار پیش آیا لیکن جمہور علماء نے ہمیشہ اس کے وقوع کو تسلیم کیا' اس کے منکر نہیں ہوئے' اور اس کا ذکر ایک معجزے کے طور پر کیا گیا۔ لیکن سرسید احمد خان نے شق صدر کا انکار کیا۔ اس انکار کی وجہ بھی یہی بنیادی غلطی بنی کہ ''عقل میں نہیں آتا'' عام انسانوں کے ساتھ پیش آنے والے بہت سے واقعات یا عام انسانوں کی بہت سی تخلیقات بے شمار لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتیں لیکن اس کے باوجود لوگ ان باتوں کو مانتے ہیں۔ حالانکہ ان کا تعلق فنی مہارت اور کسب سے ہے۔ بہت سے لوگوں کو اس کی سمجھ بھی ہوتی ہے اور قدرت بھی جب کہ معجزہ صرف ذات نبی کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔ نبی کے علاوہ کسی اور کی ذات سے اس کا وقوع ممکن نہیں ہوتا۔

سرسید احمد خان نے شق صدر کو شرح صدر سے تعبیر کیا اور جمہور علماء کے برخلاف یہ بات کہی کہ شق صدر سے شرح صدر مراد ہے۔ یہ بڑا عجیب موقف ہے۔ تیرہ صدیوں تک علماء شق صدر اور شرح صدر میں فرق نہ کر سکے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟

شق صدر کی روایات کو مسلم' ابوداؤد طیالسی' احمد بن حنبل' طبرانی' زرقانی' بیہقی' عسقلانی' ابن سعد' ابن ہشام اور سیوطی نے اپنی اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد سرسید احمد خان کا یہ کہنا کہ ''یہ سب روایات ناقابل اعتبار' اور بے ہودہ افسانے ہیں'' نہ صرف یہ کہ ایک بے بنیاد اور بے دلیل بات ہے بلکہ غیر شائستہ انداز فکر و تحریر ہے۔ علمی طور پر سرسید احمد خان کے قد و قامت کو ان مذکورہ بالا افراد میں سے کسی ایک کے برابر بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ چہ جائے کہ ان سب کی معتمد روایات پر سرسید احمد خان کی بے دلیل بات کو ترجیح دی جائے۔

کتابت احادیث کے بارے میں یہ لکھنا کہ ''دو سو برس بعد کتابت حدیث شروع ہوئی'' بڑی بچگانہ سی بات ہے۔ مولانا محمد اسماعیل ندوی نے اس ضمن میں اپنی ناقدانہ رائے کا اظہار اس طرح کیا:

سرسید احمد میں دو بڑی خامیاں بھی تھیں، جس نے ان کے پورے علم کلام اور اسلامی لٹریچر کی دینی و علمی قدر و قیمت میں بہت کمی پیدا کر دی۔ ایک تو اسلامی لٹریچر کی دینی و علمی قدر و قیمت میں بہت کمی پیدا کر دی۔ ایک تو اسلامی علوم میں ان کی بے بضاعتی اور قلت مطالعہ اور دوسری یہ کہ خود مغربی علوم سے ان کی براہ راست ناواقفیت اور سنی سنائی باتوں پر اعتماد اور بھروسہ، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے مستشرقین کے بالمقابل جو دلیلیں دیں، وہ علمی اعتبار سے اتنی پھسپھسی ثابت ہوئیں کہ موجودہ زمانے میں اہل نظر انہیں دیکھ کر ہنس پڑیں۔ مثلاً تدوین حدیث کے بارے میں یہ لکھنا کہ امام بخاری کے دور تک عربوں میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہیں ہوا تھا۔ لہذا کتابت حدیث کا باقاعدہ آغاز دوسری صدی ہجری کے بعد ہوا'' ﴿۴۹﴾

یہ کہنا تو شاید مبالغہ ہو کہ سرسید احمد نے اپنی کتاب کی بنیاد سنی سنائی باتوں پر رکھی اور ان پر اعتماد کیا۔ البتہ اگر انتہائی محتاط طریقے سے بھی بات کی جائے تو یہ کہنا حقیقت کے خلاف نہ ہوگا کہ ولیم میور اور مستشرقین کے مقابلے میں ان کا رویہ معذرت خواہانہ ہے۔

''الخطبات الاحمدیہ'' ایک مربوط اور باقاعدہ سوانح عمری کے بجائے بارہ مختلف مضامین کا مجموعہ ہے۔ اگرچہ ان تمام مضامین اور مقالات کا تعلق سیرت ہی سے ہے۔ بالواسطہ یا بلاواسطہ یہی وجہ ہے کہ مصنف نے اس کا نام سیرت کے بجائے خطبات رکھا۔

سرسید احمد خان کی ''الخطبات الاحمدیہ'' کے حسن و قبح میں ان کے تجدد پسندانہ نظریات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ برصغیر پاک و ہند میں سرسید احمد خان نے تجدد کی بنیاد رکھی ''خطبات احمدیہ'' میں جو مدافعانہ معذرت خوانہ اور مرعوبانہ رویہ کا اظہار ہو رہا ہے وہ ان کے تجدد پسندی کا مظہر ہے، سید احمد خان کی تجدد پسندی صرف سیرت ہی میں نہیں بلکہ قرآن و تفسیر اور حدیث و تاریخ اور سیاست و معاشرت میں بھی نمایاں ہے۔ خطبات احمدیہ کو سیرت نگاری میں تجدد پسندی کے رجحان سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

سیرت نگاری کے زیر نظر عہد (۱۸۵۷۔۱۸۹۷) کے باب کے مطالعہ سے ہمارے سامنے جو نتائج رجحانات سامنے آئے ہیں وہ درج ذیل نکات پر مبنی ہیں:

(۱) اس عہد میں سیرت نگاری بلاشبہ اپنے سیاسی، مذہبی، معاشرتی، سماجی اور عالمی حالات سے متاثر ہوئی۔

(۲) پہلے کے مقابلے میں سیرت نگاری کی رفتار میں اضافہ ہوا اور تصانیف سیرت میں کثرت و اضافے کے ساتھ موضوعاتی

سیرت نگاری کا آغاز ہوا جو فن سیرت میں پیش رفت ہے۔

(۳) سیرت نگاری میں میلاد ناموں کی روایت معاشرتی اور سماجی قدروں کے باعث برقرار رہی تاہم میلاد ناموں میں وضعی اور غیر مستند واقعات اور روایت کا نوٹس لیتے ہوئے اسے بہتر بنانے کی کوشش کی گئی۔

(۴) سیاسی و عالمی تبدیلیوں کے باعث نظریاتی طور پر دو گروہوں میں تقسیم ہوئے اس گروہ بندی کو ہم روایت پسندی یا قدامت پسند اور تجدد پسندی سے تعبیر کر سکتے ہیں' روایت پسندی اور تجدد پسندی کی تقسیم کے نتیجے میں نہ صرف سیرت نگاری پر دور رس اثرات مرتب کیے بلکہ اس تقسیم کے نتیجے میں مزید مکاتب فکر وجود میں آئے اور سیرت نگاری ان مکاتب فکر چھاپ نمایاں نظر آئی ہے جس کا مزید اندازہ آگے دیکھنے میں آئے گا۔

(۵) سیرت رسول اللہ ﷺ سے بے اعتنائی میں نمایاں کمی واقع ہوئی' مسلمانوں کا سیرت سے کمزور اور ٹوٹا ہوا رشتہ استوار ہوا' پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ عقیدت و محبت اور غیر اسلامی مذاہب خصوصا عیسائیت کی اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ معاندانہ کارروائیوں کا بھی نوٹس لیا گیا اور اس کا بھرپور جواب دیا گیا۔

(۶) مطالعہ سیرت میں سنجیدگی اور تحقیق کا عنصر شامل ہوا چنانچہ سیرت کی جو کتابیں سامنے آئیں وہ پہلے کے مقابلہ میں زیادہ سنجیدہ اور تحقیقی مواد کی حامل تھیں۔

(۷) ترجمہ نگاری کی روایت میں اضافہ ہوا اور دوسری زبانوں انگریزی' عربی اور فارسی کی کتب سیرت کے اردو میں تراجم ہوئے۔

مذکورہ بالا نتائج کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کا آغاز تیز رفتاری اور ہمہ جہتی بنیادوں پر ہوا۔

حواشی .... باب چہارم

(۱) ریاض' سید حسن' پاکستان ناگزیر تھا' شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی ۱۹۸۲ء

(۲) منگلوری' سید طفیل احمد' مسلمانوں کا روشن مستقبل لاہور' سن ندارد

(۳) جوشی' پی سی' انقلاب اٹھارہ سو ستاون ترقی اردو دہلی ۱۹۷۲ء

(۴) فلاحی' عبد فہد' تاریخ دعوت و عزیمت برصغیر کے تناظر میں' لاہور ۱۹۸۷

(۵) فلاحی ص ۲۰۵

(۶) عقیل' معین الدین ڈاکٹر' مسلمانوں کی جدوجہد آزادی لاہور ۱۹۸۱ء

(۷) عقیل ص ۵۰

(۸) خالد' انور محمود' ڈاکٹر' اردو نثر میں سیرت رسولؐ اقبال اکادمی لاہور ۱۹۸۹ء

(۹) ایضاً

(۱۰) ایضاً

(۱۱) ایضاً

(۱۲) احمد' شمیم' سیرت پاک' ماہ نو خصوصی اشاعت کراچی ۱۹۶۶ء

(۱۳) تاریخ میلاد' حکیم عبدالشکور مرزا پوری ص ۳۶

(۱۴) داستان تاریخ اردو' حامد حسن قادری ص ۲۶۸

(۱۵) عبدالقیوم ڈاکٹر' حالی کی اردو نثر نگاری' مجلس ترقی ادب لاہور' دسمبر ۱۹۶۴ ص ۶۱

(۱۶) پانی پتی' محمد اسماعیل مولانا' جلاء القلوب بذکر المحبوب' مقالات سرسید ج ہفتم ص ۳۰' لاہور ۱۹۳۰ء

(۱۷) ایضاً ص ۳۲

(۱۸) مقالات سرسید' ج ہفتم ص ۳۵

(۱۹) قاموس الکتب' (اردو ج ر ص ۲۸ ۷ تا ۴۶ ۷

(۲۰) کاکوری، عنایت احمد مفتی، تواریخ حبیب الہ، دیوبند ۱۹۵۰ء

(۲۱) ایضاً ص ۲، ۳

(۲۲) مجیب الاسلام، ڈاکٹر، دارالترجمہ عثمانیہ کی علمی اور ادبی خدمات دہلی ۱۹۸۷ء ص ۶۷

(۲۳) علی برکت، ڈاکٹر، قرون وسطیٰ کے یورپین مصنفین اور بانی اسلام، مجلہ جامعہ دہلی شمارہ ستمبر تا نومبر ۱۹۲۸ء ص ۲

(۲۴) قاموس الکتب، مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اردو

(۲۵) عبدالقیوم، ڈاکٹر، حالی کی نثر نگاری، ص ۶۸

(۲۶) ایضاً ص ۷۹، ۸۰

(۲۷) سید عبداللہ، ڈاکٹر، سرسید احمد خان اور ان کے رفقا، ص ۷۰

(۲۸) احمد عزیز پروفیسر، برصغیر میں اسلامی جدیدیت ترجمہ ڈاکٹر جمیل جالبی، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۹ء ص ۹۲

(۲۹) ایضاً ص ۹۲

(۳۰) ایضاً ص ۱۲۲

(۳۱) ایضاً صح ۱۳۴

(۳۲) ایضاً ص ۱۴۲

(۳۳) ایضاً ص ۱۳۴

(۳۴) ایضاً ص ۱۳۸

(۳۵) پانی پتی، شیخ محمد اسماعیل، مکتوبات سرسید، مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۵۲ء ص ۲

(۳۶) ایضاً ص ۳۶

(۳۷) ایضاً ص ۵۹، ص ۵۶

(۳۸) سید احمد، سر، الخطبات احمدیہ، منزل نقشبندیہ لاہور ص ۱ تا ۴

(۳۹) صدیقی، علی محسن، سرسید کی تاریخی تصنیفات مجلہ ''برگ گل'' اردو کالج کراچی ۱۹۶۸ء ص ۱۶۸

(۴۰) علی محسن صدیقی ۱۶۸

(۴۱) احمد عزیز' برصغیر میں اسلامی جدیدیت' ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۹ء ص ۶۰

(۴۱) صدیقی' محمد میاں' ڈاکٹر' اردو زبان میں چند اہم کتب سیرت' سہ ماہی ''فکر ونظر'' اسلام آباد ج ۳۰ ش ۱۔۲ جولائی' دسمبر ۱۹۹۲ء ص ۲۷۷

(۴۲) ایضاً ص ۲۷۸

(۴۳) ایضاً ص ۲۷۸

(۴۴) ایضاً ص ۲۷۸

(۴۵) ایضاً ص ۲۷۹

(۴۶) ایضاً ص ۲۷۹

(۴۷) ایضاً ص ۲۸۰

(۴۸) ایضاً ص ۲۸۰

باب پنجم

سیرت نگاری کا ارتقاء

(۱۸۹۸ـ۱۹۱۸ء)

باب پنجم

سیرت نگاری کا ارتقاء

۱۸۹۸ء ۔ ۱۹۱۸ء

ہم پانچویں باب کا آغاز دو اہم تحریکوں "تحریک استشراق" اور "تحریک سیرت پٹنہ" جس کی بنیاد مولانا شاہ سلیمان پھلواری نے رکھی تھی کر رہے ہیں ان دونوں تحریکوں کے نتیجے میں نہ صرف فن سیرت نگاری میں ترقی کی مزید نئی راہیں کھلیں بلکہ سیرت نگاری کے نئے رجحانات بھی سامنے آئے۔ سب سے پہلے ہم "تحریک استشراق" کا اجمالی جائزہ اور اثرات کا مطالعہ کریں گے۔

(۱) تحریک استشراق

استشراق (Orientalism) اور مستشرق (Orientalist) کی اصطلاحیں لغوی اعتبار سے بہت زیادہ قدیم العہد نہیں ہیں بلکہ انگریزی زبان و ادب میں ان کا استعمال اپنے مخصوص معنوں میں اٹھارویں صدی کے اواخر میں شروع ہوا۔ مستشرق انگریزی زبان کے لفظ Orientalist کی اصل لاطینی زبان کا ORIRI ہے جس کے معنی طلوع ہونے کے ہیں اس سے لفظ Orient بنا' جس کے معنی مشرق ہیں پھر اس سے لفظ Orientalist وجود میں آیا اس کے اور اس کے مترادف لفظ "مستشرق" کے اصطلاحی معنی کسی مغربی ملک کا وہ شخص ہے جو مشرقی ممالک کے علوم وفنون اور تہذیب و معاشرت کے بارے میں تحقیقات کرے اور معلومات بہم پہنچائے۔ ﴿۱﴾ زبان ولغت کی بحث سے قطع نظر استشراق کی اصل حقیقت اس وقت سامنے آئی جب السنہ مشرقیہ کی واقفیت اور اسلامی علوم وآداب کے یک رخی مطالعہ تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ آگے بڑھ کر اسلام اور پیغمبر اسلام سے بغض وعناد اس کا جزو لازم ٹھہرا پھر یہی بغض وعناد پہلے پہل تو مشنری جذباتیت کا آئینہ دار رہا لیکن کچھ عرصہ بعد اس نے متعین مقاصد کے تحت علمیت کا لبادہ اوڑھ لیا گویا اس دوسرے مرحلے میں استشراق نے ایک تحریک' ایک مستقل رویہ اور سلوک (Discipline) کی شکل اختیار کر لی اور اس رویہ اور سلوک کے احاطہ میں رہتے ہوئے تمام ضروری مباحث کو موضوع سخن بنایا گیا' مثلاً اسلام اور اس کی تعلیمات کو مجبوراً یا تکلفاً غلط طور پر پیش کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ زمانے کے عہد بہ عہد ارتقاء کے ساتھ وہ تعلیمات ہم

آہنگ نہیں ہوسکتیں۔ قدیم تہذیبوں قدیم زبانوں کو پھر سے زندہ کرنے کے لیے مصر عراق شمالی افریقہ اور دوسرے علاقوں میں سرگرمیوں کو منظم کیا گیا تا کہ یہ تہذیبیں اسلامی تہذیب وتمدن کے لیے چیلنج بن سکیں عربی زبان کے لیے کہا گیا کہ قرآنی عربی عہد جدید کی ضروریات وحالات سے مطابقت پیدا نہیں کر سکتی اس لیے مقامی زبانیں مردہ لغات کو آگے بڑھانا چاہیے بلکہ عربی رسم الخط کو رومی رسم الخط سے تبدیل کر دینا چاہیے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت وکردار کے بارے میں ان نکات کو اچھالا گیا جس سے عام ذہن کے لوگ اچھا تاثر نہ لے سکیں اور ان کے لائے ہوئے حسن کو نا قابل التفات گردانا جائے۔ اسلامی تہذیب وثقافت کی تعمیر وترکیب بیرونی عناصر کی کارفرمائی ثابت کی جائے تا کہ اسلامی ثقافت مجموعہ خرافات ٹھہرے وغیرہ وغیرہ ان تمام مطالعات کا ہدف بہر حال مستشرقین کے نزدیک اپنے عزائم کی تکمیل کے سوا کچھ نہ تھا ہاں یہ ضرور ہے کہ امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ حکمت عملی تبدیل ہوتی رہی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مستشرقین جذباتیت وتعصب کے تنگ دائرے سے نکل کر عقلیت علمیت اور استدلال کے اوزان و پیمانے استعمال کرنے لگے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق اپنے رویہ پر انہوں نے خود نظر ثانی کی اور بدنیتی کے باوجود مخالفت ومخاصمت کا اظہار رفتہ رفتہ سلیقہ سے کیا جانے لگا اور اسلام کے مقابلے میں تعصب وتنظلم کا پھیلاؤ بھی نسبتاً کم ہوتا گیا۔

تحریک استشراق کو اگر خلاف اسلام سرگرمیوں کی علامت مانا جائے تو یہ امر واقعہ ہے کہ اس قسم کی سرگرمیوں کا آغاز دراصل ظہور اسلام کے ساتھ ہی ہو گیا تھا اور باقاعدہ ایک تحریک کی شکل اختیار کرنے سے پہلے بھی اہل مغرب کی طرف سے اسلام کے خلاف بالعموم اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف بالخصوص بغض وعداوت کا اظہار موقع بہ موقع تاریخ کے مختلف ادوار میں ہوتا رہا۔

اسلام کے بعد سے کوئی چار ساڑھے چار سو سال تک اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے حوالے سے ان کی مخالفت ومخاصمت کا عام انداز یہی رہا اس تمام عرصے میں بلکہ اس کے بعد بھی مغربی دنیا اس قابل نہ ہو سکی کہ حقائق وواقعات کا صحیح ادراک کر سکے اور مسلمانوں کی تاریخ وثقافت کو علم کی روشنی میں جان سکے۔ اس صورتحال کا ایک بظاہر سبب ان کے دلی جذبات کے علاوہ یہ تھا کہ صحیح معلومات کے لیے اصل اسلامی مآخذ تک رسائی ممکن نہ تھی پھر تعصب سنی سنائی باتوں غلط فہمیوں اور خود ساختہ مفروضات نے انہیں اس قابل ہی نہ رکھا وہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی حقیقی تصویر دیکھ سکیں اس پر مستزاد تصادم وکشمکش کے وہ واقعات تھے جو تاریخ میں بار بار دہرائے گئے خاص طور پر آنے والے زمانے میں صلیبی محاربات کا سلسلہ دشمنی وعداوت کا ایسا نشہ ان پر طاری کر گیا ہے جو آج تک نہیں اترا۔ صلیبی جنگوں کے طویل محاربات میں دنیائے مغرب کی ناکامی سے نہ صرف یہ کہ یورپ کی مشترکہ عسکری قوت پاش پاش

ہوگئی بلکہ یہی شکست اس بات کا زبردست محرک بن گئی کہ جنگی محاذ پر پسپا ہونے کے بعد ذہنی وفکری محاذ پر اسلام اور دنیائے اسلام کو زک پہنچائی جائے اس کی تدبیر اس سے بہتر اور کوئی نہ تھی کہ اسلام' اسلامی عقائد' پیغمبر اسلام ﷺ اور اسلامی معاشرہ کو ہدف تنقید بنایا جائے چنانچہ اس کام کے لیے جذباتی طوفان پہلے سے موجود تھا چنانچہ مستشرقین نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی (خاکم بدہن) ایک نفرت انگیز' کریہہ المنظر اور بھیانک تصویر پیش کی جاسکتی تھی اور سیرت ختم الرسل ﷺ کو افراط وتفریط کے سانچوں میں ڈھال کر محض خیالی اور قیاسی انداز سے پیش کیا جاسکتا تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا' اس عہد میں آنحضرت ﷺ کے لیے حد درجہ اہانت آمیز الفاظ استعمال کیے گئے۔ مثلاً (نقل کفر' کفر نہ باشد) آپ ﷺ کو نبی کاذب' مخالف مسیح' موجد مذہب نو اور بہروپیا کیا گیا اور بہر عداوت اس حد تک گر گئے کہ آپ ﷺ کے لیے لفظ محمد ﷺ استعمال کرنے کے بجائے Mahound سے تعبیر کیا گیا جس کے معنی ''شہزادۂ تاریکی'' پھر جب صلیبی جنگوں کی ناکامی نے ان کی آتش عداوت اور بھڑکادی تو وہ حضور ﷺ کے لیے Maphomet اور Bafum اور Baphomet کے الفاظ استعمال کرنے لگے اور آپ ﷺ کی سیرت وسوانح کے بارے میں مہمل کہانیاں' دیو مالائی قصے اور بے سروپا باتیں مشہور کی گئیں۔ ایک خیال یہ پھیلایا گیا کہ مسلمان کچھ زیادہ ہی بت پرست (PAGAN) تھے اور ان کا مرکز پرستش محمد ﷺ کا بت تھا۔ آنحضرت ﷺ پیرو دین عیسوی قرار دیا گیا اور بہتان لگایا کہ پوپ منتخب نہ ہونے کی وجہ سے بغاوت کر کے اسلام ایجاد کرلیا۔ وحی وتنزیل کے حوالہ سے یہ افسانہ تراشا گیا کہ محمد ﷺ ایک سفید کبوتر' فاختہ یا قمری Dove کو سدھار کھا تھا جو ان کے کندھے پر بیٹھا ان کے کان سے دانے چگا کرتا تھا جس سے ان کے خیال یہ آتا تھا کہ فرشتہ ان سے باتیں کرتا ہے اور دوسروں کو بھی یہ تاثر دیتے تھے کہ ان پر وحی نازل ہورہی ہے۔ اسلام اور آنحضرت ﷺ کے خلاف نفرت اور دشمنی کی آگ سب سے پہلے جان آف دمشق نے بھڑکائی۔ جان اور اس کے پیروؤں نے نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کو بے دین اور جھوٹا نبی قرار دیا۔ اس کا دعویٰ یہ بھی تھا کہ اسلام میں محمد ﷺ کی پوجا کی جاتی تھی اسی نے حضور ﷺ کی ذات اقدس پر جنسی وشہوانی الزامات لگائے اس نے حضور ﷺ کو نبی کی حیثیت دینے کے بجائے ملحد' بدعتی اور گمراہ heratic قرار دیا (نعوذ باللہ)

تحریک استشراق کے حوالے سے ۱۷ویں اور ۱۸ویں صدی کو خاص اہمیت حاصل ہے کیوں کہ یہ زمانہ تحریک کے ارتقاء' اس کے پھلنے پھولنے کا عہد ثابت ہوا۔ سترہویں صدی میں عامیانہ خیالات کے بجائے کسی قدر تاریخ اسلام وسیرت پیغمبر کی بنیاد عربی زبان کی تصانیف پر قائم کی گئی گو موقع بہ موقع معلومات سابقہ کے مصالح کے استعمال سے بھی احتراز نہیں کیا گیا اس صدی میں

مستشرقین کے رویہ اور فرق میں تبدیلی کی وجہ مآخذ کی تبدیلی تھی اسلامی اور عربی مصادر ع سے روشنی حاصل کی اس عہد کے وہ مستشرقین جو مطالعہ سیرت کے حوالے سے سامنے آئے ان میں چند یہ ہیں۔

(۱) ولیم بیڈول (۱۵۶۱ ـ ۱۶۳۲ء) (Bedwell. W) اس نے سیرت پر ایک کتاب لکھی جس کا نام ''محمد کاذب'' Mohammadis Impasturae رکھا اور ۱۶۱۵ء میں لندن سے شائع ہوئی۔

(۲) واٹیئر (۱۶۱۳ ـ ۱۶۶۷) (Vattier.P)

(۳) ہانجر (۱۶۲۰ ـ ۱۶۶۷ء) (Hottionger, J.H)

(۴) ڈاکٹر ہنری اسٹیب (۱۶۳۱ء ـ ۱۶۷۶ء) (Dr. Henry Stubb)

اس کی مشہور کتاب An Accout of the rise and Progress of Mohammetamism اسے سیرت رسول ﷺ پر ایک معتدل کتاب اور مغرب کی جانب سے سیرت رسول ﷺ کے بارے میں اولین اعتذار کہا گیا۔

(۵) جین بررڈ (۱۵۳۵ء ـ ۱۵۹۷ء) (Genebrard) اس نے حضور ﷺ کی شان میں انتہائی گستاخانہ الفاظ استعمال کیے۔

(۶) الیگزینڈر روس (Alexander Ross) کی کتاب Pandeblis ہے جو ۱۶۵۳ء میں شائع ہوئی۔

(۷) لینسلوٹ ایڈیسن (Lencelot Addison) نے ۱۶۷۸ء میں The life and death of Mohammad میں آپ ﷺ پر اعتراض کیا کہ اپنی کتاب ''قرآن'' اپنی زندگی میں شائع نہیں کیا تھا۔

اٹھارویں صدی میں مستشرقین نے اپنے تمام تر مذہبی، مشنری، سیاسی اور استعماری عزائم کے علی الرغم اپنے رویہ میں کچھ نرمی اور لچک پیدا کی اس نرمی و لچک کا مطلب صرف یہ ہے کہ انہوں نے اثبات و معروضیت سے بڑھ کر دل و نگاہ میں گنجائش پیدا کرتے ہوئے توصیف و مدح میں بخل سے کام نہیں لیا اور متشددانہ و متعصبانہ رویہ کے شانہ بشانہ معقولیت اور انصاف بندی کا رجحان بھی جاری ساری ہو گیا دوسرے لفظوں میں اٹھارویں صدی میں مغرب نے اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمانوں کی طرف بہ نظر شفقت دیکھا اور افہام و تفہیم کی جانب پیشقدمی کی۔ اس صدی کے مشاہیر علمائے مستشرقین میں مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔

(۱) سائمن اوکلے (۱۶۷۸ء ـ ۱۷۲۰ء) (Ocklay . S) کی کتاب History of the saracens ہے۔

(۲) ایڈورڈ پوکاک (۱۶۴۸ء۔۱۷۲۷ء)(Pococke.G)

(۳) جارج سیل (۱۶۹۶ء۔۱۷۳۶ء)(Sale. G)

(۴) جین گیجینیر (۱۶۷۰ء۔۱۷۴۰ء)(Gangier . J)

(۵) رسک (۱۷۱۶ء۔۱۷۷۴ء)(Reiske, J. J)

(۶) والٹئیر (۱۶۴۹ء۔۱۷۷۸ء)(Voltaire. Fr)

انیسویں صدی سے لیکر بیسویں صدی کے ربع اول تک زمانہ مسلمانوں اور مستشرقین دونوں کے لیے متعدد اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے۔ پچھلی صدیوں میں عالم اسلام کو دنیا کے مختلف حصوں میں سقوط وانحطاط کی جانب منزلوں سے گزرنا پڑا تھا ایک تو ان کے سبب ہی مسلمانوں کی حاکمانہ حیثیت ختم ہوئی اس پر مستزاد یہ کہ ان کے پرانے حریف ''مغرب'' کو زمانہ بیداری کے بعد سے سیاسی، عسکری، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی ہر میدان میں مسلسل تفوق و بالادستی حاصل ہوتی چلی جارہی تھی اور اس کی سامراجی گرفت عہد بہ عہد مضبوط ہوتی جارہی تھی یہاں تک کہ انیسویں صدی تک پہنچتے پہنچتے ادھر عالم اسلام خستہ ونزار ہوا اور ادھر مغرب کا پرچم استعمار اور بلند ہوا۔ اس صورتحال کا فائدہ مستشرقین نے بھی اٹھایا چنانچہ زیر نظر دور (۱۹۰۰۔۱۹۲۵ء) تحریک استشراق کے عروج و کمال سے عبارت ہے اور درج ذیل نتائج کا حامل ہے۔

۱۔ زیر بحث دور میں ایک بہت بڑی تعداد سامنے آئی۔

۲۔ مستشرقین نے تصنیف و تالیف کے ڈھیر لگادیے۔

۳۔ مطالعہ وتحقیق کا دائرہ بہت وسیع ہوا۔

۴۔ مستشرقین کے دونوں گروہ روایتی متشدد و متعصب اور حقیقت میں دونوں متحرک رہے۔

۵۔ مستشرقین کا مجموعی رویہ اس دور میں پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں پہلے جیسا نہ رہا۔

۶۔ اپنی سرگرمیوں کو منظم کیا۔

زیر بحث دور کے کچھ مشاہیر کا مختصر اتعارف پیش کیا جارہا ہے۔

(۱) جان جان سید یلو (Sedillot, J. J.) فرانسیسی (۱۷۷۷۔۱۸۳۲ء)

(۲) ڈاکٹر پیرون(Perron A.J)فرانسیسی (۱۸۰۵ء۔۱۸۷۶ء)

(۳) گارسن دِتاسی(Tassy. Garcin, de)فرانسیسی (۱۷۹۴ء۔۱۸۸۷ء)

(۴) جوزف وہائٹ(White. J.)(۱۷۴۶ء ۔۱۸۱۴ء)

(۵) ولیم رائٹ(Wright . W)برطانوی(۱۸۳۰ء۔۱۸۸۹ء)

(۶) پامر(Palmer, E.H)برطانوی (۱۸۴۰ء۔۱۸۸۳ء)

(۷) فلائیشر(Fleischer H.L)جرمن(۱۸۰۱ء۔۱۸۸۸ء)

(۸) وسٹنفیلڈ(Wustenfeld,F)جرمن(۱۸۰۸ء۔۱۸۹۹ء

(۹) فان کریمر(Van Kremer)آسٹریا

(۱۰) ولیم میور(William Muir)انگریز(۱۸۱۹ء۔۱۹۰۸ء)

(۱۱) رینی باسے(Basset, Rene)فرانسیسی(۱۸۵۵ء۔۱۹۲۴ء)

(۱۲) لیبان(Lebon Dr. G)فرانسیسی

(۱۳) گولڈزیہر(Goldziher. Y)

(۱۴) ولہاؤزن (Well Hausan. J)جرمن(۱۸۴۵ء۔۱۹۱۸ء)

(۱۵) واشنگٹن اروِنگ (Irving washington)امریکی(۱۷۸۳ء۔۱۸۵۹ء)

بیسویں صدی کے ربع اول سے اختتام تک تحریک استشراق اپنی بقااور ترقی کے لیے مزید ہاتھ پیر مارتی نظر آتی ہے۔اس عہد میں مستشرقین کی ایک کوشش تو یہ رہی کہ جو کچھ حاصل کرلیا اسے بہتر طور باقی رکھا جائے۔دوسری طرف اسلام۔پیغمبر اسلام ﷺ اور عالم اسلام کے اعمال واحوال کے گہرے مطالعے اور اقدامات کے لیے تھنک ٹینک قائم کیے اور تیسری جانب پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں اپنی روش کو تبدیل نہیں کیا گیا یہ صحیح ہے کہ آغاز میں پائے جانے والے نفرت انگیز' اور توہین آمیز رویے میں واضح فرق واقع ہوا تھا لیکن ذہنی بیماری میں اپنی جگہ قائم تھے اور اکثر دورے پڑتے رہتے تھے چنانچہ اس دور میں حضور ﷺ کے حوالے سے طبی اور مرضیاتی' معاشی اور سماجی اور سیاسی پہلوؤں میں کھوٹ نکالنے کی کوشش دیکھنے میں نظر آتی ہیں ہم صرف بطور نمونہ ٹائن بی

کا حوالہ دیں گے جسے اسلام کے بارے میں قدرے "روشن خیال" سمجھا جاتا ہے لیکن ٹائن بی جب سیرت رسول ﷺ پر قلم اٹھاتا ہے تو آپ کی شخصیت کو مذہبی اور سیاسی قانون میں تقسیم کر دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ جب تک حضور ﷺ کا قیام مکہ میں رہا آپ کلیۃ مذہبی مشنری سرگرمیوں میں مصروف رہے لیکن مدینہ پہنچ کر مذہبی مقاصد سے علیحدہ ہو کر سیاسی سرگرمیوں کو جاری وساری رکھا بہر حال ٹائن بی اس خیال کی پُرزور تردید کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک بہروپیا تھے۔

تحریک استشراق کا عمومی جائزہ لینے کے بعد اس کے پس پر محرکات پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

(۱) اسلام اور ادیان غیر میں بڑے بنیادی اختلافات پائے جاتے ہیں اسلام کا نظریہ حیات' اس کا نظام فکر وعمل' اس کے تہذیب وتمدن کا اظہار' یہودیت' عیسائیت اور دوسرے مشرکانہ مذاہب سے یکسر مختلف ہے۔ پھر دانائے سبل ختم الرسل ﷺ نے اسلام کی جو دعوت پیش کی اس نے روز اول ہی سے ادیان باطلہ کی نفی کر دی تھی اس لحاظ سے یہ امر تعجب خیز نہیں کہ دوسرے مذاہب کے علمبردار' اسلام' اہل اسلام اور عالم اسلام کے بارے میں سخت معاندانہ جذبات رکھتے ہیں اور اپنے **بغض وعناد کا اظہار ہر ممکن** طریقے سے کرتے ہیں۔تحریک استشراق کی اٹھان اسلام دشمنی کے زیر سایہ ہوئی اور مستشرقین کی مساعی کا ہدف یہ ٹھہرا کہ اسلام اور **پیغمبر اسلام ﷺ کو دنیا کے سامنے کریہ المنظر بنا کر پیش کیا جائے۔**

(۲) نظریاتی سبب کے علاوہ ایک تاریخی سبب بھی ہے محمد رسول اللہ ﷺ لایا ہوا انقلاب آن کی آن میں پھیلتا چلا گیا اور اس کے علمبرداروں نے اس وقت کی معلوم دنیا کی دو بڑی طاقتوں روم و فارس کا سر غرور سرنگوں کر دیا۔ اسلام کی عسکری فتوحات اور ان کی شان وشوکت نے شام' فلسطین' مصر' شمال افریقہ' اندلس اور سسلی کی فتوحات نے مغرب کو زیر دکر دیا یہ تاریخی پس منظر بھی **مستشرقین کی معاندانہ سرگرمیوں کا نقطۂ آغاز ثابت ہوا۔**

(۳) محاربات صلیبی تحریک استشراق کا فوری سبب بنا۔ دنیائے اسلام کے خلاف دنیائے یورپ کی متحدہ کوششوں کی ناکامی کے بعد ارباب کلیسا نے مسلمانوں کو شکست دینے کے لیے علمی وفکری محاذ کو منظم کیا۔ یہی فیصلہ بالآخر تحریک استشراق کی شکل میں سامنے آیا۔

(۴) مستشرقین من حیث المجموع چاہے قدیم ہوں یا جدید مغرب کے ہوں یا مشرق کے اپنی اصل ونسل کے اعتبار سے

بہرحال یہودی، عیسائی اور مشرق ہیں اس پر مستزاد یہ کہ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے حقیقی مآخذوں سے دور رہے اس کا واضح نتیجہ ایک طرف یہ سامنے آیا کہ اسلام اور داعی اعظم ﷺ کے بارے میں دانستہ یا نادانستہ جو کچھ لکھتے اور پھیلاتے رہے وہ صریحاً ظن و تخمین، وہم گمان کی پیداوار تھا تو دوسری طرف جب جہالت و بے خبری کا پردہ چاک بھی ہوا تو تب بھی دانستہ طور پر قرآن و حدیث اور سیرت رسول ﷺ سے کھیلنے سے باز نہ آئے۔

(۵) تحریک استشراق کے فروغ میں مسلمانوں کے بحیثیت مجموعی زوال وانحطاط کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا سقوط بغداد سے دلی کے اجڑنے تک سیاسی انحطاط کے ساتھ معاشرتی واخلاقی زوال اور تہذیب وثقافت کا تنزل مسیحی یورپ کی بلند ہمتی کا ذریعہ بن گئی انہوں نے اپنے عروج کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا حتی کہ مسلمانوں کے مآخذ اور زبان سے بھی فائدہ اٹھایا۔

(۶) نوآبادیاتی دور میں اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے استعماری یورپی طاقتوں نے مادی کوسائل اور اسلحہ سے زیادہ توجہ علمی وذہنی کاوشوں پر صرف کیں چنانچہ استعمار مغرب کے تحفظ کے لیے بجائے خود تحریک استشراق کی سرگرمی ناگزیر تھی۔

(۷) مذہبی اور سیاسی محرکات کے ساتھ معاشی وتجارتی مفادات بھی تحریک استشراق کا ایک اہم اور بنیادی محرک تھا انہوں نے طباعت واشاعت ذرائع ابلاغ کو تجارتی ومعاشی مفادات کے لیے استعمال کیا۔

آخر میں ہم ایک مختصر اجائزہ سیرت رسول ﷺ کے حوالے سے مستشرقین کے اعتراضات والزامات اور اعترافات کا پیش کررہے ہیں۔

(الف) ''اعتراضات والزامات کی ایک جھلک''

(۱) **یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ پیغمبر اسلام کا نام نامی اسم گرامی ''محمد'' (ﷺ) نہیں تھا بلکہ ماہومٹ (Mahomet)** تھا۔ بعض نے دل کی انتہائی کدورتوں کے ساتھ ''ماہونڈ'' (Mahound) یعنی بقول ان کے ''شہزادہ تاریکی'' کا نام تجویز کیا۔ اور بعض کے نزدیک ''بافومٹ'' (Baphomet) اور ''بافم'' (Bafum) تھا۔

(2) نیچ ذات (Low birth) تھے۔ (العیاذ باللہ)

(۳) **محمد ﷺ، دراصل خود ایک مسیحی پادری (Cardinat) تھے۔ خواہش تھی کہ پوپ منتخب ہوجائیں۔ یہ تمنا پوری نہ ہوئی تو انتقاماً رومی کلیسا سے تعلق منقطع کرلیا اور عیسائیت کے بالمقابل ایک نئے مذہب ''اسلام'' کو ایجاد کرلیا اور اپنے آپ کو**

مخالف پوپ قرار دے دلیا۔

(۴) دنیائے مسیحیت میں نئے فرقے کے بانی تھے۔

(۵) مخالف مسیح (anti-christ) اور دشمن عیسائیت تھے۔

(۶) ترکوں کے پیغمبر تھے۔

(۷) بت پرست تھے۔ (نعوذ باللہ)

(۸) خود اپنے آپ کو مرکز پرستش قرار دے لیا تھا۔

(۹) آپ بقول ایک مصنف ''عرب منافق و ناپاک تھے۔''

(۱۰) جین بررڈ (Gembrard) کے نزدیک (خدانخواستہ) آپ ﷺ حیوان (Beast) تھے۔

(۱۱) آپ ﷺ (ماشاللہ) شہوت پرست (Lescivarus) تھے۔ خود بھی ملوث اپنے پیروکاروں کو بھی ملوث کیا۔

(۱۲) دھوکہ باز، مکار، کاذب، جھوٹے، خوفناک حد تک بے شرم تھے۔ (استغفراللہ)

(۱۳) نبوت نتیجہ تھی ان کی طویل خود خیالی (auto suggestion) یا خود ایعازی اور القائے نفس کا۔

(۱۴) وہ خواب بہت دیکھا کرتے تھے۔ وحی بھی بطور خواب دیکھا کرتے تھے۔

(۱۵) وہ بزعم خود اس خام خیالی میں مبتلا تھے کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے حالانکہ یہ محض ایک ڈھونگ تھا۔ بہر حال دوسروں کو یہ یقین دلانے کے لیے ان پر وحی اترتی ہے محمد نے ایک سفید دودھیا رنگ کے کبوتر (Pigeon) یا فاختہ (Dove) کو سدھار کھا تھا، جو ان کے کندھے پر بیٹھا رہتا اور وقفہ وقفہ سے چونچ مار مار کان کان میں سے دانے (grains) چگا کرتا تھا۔ اور اس طرح وہ دوسروں پر یہ تاثر قائم کرتے تھے کہ فرشتۂ ربانی (جبریل) ان پر وحی نازل کر رہا ہے اور انہیں املا کرا رہا (dictation) ہے۔

(۱۶) انہیں (نعوذ باللہ) اعصابی مرض لاحق تھا اور وہ توہمات، فریب حسی (Hallucination) میں مبتلا تھے۔

(۱۷) نزول وحی کے وقت مرگی کے دورہ پڑتا تھا۔

(۱۸) مرگی زدہ تو نہیں البتہ جنونی (Hystercial) ضرور تھے۔ کیونکہ وہ غیر متوازن اعصابی مزاج والے

(abnormal nervous temper) آدمی تھے۔

(۱۹) اعصابی دورے پڑتے تھے اور وہم ہو جاتا تھا کہ تابع الہام ہیں۔

(۲۰) اپنے الہامی اور الٰہیاتی مشن کے بارے میں خود مشکوک و متذبذب تھے۔

(۲۱) مذہبیت اور الٰہیات کی تشکیل میں شام کے مسیحی اثرات کا بڑا دخل تھا۔

(۲۲) ان کو بائبل کی تعلیمات کا علم تھا۔

(۲۳) نبوت کا تسلسل برقرار نہیں رہا۔

(۲۴) محمد ﷺ ان کے زعم خیال میں نبی کاذب (false prophet) تھے۔

(۲۵) وہ (نعوذ باللہ) مکار، دغاباز، مدعی کاذب (Imposture) تھے۔

(۲۶) شیطان کے آلۂ کار اور توہین آمیز جاسوس (Blasphemous Emissary of Satan) تھے۔

(۲۷) ترویج و اشاعت مذہب کے لیے تشدد (Violence) کا سہارا لیا۔

(۲۸) اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا۔

(۲۹) حتی (Hitti) کے خیال میں حضور ﷺ کے ابتدائی حالات کا پتہ نہیں چلتا۔ اور لانس کے نزدیک ان کی مکی زندگی کے حالات محض افسانہ (fictien) ہیں۔

(۳۰) اصل استفادہ عیسائیت سے کیا۔ چنانچہ مسیحی نسطوری راہب بحیرہ سے ملاقات خاص ہے۔

(۳۱) مستشرقین کے نزدیک ایک مقبول عام وزنی الزام یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زندگی مکہ تک پیغمبرانہ رہی لیکن مدینہ جا کر بادشاہی میں بدل گئی اور وہاں لشکر کشی انتقام خونریزی کا بازار گرم کر دیا۔

(۳۲) دنیاداروں کی سی حکمت عملی اور بہانہ جوئی اختیار کی۔

(۳۳) میور لکھتا ہے: ''کار نبوت کی ابتدا میں تو ایمان داری سے یہودی اور عیسائی طور طریقوں اور نظام کو اپنایا گیا اور اپنے مذہب کی انہیں بنیاد بنا دیا گیا' لیکن جب مطلب حاصل ہو گیا اور اقتدار حاصل ہو گیا تو ان سے برات ظاہر کی اور پھر انہیں بالکل مردود قرار دیا۔

(۳۴) اسلام کو یہودیت سے بدلنے کی کوشش کی واٹ لکھتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ جا کر یہ کوشش کی کہ اسلام کو مذہب قدیم ''یہودیت'' سے بدل دیا جائے۔

(۳۵) تحویل قبلہ (ایک خاص وقت کے بعد یہودیت وعیسائیت سے بیزاری کی کوشش)

(۳۶) شاید اسلام یہودیت کا ایک حصہ یا فرقہ بن جائے۔

(۳۷) محمد ﷺ نے مسلمانوں کو اپنے آپ کی پرستش کی دعوت دی۔

(۳۸) منشورِ مدینہ (Charter of Madinah) میں حضور ﷺ کا مقام ومرتبہ غیر معین تھا۔

(۳۹) حضور ﷺ کی ہجرت سے قریش مکہ بڑے خوش ہوئے۔

(۴۰) حضور ﷺ نے قریش مکہ کو (بلا وجہ) اپنے خلاف بھڑکایا۔

(۴۱) غزوات محض لوٹ مار کی مہمیں (Plundering expeditlows) تھیں۔ اور عربوں کی غربت وتنگدستی دور کرنے کا ذریعہ۔

(۴۲) بعض یورپی مصنفین کا خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ کا لایا ہوا انقلاب اور مذہبی اصلاحات اس لیے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتیں کہ وہاں کا ماحول دراصل ان کے موافق اور مناسب (congenil) اور اہل عرب مذہبی معاشرتی تبدیلی کے متلاشی اور پیاسے تھے۔

(۴۳) جنگ موتہ۔۔ جنگ کا مقصد متعین کرنا مشکل ہے۔

(۴۴) ٹائن بی کے خیال میں آنحضرت ﷺ محض قیصر عرب تھے۔ ایک سیاسی لیڈر تھے۔

(۴۵) جے سی آرچر کے نزدیک محمد ﷺ محض ایک صوفی اور مجذوب (Mystic) تھے۔

(۴۶) آپ ﷺ (نعوذ باللہ) راہزنوں' قزاقوں کے سردار (Robber chief) تھے۔

(۴۷) اسلام ایک بدقسمت تاریخی حادثہ تھا اور محمد ﷺ مرگی میں مبتلا ہو کر مر گئے' جو شدت بھوک کا نتیجہ تھا۔

(۴۸) اسلام ایک اشتراکی رجحان تھا اور محمد ﷺ صرف ایک معاشرتی سماجی مصلح تھے نہ کہ پیغمبر۔

(۴۹) وہ ایک موقع پرست' مفاد پرست تھے۔

(۵۰) کثرت ازدواج اور میل الی النساء۔عورتوں کے دوست' سنجیدگی اور معقولیت کے دشمن' بہت شادیاں کرنے والے۔

(۵۱) آنحضرت ﷺ اور قرآن' تہذیب وتمدن' حریت وآزادی اور سچائی کے بدترین مخالف اور ضدی وسرکش دشمن (Stubborn enemies) تھے کہ ان جیسا دشمن صفحۂ ہستی پر نمودار نہیں ہوا۔

(۵۲) لونڈی' غلام بنانے کی اجازت دی اور اس پر عمل بھی کیا۔

(۵۳) داستان غرانیق۔شیطانی آیات۔

(۵۴) واقعہ حضرت زید وزینب

(۵۵) آن کا آہنی تابوت (Iron coffin) خانہ کعبہ میں دوستونوں کے درمیان معلق رہا۔

(۵۶) ابتدا میں اپنی نبوت کا جواز پیدا کرنے کے لیے تمام انبیائے بنی اسرائیل کو تسلیم کیا لیکن جب قوت واقتدار مل گیا تو سب سے بڑے نبی خود بن بیٹھے اور سلسلہ نبوت کو اپنی ذات پر ختم کر لیا۔

(۵۷) بانی اسلام سے معجزات کی نسبت محض انبیاء ماسبق کے ہم پلہ ثابت کرنے کے لیے قائم کی گئی۔

(۵۸) ایک نیا اور جھوٹا مذہب جاری کیا' حالانکہ یہ ان کا خود ساختہ تھا۔

(۵۹) بداطوار' جادوگر' لٹیرا' ریاکار۔(استغفر اللہ)

(۶۰) ایسا خدا بن بیٹھا' جس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے اس کے پیروانسان کی قربانی پیش کرتے ہیں۔

(۶۱) محمد ﷺ نے شراب کی مستی میں جان دی۔اس کے پیروؤں نے اس کی لاش کوڑے کے ڈھیر پھنکوادی۔(اعاذنا اللہ)

(۶۲) وہ دوسروں کو دھوکا دیتا تھا' بلکہ خود دھوکا میں مبتلا تھا۔(نقل کفر کفر نہ باشد)

''اعتراضات ایک نظر میں''

(۱) جسٹینین کی وفات کے چار سال بعد 569ء میں مکہ میں وہ آدمی پیدا ہوا جس نے انسانیت پر سب سے زیادہ اثر ڈالا'' (ڈریپر، جون ولیم)

(۲) ''اگر مقصد کی عظمت، وسائل کی قلت اور حیرت انگیز نتائج! ان تینوں باتوں کو انسانی تعقل وتفکر کا معیار بلند مانا جائے تو کون ہے، جو تاریخ کی کسی قدیم یا جدید شخصیت کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابل لانے کی ہمت کر سکے''۔(لامارٹن

(۳) ''عالم الٰہیات، فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار، رسول (بانی مذہب)، آئین وقانون ساز (شارع، سپہ سالار، فاتح اصول ونظریات، معقول، عقائد کو جلا بخشنے والے، بلاتصویر مذہب کے مبلغ، بیسیوں علاقائی سلطنتوں کے معمار، دینی وروحانی حکومت کے مؤسس، یہ ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔جن کے سامنے پوری انسانیت کی عظمتیں ہیچ ہیں) اورانسانی عظمت کے ہر پیمانے کو سامنے رکھ کر ہم پوچھ سکتے ہیں، ہے کوئی جوان سے زیادہ بڑا، ان سے بڑھ کر عظیم ہو۔ (لا مارٹن)

(۴) ''کسی انسان نے اتنے قلیل ترین وسائل کے ساتھ اتنا جلیل ترین کارنامہ انجام نہیں دیا، جو انسانی ہمت وطاقت سے اس قدر ماورا، تھا۔ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی فکر کے ہر دائرے میں اپنے عمل کے ہر نقشے میں، جس بڑے منصوبے کو روبہ عمل لائے، اس کی صورت گری بجز ان کے، کسی کی مرہون منت نہ تھی۔ (لا مارٹن)

(۵) اس میں شک نہیں کہ ان کی شخصیت کے بہت سے پرت ہیں اوران کی جوانی میں سے ہر ایک تک ہماری رسائی ممکن نہیں تاہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کے متعلق ہم ہر چیز جانتے ہیں (باسورتھ اسمتھ)

(۶) ''تاریخ مذاہب وادیان میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک منفرد مقام حاصل ہے وہ نہ ولی تھے نہ فرشتہ۔ اور خاص بات یہ ہے کہ انھوں نے جو کچھ بھی کر کے دکھایا، اس میں کوئی مافوق البشریت نہ تھی'' (داود مجاعص ۔ مسجی عالم)

(۷) عظیم ۔محض اس لئے ہیں کہ وہ ایک روحانی پیشوا تھے، انھوں نے ایک عظیم ملت کو جنم دیا اور ایک عظیم سلطنت قائم فرمائی بلکہ ان سب سے بڑھ کر ایک عظیم عقیدہ کا پرچار کیا۔ (لیونارو)

(۸) ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا جو مذہبی نظام فرمایا وہ نہ صرف یہ کہ ان کے اپنے ہم شربوں کے فہم وادراک کے مطابق تھا اوراس ملک میں پائے جانے والے رسوم ورواج اوران کے ساتھیوں کے جزبات کے ہم آہنگ تھا بلکہ اس آگے بڑھ کر عام انسانی حالات ونظریات سے بھی ایسی مناسبت وہم آہنگی رکھتا تھا کہ جس کے نتیجے میں تمام انسانوں کو نصف سے زیادہ آبادی نے قبول کیا'' (کاونٹ ڈی بولین ویلز)

(۹) ''عرب قوم کو یہی ظلمتوں سے نکال کر روشنی میں لایا۔ عرب کو اسی کے ذریعے سے زندگی ملی۔ بھیڑوں، بکریوں کے چرانے والے لوگ، جو ازل سے صحراؤں بے کھٹکے، بے روک ٹوک گھومتے پھرتے تھے کہ ''ہیرو پیغمبر'' ان کی طرف بھیجا

گیا۔ ایک پیغام کے ساتھ جس پر وہ ایمان لا سکتے تھے اور پھر سب نے دیکھا کہ جو کسی کے نزدیک قابل اعتنا نہ تھے، دنیا بھر کے لیے قابل ذکر بن گئے'' (کارلائل)

(۱۰) اخلاق و عادات میں وہ حد درجہ سادہ تھے البتہ اپنے معمولات میں وہ بہت محتاط تھے ان کا کھانا پینا، انکا لباس اور فرنیچر وہی معمولی درجہ کا تھا اور ہمیشہ وہی رہا جبکہ وہ اپنی طاقت وحکومت کی معراج تک پہنچے، انہیں تخیل وتصور کی بے پناہ قوتیں اور صلاحتیں ودیعت تھیں ان کا ذہن رسا تھا اور نازک سے نازک جذبات واحسات کا پرتو قبول کر لیتا تھا، کہا جاتا تھا کہ پردے کے پیچھے بھی ایک کنواری سے زیادہ باحیا، عفت مآب اور شرمیلے تھے اپنے چھوٹوں سے انتہائی رعایت کرتے اور پسند نہ کرتے کہ ان کی کمزوریوں کو تلاش کر کے مذاق اڑایا جائے'' (لین پول)

(۱۱) ''ان سے پہلے کوئی پیغمبر اتنے سخت امتحان سے نہ گذرا تھا جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ کیونکہ منصب نبوت پر سرفراز ہوتے ہی انھوں نے اپنے آپ کو سب سے پہلے ان لوگوں کے سامنے پیش کیا جو انھیں سب سے زیادہ جانتے تھے اور جو ان کی بشری کمزوریوں سے بھی سب سے زیادہ واقف ہو سکتے تھے۔ لیکن دوسرے پیغمبروں کا معاملہ برعکس رہا کہ وہ سب جگہ، سب کے نزدیک معزز ومحترم ٹھہرے الا یہ کہ جو انھیں اچھی طرح جانتے تھے (گبن)

(۱۲) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کارلائل کے خطبات کے بعد سے مغرب کو یہ اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنجیدگی پر یقین کرنے کی معقول وجوہات موجود ہیں، اپنے ایمان وعقیدے کی خاطر مظالم سہنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا، ان پر اعتقاد رکھنے والوں کا اعلیٰ اخلاق و کردار اور ان کی طرف امام پیشوا کی حیثیت سے دیکھنا، پھر آخر کار ان کی عظمتیں اور کامیابیاں یہ سب دلیل ہیں ان کے اخلاص کامل کی۔ اس لئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک مدعی کاذب (imposter) قرار دینے سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ اور پیدا ہو جاتے ہیں۔ مزید برآں تاریخ کی کوئی اہم شخصیت ایسی نہیں ہے جسے مغرب میں اس قدر کم سراہا گیا ہو جیتنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو۔ اس لئے اگر ہم محمد (صلی اللہ وعلیہ وسلم) کو کچھ بھی سمجھنے کی نیت رکھتے ہوں تو ضروری ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے حسن میں دیانت دار قرار دیں اور مقصد سے ان کے خلوص اور وابستگی کے قبائل ہو جائیں اگر ہم ان غلطیوں کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں جو اپنے ماضی سے ہم نے ورثہ میں پائی ہیں تو ہمیں ہر معاملہ میں ان کے خلوص اور دیانت کو بہر حال پیش نظر رکھنا ہو گا جب تک کہ

کوئی الزام ان کے خلاف پوری طرح ثابت نہ ہو جائے (واٹ)

(۱۴) یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدق کی دلیل قاطع ہے کہ ان سے قربت رکھنے والے لوگ، ان پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ان کے اسرار و رموز سے پوری طرح واقف تھے اور اگر انھیں ان کی صداقت میں ذرہ برابر بھی شبہ ہوتا تو ان پر ہرگز ایمان نہ لاتے (جی ایچ ویلز)

(۱۵) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے وقت ان کا سیاسی کام غیر مکمل نہیں رہا۔ آپ ایک سلطنت کی، جس کا ایک سیاسی و مذہب دارالسلطنت مقرر تھا، بنیاد ڈال چکے تھے۔ آپ نے عرب کے منتشر قبائل کو ایک قوم بنا دیا تھا۔ آپ نے عرب کو ایک مشترکہ مذہب عطا کیا، اور ایک ایسا رشتہ قائم کیا، جو خاندانی رشتوں سے زیادہ مستحکم اور مستقل تھا۔ (مارگولیتھ)

مستشرقین کے نام اور کام (کتابوں) کی ایک فہرست ضمیمہ الف میں دی جارہی ہے جس سے ان کی سرگرمیوں کا مزید اندازہ ہو سکتا ہے۔

تحریک استشراق کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمانوں نے بھی از سر نو اس تاریخی ورثے کو جانچا جس کو وہ صدیوں سے تقدس کے غلافوں میں لپیٹے سروں پر اٹھائے پھر رہے تھے نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کے تنقیدی جائزے کی وجہ سے اسلام اور تاریخ مسلمین کا فرق واضح ہوا' اصلاحی تحریکوں نے زور پکڑا' مسلمانوں نے اعدائے اسلام کا مقابلہ اصلاح احوال کیا اور اپنے دین اور نبی ﷺ کی سنت پر مضبوطی سے قائم رہے سب سے اہم نتیجہ سیرت نگاری کے فن کی ترقی کی صورت میں سامنے آیا مستشرقین کے حوالے سے مطالعہ سیرت کا علمی محاذ سب سے پہلے سرسید ہی نے کھولا۔ اس حقیقت کے باوجود کہ سرسید کے دینی افکار میں تجدد پسندی کا رنگ نمایاں تھا اور راسخ العقیدہ علماء کو ان سے حد درجہ اختلاف تھا اور ہے تاہم سرسید نے جذبہ ایمانی اور خالص جرات رندانہ سے کام لیتے ہوئے اہم ہمعصر مستشرق سر ولیم میور کی دل آزار تصنیف The Life of Mohammad (حیات محمد) کی اشاعت پر خاموشی کو گناہ کے برابر خیال کیا اور تمام تر کم مائیگی کے باوجود اہانت رسول کا خاموش بدلہ لینے کی لیے اپنا تن من دھن سب لگا دیا اور خالص علمی سطح پر میور کی کتاب پر تنقید و محاکمہ کر کے مناظرانہ رنگ سے پاک تاریخی حقائق و اسناد پر مبنی ایک جوابی کتاب ''الخطبات الاحمدیہ علی العرب والسیرت المحمدیہ'' لکھی (اس کا جائزہ گزشتہ باب میں لیا جا چکا ہے) اس طرح انیسویں صدی کے اواخر سے گویا مستشرقین کے مقابلے میں ایک جوابی علمی تحریک کا آغاز ہو گیا۔ یہ بڑا اہم دور تھا' یہی وہ زمانہ تھا جب مستشرقین یورپ فی الواقع سیرت رسول کے

اصل عربی مآخذ سے علمی طور پر واقف ہوئے اور پھر ان ہی منظم کوششوں سے بہت سے مآخذ حلیۂ طبع سے آراستہ ہوکر مسلمانوں تک پہنچے۔ اسی دور میں مستشرقین نے اسلام اور پیغمبر اسلام پر اپنے حملے پوری شدت سے جاری رکھے اور تلاش کر کے مجروح اور ناقابل اعتماد روایتوں کو بطور سلاح استعمال کیا تاکہ مسلمانوں کے دلوں سے سیرت رسولؐ کا اعتبار اٹھ جائے اور پھر اس کے نتیجے میں آپ کا لایا ہوا دین بھی بے اعتبار و بے وقعت ٹھہرے۔

سرسید کی مخلصانہ کوششوں سے تحریک استشراق کے بالمقابل جس علمی تحریک کا آغاز ہوا تھا اسے بعد میں مزید توسیع و ترقی حاصل ہوئی اس سلسلے میں جسٹس امیر علی (۱۸۴۹ء۔ ۱۹۲۸ء) قاضی سلمیان منصور پوری اور پروفیسر سید نواب علی کے نام قابل ذکر ہیں جنہوں نے سیرت پر متعدد کتابیں لکھیں لیکن جو شہرت عام اور بقائے دوام علامہ شبلی (م ۱۹۱۴ء) کو حاصل ہوئی وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔ علامہ شبلی کو یہ تقدم حاصل ہے کہ انہوں نے محض چند مستشرقین کی انفرادی کوششوں کو نشانۂ تنقید نہیں بنایا بلکہ انہوں نے پورے گروہ مستشرقین کو اپنے سامنے رکھا جو اسلام اور علوم اسلامی پر بالعموم اور سیرت رسول ﷺ پر بالخصوص طبع آزمائی کر رہا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ تحریک استشراق کے جواب میں علمی و تحقیقی کام کا ایسا نقشہ مرتب کیا کہ اگر ان کی زندگی وفا کرتی اور وہ اس کو عملی جامہ پہنا سکتے تو سیرۃ النبی ﷺ مستشرقین کے اعتراضات و مطاعن کا بھی یادگار جواب بن جاتی بہر حال مطبوعہ سیرت النبی ﷺ کے آغاز ہی میں اور باتوں کے علاوہ علامہ شبلی نے یورپین تصنیفات کے عنوان سے مستشرقین کی تصنیفات ان کے اسباب و محرکات ان کے اصول مشترکہ اور ان کی مساعی کا عہد بہ عہد جائزہ لیا ہے اور پھر مشہور مستشرقین کی ایک مختصر فہرست بھی شامل کتاب کر دی اس فہرست میں شامل کتاب کر دی اس فہرست میں علامہ شبلی نے مشہور مستشرقین کے نام ان کی تصنیفات اور ملک کا نام بقیہ سنین درج کیے ہیں فہرست میں کل اندراجات ۳۷ لیکن نام ۳۲ مصنفین کے ہیں بہ اعتبار توطن انہوں نے مستشرقین یورپ کو پانچ گرہوں کو شامل فہرست کیا ہے یعنی انگلستان کے ۱۳ جرمنی کے ۸ فرانس کے ۷ ہالینڈ کے ۳ اٹلی کا ایک ان میں بالتزام سیرت پر لکھنے والے نہیں بلکہ اسلام، پیغمبر اسلام اور اسلامی مآخذ پر کام کرنے والے سب مستشرقین کا اندراج ہے۔

شبلی چونکہ اپنی کتاب سیرت النبی ﷺ کا ایک دائرہ المعارف بنانا چاہتے تھے اس لیے ناممکن تھا کہ وہ مستشرقین کے مطالع سیرت کو معیار تنقید پر نہ پرکھتے اور نہ زیر بحث لاتے بلکہ مستشرقین کی نام نہاد علمی تحقیقات کا پردہ چاک کرنا اور سیرت کے حوالے سے ان کی غلط بیانیوں پر تنقید و تنقیب تو گویا منتہائے مقصود تھا اور ان کی زندگی کی آخری خواہش غالباً اسی لیے انہوں نے سیرت النبی

ﷺ کے مجوزہ خاکے میں ''پانچواں حصہ'' خاص طور پر یورپین تصنیفات کے متعلق شامل کیا تھا جو اگرچہ پورا نہ ہو سکا تاہم آنے والوں کے لیے روشنی چھوڑ گیا اور یہ ثابت کر گیا کہ خود مولانا شبلی مسئلہ مستشرقین کی گہرائی و گیرائی بہ حد غایت ادراک رکھتے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ تحریک استشراق اور اس کے مقابل علامہ شبلی کی جوابی تحریک نے سیرت نگاری کو حد درجہ متاثر کیا اور مستقبل میں سیرت نگاری کے جو نمونے سامنے آئے ان میں تحریک استشراق کے رد کا کوئی نہ کوئی محرک شامل تھا۔

(۲) ''تحریک سیرت۔۱۸۸۵ء''

برصغیر پاک و ہند میں سیرت نبوی ﷺ کی اشاعت کا کام بڑی محنت' توجہ اور شد مد سے ہوا' سیرت نبوی ﷺ کی اشاعت نے ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی۔ جو ''تحریک سیرت'' کا عنوان بن گئی' تحریک سیرت'' کے نتیجے میں فن سیرت نگاری کو بھی فروغ حاصل ہوا اور ''سیرت'' پر تصانیف و تالیفات کا ایک علمی' تحقیقی اور تبلیغی سلسلہ شروع ہو گیا۔

جس طرح ہر تحریک کے پیچھے کوئی اہم تاریخ اور کوئی بڑا پس منظر اور مقصد ہوتا ہے اس طرح تحریک سیرت کے پیچھے بھی ایک اہم تاریخ' پس منظر اور مقصد تھا' برصغیر پاک و ہند کا اسلام سے رابطہ ورشتہ اسلام کے آغاز سے ہوا۔ اور اس سرزمین پر مسلمانوں ۹۲ھ سے ۱۲۵۹ھ (۱۸۴۳) تک حکمرانی کی تاہم ۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب کی وفات کے بعد مملکت ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں چلی گئی جو نصب العین اور مقصد حیات سے کورے ہو چکے تھے' نتیجہ یہ ہوا کہ خود غرضیوں اور گروہ بندیوں نے قومی تنظیم اور استحکام ملی کو گھن لگا دیا اور سب آپس میں لڑ بھڑ کر تباہ ہو گئے۔

۱۷۰۷ء سے لیکر ۱۸۵۷ء یعنی آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر تک' اگرچہ مرکزی مسلم حکومت اور تخت و تاج دہلی کا نام باقی تھا مگر صرف نام ہی نام تھا ورنہ ملک و ملت' رہنماؤں کی نااہلی یا نااہلوں کی رہنمائی کی وجہ سے جنگ و جدل کی آماجگاہ اور برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کی سازشوں کا گڑھ بن گیا تھا اور یہی حالات تھے جو بالآخر ۱۸۵۷ء کی ہولناک خونریزی اور ملک و ملت کی تباہی پر منتج ہوئے' مسلم اقتدار کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بھی گل ہو گیا اور سارا برعظیم برطانوی شہنشاہی کا حصہ بن گیا۔

۱۸۵۷ء کے خونی انقلاب سے نہ صرف مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کا خاتمہ ہو گیا بلکہ انگریزوں نے مسلمانوں کی مذہبی' تعلیمی اقدار اور معشیت و معاشرت کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچایا' زندگی کے ہر شعبے میں ہندوؤں کی حوصلہ افزائی اور مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کی گئی انگریزوں کی یہ پالیسی ان کے ہندوستان سے واپسی برقرار رہی' انگریزوں کے دور اقتدار میں اسلام اور مسلمانوں پر

ہر طرف سے حملے شروع ہو گئے ایک عیسائی مشنریاں سرگرم عمل تھیں تو دوسری طرف عیسائیوں کی شہ پر ہندوؤں کی آریائی تحریکیں' یورپ کے مستشرقین بھی میدان میں تھے اور سب کا ہدف ونشانہ اسلام' پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمان تھے ان میں مستشرقین یورپ کی جماعت پیش پیش تھی اس نے اسلامی علوم وفنون کے مطالعہ کی روشنی میں ایسی باتوں کو اچھالا جس سے مسلمان گمراہ ہوں اور ان کی دل آزاری ہو' نام نہاد عالمانہ اور محققانہ تحقیقات میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر اعتراضات والزامات کی بوچھاڑ کی گئی جس سے سب سے زیادہ تعلیم یافتہ نوجوان متاثر ہو رہے تھے۔ انگریزوں نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے اپنے مشنری اسکول قائم کیے اور ان اسکولوں میں مسلم حکمرانوں اور نبی ﷺ کی سیرت کو مسخ کر کے پیش کیا اس کا مقصد محض اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنا نہیں تھا بلکہ اصل مقصد اسلامیان برعظیم کی قلبی وروحانی وابستگی کو پیغمبر آخرالزماں ﷺ' عالم اسلام اور مسلمانوں سے ختم کرنا تھا۔

اسلام کے خلاف برطانوی استعمار کے حملوں کا جواب دینے کے لیے ملک کے متعدد اہل علم اٹھے اور اس وقت جس سے اور جو بن پڑا' کیا۔ خصوصاً اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف حملوں سے دفاع کے لیے مولانا رحمت اللہ کیرانوی' ڈاکٹر وزیر خان' مولانا قاسم نانوتوی' مولانا رحم علی' مولانا عنایت رسول' سید احمد خان' مولوی چراغ علی' مولانا سید علی مونگیری' جسٹس امیر علی اور صلاح الدین خدا بخش اہم خدمات انجام دیں ان اہل علم کے نظریات اور طریقہ کار کے بارے میں دو آراء ہو سکتی ہیں لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انہوں نے عیسائی وآریائی حملوں کا جواب دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

۱۸۵۷ء کی ہولناک داروگیر کے بعد مسلمان وحشت وبربریت کے تاریک دور سے گزر رہے تھے۔ انفرادی طور پر مختلف سمتوں سیاسی ومذہبی نوعیت کی مساعی جاری تھیں تاہم وقت کے ساتھ ساتھ حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے یکے بعد دیگرے چار تحریکیں وجود میں آئیں جو یہ تھیں۔

- o... تحریک علی گڑھ
- o... تحریک دیوبند
- o..... تحریک ندوہ
- o..... تحریک سیرت

مسلم ملت کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو مجتمع کرنا ترجیح اول تھی اس مقصد کے لیے احیائے ملت کے لیے جو اقدامات ہو سکتے

تھے ان میں تعلیمی اصلاح و تنظیم کے ساتھ روحانی و اخلاقی تزکیہ و تربیت سب سے زیادہ اہم تھی اس مقصد کی تکمیل کے لیے سیرت طیبہ ﷺ کی اشاعت سب سے بڑا ذریعہ و وسیلہ تھا ملت اسلامیہ کی زندگی میں سیرت طیبہ ﷺ کا درجہ و مقام وہی ہے جو شہ رگ کا ہے۔ مسلم امہ کی ''شہ رگ'' کو بچانے کے لیے اور صحیح طور پر جسد ملی میں کارفرما رکھنے کے لیے مسلمانوں نے شدید جدوجہد کی جس سے وہ تازہ دم ہو گئے۔ مسلم ملت کے احیاء کے لیے حیات طیبہ ﷺ کی اہمیت و مقام کو محسوس کرتے ہوئے ''تحریک سیرت'' کا بیڑا اٹھایا گیا۔

''تحریک سیرت'' کی بنیاد ۱۸۵۸ء میں مولانا شاہ سلیمان پھلواری نے رکھی ان کا وطن پھلواری پٹنہ عظیم آباد تھا۔ یہ بستی زمانہ قدیم سے شریعت و طریقت کا گہوارہ چلی آ رہی تھی اس کی حیثیت ایک بڑی درگاہ کی تھی جہاں ہر سال ماہ مبارک ربیع الاول میں عرس کے موقع پر ہزارہا افراد دور دراز گوشوں سے کھینچ کھینچ کر آتے تھے اور چاندرات سے ۱۵ ربیع الاول زبردست اجتماع رہتا تھا اس اجتماع ربیع الاول نے دوسری بڑی درگاہوں کے اعراس کی طرح ایک بڑے میلے کی صورت اختیار کر لی تھی، مولانا سلیمان پھلواری نے اپنی بستی، اسی موقع اور اسی مہینے کو تحریک سیرت کے آغاز کے لیے منتخب کیا اور اس میلے کو سیرت و تذکرہ تاریخ اسلام کے اجتماع و اجلاس میں تبدیل کر دیا انہوں نے روز آنہ ربیع الاول کی چاندرات سے دوازدہم تک سیرت نبوی ﷺ کو ایک نئے انداز سے پیش و بیان کرنے کا سلسلہ شروع کیا انہوں نے ''آستانہ سلیمانیہ'' کو سیرت وعظ بیان کا مرکز بنا دیا۔ برِ عظیم میں ذوق سیرت کی بیداری کی یہ پہلی بنیاد اور تحریک تھی، کہا جاتا ہے کہ محفل سیرت میں یہ سب سے قدیم محفل تھی، بہت جلد ''پھلواری'' سے یہ تحریک خوشبو کی طرح ملک کے طول و عرض میں پھیل گئی۔ تحریک سیرت کے نتیجے میں محافل سیرت، سیرت کمیٹیوں اور باقاعدہ تصانیف سیرت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی، ندوۃ العلما اور انجمن حمایت الاسلام اس عہد کے بڑے ادارے تھے اور ان کے اجلاس اس زمانے میں بڑے اہتمام بلکہ تزک و احتشام سے ہوتے تھے مولانا نے اپنی ذات اور پر اثر وعظوں سے ان اداروں کے اجتماعات میں سیرت کو بیان کرنے کا سلسلہ شروع کیا بلکہ پشاور سے رنگون تک سیرت کے چھوٹے بڑے اجتماعات میں ان کی شرکت ضروری سمجھی جاتی تھی۔ مولانا پھلواری نے اپنے سیرت کے وعظوں سے پورے ملک میں سیرت طیبہ ﷺ کے بارے میں ایک خاص لگن پیدا کر دی تھی۔

تحریک سیرت کے بانی مولانا سلیمان اول کے ''بیان سیرت'' کا مخصوص انداز اور خصوصیات درج ذیل تھیں۔

(۱) رسول اللہ ﷺ کی زندگی، نبوت، نزول وحی، تبلیغ، وغزوات اور دوسرے تمام اہم واقعات کا بیان زمانی تسلسل اور تفصیل کے ساتھ ہوتا تھا۔

(۲) تمام اسماء، انساب، مقام، جغرافیہ اور سنین کی صحت وثقاہت کا خیال رکھا جاتا تھا۔

(۳) بیان میں محض تاریخی روایات پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ جابجا قرآن، عقل ودرایت سے رجال سے، اصول جرح وتعدیل سے اور معیار سیرت کے نقطہ نگاہ سے تبصرہ تنقید بھی ہوتی تھی۔

(۴) جہاں سیرت کی تفصیل بیان کی جاتی وہیں قدم قدم پر اپنی اپنی سیرتوں کو سیرت طیبہ کے آئینے میں دیکھ کر سنبھالنے اور سنوارنے کی تلقین کی جاتی تھی۔

(۵) مولانا کا بیان محض علمی تحقیق یا خشک لیکچر نہیں ہوتا تھا بلکہ محققانہ اور متکلمانہ انداز کے ساتھ ساتھ عارفانہ شیفتگی وسوز وگداز، برمحل اشعار، مثنوی کی آمیزش، پورا بیان تاثیر عجیب کا مرقع بن جاتا تھا مولانا اپنے بیان کے ذریعہ دل ودماغ دونوں کو اپیل کرتے تھے ان کا علم وبیان، سحر بیانی اور روحانی سوز وگداز ایک روحانی کیفیت پیدا کر دیتی تھی۔

اس تحریک سیرت کا مقصد یہ تھا کہ اگر ایک طرف وعظ بیان کے ذریعہ سیرت طیبہ کو فروغ دیا جائے تو دوسری طرف سیرت طیبہ کو اردو زبان میں قلمبند بھی کیا جائے مولانا نے پھلواری کی تحریک کی اصل غایت تھی کہ اردو زبان ایسی جامع اور مستند سیرت کی کتاب مرتب کی جائے جو بحیثیت سیرت طیبہ وتاریخ دوین متین مکمل ہو اور مناظرہ ومباحثہ سے پاک ہو اور ملت اسلامیہ کے سامنے اور اس کے توسط سے دنیا کے سامنے اسلام کی رسول اکرم ﷺ کی جامع تصویر پیش کرے اولاً اس مقصد کی تکمیل کے لیے مولانا شاہ حسن پھلواری نے قلم اٹھایا اور مولانائے پھلواری کی تحقیق وجستجو اور بیان کو سمیٹ کر ایک جامع سیرت النبی لکھنا شروع کی حسن میاں کی سیرت النبی کے کچھ اجزا میلا دالرسول ﷺ حب رسول ﷺ اور خلق حسن کے نام سے چھوٹے چھوٹے رسالوں کی صورت میں تو سامنے آئے لیکن جامع سیرت النبی مکمل نہ ہوسکی۔ یہ کام اور مشن مولانا قاضی سلیمان سلمان منصور پوری نے ''رحمۃ اللعالمین'' کی صورت میں مکمل کر دیا۔

مولانا شاہ سلیمان پھلواری، تحریک سیرت کے ذریعے جو مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے اس میں وہ بڑی حد تک کامیاب رہے تحریک سیرت کے نتیجے میں عامۃ المسلمین اور اہل قلم میں سیرت مبارکہ کے مطالعہ اور تصنیف وتالیف کا ذوق پیدا ہوا، تحریک

سیرت نے متحدہ ہندوستان میں وسیع پیانے پر سیرت کمیٹیاں قائم کیں چھوٹے چھوٹے رسالوں کے ذریعے حضورﷺ کی سیرت مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ان رسالوں کے ذریعہ غیر مسلموں میں رسول اللہﷺ کے بارے میں پائے جانے والے اعتراضات والزامات کوبھی دور کیا جوعموماً غیر مسلموں کی طرف سے عائد کیے جاتے تھے۔مولانا شاہ سلیمان پھلواری کی وفات کے بعدان کے صاحبزادہ حسن میاں نے اس تحریک کوآگے بڑھایا۔تحریک سیرت سے متاثر ہوکر عبدالمجید قریشی اخبار وطن' پٹی لاہور نے ۱۹۲۰ء میں سیرت کمیٹی تشکیل دی عبدالمجید قریشی کو جدید تحریک سیرت کا بانی بھی کہا جاتا ہے قریشی صاحب نے جب تحریک سیرت کا آغاز کیا تو ہندوستان' مصراور شام کے مشاہیر سے درجنوں مقالے اور مضامین اسلام اور پیغمبر اسلامﷺ پر لکھوائے گئے' وہ ہرسال ۱۲ ربیع الاول کو سیرت کے جلسوں کا اہتمام کرتے تھے اور عموماً اس موقع پر سیرت شناسی کے پمفلٹ اور کتابیں بھی شائع کراتے تھے۔جدید تحریک سیرت نے عالمگیر شہرت حاصل کی لیکن ایک ذات سے وابستہ ہونے کی وجہ سے یہ زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی تاہم اپنے عہد کے تقاضوں اور مقاصد میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کی' سید مناظر احسن گیلانی نے اپنی معروف کتاب ''النبی الخاتم'' عبدالمجید قریشی ہی کی تحریک پر لکھی' اور دیگر اہم کتب سیرت بھی اسی تحریک سیرت کی تحریک پر لکھی گئی۔قانون ارتقاء کے مطابق' شاہ سلیمان پھلواری' قاضی سلیمان منصور پوری اور سید سلیمان منصور پوری سلسلہ ارتقا کی ترقی پذیر کڑیاں ہیں ان علمبرداران سیرت اور پیغام محمدیﷺ کی کیفیت کچھ ایسی نظر آتی ہے جیسے ایک دور مکی زندگی کا ہو جبکہ دعوت دی جارہی تھی اور قبول دعوت کے لیے لوگوں کے دلوں کو گداز کیا جارہا تھا' دوسرا دوطر مدنی زندگی' قبل فتح' مکہ کا' ہو جبکہ اہل کتاب کو آواز دی جارہی ہے اور ان ہی کے مسلمات ان کو قائل کیا جارہا تھا اور تیسرا دور فتح مکہ کے بعد کا ہو جبکہ اکمال دین اور اتمام نعمت ہو' تجلیاں تو کچھ اسی انداز کی ہیں۔یہاں قدرت کی اس لطیفہ پسندی کا ذکر کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ سیرت رسولﷺ اورفن سیرت کی خدمت اور توسیع واشاعت کے لیے کچھ عجب انداز سے سلسلہ وار اس نے ''سلامنہ ثلاثہ'' کا انتخاب کیا۔''تحریک سیرت'' کے نتیجے میں سیرت کے موضوع پر تصنیف وتالیف کے ذوق و شوق پیدا ہو' ''رحمۃ اللعالمین'' اور ''النبی الخاتم'' جیسی سیرت کی تصانیف کو تحریک سیرت کا حاصل قرار دیا جائے اور ''سیرت النبیﷺ'' کو اثر کا نتیجہ قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔﴿۲﴾

''تحریک استشراق' اور 'تحریک سیرت'' کے دو واضح اثرات ونتائج اس دور میں محسوس کیے گئے۔

(۱) سیرت رسولﷺ سے وابستگی وشیفتگی اور مطالعہ سیرت میں اضافہ۔

(۲) کتب سیرت کی تصنیف وتالیف میں اضافہ۔

اب زیرنظر عہد میں سیرت نگاری کی کمیت وکیفیت اور رجحانات کے مطالعے کی طرف آتے ہیں۔

(۱) میلاد ناموں کی روایت اور اسناد وحوالوں کے اضافے کا رجحان: ﴿۳﴾ میلاد ناموں کی روایت زیرنظر عہد میں بھی بدستور قائم ودائم رہی اور اس کی بنیادی وجہ محافل میلاد کا رواج تھا' محافل میلاد ربیع الاول کے دنوں میں تو کثرت کے ساتھ ہوتی ہی تھیں لیکن عام دنوں میں میلاد کی محفلوں کے انعقاد کو برکت اور ثواب کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا چنانچہ محافل میلاد نے میلاد ناموں کی ضرورت کو برقرار رکھا۔ میلاد نامے بیان سیرت کا سب سے معروف اور مقبول ذریعہ تھے یہی وجہ ہے اس دور میں کثرت سے میلاد نامے تحریر کیے۔

میلاد ناموں کے اسلوب اور مزاج میں کوئی بڑی تبدیلی واقع نہیں ہوئی بلکہ بعض میلاد ناموں میں فلسفیانہ موشگافیوں کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا مثلاً خواجہ محمد اکبر نے میلاد اکبر (۱۹۴۰) میں آنحضرت ﷺ کے اسم مبارک کی بحث میں پہلے تو کلمہ طیبہ کے دو جملوں (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کی تقدیم وتاخیر پر گفتگو کی ہے۔ یعنی یہ کہ لا الہ اللہ پہلے کیوں ہے اور محمد رسول اللہ بعد میں کیوں اور پھر اللہ اور محمد کے غیر منقوط حروف پر بحث کی ہے۔ میلاد نامے اگر چہ اس وقت کی مروجہ مذہبی رواج یعنی محافل میلاد نیم خواندہ عوام کی روحانی جذبات کی تسکین کا سامان فراہم کرتے تھے اور ایک درجہ میں سیرت کے تعارف وتفہیم کا ذریعہ بھی تھے۔ لیکن وضعی روایات اور محیر العقول واقعات کی آمیزش سے سیرت پر مضر اثرات بھی مرتب ہورہے تھے چنانچہ زیرنظر عہد میں اس پہلو پر توجہ دی گئی اور مختلف سمتوں سے آوازیں اٹھنا شروع ہوگئیں پہلے مرحلے پر یہ دیکھنے میں آیا کہ میلاد نامے جو حوالوں واسناد سے عاری ہوتے تھے لیکن اب اسناد وحوالوں کو بھی پیش کیے جانے لگے ایسے میلاد ناموں کی تعداد اگر چہ کم ہے لیکن جن میلاد ناموں میں حوالوں کا اہتمام کیا گیا ان میں سے چند یہ ہیں۔ ﴿۴﴾

(۱)	میلاد اکبر	از	خواجہ محمد اکبر وارثی
(۲)	''میلاد گوہر''	از	گوہر رام پوری
(۳)	حیات ذاکر	از	شاہ محمد جمیل الرحمٰن بریلوی
(۴)	سید الاذکار یعنی میلاد احمد مختار	از	حکیم محمد بدر الحسن حسنی
(۵)	مولود طیش	از	سید چراغ علی طیش گورکھپوری

(۶) رسالہ میلاد النبی از ابوالبرکات بن منشی قادر علی

(۷) آفتاب نبوت از صبر شاہجہاں پوری

زیر نظر عہد میں روایتی مولود ناموں سے ہٹ کر کسی قدر بہتر اور مستند مولود نامے سامنے آئے ہیں ان میں ''آفتاب نبوت'' اور ''آمنہ کالال ﷺ'' کا مختصر تعارف برمحل ہوگا۔

(ا) ''آفتاب نبوت'' (1917) مولانا سید ایوب احمد صبر شاہ جہاں پوری: مولود نامہ ''آفتاب نبوت'' کا سن تصنیف ۱۹۱۷ء ہے اس مولود نامہ کا محرک قدیم اور جدید طبقے کے لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے سچے واقعات سے روشناس کرایا جائے مصنف کا خیال تھا کہ قدیم تعلیم یافتہ مسلمان یہود و نصاریٰ کے ذریعہ اسلام میں داخل ہونیوالی غیر مستند روایات کے اسیر تھے تو جدید تعلیم یافتہ حضرت ولیم میور کے مسیحی تعصب کا شکار۔ ان کی خواہش تھی محافل میلاد کے لیے کوئی ایسی کتاب تصنیف کی جائے جو محافل میلاد میں پڑھنے کے قابل بھی ہو اور اس میں تحقیق و تدقیق سے کام لے کر آنحضرت ﷺ کے سچے واقعات درج کیے گئے ہوں۔ ''آفتاب نبوت'' مصنف کے اس مبارک خواہش کی تکمیل ہے۔

۱۲۸ صفحات پر مشتمل، صبر شاہجہاں پوری کی یہ کتاب، روایتی میلاد ناموں کے انبار میں ایک الگ مقام کی حامل ہے۔ مصنف نے کوشش کی ہے کہ اس مختصر سوانح عمری میں آنحضرت ﷺ کے دلچسپ واقعات اور صحیح حالات بھی جمع ہو جائیں اور آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کی پرکشش تصویر بھی کھنچ جائے تا کہ ''اگر ایک جانب اسلام کے نام لیوا اس سے مستفید ہوں تو دوسری طرف غیر مذاہب وادیاں کے پیروکار بھی سمجھ سکیں کہ سرور عالم ﷺ کی زندگی صحیح معنوں میں رحمۃ اللعالمین کی مصداق تھی۔ اس مختصر کتاب میں آنحضرت ﷺ کا نسب نامہ آپ کے آباء واجداد کے حالات، علمائے عصر کی پیشن گوئیاں اور روایات، رسالتؐ سے پہلے کی زندگی، نبوت و بعثت، نزول وحی، قریش کی دشمنی اور ایذا رسانی، ابتدائی مسلمانوں کی تکالیف، تحویل قبلہ، ہجرت حبشہ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا قبول اسلام، ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کا انتقال، مکہ میں آپ ﷺ کے قتل کی سازش، ہجرت مدینہ، آپ ﷺ کی نبوت کی صداقت اور اسلام کی تعریف میں غیر مسلم مشاہیر کی اقوال، مدنی زندگی، تعمیر مسجد نبویؐ، غزوات، واقعہ حدیبیہ، بادشاہوں کے نام آپ کے خطوط، فتح مکہ اور حضور ﷺ کی شان نبوت، کا دل پذیر تذکرہ ہے، آفتاب نبوت، اپنے موضوعات اور ترتیب کے اعتبار سے سیرت کی ایک تاریخی کتاب میں شامل کی جانے کے قابل ہے خود مصنف کا کہنا ہے کہ ''اس مضمون پر جو کتب میلاد شریف آج کل اس ملک میں

رائج ہیں ان کے متعلق نئی روشنی والوں کو یہ شکایت ہے کہ ان میں محض عبارت آرائی کو مدنظر رکھ کر بعض واقعات کو مبالغہ سے لکھا گیا ہے یا کہیں کہیں ضعیف روایات کو جگہ دی گئی ہے رفع ہو جائے گی۔

''آفتاب نبوت'' کو جو چیز عام مولود ناموں سے ممتاز کرتی ہے وہ حوالہ جات کا اہتمام ہے' مصنف نے کوشش کی ہے کہ کوئی واقعہ یا کوئی قول بے سند نہ رہے' حوالوں کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مشرقی اور مغربی دونوں مآخذ سے استفادہ کیا گیا ہے اس کتاب ایک خصوصیت اس کا سلیس اور دلچسپ انداز بیان ہے مصنف نے اپنے پیشروؤں کی طرح عبارت آرائی اور مرقع نگاری سے احتراز کیا ہے۔ ﴿۵﴾

(۲) ''آمنہ کا لال'' ۔علامہ راشد الخیری (۱۸۷۰ء۔۱۹۳۶ء) مولود ناموں میں ''آمنہ کا لال'' اس اعتبار سے ایک منفرد اضافہ ہے کہ یہ خاص زنانہ مجالس میلاد کے لیے تالیف کیا گیا۔ ''آمنہ کا لال'' اگرچہ اسلوب کے اعتبار سے روایتی ہے لیکن مواد کے لحاظ سے جدید طرز احساس کا حامل ہے ۱۰۴ صفحات پر مشتمل یہ میلاد نامہ پہلی بار ۱۹۳۰ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ کتاب کے بارے میں علامہ راشد الخیری کہتے ہیں کہ:

''مولود شریف کی سیکڑوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اور ہو رہی ہیں مگر میری رائے میں مسلمان لڑکیوں کے واسطے ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو رطب و یابس سے بالکل پاک ہو۔ اور نہ صرف ان ہی کو مطمئن کر سکے بلکہ وہ اپنی مجلسوں میں غیر مسلموں کے سامنے بھی اپنے رسول کو پیش کر سکیں یہی وجہ ہے کہ تمام کتاب میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں' جس کے یقین میں قیاس تامل کر سکے اور یہی حقیقت بھی''

بعض اہل دانش نے ''آمنہ کا لال'' کو حالی اور سرسید کے مولود ناموں میں شمار کیا ہے اور اس میں عام مولود ناموں کی طرح وضعی روایات سے احتراز کیا گیا ہے۔ ''آمنہ کا لال'' کا اسلوب ناول اور افسانوی طرز کا حامل ہے اس میں تشبیہات اور استعاروں کا استعمال کثرت سے کیا گیا' لیکن خیال آفرینی کے شوق میں عبارت آرائی سے پرہیز نہیں کیا ہے مگر احساس کی شدت' جذبہ کی تاثیر اور طرز اظہار کے تعلق سے ''آمنہ کا لال'' کتب مولود کی مجلس میں صدر نشین کی مستحق ہے۔

کتاب کے آغاز میں آنحضرت ﷺ کی ولادت سے پہلے عرب کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''عورت! ہائے عورت!! کیا مٹی پلید ہے کہ خدا دشمن کی بھی نہ کرے۔ لونڈی ہے' جانور ہے' ذلیل ہے' حقیر ہے' کیسی

عزت کہاں کی وقعت' کس کا ترکہ' کدھر کا ورثہ؟ مشورہ نہ صلاح' نکاح نہ بیاہ' مار پیٹ جائز' ظلم وستم مباح' یعقوبؑ و یوسفؑ کے بنی والی زمین پر جہاں خلوص وصداقت کے پھول مہک چکے تھے اب مکر و دغا کی نہریں جاری ہیں اور جبر وریا کے کانٹوں سے انسانیت کا گلشن ایسا پٹا پڑا ہے کہ بادصبا بھی قدم دھرتی پر رکھتے کانپتی ہے۔ ایمان کے قمقمے گل ہوئے' انصاف کی ہوائیں ختم ہوئیں اور مظلوم عورت کی رگ رگ سے مرد کے ستم کی فریادیں بلند ہونے لگیں۔ معصوم بچیاں جیتی جاگتی اور ہنستی بولتی' زمین کا پیوند ہورہی ہیں اور کوئی اتنا نہیں کہ ان زندہ روحوں کی خوں ریزی پر اف بھی کر سکے۔ اندھے کنویں اور گہرے گڑھے ان بدنصیب بچیوں کی زندہ ہڈیاں گود میں لیے ان کی بیکسی ولاچاری کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ جوان عورتیں' جن کی عصمت کوئی وقعت نہیں رکھتی' بے پناہ ہیں۔ بڑھیاں نوکروں اور ماماؤں کی خدمت انجام دے رہی ہیں اور اس سرے سے اس سرے تک تمام عربستان مصائب کی پوٹ اور آفات کا میدان بنا ہوا ہے''۔

کتاب کے اختتام پر عورتوں کے حقوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''ظلم انگیز فضا میں یہ الفاظ آمنہ کے لال کی زبان سے نکل کر سیاہ وتاریک فضا میں گونجتے ہیں۔ عورتوں کے بھی مردوں پر حقوق ہیں اور ان کے ساتھ انسانیت کا سلوک کرو شوہر کو مناسب نہیں کہ آپ عمدہ کھانے کھائے اور گھر والوں کو نہ دے' عورت کی عزت وہ کرتے ہیں جو شریف ہیں اور ان کی توہین پاجی کرتے ہیں۔ شوہر اپنی خوبصورتی پر فخر نہ کرے اور بیوی کی بدصورتی پر معترض نہ ہو۔

علامہ خیری' جو مصور غم اور حقوق نسواں کے بہت بڑے علمبردار تھے انہوں نے آمنہ کے لال'' کے ذریعہ اس وقت عورتوں کی کیفیت وحالات کا ادراک کرتے ہوئے سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں حقوق نسواں کو بھی بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔

زیرنظر عہد میں میلادناموں میں عصری مسائل اور ماحول کا اثر دیکھا جاسکتا ہے اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ زیرنظر عہد میں میلادناموں کے روایتی اسلوب میں تبدیلی کا آغاز ہوا' سیرت میں تحقیق کے ساتھ مسائل وحالات کو بھی ایک خاص زاویے سے پیش کرنے کی کوششیں کی گئیں۔

ہم اس سے پہلے بھی اس رائے کا اظہار کر چکے ہیں کہ برصغیر میں میلادناموں نے سیرت نگاری کے فروغ میں خام مواد کا کردار ادا کیا اور سیرت سے وابستگی اور شیفتگی میں اضافہ کیا جہاں تک مولودناموں میں موجود نقائص کا تعلق ہے اس کو دور کرنے کے

لیے بھی جو کوششیں ہوئیں وہ بھی سیرت نگاری کے فروغ کا ذریعہ بنیں۔

(۲) غیر مسلموں کا سیرت نگاری کی جانب رجحان:

پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت پاک پر مسیحی مشنریوں کے حملوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں اور سکھوں نے بھی اپنی تحریروں میں آنحضرت ﷺ سے متعلق انتہائی ناشائستہ اور غیر مہذب زبان استعمال کی اور ذات اقدس پر بے بنیاد الزامات عائد کیے ایسی تحریروں پر مشتمل چند کتابوں کے نمونے یہ ہیں۔﴿۷﴾

(۱) رنگیلا رسول۔ ۹۶ صفحات پر مشتمل اس کتاب کو ۱۹۲۴ میں ایک آریہ سماج ناشر راج ''پال'' نے شائع کیا تھا اگرچہ مصنف کا نام شائع نہیں کیا گیا تاہم گمان یہ ہے کہ اس کا مصنف پرتاب کا ایڈیٹر مہاشہ کرشن تھا۔ اس ناپاک کتاب میں حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی گئی تھی۔

(۲) سیتارتھ پرکاش از پنڈت دیانند سرسوتی (م۱۸۸۳) پنڈت لیکھ رام (م۱۸۹۸) نے بھی اپنی متعدد کتابوں میں لغو باتیں حضور ﷺ سے منسوب کیں ہیں۔ لیکن ان میں چند وہ ہندو اور سکھ اہل قلم ایسے بھی تھے جنہوں نے حضور ﷺ کے بارے میں مثبت کتابیں بھی لکھیں ان میں چند یہ ہیں۔

(۱) حضرت محمد ﷺ بانی اسلام از شرد ھے پرکاش جی (۱۹۰۷)

(۲) محمد عربی از جی ایس وار (۱۹۲۴)

(۳) عرب کا چاند از سوامی لکشمن پرشاد

(۴) حضرت محمد اور اسلام از پنڈت سندر لال

(۵) حضرت محمد ﷺ اور اسلام از بابو کنج لال

(۶) پیغمبر اسلام از رگھوناتھ سہائے

(۷) چار مینار از گوبند رام سیٹھی

(۸) حضرت محمد صاحب کی سوانح عمر از پروفیسر لاجیت رائے نیر

ان کتابوں کے علاوہ ہندو اور سکھ اہل قلم نے حضور ﷺ کی شان میں بعض اہم مضامین اور مقالے بھی تحریر کیے انہیں سے چند

یہ ہیں۔ ﴿۸﴾

(۱)	لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ	از	مالک رام
(۲)	مہاپرش محمد رسول اللہ ﷺ	از	پنڈت گوپال کرشن (ایڈیٹر بھارت سماچار بمبئی)
(۳)	ملک عرب کا سب سے بڑا ریفامر	از	ماسٹر شنکر داس گیانی
(۴)	واحدانیت کا متوالا	از	ڈاکٹر یدھ ویر سنگھ
(۵)	حضرت محمد ﷺ کے عالم انسانیت پر عظیم احسانات	از	لالہ رام لال روما
(۶)	بانی اسلام کی رحمد لی	از	بی ایس رندھاوا
(۷)	مسلمان اور ان کے نبی کی تعلیم	از	سردار رام سنگھ گیانی
(۸)	پیغمبر اسلام کا رہن سہن	از	پنڈت سندر لال
(۹)	پیغمبر اسلام کی شادیاں	از	پنڈت سندر لال
(۱۰)	رسول اللہ کا نظام سیاست	از	رانا بھگوان داس بھگوان

ہندو اور سکھوں نے رسول اکرم ﷺ کے بارے میں ایسے مضامین اور مقالات پر مشتمل ایک کتاب ''سرورکونین اغیار کی نظر میں'' بشیر احمد بشیر نے مرتب کی ہے جس میں تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔

غیر مسلموں (ہندو اور سکھوں) کا سیرت نگاری کی جانب میلان و رجحانات کے مندرجہ ذیل اسباب ہو سکتے ہیں۔

(۱) بعض ہندو اور سکھوں کی جانب سے رسول پاک ﷺ کے بارے میں بے ہودہ کتابوں کا رد۔

(۲) عقیدت مندی کا جذبہ یا بر بنائے مصلحت

(۳) مذہبی یگانگت اور رواداری

(۴) سیاسی ضرورت

(۵) علمی ذوق وشوق

غیر مسلموں کا سیرت نگاری کی جانب رجحان و میلان کی کوئی بھی وجہ ہو لیکن یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ اس میں بعض تحریریں

اخلاص اور علمی دیانت کے اصول پر لکھی گئیں اگر چہ ان غیر مسلموں کی تحریروں کو اتفاق نہیں کہا جا سکتا ہے۔ ان کتب سیرت میں غیر مسلموں نے نہ صرف آنحضرت ﷺ کو ایک مثالی نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے بلکہ ان پر لگائے گئے الزامات کی تردید بھی کی ہے، خصوصاً وہ الزامات جو ان کے ہم مذہب آنحضرت ﷺ پر عائد کرتے تھے، ان میں سے بعض کتب سیرت اتنے ہمدردانہ مخلصانہ اور والہانہ انداز میں لکھی گئیں ہیں کہ ان پر مسلمانوں کی تصانیف کا گمان ہونے لگتا ہے۔ غیر مسلموں (ہندو اور سکھوں کی حضور ﷺ کے بارے میں چند منتخب کتب یہ ہیں:

(۱) <u>حضرت محمد صاحب بانی رسول۔ از۔ شردھے پرکاش دیو</u>

۱۳۴ صفحے کی یہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے اس میں عرب قبل از اسلام کے تفصیلی حالات آنحضرت ﷺ کے آباء اجداد اور پیدائش سے لے کر وصال نبویؐ کے تمام واقعات کا احاطہ کیا گیا۔ شردھے پرکاش دیو نے سلیس عام فہم انداز میں سرور کائنات ﷺ کی زندگی کے واقعات کو قلمبند کیا ہے مصنف کا اسلوب واقعاتی اور کہانی کے انداز میں دلآویز اور مؤثر ہے تاہم مصنف معجزات اور وحی کے قائل نظر نہیں آتے ہیں۔ مصنفنے جابجا ان الزامات کی تردید کی ہے جو غیر مسلم مؤرخین آنحضرت ﷺ پر ناجائز طور پر لگاتے تھے۔ مصنف تعدد ازدواج کے مسئلہ حقیقت پسندانہ تجزیہ کرتے ہوئے اس کی معقول سیاسی، مذہبی اور معاشرتی توجیہہ پیش کی ہے۔ ﴿۹﴾ مولانا حالی نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

''مجھے یقین ہے کہ شردھے پرکاش دیو جی نے یہ کتاب مسلمانوں کو خوش کرنے کے لیے نہیں بلکہ محض صداقت کے ظاہر کرنے کے لیے لکھی ہے، لیکن چونکہ مسلمانوں کا خوش ہونا اس کا لازمی نتیجہ ہے اس لیے وہ تمام مسلمانوں کی طرف سے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔''

شردھے پرکاش دیو کی کتاب منصفانہ اور صداقت پر مبنی انداز کی وجہ سے بیسویں صدی کے اوائل (۱۹۰۷) کی لکھی ہوئی کتب سیرت میں سرفہرست ہے۔

(۲) <u>''رسول عربیؐ'' (یا محمد کی سرکار) از پروفیسر سردار گوردت سنگھ دارا</u>

سکھ نژاد فاضل مصنف پیشہ کے اعتبار سے صحافی اور وکیل تھے ۱۹۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب بیسویں صدی کے ربع اول میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے اور ہر حصہ متعدد ابواب میں منقسم ہے۔ کتاب کی ابتداء میں مصنف نے بحضور رسول

عربی کے عنوان سے بڑے عقیدت مندانہ انداز میں سرزمین عرب، ہمالیہ کی بلند چوٹیوں سے اور آب گنگا سے خطاب کیا ہے اور انہیں آنحضرت کی فضیلت سے آگاہ کیا ہے۔(۱۰) کتاب کے محرکات کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے کہ:

''پہلی مرتبہ جب میں نے اس مضمون پر ایک کتاب دیکھی تو اس کے پڑھنے سے مجھے از حد دلچسپی پیدا ہوئی، جوں جوں میرا مطالعہ بڑھتا گیا اتنی ہی آنحضرت ﷺ کی عظمت میرے دل میں بڑھتی گئی یہاں تک کہ میرے دل میں ایک آرزو پیدا ہوگئی کہ میں ان سب خیالات کو ایک جگہ جمع کردوں، طرح طرح کی کتابوں کے مطالعے نے جو میں نے اس مضمون میں پڑھی تھیں، میرے عالم خیال میں ایک پھلواری سی پیدا کر دی۔ پنجابی، ہندی، اردو، فارسی، عربی کے پھول جہاں جہاں سے مجھے دستیاب ہوئے۔ میں نے اپنے گلدستے کے لیے چن لیے اور نام اس کا ''رسول عربی'' رکھ کر قوم کی خدمت میں نذر کیا''۔

علامہ سید سلیمان ندوی نے کتاب کی بہت تعریف و توصیف کی ہے اور اس کتاب کی اشاعت کا دیباچہ اول بھی لکھا، رسول عربی ﷺ کے بارے میں سید صاحب کی رائے ہے کہ:

''داراصاحب نے پیغمبر اسلام ﷺ کی سوانح عمری بڑی بے نفسی اور بے تعصبی کے رنگ میں لکھی ہے کتاب کے حرف حرف سے عشق و محبت کے آب کوثر کی بوند میں ٹپکتی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والے کا علم کس جوش و خروش کے دریا میں بہتا جارہا ہے... کوئی غیر مسلم اس سے زیادہ خلوص و عقیدت کی نذر دربار رسالت میں پیش کرسکتا اور یہی اس کتاب کی بہترین خصوصیت ہے اگر الفاظ اور طریقہ تعبیر میں کہیں کوئی غلطی ہو تو مفہوم، معنی پر نظر اور مصنف کی حسن نیت پر گمان نیک کرنا چاہیے۔

(۳) عرب کا چاند از سوامی لکشمن پرشاد (۱۹۱۳-۱۹۳۹ء)

''عرب کا چاند' کے بارے میں ایک دلچسپ حکایت مشہور ہے کہ یہ مسلمان مصنف کی لکھی ہوئی ہے جو اس نے تجارتی غرض سے یا تبلیغی مقصد کے لیے سوامی لکشمن کے خیالی نام سے منسوب کر کے شائع کردی بلکہ اس کتاب کے مصنف کے بارے میں یہ بھی کہا کہ اس کے اصل مصنف حکیم مولوی محمد عبداللہ ہیں تاہم اب تک یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ یہ کتاب سوامی لکشمن پرشاد کی نہیں ہے جہاں تک حکیم صاحب کا ذکر ہے تو اس کی وجہ مصنف سوامی کی مولوی محمد عبداللہ کی اس ملاقات کی طرف اشارہ ہے جو ۱۹۲۹ء کے ابتدائی ایام میں ہوئی تھی اور سوامی جی نے حکیم سے رسول اللہ کی سیرت پر کتاب لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا، بہر کیف اب تک حالات یہی بتاتے ہیں کہ عرب کا چاند' سوامی لکشمن پرشاد ہی کی تصنیف ہے ۱۹۳۲ء میں یہ کتاب شائع ہوئی۔ کتاب کا حصہ اول کی

زندگی کے آغاز دور جاہلیت کے عرب کی مجموعی حالات سے شروع ہوتا ہے اور مکہ سے ہجرت پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرا حصہ مدنی زندگی کے آغاز سے شروع ہوتا ہے دونوں حصوں میں مصنفوں نے سیرت کے تمام تاریخی واقعات کا احاطہ کیا ہے۔ کتاب تاریخی وادبی اسلوب کی حامل ہے کتاب میں اگر اسناد وحوالے کم ہیں لیکن واقعات کی صحت کے بارے میں شبہات کا کوئی گمان نہیں ہوتا۔ ﴿۱۱﴾

سیرت رسول ﷺ سے غیر مسلم سیرت نگاروں کی دلچسپی باعث تعجب نہیں ہے اس کی بنیادی وجہ تو آپ کی پیغمبرانہ حیثیت اور کامل شخصیت ہے دنیا کی ہر قوم اور مذہب کے لوگوں نے آپ کی سیرت کو اپنے مطالعہ کا موضوع بنایا ہے تاہم مذکورہ غیر مسلموں نے آپ ﷺ کی سیرت وکردار جس منصفانہ انداز میں پیش کیا ہے وہ پاک ہند کی صدیوں قدیم تاریخ میں پہلی بار دیکھنے میں آیا۔ اگر غیر مسلموں کی سیرت نگاری کی جانب میلان ورجحان اور ذوق وشوق کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جائے کہ یہ ہندوستان میں سیرت نگاری کی توسیع واشاعت کا اثر تھا تو بے جا نہ ہوگا۔ پچاس سال کی مختصر مدت میں فن سیرت نگاری نے غیر مسلموں کو بھی متاثر اور متوجہ کیا جو نتائج کے اعتبار سے بھی مثبت اور حوصلہ افزا نظر آتے ہیں۔ غیر مسلموں کی سیرت سے دلچسپی کے رجحان سے سیرت کے ادبی سرمایہ میں اضافہ کے ساتھ نئی جہتیں بھی سامنے آئیں اور سب سے بڑھ کر رسول عربی ﷺ کی عظمت وسر بلندی ہر دور میں ثابت ہوتی چلی گئی۔

(۳) ''سیرت نگاری کا ارتقائی سفر اور نئے رجحانات''

زیر نظر عہد میں تحریک استشراق اور ''تحریک سیرت'' کے اثرات کے نتیجے میں مسلمانوں میں سیرت کے بارے میں جو شعور، ادراک اور بیداری پیدا ہوئی اس سے سیرت نگاری کے نئے پہلو اور جہتیں بھی سامنے آئیں۔ اور ان کا اظہار اس وقت کی کتب سیرت میں واضح نظر آتا ہے۔ مثلاً اس حوالے سے درج ذیل سیرت نگاروں کا مطالعہ ان نئی جہتوں اور پہلوؤں کو واضح کرتا ہے۔

(۱) سیرت محمدیہؐ (۱۸۷۵ء) از مرزا حیرت دہلوی

(۲) سیرت رسولؐ (۱۹۰۰-۱۹۱۰ء)

(۳) سیرت النبیؐ (پیارے نبی پیارے حالات) از ایضا فیروز الدین ڈسکوی

(۴) رحمۃ اللعالمین قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری

ذیل میں ہم مذکورہ کتب سیرت کے مطالعہ کی روشنی میں سیرت نگاری میں نئے رجحانات اور مکاتب فکر کی نشاندہی کریں گے۔

(۱) سیرت محمدیہ اور سیرت رسولؐ۔از مرزا حیرت دہلوی

تعارف کتب: سیرت محمدیہ مرزا حیرت دہلوی کی سیرت پر پہلی کتاب ہے یہ کتاب ۱۸۹۵ء میں لکھی گئی جبکہ دوسری کتاب ''سیرت رسولؐ'' ہے چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر کشفی نے مرزا حیرت دہلوی کی کتب سیرت کو معروف اور اہم کتابوں کی فہرست میں شامل کیا ہے۔''سیرت محمدیہ'' سیرت کے روایتی سوانحی اصول سے مختلف ہے جبکہ ''سیرت رسولؐ'' کا مزاج تاریخی اور سوانحی ہے۔

مقصد تالیف:

مرزا حیرت دہلوی نے سیرت محمدیہ کے دیباچے میں کتاب کے مقاصد تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''یورپ کے مورخ اور مستشرقین رسول اکرم ﷺ اور اسلام پر بے بنیاد الزام لگاتے ہیں اور اسلام بہ سرعت پھیل جانے کو زور شمشیر کا نتیجہ قرار دیتے ہیں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ دیکھ کر تہیہ کر لیا کہ ان بے بنیاد الزامات کا جواب وہ آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ سے عموماً اور ان واقعات سے خصوصاً دیں گے جن سے یہودی اور عیسائی باوجود شدید مخالفت کے انکار نہیں کر سکتے' مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ اس کے لیے انہوں نے اپنے دور کے دوسرے لکھنے والوں کی تقلید میں مناقب سے صداقت کی طرف قدم بڑھایا ہے' رسول اکرم ﷺ کی عظمت' زندگی کی سچی صفات کے ذریعہ ظاہر کی ہے اور آنحضرت ﷺ کی سیرت وسوانح کو تاریخ کی روشنی میں جانچا اور پرکھا ہے اسی دیباچے میں آگے چل کر ایک اور اہم بات لکھتے ہیں کہ: ﴿۱۲﴾

''اب زمانہ آ گیا ہے کہ ہم اپنے سچے نجات دہندہ کی آنکھ بھوؤں کی تعریف کے ورد کو بالائے طاق رکھیں اور اس کی سچی تاریخی صفات سے بحث کر کے جبراً اس کی حقیقت عالم پر ثابت کر دیں' دلیلیں ایسی روشن ہوں کہ مانیں اور پھر مانیں۔اس نظر سے میں نے آنحضرت ﷺ کی سوانح عمری موجودہ زمانے کے مطابق تحریر کرنے کی کوشش کر کے وہ واقعات بہم پہنچائے ہیں کہ متعصب سے متعصب شخص کو بھی قبول کرنے میں چارہ نہ ہو''

مرزا حیرت دہلوی نے سیرت کے بارے میں جن تصورات کا اظہار کیا ہے وہ ان کے سیرت نگاری میں نئے رجحان کا آئینہ

دار ہے۔ہم ذیل میں ان کے تصور سیرت اورفن سیرت نگاری کے بارے میں مرزا صاحب کے رجحانات کی طرف نشاندہی کریں گے۔

(۱) مرزا حیرت دہلوی اگرچہ سید احمد خان کے ہمعصروں میں سے ہیں لیکن سید احمد خان کی تجدد پسندی کے بجائے روایتی قدامت پرستی سے انحراف کو صحیح نہیں سمجھتے ہیں انہوں نے عصری تحریکات کی بھی نفی نہیں کی ہے لیکن عقلیت پسندی کے اندھے مقلد نظر نہیں آتے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے امیر علی کی اسپرٹ آف اسلام میں مغربی کے تصور جہاد و اسلام اور سید احمد خان کی عقلیت پسندی کی مذمت کی ہے' سیرت نگاری میں مرزا حیرت دہلوی کا انداز فکر جدیدیت اور روایت پسندی کی کشمکش کی نشاندہی کرتا ہے' ڈاکٹر سید علی شاہ نے اپنی کتاب ''اردو میں سوانح نگاری'' میں مرزا حیرت دہلی کی کتاب سیرت محمدیہ کو سرسید کے خلاف ردعمل کی مثال قرار دیا ہے انہوں نے سیرت رسولؐ کا ناقدانہ وعلمی جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ: ''مرزا حیرت دہلوی نے سیرت رسولؐ میں کھلم کھلا عقلی اصولوں کی مذمت کر کے قدیم طرز کو اپنایا ہے''۔

(۲) مرزا حیرت دہلوی کا تصور سیرت بڑی حد تک انقلابی ہے ان سے پہلے اوران کے زمانے میں سیرت نگاری کا غالب رجحان عقیدت مندانہ رجحان کا حاصل تھا اوراس سے زیادہ سیرت کے مفہوم اور مقصد کو واضح نہیں کیا جاتا تھا' مرزا صاحب نے سیرت کو عصری امور ومسائل کے حل کے حوالے سے پیش کیا۔

(۳) مرزا حیرت دہلوی کو مسیحی مشنریوں اور مستشرقین کی ریشہ دوانیوں کا مکمل ادراک اور شعور تھے اوران کے مذموم عزائم پر گہری نظر تھی چنانچہ ان کے زمانے میں مستشرقین اسلام اور اسلامی اداروں اور پیغمبر اسلام ﷺ پر حملے کیے اس کا جواب دیا انہوں نے اپنی کتب سیرت میں سیرت کو سوانحی اسلوب تک محدود رکھنے کے بجائے مستشرقین کے اعتراضات کا جواب تمام عالم اسلام کے تاریخی حالات کی روشنی میں ترتیب وار دیا ہے۔

(۴) مرزا حیرت دہلوی کی کتب سیرت کو اگرچہ مناظرانہ سیرت نگاری کے زمرے میں شامل کیا جاتا ہے﴿۱۳﴾ لیکن یہ اس طرز کی مناظرانہ سیرت کی کتاب نہیں ہے جو مجرد مسیحی پادریوں کے الزامات واعتراضات کے جواب میں لکھی گئی ہو بلکہ ان کی کتابوں کا اصل محرک مستشرقین کی ہرزہ سرائیوں کا جواب ہے جیسا کہ انہوں نے مستشرقین کے الزام کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے کے جواب میں لکھی۔

(۲) سیرت النبیؐ (پیارے نبی کے پیارے حالات) از فیروز الدین ڈسکوی

تعارف کتاب: سیرت النبیؐ (یا پیارے نبی کے پیارے حالات) تین جلدوں اور سات حصوں پر مشتمل ضخیم کتاب ہے' پہلے حصے میں سابقہ انبیاء کے مختصر احوال' اخلاق و عادات' چوتھے میں آپؐ کے بارے میں تورات و انجیل کی بشارت' پانچویں میں معجزات نبوی اور آیات بینات' چھٹے میں آپؐ کی تعلیمات اور ساتویں میں آپؐ کی زندگی کے مقاصد درج کیے گئے ہیں۔

مقصد تالیف:۔

اس کتاب کا بنیادی مقصد تو عام مسلمانوں کے لیے سیرت کی ایک ایسی کتاب لکھنا تھا کہ ہر عمر اور طبقے کے لوگ سیرت نبویؐ سے واقفیت حاصل کریں لیکن مصنف کے تحت الشعور میں اس سے بھی اعلیٰ مقاصد موجود تھے چنانچہ دوران تصنیف اس کا محور و مرکز مزید وسیع ہوگیا' ایک تو یہ کہ کتاب ہٰذا کے ذریعے اسلام اور بانی اسلام ﷺ پر اعتراضات و الزامات کو دلیل و برہان سے رد کیا اور دوسرے یہ کہ قرآن کریم کی روشنی میں حضور ﷺ کی نبوت کی صداقت کو پیش کیا﴿۱۴﴾ اس طرح انہوں نے آنحضرت ﷺ کی سیرت کے واقعات اور آیات قرآنی کے درمیان ربط و تعلق کو تلاش اور پیش کیا ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ فیروز الدین ڈسکوی نے سیرت رسول ﷺ کو قرآن کریم کی روشنی میں پیش کیا ہے۔

کتاب کے مرکزی رجحانات

(۱) کتاب مجموعی طور پر تاریخی وسوانحی طرز کی حامل ہے اور تمام واقعات سیرت کو اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

(۲) نبی ﷺ کی نبوت پر اعتراضات والزامات کا جواب دیا ہے اس طرح مناظرانہ رنگ موجود ہے۔

(۳) سیرت نبوی کو قرآن کی روشنی میں لکھنے کی عمدہ کوشش ہے اور فن سیرت نگاری میں ایک اہم رجحان کا آغاز ہے۔

(۳) رحمۃ اللعالمینؐ۔ از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری

تعارف کتاب:۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری (م ۱۹۳۰ء) کی مشہور تصنیف رحمۃ اللعالمین تین جلدوں پر مشتمل ہے اس کی پہلی جلد ۱۹۱۲ء دوسری جلد ۱۹۲۱ء اور تیسری جلد مصنف کے انتقال کے بعد ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔﴿۱۵﴾ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کا اپنا بیان ہے کہ:

''سالہا سال سے یہ آرزو تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک پر تین کتابیں لکھوں۔

ا۔مختصر ۲۔متوسط ۳۔مفصل

مختصر کتاب انہوں نے ''مہر نبوت'' کے نام سے لکھی یہ پہلی بار ۱۸۹۹ء میں شائع ہوئی یہ کم وبیش ۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

زبان عام فہم ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کے لیے لکھی ہے ۲۳ سالہ دور نبوت کا خلاصہ ہے اور حضور ﷺ کی سیرت کے تمام پہلوؤں کو انتہائی اختصار کے ساتھ آسان انداز میں بیان کیا ہے۔

متوسط کتاب کو انہوں نے ''رحمۃ اللعالمین'' کے نام سے موسوم کیا ہے' رحمۃ اللعالمین کی تیسری جلد لکھنے کے بعد قاضی صاحب حج پر تشریف لے گئے اور واپسی پر جہاز ہی میں ان کا انتقال ہوگیا جس کے باعث ''مطول'' لکھنے کی تمنا پوری نہ ہوسکی تیسری جلد کا مسودہ سید سلیمان ندوی کی کوششوں سے تلاش کرنے کے بعد شائع کرایا گیا۔

''مہر نبوت'' اور ''رحمۃ اللعالمین'' کے علاوہ قاضی صاحب کے دو کتابیں اور ہیں۔

ا۔''بدرالبدور'' یہ بنیادی طور پر شرکاء بدر کا تذکرہ ہے مگر ان میں نبی علیہ السلام سرفہرست ہیں' دوسری کتاب'

۲۔''سیدالبشر'' ہے یہ سیرت النبیؐ پر قاضی صاحب کی چار تقریروں کا مجموعہ ہے جو آپ کی وفات کے بعد ۱۹۴۵ء میں شائع ہوئی۔

''مہر نبوت''''بدرالبدور'' اور ''سیدالبشر'' اپنی اپنی جگہ اہم سہی لیکن قاضی صاحب کے عشق رسول کی اصل جولان گاہ ان کا شاہکار ''رحمۃ اللعالمین'' ہے جسے انہوں نے علمی دیانت اور مورخانہ احتیاط کے ساتھ لکھا اس کتاب کے بارے میں ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

''اہل خبر آگاہ ہیں کہ سیرت نبوی ﷺ کا لکھنا کس قدر مشکل کام ہے اگر ذرہ بے مقدار خورشید جہاں افروز کے نور گیتی آرا کا مکیال بن سکتا ہے تو مجھ سا بے بضاعت کثیر الاشغال بھی' جس کا اس راہ میں کوئی یار و مددگار نہیں' درست طور پر کچھ لکھ بھی سکتا ہے۔ لیکن ایک فرض کا احساس ہے کہ سکوت پر غالب آ گیا ہے اور درد محبت ہے' جس نے بے حس قلب کو تڑپا دیا ہے' توفیق الٰہی ہے جو برابر مجھے اس کام پر لگائے رکھتی ہے' جذبہ ربانی ہے جس کی کشش اس طریق حق پر لیے جاتی ہے''۔اس فرض شناسی' توفیق الٰہی اور جذبہ صادق نے ان سے ایک ایسی کتاب لکھوائی جو سیرت رسول ﷺ پر نہ صرف ایک جامع اور مفصل کتاب ہے بلکہ استناد کے بھی

اونچے مقام پر فائز ہے۔ ''رحمۃ اللعالمین'' کی پہلی جلد ایک مقدمہ اور پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں رسول اللہ ﷺ کے مورثِ اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ کے حالات سے آغاز کر کے آپؐ کے اجداد کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے' پھر عہد جاہلیت کے عرب کا نقشہ کھینچنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی برکات اور سیرت نبویؐ کی خصوصیات گنوائی گئی ہیں' پھر انبیاء کی صفات سے آپ کی صفات کا موازنہ کر کے آپ کی شان نبوت پر روشنی ڈالی ہے اس کے بعد اصل کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ ﴿۱۷﴾

پہلا باب

میثاق مدینہ' غزوات کی ابتدا' غزوہ بدر' غزوہ احد' غزوہ احزاب' فتح مکہ' غزوہ تبوک' اسیران جنگ سے نبی علیہ السلام کے حسن سلوک۔

دوسرا باب

سربراہان مملکت کے نام دعوتی خطوط' دعوت اسلام کے لیے مختلف قبیلوں اور بادشاہوں کی طرف سفارش۔

تیسرا باب

ان وفود کے حالات جو فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔

چوتھا باب

مدنی زندگی کے اہم واقعات مثلاً مسجد نبویؐ کی تعمیر' سلسلہ مواخاۃ' تحویل قبلہ' فرضیت زکوٰۃ' فرضیت صوم' صلح حدیبیہ' حجۃ الوداع' وصال

پانچواں باب

نبی علیہ السلام کے اخلاق حسنہ کا بیان' قرآن حکیم کی تعلیمات ﴿۱۸﴾

''رحمۃ اللعالمین'' کی دوسری جلد آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔

کتاب کی ابتدا میں مصنف نے وضاحت کی ہے کہ ''دوسری جلد ایسے مضامین پر مشتمل ہے جنہیں اکثر سیرت نگار کتاب کے اول حصے میں جگہ دیا کرتے ہیں مگر میں نے جلد اول میں ایسے اہم اور بنیادی مضامین کو جمع کیا کہ اگر بقیہ جلد نہ لکھ سکوں یا وہ شائع نہ ہو سکیں تب بھی وہ نقش ناتمام کی صورت میں ادھورا اور ناممکن نظر نہ آئے' چنانچہ دوسری جلد میں پہلی جلد کے بعض مضامین کی توضیح و

تشریح ہے اور بعض نئے مباحث ہیں ابواب کی تفصیل اس طرح ہے۔﴿۱۹﴾

پہلا باب

نبی علیہ السلام کا شجرہ نسب، شجرہ طیبہ کی تحقیق میں مصنف نے بڑی محنت کی ہے اور بعض ایسی معلومات جمع کی ہیں جو سیرت لٹریچر میں نوادر کا درجہ رکھتی ہیں۔

دوسرا باب

امہات المومنین رضوان اللہ علیہن کے مبارک تذکرے کے لیے وقف ہے۔

تیسرا باب

غزوات وسرایا۔ ہر غزوہ کا الگ بیان، لشکر کی تعداد، حربی قوت کا موازنہ، اس باب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ فاضل مصنف نے حضور علیہ السلام کی دس سالہ مدنی زندگی میں ہونے والے جہاد کا موازانہ پہلی جنگ عظیم سے کیا ہے، مہابھارت اور یورپ کی مقدس جنگوں میں جو جانی نقصان ہوا اس کا بھی ذکر ہے۔غزوات وسرایا کے شہداء کی فہرستیں بھی شامل کی ہیں۔

چوتھا باب

اس بات میں عیسائیوں کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قرآن حکیم میں بیان کیے گئے قصے اور واقعات ایک عیسائی عالم سے سن کر اپنی زبان میں ڈھال لیے تھے اس بات کا بھی جواب دیا کہ مشرکین عرب پچھلے انبیاء اور ان کی قوموں کے حالات کو اساطیر الاولین (پچھلے لوگوں کے غیر حقیقی قصے کہانیاں) کہتے تھے۔

مصنف نے یہ ثابت کیا کہ قرآن حکیم کی تعلیم دوسری آسمانی کتابوں سے کہیں زیادہ اعلیٰ وارفع ہے۔

پانچواں باب

سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کی تمام انبیاء پر فضیلت ظاہر وثابت کی گئی ہے۔

چھٹا باب

یہ باب نبی ﷺ کی سب سے بڑی اور جامع صفت ''رحمۃ اللعالمین'' کے لیے مخصوص ہے۔قرآن حکیم کی آیت سے ثابت کیا ہے کہ آپ کی ذات اقدس تمام دموں، تمام زمانوں اور تمام جہانوں کے لیے سراپا رحمت وراحت ہے۔

ساتواں باب

اس کا مرکزی موضوع ''حب النبی ﷺ'' ہے اس باب میں یہ بات ثابت کی ہے کہ پوری کائنات اور نسل انسانی میں نبی علیہ السلام سے زیادہ کسی اور ذات اور شخصیت سے محبت نہیں کی گئی ہے آپ سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب خلائق، محبوب ملائق اور محبوب خدا نہیں ہوا۔

آٹھواں باب

واقعات سیرت کو قلمبند کرتے وقت مصنفین کی یہ بہت بڑی دشواری ہوتی ہے کہ دن اور تاریخ میں طابق نہیں ہوتا۔ کبھی دن صحیح ہوتا ہے اور تاریخ غلط ہو جاتی ہے اور کبھی تاریخ صحیح ہوتی ہے تو دن غلط ہو جاتا ہے۔ قاضی صاحب ہجری سنہ اور تاریخ میں تطابق پیدا کرنے اور معلوم کرنے کا طریقہ بتایا اور باقاعدہ جدولیں بنا کر اسے آسان کر دیا۔

''رحمۃ اللعالمین'' کی تیسری جلد تین ابواب پر مشتمل ہے، تیسری جلد کے ابواب انتہائی اہم بھی ہیں اور طویل بھی پہلی دو جلدوں کی طرح چار سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے لیکن صرف تین ابواب پر حاوی ہے۔ ﴿۲۰﴾

پہلے باب کا عنوان ''خصائل نبی''

دوسرے باب کا عنوان خصائص القرآن اور

تیسرے باب کا عنوان: ''خصائص الاسلام'' ہے

گویا اس جلد کا موضوع اسلام، پیغمبر اسلام اور قرآن کے امتیاز خصائص ہیں۔

خصائص و امتیازات

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:۔

پیش نظر حصہ کہنے کو خصائص محمدیؐ کے بیان میں ہے مگر درحقیقت اس میں اسلام کے ان امتیازات اور خصوصیات کا خاکہ ہے جس کی بنا پر اس کو ''دین کامل'' خطاب ملا۔ اس طرح اس میں آنحضرت ﷺ کے وہ فضائل و محامد درج ہیں جن کی بنا پر آپ کو خاتم النبیین اور مکمل دین کا پر فخر خطاب باری تعالیٰ سے عطا ہوا مصنف کے دلائل ایسے دل نشین اور طرز ادا ایسا متین ہے کہ اس کی یہ تصنیف ہر صاحب ذوق کے لیے باعث تسکین ہو سکتی ہے۔ زمانہ حال نے خیالات میں جو تغیر اور طریق تبلیغ میں انقلاب پیدا کیا ہے، مصنف،

مرحوم نے اسکی پوری طرح نگہداشت کی ہے اور اسلام اور پیغمبر اسلام کے وہ تمام امتیازات ومحاسن جو اس دور میں کسی حیثیت سے پیش کرنے کے لائق تھے‘ مرحوم نے ان کا پورا احاطہ کیا ہے اور کہیں سے کوئی کارآمد نکتہ نہیں چھوڑا۔

’’رحمۃ اللعالمین‘‘ کی تیسری جلد بلکہ یوں کہیے کہ پوری کتاب کا اہم حصہ باب خصائص النبی ﷺ کا ہے پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ عربی میں متقدمین کی چند کتابیں اس موضوع پر اگرچہ موجود ہیں مگر سیرت النبی پر جو کتابیں لکھی گئیں اور جن میں پوری سیرت رسول ﷺ کو بیان کرنے کی کوشش کی‘ ان میں یہ موضوع سرے سے ہے ہی نہیں اور اگر ہے تو بہت اجمال واختصار کے ساتھ۔ اردو میں لکھی جانے والی کتب سیرت میں عام طور پر اس موضوع کو شامل نہیں کیا جاتا۔ بعض کتب سیرت میں اگر ہے تو بہت مجمل ومختصر جیسے شبلی کی سیرت النبی ﷺ اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی سیرت المصطفیٰ ؐ میں اردو میں اس موضوع پر مستقل کتابیں بھی نہیں ہیں۔ ﴿۲۱﴾

’’رحمۃ اللعالمین‘‘ اردو میں لکھی جانے والی (سیرت کے موضوع پر) پہلی کتاب ہے جس میں خصائص النبیؐ کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس بحث کا خصوصی امتیاز یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے خصائص کا استنباط زیادہ تر قرآنی آیات سے کیا ہے کیوں کہ اللہ سے بڑھ کر حضور علیہ السلام کے خصائص نہ کوئی جانتا ہے اور نہ جان جاسکتا ہے۔ مصنف نے اس باب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں وجود گرامی کی بحث ہے اور دوسرے حصے میں خصائص نبوت کا تذکرہ ہے اور آخر میں اسمائے مبارکہ میں سے چند اسمائے عالیہ لکھ کر باب کو ختم کردیا ہے۔ ﴿۲۲﴾

تاریخ وسیرت نگاری کا یہ بنیادی اصول ہے کہ موضوع سے متعلق جس قدر کتابیں دستیاب ہوں ان کا بے لاگ مطالعہ کیا جائے اور ان میں سے صرف وہی واقعات اخذ کیے جائیں جو معیار تحقیق پر پورا اتریں ’’رحمۃ اللعالمین‘‘ کی تالیف کے وقت قاضی صاحب نے یہی اصول سامنے رکھا۔ انہوں نے نہ تو عقیدت کے آبگینوں کو ٹھیس لگنے دی اور نہ حقائق کو مسخ کیا ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی محبت وشیفتگی برقرار رکھتے ہوئے کتب تاریخ وسیر میں صرف ایسے واقعات چنے ہیں جو ہر لحاظ سے مستند ہیں۔ مراجع ومصادر کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ قاضی صاحب نے صرف اسلامی علوم پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ غیر مذاہب کی مقدس کتابوں کی بھی ورق گردانی کی ہے۔ یہودیوں‘ عیسائیوں اور ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے بھی مضبوط شواہد بہم پہنچا کر حضور اکرم ﷺ کی عظمت پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔

بقول سید سلیمان ندوی :

''رحمت اللعالمین'' کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ذوق کے مطابق سوانح اور واقعات کے ساتھ غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے صحائف آسمانی کے ساتھ موازانہ اور خصوصیت سے یہود و نصاریٰ دعاوی کا ابطال بھی اس میں جا بجا موجود ہے۔ مصنف مرحوم کی توراۃ اور انجیل پر مکمل عبور حاصل تھا اور عیسائیوں کے مناظرانہ پہلوؤں سے جامع پوری واقفیت تھی۔ اسی بناء پر ان کی یہ کتاب ان تمام معلومات کا جامع خزانہ ہے۔

قاضی سلیمان منصور پوری جس کتاب کا ایک ایک لفظ پڑھا ہے اس کے ثبوت میں وہ بے شمار ثبوب اور حوالے پیش کیے جا سکتے ہیں جو ''رحمۃ اللعالمین'' کی تینوں جلدوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے اثبات کے لیے انہوں نے اس کتاب کا ورق ورق کھنگالا' اس لیے کہ صرف یہی کتاب عیسائی پادریوں کے لیے قابل حجت تھی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جا بجا بشارات موجود تھیں اور ان سے قرآن مجید' احادیث' کتب سیر کے بیانات کی تصدیق ہوتی تھی۔ چنانچہ ''رحمۃ اللعالمین'' میں ابتدا سے ہی یہودیوں اور عیسائیوں کی اس مذہبی کتاب کے حوالے سے شروع ہو جاتے ہیں۔ ﴿۲۳﴾

قاضی صاحب جب بھی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کوئی واقعہ لکھتے ہیں تو اس کی تائید کے لیے ویسا ہی حوالہ بائیبل سے ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ مثلاً ''رحمۃ اللعالمین'' کے پہلے باب میں رسول اللہ ﷺ کے نام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ دادا نے آنحضرت ﷺ کا نام محمد اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر احمد رکھا تھا۔ اور فٹ نوٹ میں واضح کرتے ہیں کہ ''سیدہ آمنہ بی بی کو نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی جیسے کہ فرشتے کی بشارت ہاجرہ بی بی نے اسماعیلؑ کا نام (پیدائش ۱۱/۶) اور مریم نے یسوع کا نام (لوقا اول باب ۳۱ درس) رکھا تھا۔

بائیبل سے غیر معمولی شغف کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ قاضی صاحب نے سیر ترسولؐ کے اصل منابع یعنی قرآن حکیم' کتب حدیث' کتب سیر و مغازی اور کتب شمائل کو نظر انداز کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سرسید احمد خان کے بعد ان سے زیادہ قابلیت اور جامعیت کے ساتھ اردو کتب سیرت میں قاضی صاحب نے سیرت رسولؐ کے بنیادی مراجع اور منابع تک رسائی حاصل کی ہے۔

''رحمۃ اللعالمین'' کے بعض تبصرہ نگاروں نے یہ بات کہی کہ ''قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری سرسید احمد سے متاثر نظر آتے ہیں۔ یہ بات نہ صرف بے دلیل ہے بلکہ بڑی عجیب سی معلوم ہوتی ہے۔ سرسید احمد خان معجزات کے قائل نہیں ہیں جبکہ قاضی

صاحب نے ''رحمۃ اللعالمین'' کی جلد سوم میں پوری ایک فصل ان کے لیے وقف کی ہے سرسید احمد معراج کو صرف رویا تسلیم کرتے ہیں جبکہ قاضی صاحب کا ایمان ہے کہ معراج کا واقعہ عالم بیداری میں اور جسم وروح کے ساتھ ہوا۔ سرسید مغرب سے مرعوب ہیں اور ہر اس بات کا انکار کر دیتے ہیں یا تاویل سے کام لیتے ہیں جو یورپ کے نظریہ عقلیت' نظریہ فطرت' نظریہ تہذیب وتمدن اور نظریہ ارتقاء کے خلاف ہو' لیکن قاضی محمد سلیمان منصور پوری عقائد کے معاملے میں کسی رورعایت کے قائل نہیں۔ سرسید تمام مشہور سیرت نگاروں (مثلاً ابن اسحٰق' ابن ہشام' واقدی' طبری' الشامی' ابوالفداء' مسعودی اور قسطلانی) کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے ہیں کیونکہ انکے نزدیک ان کی کتابیں سچی' جھوٹی' صحیح اور غلط حدیثوں کا ملغوبہ ہیں۔ مگر قاضی سلیمان صاحب کے ہاں ان سب کی نہ صرف روایات موجود ہیں بلکہ ان کی حیثیت ان کے نزدیک مستند ماخذ کی ہے۔ ﴿۲۴﴾

''رحمۃ اللعالمین'' کے بارے میں مولانا حسن مثنیٰ ندوی نے جو تبصرہ کیا ہے وہ خاصا جامع ہے ان کی نظر میں رحمۃ اللعالمین مذکورہ ذیل خصوصیات کی حامل ہے۔

۱۔ یہ کتاب پوری عالمانہ تحقیق سے لکھی گئی ہے (اور) جو روایت جہاں سے لی ہے وہاں حاشیہ پر اس کا پورا حوالہ بھی درج ہے۔

۲۔ تمام واقعات جو سیرت سے متعلق ہیں' سنہ وار ترتیب سے لکھے ہیں۔

۳۔ جہاں کوئی عمدہ نتیجہ مستنبط ہوسکتا ہے اور عملی زندگی سے اس کا کوئی تعلق ہے وہ بھی لکھ دیا ہے۔

۴۔ بائبیل سے ہر جگہ اسناد کر کے اہل کتاب پر حجت قائم کی گئی ہے۔

۵۔ زبان اردو ہر جگہ معیاری تو نہیں' لیکن لب ولہجہ اتنا متین' سنجیدہ اور پُر اثر ہے کہ مخالف پڑھنے والا بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مناظرانہ اور متشددانہ انداز سے پرہیز کیا گیا ہے۔

۶۔ مصنف نے اس کے صفحات پر دماغ کے ساتھ دل کے ٹکڑے بھی رکھ دیے ہیں ایک ایک لفظ عشق نبویؐ اور حب انسانیت نمایاں ہے۔

۷۔ مصنف اپنے دور کی تمام جدید تحریکات اور عملی وتحقیقی اقدار سے بھی واقف ہے اور جابجا اسلامی اقدار واحکام سے ان کا مقابلہ کرتا جاتا ہے۔ نبوی غزوات' نظام زکوٰۃ' قانون طلاق وغیرہ کا ذکر آتا ہے تو وہ ان کا ذکر کر کے آگے نہیں بڑھ جاتا

بلکہ وہیں متن میں یا حاشیے پر ایسے اسلوب سے بحث کرتا ہے کہ پڑھنے والے کے تمام شکوک خود بخود رفع ہوتے چلے جائیں، خواہ وہ کسی قوم اور کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو۔

۸۔ تفحص و جستجو کا یہ عالم ہے کہ غزوہ احد میں جس انصاری خاتون کے چار اعزا (شوہر، فرزند، باپ، بھائی) شہید ہوئے اور اس نے کوئی پروا نہ کی، اس کا نام تلاش کرنے کے لیے انصار کے تمام انساب کو چھان مارا اور بالآخر اس خاتون کا نام ''ہند'' تلاش کر ہی لیا۔ ارباب تاریخ و سیر نے قاضی صاحب سے پہلے اس خاتون کا نام درج نہیں کیا تھا۔ ﴿۲۵﴾

جہاں تک مولانا حسن مثنیٰ ندوی کی اس رائے کا تعلق ہے اردو زبان ہر جگہ یکساں نہیں ہے نا قابل فہم ہے۔ ان کی تحریر میں ایک سوانح نگار کی سی عقیدت مندی، مورخ کی سی بے تعصبی، ایک عالم اور محقق کا سا وقار اور مومن صادق کا سا انکسار ہے۔

''رحمۃ اللعالمین'' اردو میں لکھی جانے والی ایک مکمل سیرت رسولؐ ہے اور اردو کے سیرت لٹریچر میں ایک جامع اور مستند کتاب کا درجہ رکھتی ہے۔ زیرنظر عہد میں سیرت نگاری میں کثرت و تنوع مختلف حوالوں سے سامنے آیا ہے اس کی روشنی میں بجا طور پر اس عہد کو سیرت نگاری کے ارتقاء سے تعبیر کیا جانا چاہیے۔

باب ششم

سیرت نگاری کا عروج

(۱۹۱۹ـ۱۹۴۷ء)

باب ششم

سیرت نگاری کا عروج

(۱۹۱۹۔۱۹۴۷)

(۱)

زیرِنظر عہد میں سیرت نگاری کے رجحانات کا مطالعہ کرنے سے پہلے ہم عالمی صورتحال اور ہندوستان کے مسلمانوں پر اس کے اثرات پر ایک نظر ڈالیں گے کیونکہ اس عہد کے عالمی سیاست کے اثرات بالواسطہ اور بلاواسطہ سیرت نگاری پر بھی مرتب ہوئے۔

(۲)

(۱) یورپی و مغربی استعماریت اور مسلمانانِ ہند: طرابلس سلطنت عثمانیہ کا دور افتادہ علاقہ تھا ۱۹۱۲ء میں اٹلی نے طرابلس پر حملہ کر دیا۔ ﴿۱﴾ اس کی حفاظت اور مدافعت اس وقت ترکی کے لیے دشوار تھی تاہم انور پاشا نے (جو بعد میں انور پاشا شہید کہلائے) کسی نہ کسی طرح کچھ فوجی افسروں اور جوانوں کے ساتھ طرابلس پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور سنوسی قبائل کو منظم کر کے اٹلی سے جنگ کی۔ ﴿۲﴾ طرابلس کے مسلمانوں پر جب اٹلی کے مظالم کی روداد یں ہندوستان میں شائع ہوئیں اور کامریڈ' الہلال اور زمیندار نے اس حادثے پر مضامین لکھے تو ہندوستان کے مسلمانوں میں سخت جوش پیدا ہو گیا' مجاہدین طرابلس کے لیے چندے جمع ہونے لگے' اٹلی کے مال کا بائیکاٹ کیا گیا۔

ابھی طرابلس پر اٹلی سے جنگ جاری ہی تھی کہ بلقان کی ریاستوں نے متحدہ ہو کر ترکیہ پر حملہ کر دیا اس حملے کا مقصد یہ تھا کہ ترکیہ اور اسلام کو یورپ کی سرزمین سے بالکل بے دخل کر دیا جائے' ترکیہ پر یہ حملے دول یورپ کی سازش اور ترغیب سے ہوئے' برطانیہ بھی ان سازشوں میں شریک رہتا تھا۔

جو مسلمان خطے عثمانی ترکیہ کے دائرے میں نہیں تھے وہ بھی استعماری طاقتوں کی ہوس کا نشانہ بنے ہوئے تھے' برعظیم میں مسلمانوں نے بڑے طنطنے سے حکومت کی لیکن سامراجی طاقتوں نے اس خطے پر یورش کی اور ۱۸۵۷ء کے خونین انقلاب کے بعد

مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کی علامت بھی ختم ہوگئی' انیسویں صدی میں روس زار شاہی نے پاؤں پھیلائے' پہلے قفقاز کی آخری مسلمان ریاستوں پر قبضہ جمایا پھر ازبکستان کی چھوٹی چھوٹی مسلمان ریاستوں کو زیرنگین کیا اور ترکمان قبائل کو غلام بنالیا' زار شاہی کے لشکر افغانستان اور ایران کی سرحدوں تک پہنچے' افغانستان میں اور ایران کی سرحدوں تک پہنچ گئے' افغانستان میں برطانیہ نے فوجی نفوذ کیا اور اسے اپنی ذمی مملکت بنالیا ان ہی دونوں بڑی طاقتوں نے ایران میں بھی نفوذ کیا' روس نے شمالی ایران میں اور برطانیہ نے جنوب ایران میں اپنا تسلط قائم کرلیا۔

وسطی ایشیا کی مسلمان ریاستیں جو چین کے شمال مغرب اور جنوب مغرب میں تھیں ان کی آزاد و خود مختاری کو چینی بادشاہوں نے سلب کرلی' جنوب مشرقی ایشیا میں ملایا کے خطے پر بھی انگریزوں کا تسلط ہوگیا' انڈونیشیا کا خطہ (جزائر شرق الہند) پر اٹھارویں صدی کے آخر میں ہالینڈ نے قبضہ کرلیا۔ اس طرح مسلم ایشیا کا غالب حصہ اصل باشندوں کے ہاتھوں سے نکل کر غیروں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ ﴿۳﴾

انیسویں صدی خلافت عثمانیہ کے لیے بہت بڑے مصائب کا پیغام لائی۔ الجزائر اور تیونس پر فرانس نے قبضہ کرلیا مصر میں برطانیہ کے نفوذ کے خلاف ۱۸۸۲ء میں مزاحمت کی لیکن وہ ناکام رہا۔ مصر مکمل طور پر برطانیہ کے قبضے میں آ گیا۔ ریاست ہائے بلقان جس کے اوپر ذکر کیا گیا ہے' اس کا ایک بڑا حصہ خلافت عثمانیہ کا جزو تھا' بلغاریہ' یوگوسلاویہ اور رومانیہ پر ترکوں کا راج تھا لیکن یہ سب علاقے چھن گئے' مغربی سامراجیوں کی ملک گیری کی ہوس اب بھی ختم نہیں ہوئی تھی وہ خلافت عثمانیہ کو ''یورپ کا مرد بیمار'' نام دیتے تھے اور اس انتظار میں تھے مرد بیمار مرے تو اس کے حصے بخرے کیے جائیں۔

مسلمانان ہند کو کسی بھی یورپی ملک کے خلاف ترکوں کی حمایت کے باعث ہمیشہ برطانیہ کی ناراضگی کا اندیشہ اور خوف رہا' سرسید کے آخر زمانے میں جب ترکیہ اور یونان کے درمیان جنگ ہوئی اور ہندوستانی مسلمان اس پر برافروختہ ہوئے تو سرسید نے اس خوف سے کہ انگریزوں اور مسلمانوں کے تعلقات خراب نہ ہوجائیں اس جنگ میں مسلمانوں کو مداخلت سے روکا۔ مگر سرسید کے بعد جب قیادت نواب وقار الملک اور مولانا محمد علی جوہر کے ہاتھ میں آئی تو ہندوستان کے مسلمانوں نے ترکی سے اظہار یکجہتی کا شاندار مظاہرہ کیا' مسلمانان ہند نے ترکی کی مدد کے لیے چندے کیے' طبی وفود بھیجے مسلمان نوجوان ترکوں کے لیے رضاکارانہ جنگ میں شریک ہونا چاہتے تھے لیکن حکومت برطانیہ نے اجازت نہ دی۔ ﴿۴﴾

۱۹۱۴ء میں پہلی عالمی جنگ چھڑی تو مسلمانان ہند کے لیے آزمائش کا بڑا مرحلہ آیا۔ ترکیہ جرمنی کا ساتھ تھا اور برطانیہ، فرانس اور روس ان دونوں کے ساتھ برسرِ پیکار تھے برِ عظیم کے مسلمان برطانوی انگریزوں کے زیرِ تسلط تھے لیکن ان کی ہمدردیاں خلافت عثمانیہ کے ساتھ تھیں۔

جس وقت ترکیہ جنگ عظیم میں شریک ہوا مسلمانان ہند بیقرار ہو گئے اس سے پہلے ترکیہ کے ہر ہر ملک کا جانا ان کے دلوں کو پہلے ہی زخمی کر گیا تھا۔ اب نئے اندیشے پیدا ہوئے۔ جزیرۃ العرب، اماکن مقدسہ، خلافت۔ اگر جرمنی کو شکست ہوئی تو دنیا میں مسلمانوں کا کہیں ٹھکانہ نہ رہے گا ترکیہ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی واحد آزاد ریاست تھی اور خلافت کی وجہ سے اس کے ساتھ یہ امید قائم کہ کسی وقت مسلمانان عالم کے لیے مرکزیت کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ وطن کے ساتھ ویسی ہی محبت کے باوجود جو سب کو ہوتی ہے، مسلمانوں کا مزاج ہمیشہ آفاقی رہا اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمان دنیا کے ہر حصے میں موجود ہیں اور بغیر زبان سے اعلان کیے ہر مسلمان اپنے کو اس عالمگیر قوم جزو سمجھتا ہے اور امور عالم سے اس کو گہری دلچسپی ہے۔ (۵)

جنگ میں جرمنی کو شکست ہوئی اور اس کے تمام حلیفوں کو شکست ہوئی اور نتیجہ ایک رسوا کن معاہدہ کی صورت میں سامنے آیا اس صورتحال پر سب سے زیادہ نقصان ترکی کو اور صدمہ مسلمانان ہند کو ہوا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے لڑاؤ اور حکومت کرو، کی برطانوی پالیسی کامیاب رہی برطانیہ نے شریف مکہ حسین سے وعدہ کیا کہ جنگ کے بعد تمام عرب کو آزاد اور خود مختار کر دیا جائے گا۔ شریف حسین نے ترکوں کے خلاف بغاوت کر دی، کرنل لارنس اس بغاوت میں پشت پناہ تھا، اس باغیانہ جنگ سے مسلمانوں کا کوئی مقدس مقام محفوظ نہ رہا۔

مسلمانان ہند کو نہ ترکوں سے عشق تھا اور نہ عربوں سے عداوت تھی ترک اور عرب دونوں ہی مسلمان تھے اس لیے مسلمانان ہند کو دونوں سے یکساں محبت تھی مگر ان کو یہ ناگوار تھا کہ عربوں نے اس زمانے میں سلطان ترکیہ کے خلاف بغاوت کر دی جب وہ غیر مسلموں کے خلاف برسرِ پیکار تھے، مسلمانان ہند کو یقین تھا کہ اس بغاوت سے وہ سلطنت عثمانیہ تباہ ہو جائے گی جس سے چھ سو برس یورپ کے مقابلے میں اسلام کی حفاظت کی تھی اور عرب بھی آزاد نہ ہوں گے ان کی گردنوں میں بجائے ترکوں کے یورپین اقوام کا طوق غلامی ہوگا اس سے مسلمانان ہند سخت تشویش میں مبتلا تھے۔

معاہدہ کے باوجود جنگ جاری رہی، ۱۹۱۹ء میں اتحادیوں کی مدد سے یونانیوں نے سمرنا میں اپنی فوجیں اتار دیں، مسلمان

اب اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ اتحادی خلافت کو ختم کرنے کے درپے ہیں چنانچہ مسلمانان ہند نے خلافت کے دفاع کے لیے ۱۹۱۹ء میں خلافت کمیٹی قائم کر لی۔ سہ نکاتی خلافت کمیٹی کا ایجنڈا یہ تھا کہ!

(۱) ترکی میں خلافت کو قائم رکھا جائے۔

(۲) مسلمانوں کے مقامات مقدمہ ترکوں کی حفاظت میں رہیں۔

(۳) سلطنت ترکیہ کی حدود وہی رہیں جو جنگ سے پہلی تھیں خلافت کمیٹی نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے لائحہ عمل پر عملدرآمد شروع کر دیا اندرون ملک احتجاج کی مختلف شکلیں اختیار کرنے کے ساتھ ۱۹۲۰ء میں خلافت وفد انگلستان روانہ ہوا لیکن برطانوی حکومت نے خلافت کمیٹی کے مطالبات کو نظر انداز کر دیا ابھی خلافت وفد انگلستان سے واپس لوٹا بھی نہ تھا کہ مئی ۱۹۲۰ء میں اتحادیوں نے معاہدے سیورے میں ترکی کے مستقبل کا فیصلہ کر دیا معاہدے کی رو سے

۱۔ حجاز شریف حسین حاکم مکہ کو دیدیا۔

۲۔ فلسطین، عراق اور اردن برطانیہ کے حصہ میں آ گیا۔

۳۔ شام پر فرانس کا اقتدار قائم ہو گیا۔

۴۔ جنوبی اناطولیہ اٹلی کے زیر نگین ہو گیا۔

۵۔ آرمینیا کو آزاد عیسائی ریاست ڈکلیئر کر دیا گیا۔

۶۔ ترکی پر بھاری جنگی تاوان کے ساتھ عسکری صلاحیت سلب کر لی گئی۔ اس معاہدے پر برطانوی حکومت کے خلاف مسلمانان ہند کی برہمی فطری اور بجا تھی احتجاج کے تمام معروف طریقے اختیار کیے اور برطانوی استعمار کے خلاف اپنے غم و غصے کا اظہار کیا برطانوی حکومت نے احتجاج کو روکنے کے لیے طاقت استعمال کی۔ ﴿۶﴾

معاہدے سیورے ۱۹۲۰ء کے صرف چار برس بعد مارچ ۱۹۲۴ء میں ترکی سے خلافت کا مکمل خاتمہ ہو گیا، مصطفیٰ کمال پاشا نے جدید ترکیہ کی بنیاد سیکولرازم پر رکھی۔ تحریک خلافت اگرچہ اپنے مقاصد میں ناکام ہو گئی لیکن یہ تحریک مسلمانان ہند کی مذہبی و سیاسی بیداری میں سنگ میل ثابت ہو گئی اس عمل میں مسلمانوں کو ایک طرف عالمی استعماری طاقتوں کے عزائم اور دوسری طرف ہندوؤں کو بھی سمجھنے کا موقع ملا۔ ﴿۷﴾

(۴)

استعماری طاقتوں کی توسیع پسندانہ اور ملک گیری کی ہوس پر مبنی پالیسی اور کثیر المقاصد مذموم عزائم نے نہ صرف عالم اسلام کو ضعف ونقصان پہنچایا بلکہ مسلمانان ہند بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

اس قومی اور بین الاقوامی حالات کے تناظر میں مسلمانوں نے نہ صرف اپنے حقوق کی جدوجہد کا منظم اور اجتماعی راستہ اختیار کیا بلکہ علمی وتہذیبی ورثے کے تحفظ کے لیے تعلیمی، تہذیبی اور ثقافتی ادارے بھی قائم کیے ان اداروں میں ''دار المصنفین اعظم گڑھ''، ''دار العلوم دیوبند'' اور ''ندوۃ العلما لکھنؤ'' کی دینی وعلمی خدمات بالخصوص سیرت کی ترویج واشاعت کے حوالے سے انتہائی اہم ہیں۔ یہ ادارے آگے چل کر اپنے اپنے دینی، علمی اور سیاسی نظریات میں مکاتب فکر کے نمائندہ بن کر بھی سامنے آئے اور دینی وملی مہمات میں اہم کردار ادا کیا۔

عہد عروج کی کتب سیرت

زیر نظر عہد میں ہم سب سے پہلے ''دار المصنفین''، اعظم گڑھ کے سیرت نگاروں اور ان کی تصانیف کا تعارف اور ان کے رجحانات کا جائزہ لیں گے اس ضمن میں سب سے پہلے علامہ شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کی شہرۂ آفاق کتاب ''سیرۃ النبی'' کا تعارف اور اسلوب نگارش کے نتیجے میں سامنے آنے والے رجحانات کا جائزہ لیں گے۔

(۱) ''سیرۃ النبی'' (تعارف) از شبلی نعمانیؒ علامہ شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء۔۱۹۱۴ء) عبقری اور جامع العلوم شخص تھے وہ ادیب، انشاء پرداز، خطیب، محقق، نقاد، معلم، متکلم، فلسفی، مفکر، مصلح اور سیاست وتدبیر مدن کے رمز شناس بھی تھے ﴿۸﴾ اور بقول علامہ سلیمان ندوی ''زمانے کے اقتضاءات اور مطالبات کے مقابلے میں بہت سی باتوں میں انقلابی تھے'' غرض وہ اپنے عہد کے ایسے باکمال شخص تھے جن میں علم وفضل کے اوصاف وکمالات بیک وقت جمع ہو گئے تھے جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم نے ان کی جامعیت کو اپنے مخصوص طرز تحریر میں اس طرح پیش کیا ہے:

''یونان کے عہد عتیق کے کسی ماہر سنگ تراش سے کہا جاتا کہ وہ کوئی ایسا مجسمہ بنائے جس کو دیکھ کر علم، فن، فضل، تحقیق، جستجو، ادب، شعریت، دیدہ وری اور خوش فکری کی ساری کیفیت سامنے آ جائیں تو وہ مولانا شبلی نعمانی ہی کا مجسمہ بن جاتا۔''

علامہ شبلی کو اگر چہ فطرت نے گوناگوں اوصاف سے متصف کیا تھا جس کی وجہ سے وہ علوم اسلامیہ کے منفرد عالم ومحقق ہوئے

لیکن درحقیقت ان کا اصل میدان فن تاریخ تھا۔ علامہ شبلی نعمانی کا تاریخ نگاری کی جانب رجحان اس وقت کے مخصوص مذہبی، سیاسی اور سماجی حالات کی وجہ سے تھا وہ جس وقت فن تاریخ کی جانب متوجہ ہوئے تو انہوں نے یورپ کے کذب وافتراء کا عجیب وغریب منظر ضرور دیکھا ہوگا انہوں نے محسوس کیا ہوگا کہ اس وقت کرنے کا اصل کام اسلام کی سچی علمی خدمت ہے کہ یورپ نے اسلام پر جو اعتراضات اور الزامات عائد کیے ہیں ان کا ان ہی کے اسلوب وانداز میں رد لکھا جائے اور نہایت زور وشور کے ساتھ ان کی پردہ دری کی جائے چنانچہ وہ علمائے یورپ کے اسلام پر لگائے گئے الزامات واعتراضات اور ان کی بے اعتدالیوں کے رد ابطال میں مصروف ہو گئے۔

علامہ شبلی کے سامنے تاریخ نویسی کے متعدد مقاصد تھے لیکن ان کی تاریخ نویسی فکری محور ومقصد اسلام کے اصول وعقائد، اسلامی علوم وفنون، تاریخ وتہذیب، سلاطین اسلام اور سیرت طیبہ ﷺ پر اہل یورپ کے اہل قلم اور مورخین نے اپنے تعصب کی وجہ سے جو الزامات عائد کیے تھے ان کا ان ہی کے انداز اور اسلوب پر جواب دیا جائے اور ان کے کذب وافتراء کی نہایت پرزور تردید کی جائے تاکہ ان کے اعتراضات والزامات کی کم مائیگی عیاں ہو اور اسلام کی سچی اور صحیح تعلیمات لوگوں پر واضح ہو جائیں۔ شبلی یہ بھی چاہتے تھے کہ یورپ نے اسلام اور مسلمانوں پر جو تنقید وتنقیص کی یلغار کی جس نے نئی نسل کو اسلام سے بیزار کر دیا اور وہ یورپ کی ہر اچھی بری ادا پر جان دیتے ہیں ان کے سامنے اسلام اور مسلمانوں کے قابل فخر، پرعظمت اور عظیم الشان کارناموں کو پیش کیا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ اسلام کے فیض وبرکت کے فرح بخش ہواؤں نے دنیا کے علم وتمدن کی بہاروں کو کس طرح دوبالا کیا اور مسلمان حکمرانوں نے کیسے کیسے کارنامے انجام دیے۔ ہمارا موضوع شبلی کے تاریخی نظریات یا تاریخی تصانیف نہیں بلکہ اس عہد کے ساتھ ہم شبلی کی معرکتہ الاراء سیرت کی کتاب ''سیرۃ النبی ﷺ'' کا پس منظر پیش کرنا چاہتے تھے۔

سیرۃ النبی ﷺ علامہ شبلی نعمانی کی آخری مگر سب سے زیادہ مہتم بالشان اور شہرۂ آفاق تصنیف ہے وہ خود بھی اسے اپنی زندگی کا حاصل اور اپنے لیے وسیلہ نجات خیال کرتے تھے۔ علامہ شبلی کو حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے ابتدا ہی سے خاص عقیدت و محبت اور والہانہ شیفتگی تھی مولانا سید سلیمان ندوی کے بقول ''اس نام نامی کے ساتھ ان کی عقیدت کی کوئی حد پایاں نہ تھی۔ علامہ شبلی نے سیرۃ النبی ﷺ سے پہلے سیرت کے موضوع پر تاریخ بدء الاسلام لکھی، یہ مختصر رسالہ تھا عربی زبان میں درسی ضروریات کے لیے سید احمد خان کی فرمائش پر لکھا بعد میں اس کا فارسی اور اردو میں ترجمہ ہوا۔ اس رسالے نے نہ صرف طلبہ کے دلوں میں حضرت محمد ﷺ کے

لیے عقیدہ ومحبت کے جذبات پیدا کیے بلکہ خود مصنف کے دل میں عشق کی قندیل روشن کر دی۔ مولانا نے کالج میں میلاد کی مجلسوں میں سیرت نبوی پر کے کسی پہلو پر تقریر کرنے کا سلسلہ شروع کیا اور بعد میں میلاد کی یہ تقریبات نہایت شان وشوکت کے ساتھ سالا رمنزل میں منعقد ہونے لگیں۔ یہ فکر وذہن کا میلان اور دیگر متعدد اسباب و وجوہ تھیں جس کی بناء پر سیرت نبوی ﷺ کی ضرورت کا خیال ان کے دل میں آیا اور قوم کی طرف سے بھی اس کے لیے پیہم اصرار ہوتا رہا جس کی بناء پر سیرت نبوی ﷺ کی تالیف کا عزم مصمم کر لیا اور جنوری ۱۹۱۲ء میں ماہنامہ الندوہ میں مجلس تالیف میرت کے قیام کا اعلان کیا اور قوم اس سے اس میں معاونت کی خواہش کی۔ ﴿۹﴾

علامہ شبلی کے پیش نظر سیرت مقاصد اور ضرویات یہ تھی۔

(۱) تالیف سیرت کا پہلا سبب حضور اکرم ﷺ سے علامہ شبلی کی عقیدت ومحبت کا بے پایاں جذبہ تھا اور اس کو سعادت دارین اور وسیلہ نجات سمجھتے تھے۔

(۲) تالیف سیرت کا دوسرا سبب یہ تھا کہ مسلمانوں کے پاس اردو زبان میں سیرت پر کوئی معتبر، مستند اور جامع کتاب نہ تھی اور جو کتابیں تھیں علامہ شبلی کے الفاظ میں انہیں سیرت نبوی ﷺ کہنا آنحضرت ﷺ کی روح مبارک کو آزردہ کرنا ہے اس لیے یہ ایک اہم قومی اور دینی ضرورت تھی کہ اردو میں سیرت نبوی ﷺ پر ایک مکمل و مفصل اور مستند جامع کتاب لکھی جائے۔

(۳) جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی ضرورت کے لیے ایک ایسی سیرت کی کتاب کی ضرورت تھی جو عربی نہیں جانتے تھے اور انگریزی تصانیف سیرت مستشرقین کی گمراہیوں سے بھری ہوئی تھیں۔

(۴) علامہ شبلی کے نزدیک سیرت نبوی ﷺ کی ضرورت صرف تاریخی حیثیت سے نہیں تھی بلکہ مستشرقین جب اس کو اپنا موضوع بنایا تو انہوں نے اس کے جلو میں عقائد کی بحثیں بھی شامل کر لی تھیں گویا سیرت جدید علم الکلام کا ایک اہم موضوع ہو گیا تھا چنانچہ علامہ شبلی لکھتے ہیں:

''اگلے زمانے میں سیرت کی ضرورت صرف تاریخ اور واقعہ نگاری کی حیثیت سے تھی علم الکلام سے اس کو واسطہ نہ تھا لیکن معترضین حال کہتے ہیں کہ اگر مذہب صرف خدا کے اعتراف کا نام ہے تو یہ بحث یہیں تک رہ جاتی ہے لیکن اگر اقرار نبوت بھی جزو مذہب ہے تو یہ بحث پیش آتی ہے کہ جو شخص حامل وحی اور سفیر الٰہی تھا اس کے حالات، اخلاق اور عادات کیا تھے۔''

دراصل سیرت نبوی ﷺ کی تالیف کا یہ نہایت اہم سبب ہے اور علامہ شبلی اس کو تمام دینی و دنیوی ضرکوریات کا مجموعہ بتاتے

ہوئے لکھتے ہیں:۔

''یہ ضرورت صرف اسلامی یا مذہبی ضرورت نہیں بلکہ ایک علمی ضرورت ہے ایک اخلاقی ضرورت ہے ایک تمدنی ضرورت ہے ایک ادبی ضرورت ہے مختصر یہ کہ مجموعہ ضروریات دینی و دنیوی ہے۔''

(۵) علامہ شبلی نے سیرۃ النبی ﷺ کی تالیف کا بنیادی مقصد اور اس کی اصل غرض و غایت نفوس انسانی کے اخلاق و تربیت کی اصلاح و تکمیل بتایا ہے اور اسے وہ کائنات کا سب سے اہم اور مقدس فریضہ تصور کرتے تھے ان کے نزدیک اس کا سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ فضائل اخلاق کا ایک پیکر مجسم سامنے آ جائے جو خود ہمہ تن آئینہ عمل ہو۔ دنیا کی تاریخ میں ان کے نزدیک ایسی جامع اور کامل ہستی صرف حضور اکرم ﷺ کی ہے کیونکہ نفوس انسانی میں صرف آپ ہی کے حالات اور کارنامہ زندگی نہایت وسعت و تفصیل اور صحت وصداقت کے ساتھ قلمبند کیے گئے ہیں' یہاں تک کہ آپ ﷺ کی ایک ایک ادا محفوظ رہ گئی۔

(۶) علامہ شبلی کا یہ بھی خیال تھا کہ علوم وفنون میں سیرت کا ایک خاص درجہ ہے اور اس کی غرض و غایت عبرت پذیری اور نتیجہ رسی ہے اس لیے وجود مقدس کی سوانح عمری کی ضرورت نہ صرف ہم مسلمانوں کی ہے بلکہ تمام عالم کو اسکی ضرورت ہے' اور غالباً اسی لیے وہ چاہتے تھے کہ سیرت میں ہر قسم کے مطالب آ جائیں اور وہ صرف سیرت نہ ہو بلکہ انسائیکلو پیڈیا ہو۔

(۷) نفوس انسانی کی تربیت و اصلاح کی غرض سے علامہ شبلی مورخین یورپ کے کذب وافتراء اور ان کی غلطیوں کی تردید کرنا چاہتے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ اس میں حضور اکرم ﷺ سے ان کی عقیدت ومحبت اور ان کی دینی حمیت وغیرت کو بھی بڑا دخل تھا' تاہم اس کے لیے پس پشت اصل مقصد اسلام کی حقیقی عظمت و بلندی کے ساتھ مورخین یورپ کے خیالات کی اصلاح ہی تھا اور اس لیے وہ سیرۃ النبی ﷺ کے انگریزی ترجمے کے بھی خواہش مند تھے ایک جگہ لکھتے ہیں:

''سیرت نبوی ﷺ کی اشاعت کی ضرورت سب سے زیادہ یورپ میں ہے تا کہ یورپ کے خیالات کی اصلاح ہو۔

اس قدر بلند معیار پر سیرت نبوی کی تالیف وتدوین علمی و مالی معاونت کا اہتمام کیا گیا ایک مجلس تالیف سیرت نبوی قائم کی گئی علمی معاونت کے لیے مولانا حمید الدین فراہی' مولانا سید سلیمان ندوی' مولانا عبدالسلام ندوی اور مولانا عبدالماجد دریا بادی' مالی ضروریات کا بھی بندوبست مخیر و موثر افراد نے کیا۔ ﴿۱۰﴾

۱۷ جون ۱۹۱۲ء آستانہ رسالت سیرۃ النبی کی ابتدا کی' سیرت کی عظیم الشان تالیف کا جو خاکہ علامہ شبلی کے پیش نظر تھا اس کا ذکر

سیرت کے مقدمہ میں اس طرح کیا ہے۔

''اس کتاب کے پانچ حصے ہوں گے پہلے حصے میں عرب کے مختصر حالات، کعبہ کی تاریخ اور آنحضرت ﷺ کی ولادت سے لے کر وفات تک کے عام حالات اور واقعات وغزوات ہیں اسی حصے کے دوسرے باب میں آنحضرت ﷺ کے ذاتی اخلاق و عادات کی تفصیل ہے آل واولاد اور ازدواج مطہرات کے حالات بھی اسی باب میں ہیں۔

دوسرا حصہ منصب نبوت سے متعلق ہے۔ نبوت کا فرض تعلیم، عقائد اوامر ونواہی اصلاح اعمال واخلاق ہے اس بنا پر منصب نبوت کے کاموں کی تفصیل اس حصے میں کی گئی ہے اس حصے میں فرائض خمسہ اور اوامر ونواہی کی ابتدا اور تدریجی تغیرات کی مفصل تاریخ اور ان کے مصالح اور حکم اور دیگر مذاہب سے ان کا مقابلہ وموازنہ ہے اسی میں نہایت تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ عرب کے عقائد اور اخلاق وعادات پہلے کیا تھے اور ان میں کیا کیا اصلاحیں عمل میں آئیں نیز یہ کہ تمام عالم کی اصلاح کے لیے اسلام نے کیا قانون مرتب کیا اور کیونکہ وہ تمام عالم کے لیے اور ہر زمانے کے لیے کافی ہوسکتا ہے۔

تیسرے حصے میں قرآن مجید کی تاریخ، وجوہ اعجاز اور حقائق واسرار سے بحث ہے۔

چوتھے حصے میں معجزات کی تفصیل ہے قدیم سیرت کی کتابوں میں الگ باب باندھے ہیں لیکن آج کل تو اس کو بالکل مستقل حیثیت سے لکھنے کی ضرورت ہے، کیونکہ معجزات کے ساتھ اصل معجزہ کی حقیقت اور امکان سے بحث کرنے کی بھی ضرورت پیش آئے گی البتہ جن معجزات کی تاریخ اور سن متعین ہے مثلاً معراج یا تکثیر طعام وغیرہ اس کو سنہ کے واقعات میں لکھ دیا ہے۔

پانچواں حصہ خاص یورپین تصنیفات کے متعلق ہے۔ یعنی یورپ نے آنحضرت ﷺ اور مذہب اسلام کے متعلق کیا لکھا؟

اس ضمن میں یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ شبلی نے سیرۃ النبی ﷺ کی تالیف وتدوین کا کام ضعیف العمری، خرابی صحت اور خانگی مسائل اور سب سے بڑھ کر قومی وملی درد سے چور ہو کر لکھا۔

ہماری علمی تاریخ کا یہ المیہ ہے کہ علامہ شبلی سیرۃ النبی ﷺ مکمل نہ کر سکے دو جلدیں ان کی وفات کے وقت مسودہ کی حالت میں طباعت کی منتظر تھی۔ ۱۹۱۸ء اور ۱۹۱۹ء میں یہ جلدیں شائع ہوئیں، بعد کی پانچ ضخیم جلدوں کو ان کے شاگرد عزیز اور جانشین مولانا سید سلیمان ندوی نے بحسن وخوبی مکمل کیا۔ ﴿۱۱﴾

ذیل میں علامہ شبلی کی دونوں جلدوں کے مشمولات ومحتویات کا اجمالی جائزہ لیں گے۔

ارز شاہنشاہ کونین ﷺ کے دربار میں کام آئیں گے۔

آج کی صبح وہی صبح جاں نواز، وہی ساعت ہمایوں، وہی دور فرخ فال ہے ارباب سیر اپنے محدود پیرایہ بیان میں لکھتے ہیں کہ ''آج کی رات ایوان کسریٰ کے ۱۴ کنگرے گر گئے، آتش کدہ فارس بجھ گیا لیکن سچ یہ ہے کہ ایوان کسریٰ نہیں بلکہ شان عجم، شوکت روم اور چین کے قصر ہائے فلک بوس گر پڑے، آتش کدہ فارس نہیں بلکہ جہیم شر، آتش کدہ کفر، آزرکدہ گمرہی سرد ہو کر رہ گئے، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، بت کدے خاک میں مل گئے، شیرازہ مجوسیت بکھر گیا، نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔ ﴿۱۳﴾

توحید کا غلغلہ اٹھا، چمنستان سعادت میں بہار آ گئی، آفتاب ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں، اخلاق انسانی کا آئینہ پر تو قدس سے چمک اٹھا'' ظہور قدسی کے باب میں تاریخ ولادت، اسم گرامی، رضاعت، حلیمہ سعدیہ کی پرورش، رضائی باپ، بھائی، بہن، سفر مدینہ، والدہ ماجدہ کی وفات، دادا عبدالمطلب و چچا ابو طالب کی کفالت، سفر شام اور بحیرہ راہب کا قصہ، حرف فجار اور حلف الفضول میں شرکت، تعمیر کعبہ، تجارت اور تجارتی اسفار، تزویج خدیجہ، اجتناب شرک، موحدین سے ملاقات اور احباب خاص کا ذکر ہے۔

اس حصے میں ''آفتاب رسالت کا طلوع'' کے عنوان سے نبوت کے واقعات ہیں جس میں ہجرت کے پہلے کے تمام واقعات بہ ترتیب لکھے گئے ہیں اس میں حضور اکرم ﷺ کے مراسم جاہلیت، لہو ولعب سے فطری اجتناب غار حرا کی عبادت، رویائے صادقہ سے نبوت کا آغاز، پہلی وحی، دعوت اسلام کا آغاز اور حضرت ابوبکر کا قبول اسلام وغیرہ کا بیان ہے۔ اس کے بعد قریش کو دین کی دعوت اور ان کی مخالفت وایذا رسانیوں کا ذکر بعد ازاں حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا قبول اسلا، تعذیب مسلمین، مسلمانوں پر ظلم وستم اور ان کا استقلال، ہجرت حبشہ اور نجاشی کے دربار میں حضرت جعفرؓ کی تقریر اور اس کا اثر، واقعہ غرانیق، شعب ابی طالب کی محصوری، حضرت خدیجہؓ اور چچا ابو طالب کی وفات کا بیان ہے۔ اسی ضمن میں سفر طائف، مطعم بن عدی کی پناہ، تبلیغ دین اور کفار کی ایذا رسانیاں، مسلمانوں کی گھبراہٹ اور آپ ﷺ کی تسلی، مدینہ منورہ، انصار اور انصار کی قدیم تاریخ نیز بیعت عقبہ اور ثانی وغیرہ تاریخ لکھی ہے۔

سنہ ۱ھ کے ذیل میں ہجرت کے واقعات اور مدینہ منورہ میں قیام کی تفصیل ہے اسی میں ہجرت کی اجازت خداوندی، ہجرت کا ارادہ اور کفار کا محاصرہ اور اس کی ناکامی، غار ثور کی روپوشگی اور کفار کی تعاقب، مدینہ آمد اور اہل مدینہ کا جوش مسرت، قبا میں نزول اور تعمیر مسجد، پہلی نماز جمعہ وخطبہ، مسجد نبوی کی تعمیر، ازواج مطہرات کے حجروں کی تعمیر، اذان کی ابتدا، مواخات اور طریقہ مواخات، انصار کا

ایثار، صفہ اور اہل صفہ اور مدینہ کے یہودیوں کے معاہدے کی تفصیل ہے اس کے بعد اس سنہ کے متفرق واقعات بھی لکھ دیے گئے ہیں۔

سنہ وار ذکر میں تحویل کعبہ اور اس کے وجوہ، غزوہ بدر، سویق، احد، بنوقینقاع، بنونضیر، مسریسیع، غزوہ احزاب، بنوقریظہ وغیرہ کے تمام واقعات کو بیان کیا گیا ہے اس میں واقعہ افک کا بھی بیان ہے۔ سلسلہ وار ذکر میں حضرت زینب سے نکاح، صلح حدیبیہ، بیعت رضوان، سلاطین کو دعوت اسلام، خالد بن ولید اور عمرو بن العاص کا قبول اسلام، فتح خیبر، ادائے عمرہ، غزوہ موتہ، فتح مکہ، غزوہ حنین، محاصرہ طائف، واقعہ ایلاء، غزوہ تبوک اور حج اکبر کی تمام تاریخی تمدنی اور تہذیبی تفصیلات قلمبند کرنے کے بعد سلسلہ غزوات پر دوبارہ نظر ڈالی ہے جس سے اسلام کے اصول جنگ کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے حصہ اول کے بارے میں مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی نے سچ لکھا ہے کہ:

''ان تمام حالات و واقعات کو خواہ وہ تبلیغ اسلام سے متعلق ہوں یا میدان جنگ سے خانگی زندگی سے متعلق ہوں یا پبلک زندگی سے، پیغمبر کی حیثیت سے ہوں یا عام انسان کی حیثیت سے، دشمنوں سے متعلق ہوں یا دوستوں سے، غرض زندگی کے جس شعبے سے تعلق رکھتے ہوں اس طرح پیش کیا ہے کہ جس سے آپ ﷺ کی پیغمبرانہ صداقت و اخلاقی عظمت پوری طرح نمایاں ہو جاتی ہے اور آپ ﷺ کے خلق کریم کو دیکھ کر مخالف بھی آپ ﷺ کی عظمت ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اس حصے میں مورخین یورپ کی غلط بیانیوں اور ان کے بے جا الزامات کا جا بجا رد و ابطال بھی کیا گیا ہے''

سیرۃ النبی ﷺ۔ جلد دوم

سیرۃ النبی ﷺ کا دوسرا حصہ طبع جدید ۵۰۷ صفحات پر مشتمل ہے اس میں حضور اکرم ﷺ کے آخری تین سالہ پر امن زندگی کی تاریخ اور اس عہد زریں کے حالات و واقعات ہیں شروع میں قیام امن کی کوششوں کا ذکر ہے اس کے بعد وفود عرب کی آمد، قبول اسلام تاسیس حکومت الٰہیہ، مذہبی انتظامات، شریعت کی تاسیس و تکمیل، اسلامی عقائد، عبادات و معاملات، حلال و حرام، پر حجۃ الوداع اور شریعت کا اعلان عام، وفات نبوی ﷺ، تجہیز و تکفین، اور متروکات وغیرہ کی تفصیل ہے۔ اسی میں حضور اکرم ﷺ کے شمائل و معمولات، حلیہ، مہر نبوت، گفتگو، لباس، غذا، مرغوبات اور صبح سے شام تک کے معمولات کا ذکر بھی ہے۔ اس کے بعد مجالس نبوی ﷺ خطابت نبوی ﷺ اخلاق نبوی ﷺ، ازدواج مطہرات اور ان کے ساتھ برتاؤ اور اولاد وغیرہ عنوانات کے تحت بے شمار حالات و واقعات کے

سیرۃ النبی ﷺ۔ جلد اول

سیرۃ النبی ﷺ طبع جدید ۹۷۴ صفحات پر مشتمل ہے شروع میں دو مقدمے ہیں پہلا مقدمہ معلومات و مباحث اور قدر و قیمت کے لحاظ سے خود ایک تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے اس میں سیرت نبوی ﷺ کی ضرورت' اہمیت' افادیت' سیرت و مغازی اور حدیث کا فرق' سیرت نگاری کی ابتدا و ارتقا' قدیم و جدید سیرت نگاری اور ان کی خوبیاں اور خامیاں اور ان کے اصول سیرت نگاری کا ذکر ہے' حدیث اور اصول حدیث کا مفصل جائزہ اور مغربی مورخین اور سیرت نگاروں کی تصانیف ان کی غلط کاریاں اور اس کے اسباب کی تفصیل بیان کی گئی ہے ان اصولوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن کا سیرت النبی ﷺ کی تالیف میں خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ اس مقدمہ کو ڈاکٹر سید عبداللہ نے عالمانہ تنقید کا شاہکار قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر سید شاہ علی نے لکھا ہے کہ'' سارے اسلامی ادب میں اس مقدمہ کی شاید ہی کوئی مثال مل سکے۔'' اس پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی لکھتے ہیں کہ'' اس میں مصنف نے اپنی علمیت' ذہانت' گہرے مطالعے' تنقیدی صلاحیت' اور مورخانہ ژرف نگاہی سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سیرت نبوی پر قلم اٹھانے کا حق ان ہی کا تھا۔

دوسرے مقدمے میں تاریخ عرب قبل از اسلام عرب کی وجہ تسمیہ' اقوام و قبائل کے علاوہ اس عہد کی سیاسی' مذہبی' تہذیبی' معاشرتی' اور تمدنی تاریخ قلمبند کی گئی ہے خانہ کعبہ کی تعمیر اور اس کی قدامت نیز حضرت اسماعیل کے ذبیح ہونے کا تذکرہ بھی ہے اس دوسرے مقدمہ کو اصل کتاب کا ابتدائی باب بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ ﴿۱۲﴾

ان دونوں مقدمات کے بعد کتاب کے آغاز میں حضور اکرم ﷺ کا شجرہ نسب اور آپ ﷺ کے اباء اجداد کا مختصر احوال ہے اس کے بعد حضور کی ولادت باسعادت کا ظہور قدسی کے عنوان سے وہ ذکر ہے جس کو اردو ادب میں شہ پارے کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ علامہ شبلی کے قلم سے اس میں جس جوش و سرمستی کا اظہار ہوا ہے اس سے یہ تحریر الہام بن گئی ہے فرماتے ہیں:

'' چمنستان دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آ چکی ہیں۔ چرخ نادرہ کار نے کبھی کبھی بزم عالم اس سروسامان سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئی ہیں لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظام میں پیر کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیے۔ سیارگان فلک اس دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے' چرخ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبح جاں نواز کے لیے لیل و نہار کی کروٹیں بدل رہا تھا' کارکنان قضاء و قدر کی بزم آرائیاں عناصر کی جدت طرازیاں' ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں' ابر و باد کی تردستیاں' عالم قدس کے انفاس پاک' توحید ابراہیم' جمال یوسف' معجز طرازی موسیٰ' جاں نوازی مسیح سب اسی لیے تھا کہ یہ متاع ہائے گراں

ذریعے اس عہد زریں کی مرقع کشی کی گئی ہے جس سے آپ ﷺ کی پیغمبرانہ شان اور اخلاقی عظمت پوری طرح نمایاں ہوگئی ہے۔﴿۱۴﴾

سیرۃ النبی ﷺ ۔جلد سوم

علامہ شبلی نعمانی نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں سیرۃ النبی ﷺ کی تالیف وتدوین کی اہم ذمہ داری سید صاحب کے سپرد کی تھی' سید صاحب نے اولاً علامہ شبلی کے مسودہ سیرت کو دو جلدوں میں مرتب کیا اور اس کے بعض نامکمل ابواب پورے کر کے علی الترتیب ۱۹۱۸ء اور ۱۹۲۰ء میں شائع کیا اس کے بعد خود سیرت کی تیسری جلد لکھی جو ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی' سیرۃ النبی ﷺ کا یہ حصہ ۸۸۸ صفحات پر مشتمل ہے اور ضخیم اور مبسوط جلد میں دلائل ومعجزات کا بیان ہے' ﴿۱۵﴾ شروع میں نفس معجزہ کی حقیقت واصلیت اور اس کے امکان ووقوع پر فلسفہ قدیم وجدید' علم الکلام اور قرآن مجید کے نقطہ ہائے نظر سے سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ خود نوامیس فطرت کے لحاظ سے بھی خوارق عادت یا معجزہ میں عقلی استعباد نہیں ہے۔

اس کے بعد خصائل نبوت کی تفصیل ہے۔جس میں مکالمہ الٰہی' وحی' نزول ملائکہ' عالم رویا' معراج اور شرح صدر کا مفصل ذکر ہے بعد ازاں ان آیات ومعجزات کا بیان ہے جو قرآن مجید اور مستند روایات سے ثابت ہے پھر معجزات کی غیر معتبر اور ضعیف روایات پر تنقید وتبصرہ کیا گیا ہے۔ان تفصیلات معجزات کے بعد ان بشارات کا ذکر ہے جو قدیم الباقی صحیفوں میں بیان ہوئے ہیں۔آخر میں، خصائص محمدی ﷺ کا باب ہے،جس میں ذات پاک ﷺ کے خصائص کی تفصیل پیش کی گئی ہیں۔اسی طرح یہ حصہ سیرت کے علاوہ خود دلائل ومعجزات کا معرکۃ الآرا مبحث ہے۔اس میں مسلمان فلاسفی' فارابی' ابن سینا اور ابن مسکویہ کے علاوہ معتزلہ اور اشاعرہ کے ان نتائج فکر سے بھی استدلال کیا گیا ہے جو معجزات کے امکان ووقوع سے متعلق ہیں' معجزات کی حقیقت پر امام رازی' ابن تیمیہ' مولانائے روم اور امام غزالی کے دلائل کے ذریعے بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس حصہ میں دلائل ومعجزات اور فلسفہ جدیدہ کا پورا باب علامہ شبلی کے ایک اور شاگرد سید صاحب کے رفیق مولانا عبدالباری ندوی فلسفی کے قلم سے ہے جس میں دقیقہ سنجی اور نکتہ آفرینی خاص خوبی ہے اور یورپ کے دانشوروں اور فلسفیوں مثلاً ہیوم' ہکسلے' جان اسٹارٹ مل' ولیم جیمز' شوپن ہار' اور ہیگل کی کتابوں سے استفادہ کر کے ان کے خیالات وافکار کا مفصل جائزہ لیا گیا ہے جس سے اس بحث میں جدت اور عصر حاضر کے مزاج کی بھی عکاسی ہوگئی ہے۔گویا مشرق ومغرب کے نامور عقلاء وفلاسفہ کے دلائل سے

حقیقت معجزہ پوری طرح واضح کر دی گئی ہے۔ مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی کے بقول ''اس جامعیت اور استقصا کے ساتھ معجزات پر بحث کی گئی ہے کہ اس کا کوئی گوشہ اور کوئی رخ چھوٹنے نہیں پایا ہے۔''

سیرۃ النبی ﷺ جلد۔ چہارم

سیرۃ النبی کا یہ حصہ ۸۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا۔ اس کا موضوع عقائد ہے۔ شروع میں نبوت پر ایک مبسوط مقدمہ ہے جس میں نبوت کی حقیقت اہمیت وافادیت اور ضرورت کے علاوہ اس کے لوازم وشرائط کی تفصیل وتشریح ہے اس کے بعد دیباچہ میں آنحضرت ﷺ کی بعثت اور ظہور اسلام کے وقت دنیا کی تمام قوموں کی مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی اور ان کی پستی و زبوں حالی بیان کی گئی ہے خاص طور سے عرب کے حالات وواقعات مذہبی واخلاقی حالات اور ان کے تنزل کی تفصیل ہے، نیز عربوں کی اصلاح وتربیت میں آنحضرت ﷺ کو جو دشواریاں اور دقتیں پیش آئیں اور بالآخر آپ ﷺ نے جو عظیم الشان انقلاب برپا کر دیا اس کا مفصل بیان ہے۔ ﴿۱۶﴾

اس کے بعد اسلام کے بنیادی عقائد یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان، رسل وملائکہ کتب الٰہی، اور آخرت پر ایمان سے متعلق سیر حاصل مباحث ہیں، اخروی زندگی کے باب میں برزخ، قیامت، سزا وجزا، جنت اور دوزخ اور قضا وقدر کا بھی تذکرہ ہے، آخر میں ایمان کے نتائج کا بیان ہے، عقائد کے ان دقیق اور نازک مسائل کو جن کو محض عقل وفہم سے سمجھنا دشوار تھا بقول شاہ معین الدین احمد ندوی ''ایسے حکیمانہ اور دلنشین انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ قلب سلیم کی تشفی کے لیے بالکل کافی ہے۔''

سیرۃ النبی ﷺ۔ جلد پنجم:

۴۵۶ صفحات پر مشتمل یہ حصہ ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا اس حصہ کا موضوع عبادات ہے، شروع میں اعمال صالحہ کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کے اقسام بھی بیان کیے گئے ہیں پھر عبادات کا مفہوم واضح کیا گیا ہے اس کے بعد فرائض خمسہ یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کے علاوہ جہاد کی تاریخی اہمیت وافادیت اور حکمت ومصالح بیان کیے گئے ہیں۔

جسمانی عبادات کی فضیلت وحکمت اور ان کے مصالح بیان کرنے کے بعد قلبی عبادات کا بیان ہے اور بقول مصنف ''اول الذکر عبادات کی روح کا درجہ رکھتی ہیں''۔ ان میں تقویٰ، اخلاص اور صبر کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے اور خاص طور پر تقویٰ کا بیان نہایت جامع اور مفصل ہے۔

ان تمام عبادات کے مباحث کونہایت حکیمانہ اور دلنشین انداز میں اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ فرائض خمسہ کی پوری تاریخ ان کی اہمیت افادیت اور فضائل ہر شخص کے دل میں نقش ہو جائیں۔

سیرۃ النبی ﷺ ۔ جلد ششم

سیرۃ النبی کا یہ حصہ ۸۲۲ صفحات پر مشتمل ہے یہ ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا اس کا موضوع اخلاق ہے یعنی اس میں اسلام کی اخلاقی تعلیمات کی مرقع آرائی کی گئی ہے اور اخلاق کے ہر پہلو پر مفصل اور بہ دلائل بحث کی گئی ہے۔ تاکہ اخلاق کی سچی تعلیمات اور اس کی اہمیت وافادیت واضح ہو جائے۔ ابتدا اسلامی اخلاق کے اوصاف و امتیازات گنوائے گئے ہیں پھر دنیا کے تمام معلمین اخلاق میں حضور اکرم ﷺ کے امتیازی اوصاف کو بیان کیا گیا ہے بعد ازاں اسلام کے فلسفہ اخلاق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اس کا یہود و نصاریٰ کے فلسفہ اخلاق سے موازانہ کر کے اخلاق اسلامی کی خوبیاں اور دوسروں کی خامیاں دکھائی گئی ہیں اور اخلاق اسلامی کی نمایاں خصوصیت بے غرضی' حسن نیت' رضائے الٰہی عدل و انصاف' احسان' عفو درگزر اور برائی کے بدلہ نیکی بتائی گئی ہے۔ ضمناً اسالیب اخلاق اور تعلیمات اخلاق کے اقسام' حقوق وفرائض اور اخلاق کے فضائل ورذائل کے مباحث بھی ہیں۔

حقوق وفرائض کے ضمن میں اسلام میں والدین اولاد وازدواج قرابت داروں' یتیموں' ہمسایوں' بیواں' حاجت مندوں' بیماروں' غلاموں' عام مسلمانوں نیز جانوروں کے حقوق بیان کیے گئے ہیں۔

فضائل اخلاق کے ضمن میں صبر' سخاوت' عفت و پاکبازی' امانت و دیانت' شرم وحیاء' رحم اور عدل و انصاف' احسان' عفو درگزر' ایفائے وعدہ' حلم وبردباری' تواضع وانکساری' خوش گفتاری' ایثار' اعتدال حق گوئی اور استغنا وبے نیازی پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

رذائل اخلاق میں کذب بیانی' وعدہ خلافی' حرص طمع' چوری و بے ایمانی رشوت ستانی' سودخوری' شراب نوشی' بغض وکینہ' ظلم و تشدد' ریا' فخر وغرور' خود بینی وخود نمائی فضول خرچی' حسد' فحش گوئی کے مضمرات ونقصانات کو تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

آخر میں اسلامی آداب ومعاشرت کا ذکر ہے' جس میں کھانے پینے' اٹھنے بیٹھنے' چلنے پھرنے' سونے جاگنے' مجلس' ملاقات' گفتگو' لباس خوشی وغمی کے تمام اسلامی اصول وآداب کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔

اس حصے میں اسلام کے نظام اخلاق کی پوری تصویر سامنے آجاتی ہے اور یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام نے تہذیب وشائستگی

کے لیے کس قدر بلند و بالا اصول پیش کیے ہیں اور جس کی بنیاد پر ایک ایسا اصولی معاشرہ بنایا جا سکتا ہے جو انسانی معیار کا مثالی نمونہ ہو۔

اس میں بعض مقامات پر فقہی مسائل کا ذکر آ گیا ہے مگر مصنف نے عموماً جزئیات سے الجھنے سے گریز کیا ہے۔

اخلاق کے فضائل ورذائل کے بعض حصے مولانا عبدالسلام ندوی کے قلم سے ہیں۔اخلاقیات کے موضوع پر بلاشبہ اردو میں یہ سب سے عمدہ، جامع اور بلند پایہ تحقیقی تصنیف ہے۔سید صاحب کا کمال ہے کہ انہوں نے سلسلہ سیرت میں اخلاقیات کے ان تمام پہلوؤں کو روشن ترین سیر نبوی ﷺ کا مؤثر ترین مجموعہ بنا دیا ہے۔﴿۱۸﴾

سیرۃ النبی ﷺ۔جلد ہفتم

سید صاحب نے سیرۃ النبی میں معجزات، عقائد، عبادات اور اخلاق کے بعد معاملات کا حصہ بھی لکھنا چاہتے تھے جس کا انہوں نے معارف میں اعلان بھی کیا تھا۔مگر سیرۃ النبی ﷺ کا یہ آخری حصہ ان کی دیگر مصروفیات اور بعض ذاتی مسائل کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا اس میں سید صاحب معاملات اور سیاسیات کے متعلق اسلامی تعلیمات کو واضح کرنا چاہتے تھے۔معاملات سے سید صاحب کی مراد وہ مسائل ہیں جن کی حیثیت قانون کی ہے جس میں سلطنت اور اس کے آداب نیز اسلام کے معاشرتی تمدن، اجتماعی اور اقتصادی ہر قسم کے قوانین آ جاتے ہیں۔افسوس کے یہ کتاب مکمل نہ ہو سکی صرف چند ہی ابواب لکھے جا سکے جو سید صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم کی کوششوں سے سید صاحب کی وفات کے ۲۷ سال بعد ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئے۔لیکن مبادی و بنیادی مباحث کے لحاظ سے اس کتاب کو ناقص و نامکمل نہیں کہا جا سکتا۔

یہ چھ ابواب پر مشتمل ہے اسلام میں حکومت کی اہمیت و حیثیت واضح کی گئی ہے۔دوسرے باب میں عہد نبوی کے نظام حکومت پر روشنی ڈالی گئی ہے تیسرے باب میں سلطنت اور دین کے تعلقات کا ذکر ہے چوتھے باب میں امت مسلمہ کی بعثت اور اس کے فرائض کی تفصیلات ہیں، پانچویں باب میں قوت عاملہ و آمرہ کے مباحث ہیں۔آخری باب میں حاکم حقیقی کی حاکمیت کو واضح کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ جب تک زمین پر قانون الٰہی کا نفاذ نہیں ہوگا انسانیت عدل و انصاف سے محروم رہے گی۔

کتاب کے شروع میں دو مقدمے ہیں پہلا مقدمہ مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے قلم سے ہے۔دوسرا مقدمہ سید صاحب کے قلم سے ہے جس میں معاملات کی تعریف اور اس کے حدود بتائے گئے ہیں اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تحریر کتاب کے ابواب

سے پہلے ہی سپرد قلم کی گئی تھی۔

ناتمامی کے باوجود اس میں معاملات سے متعلق تمام اصولی مباحث سمٹ آئے ہیں اور اسلام کے سیاسی نظام کے اصول و مبادی کا ایک ایسا جامع مرقع سامنے آ گیا ہے جو سید صاحب کی علمی و تاریخ فہم و بصیرت کا بہترین نمونہ ہے۔

''سیرۃ النبی'' تجزیہ تبصرہ اور رجحانات

''سیرۃ النبی ﷺ'' کے تفصیلی تعارف سے قبل اگرچہ تمہیدی کلمات میں علامہ شبلی نعمانی اور سیرۃ النبیؐ کے بارے میں چند امتیازات و خصوصیات کی جانب نشاندہی کی تھی' اب تفصیلی تعارف و مطالعہ کے بعد علامہ شبلی اور سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے چند نکات کا مطالعہ سیرت نگاری کے رجحانات کے تعین کے حوالے سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

(۱) شبلی نے اردو میں اسلامی تاریخ نویسی کی روایت قائم کی لیکن احیائے اسلام کا گہرا قدامت پسند رنگ شبلی کے ہاں نمایاں ہے۔

(۲) شبلی نے اسلامی تاریخ نویسی میں جو منہاجیات قائم کیں وہ بحیثیت مجموعی روایتی اسلامی وقائع نگاری سے مرکب اور سوانحی اسلوب کا حامل ہے۔

(۳) شبلی کے نزدیک تاریخی اسلام میں افراد زیادہ توجہ کے مستحق ہیں' وہ تابندہ ہستیاں جن کے وجود سے روشنی پھیلتی ہے اور جو تاریخ کی نشو ونما میں کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں' جن میں رسول پاک ﷺ کی حیات طیبہ کو سرفہرست رکھتے ہیں۔

(۴) علامہ شبلی علم الکلام کو صحیح مواد کا سرچشمہ اور ''ترقی پذیر قدامت پسند'' عقلیت کے لیے طاقتور ذریعہ سمجھتے ہیں۔

(۵) علامہ شبلی کو اگرچہ مغربی مستشرقیت' میں اسلام کے خلاف پوشیدہ رو کی موجودگی پر سخت اعتراض تھا لیکن وہ جدید مسلم ہندوستان کے مورخین میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے مغربی علم وفضل کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا اور اسے اسلام کی ثقافتی اور مذہبی سرچشموں کے متعلق تحقیق و تجسس اور اسے تلاش' جمع و مرتب کیا' مخطوطات کی تدوین کی اور مطالعہ اسلام کے لیے ایک تاریخی اور سائنٹفک تناظر قائم کرنے میں کی کوشش کی۔ مغربی مستشرقیت کی مبارزانہ دعوت (چیلنج) جس سے وہ کبھی جوش میں آ جاتے ہیں اور کبھی ناراض ہو جاتے تھے۔ اس کا انداز ''سیرۃ النبیؐ'' کے مواد سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ شبلی کے خیال میں پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں مغربی مستشرقین کے خیالات معاندانہ اور متعصبانہ تھے وہ اس پر متفکر تھے مغربی تعلیم حاصل کرنے والے مسلمان نوجوانوں کا ان مغربی تصانیف سے متاثر ہونا لازمی تھا' کیونکہ اپنے تنقیدی شعور فہم کے

ساتھ' بنیادی عربی مآخذ تک ان کی رسائی ممکن نہیں تھی' علامہ شبلی نے اس احساس کی بنا پر کلاسیکی روایت میں سیرت پاک کے ابتدائی مواد کو لد اور یا نہ انداز میں دیکھنے اور پرکھنے کے نئے عنصر کا اضافہ کیا اور اس کے بعد سیرت کے ادب میں جو قابل اعتماد عناصر ملے ان کی بالترتیب درجہ بندی کی اور آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ کو شامل کیا۔

(۶) علامہ شبلی نے انتقاد سیرت کے چار اصول مقرر کیے' اول یہ کہ رسول پاک ﷺ کی حیات مبارکہ کے متعلق قرآن کو جو کچھ بیان کرتا ہے اسے مغز اور روح حقائق سمجھنا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ صحاح ستہ میں جو شہادتیں ملتی ہیں اور بالخصوص بخاری شریف میں جو روایتی مواد ہے اسے' ادب سیرت میں' دوسرے یکساں روایتی مواد پر تقدم حاصل ہونا چاہیے۔ ابتائی مآخذ میں ابن اسحاق' ابن سعد اور طبری ہی اس قابل ہیں کہ جن پر ایک حد تک اعتماد کیا جا سکتا ہے اور بقیہ کو چھوڑ دینا چاہیے' یہ کوشش بھی ہونی چاہیے کہ غیر انتقادی ادب سیرت کی اغلاط کو اور مغربی مؤرخین کے انتہائی نظری معروضات کو درست کرنا چاہیے۔

(۷) علامہ شبلی کے نزدیک پیغمبر اسلام ﷺ کی حیات طیبہ عقیدہ' اصول عمرانیات اور اسلامی اخلاقیات کے لیے کلیدی اہمیت رکھتی ہے۔

(۸) علامہ شبلی پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت نگاری میں تمثیلی حکایات کی سخت ناپسندیدگی سے دیکھتے ہیں۔

علامہ شبلی کے ان افکار و نظریات کا ''سیرۃ النبی'' میں جا بجا اظہار ہوتا ہے۔ اگر شبلی کے مذکورہ بالا نظریات کو ملحوظ رکھا جائے تو ''سیرۃ النبی ﷺ'' کی مندرجہ ذیل خصوصیات اور رجحانات سامنے آتے ہیں۔

(۱) ''سیرۃ النبی'' برصغیر پاک و ہند میں اردو زبان میں اپنے طرز کی ایک ایسی منفرد' مفصل اور جامع تصنیف ہے جو نہ اس سے پہلے لکھی گئی اور نہ اس کے بعد اب تک پیش کی گئی۔ شبلی نے محمد امین زبیری کے نام اپنے جس خط میں لکھا تھا کہ ''اگر مر نہ گیا اور ایک آنکھ بھی سلامت رہی تو ان شاء اللہ دنیا کو ایک ایسی کتاب دے جاؤں گا جس کی توقع کئی سو برس تک نہیں ہو سکتی''۔ ہمارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اب تک (سیرۃ النبی ﷺ کی اشاعت ۸۷ برس بعد) شبلی کے اس دعوے کی لاج رکھی ہے۔

(۲) شبلی نے ''سیرۃ النبیؐ'' تاریخ و سیر کے ان ہی مسلمہ اصولوں کے مطابق لکھی جو انہوں نے خود متعین کیے تھے' سیرۃ النبی ﷺ کی تالیف میں انہوں نے قرآن کریم اور حدیث نبوی کو تمام مآخذ مقدم اور مقدس رکھا' شبلی اور ان کے بعد مولانا سید سلیمان ندوی نے ''سیرۃ النبی ﷺ'' کی تلافی میں امکانی حد تک کوئی اہم کتاب نہیں چھوڑی' یہ شبلی کی تاریخ نویسی کا اصول اور ثبوت تھا' اگر

پوری کتاب کے مآخذ، مصادر اور حوالوں پر نظر ڈالی جائے تو کتب حوالہ کا ایک سمندر ہے اور اگر ان حوالوں کو جمع کر دیا جائے تو بذات خود ایک کتاب بن سکتی ہے۔

(۳) علامہ شبلی نے عربی سیرت نگاروں، مورخوں اور ارباب روایت سے جو جو فرو گزاشتیں ہوئیں ان کو ہدف تنقید بنایا اور اس کی فی الامکان اصلاح اور تلافی کی کوششیں کی شبلی نے سیرۃ النبی میں مغربی مورخین اور مستشرقین کے افکار باطلہ کی تردید بھی کی۔ علامہ شبلی کو یہ تقدم حاصل ہے کہ انہوں نے چند مستشرقین کو ہی نشانہ نہیں بنایا بلکہ انہوں نے پورے گروہ مستشرقین کو اپنے سامنے رکھا جو اسلام اور علوم اسلامی پر بالعموم اور سیرت رسول ﷺ پر بالخصوص طبع آزمائی کر رہا تھا چنانچہ علامہ شبلی نے سیرۃ النبی کے آغاز ہی میں ''یورپین تصنیفات'' کے عنوان سے مستشرقین کی تصنیفات ان کے اسباب و محرکات، ان کے اصول مشترکہ اور ان کی مساعی کا عہد بہ عہد جائزہ لیا اور مشہور مستشرقین کی فہرست بھی پیش کی سیرۃ النبی کا یہ حصہ نہایت وقیع اور نہایت اہم کوشش ہے۔

(۴) ''سیرۃ النبیؐ'' کی زبان و بیان سادگی کے ساتھ ایسا دلنشین ہے جس میں وقار، پاکیزگی اور واقعیت ہے، سادگی اور دلنشینی کے باوجود سیرۃ النبی کے عالمانہ اور پختہ اسلوب میں کہیں جھول محسوس نہیں ہوتا ہے۔

(۵) سیرۃ النبیؐ میں واقعات سیرت کو تاریخی ترتیب اور تسلسل کے ساتھ اس انداز سے پیش کیا ہے کہ ایک ہی نظر میں عہد نبوی ﷺ کی مکمل تصویر نظروں کے سامنے آجاتے ہیں انہوں نے اس تسلسل اور ترتیب میں اس بات کو خصوصیت کے ساتھ ملحوظ رکھا کہ کوئی واقعہ شامل ہونے سے نہ رہ جائے۔

(۶) علامہ شبلی نے سیرۃ النبی ﷺ کی پہلی دو جلدوں میں اور مولانا سید سلیمان ندوی نے آخری پانچ جلدوں میں مطالعہ سیرت کو جس گہرائی و گیرائی اور وسعت کے ساتھ پیش کیا ہے وہ اس کی انفرادیت ہے۔

(۷) سیرۃ النبی ایک رجحان ساز کتاب ہے، علامہ شبلی نے سیرۃ النبی میں جو اصول، ترتیب، مزاج، معیار اور اسلوب پیش کیا بعد میں آنے والے سیرت نگاروں نے اب تک اس کی پیروی کی ہے۔ ﴿۱۹﴾

نمایاں رجحانات

(۱) احیائے اسلام کا قدامت پسندانہ رجحان غالب ہے۔

(۲) عقیدت مندانہ جذبات کی عکاسی ہے۔

(۳) وقائع نگاری اور سوانحی رجحان نمایاں ہے۔

(۴) مشاہیرانہ رجحان بھی شامل ہے۔

(۵) عقلیت پسندی کو نظر انداز نہیں کیا ہے اور علم الکلام کا رجحان بھی مستظہر ہے۔

(۶) جدید تحقیقی رجحان نمایاں ہے۔

(۷) تربیتی اور تبلیغی رجحان کو نمایاں اہمیت دی ہے۔

(۸) جدیدیت کا اثر و رجحان بھی شامل ہے۔

مدافعانہ و معذرت خوانہ اور جدیدیت کے رجحان کا تجزیہ

اردو ادب کے فاضل نقاد ڈاکٹر سید عبداللہ جو شبلی کے بڑے مداح اور ان کے کارناموں کے ثنا خواں ہیں، وہ سیرۃ النبی ﷺ کی جامعیت کو اس کی صفت اور اردو میں لکھی جانے والی کتب سیرت میں منفرد اور ایک عاشق رسول ﷺ کی والہانہ عقیدت و محبت کا نمونہ قرار دیتے ہیں وہیں بعض کمزور پہلوؤں کو علمی بنیادی پر تنقید بھی کرتے ہیں، ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں کہ

''سب سے پہلے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اپنے بار بار کے دعوے کے باوجود بہت سے مقامات پر شبلی کی رائے معذرت خوانہ اور مدافعانہ ہے، شبلی نے مورخین یورپ کے اعتراضات سے دب کر آنحضرت ﷺ کے غزوات کے سلسلے میں ضرورت سے کچھ بہت زیادہ معذرت کا لہجہ اختیار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ''سیرۃ النبی'' میں انیسویں اور بیسویں صدی کے مخصوص علمی نظریات اور افکار کا خاص اثر نمایاں اس کے علاوہ مسلمانوں نے تعلیم یافتہ طبقے کے بعض رجحانات بھی کتاب میں چھائے ہوئے ہیں، اسلامی لڑائیوں کا، خصوصاً آنحضرت ﷺ کے غزوات کا مدافعانہ ہونا، یہ عقیدہ اس دور میں نہایت راسخ اور محکم تھا۔۔۔۔شبلی نے اسی کو اصول اور اساس بنا کر یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ پیغمبر تھے، سپہ سالار نہ تھے اور یہ بھی کہ آپ ﷺ نے جنگ کو جو بظاہر ظالمانہ کام ہے اس قدر پاک و منزہ کر دیا کہ وہ افضل عبادت بن گئی مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس کا مقصد ملک گیری نہ ہو بلکہ انسانی ہمدردی اور مظلوموں اور کمزوروں کی حمایت اس کی غایت ہو''۔ ڈاکٹر عبداللہ نے ''سیرۃ النبیؐ '' کے، چند اور کمزور پہلوؤں کی نشاندہی کی ہے وہ لکھتے ہیں۔

''اسی طرح غلامی اور تعدد ازدواج کے مسئلے کے تجزیہ میں بہت کچھ دبے دبے نظر آتے ہیں اور ہر چند کہ وہ پیغمبر کی سوانح

عمری لکھ رہے ہیں' بار بار مغربی نقادوں کی اس رائے سے مرعوب ہوکر چلتے ہیں کہ حضورﷺ کا ہر قول وفعل عام بشریت کے مطابق تھا' حالانکہ حضور عام بشر نہ تھے' خاص بشر تھے کتاب کا وہ حصہ بھی قدرے تحقیق طلب ہے جس کا تعلق غزوات کے جغرافیہ سے ہے' شبلی کے لیے یہ ممکن ہوا کہ وہ ان مقامات کا خود مشاہدہ کرتے جہاں جنگیں ہوئیں۔ بعد کے مصنفین ڈاکٹر حمید اللہ' بریگیڈیئر گلزار احمد اور قدرے ہیکل نے تلافی کی کوشش کی اور غزوات وسرایا کے محل وقوع کے تعین کا اہتمام کیا ہے۔''

علامہ شبلی کی سیرۃ النبی میں واقعہ ''شق صدر اور ''واقعہ معراج'' سے احتراز پر تنقید کی گئی ہے۔

غزوات کو دفاعی جنگ قرار دینے اور سرسید احمد خان کی طرح عیسائیوں کے اعتراضات کے مقابلے میں معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے پر اردو کے دو قابل ذکر سیرت نگاروں مولانا عبدالرؤف دانا پوری نے ''اصح السیر'' میں اور مولانا محمد ادریس کاندہلوی نے ''سیرۃ المصطفیٰ'' میں سخت گرفت کی ہے۔

ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی نے ''دار المصنفین'' کی تاریخی خدمات'' میں سیرۃ النبیﷺ پر تنقید کے معاندانہ اور غیر معاندانہ تنقید کا جواب دیا ہے انہوں نے ڈاکٹر عبداللہ کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

''یہ اعتراضات دراصل سیرۃ النبیؐ کے بنیادی مقصد تصنیف پر نظر نہ رکھنے کی وجہ سے پیدا ہوئے' علامہ شبلی نے سیرۃ النبیؐ کی تصنیف سے پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ ''میں چاہتا ہوں کہ یورپ کے مصنفین نے جو کچھ آنحضرتﷺ کے متعلق لکھا ہے اس سے پوری واقفیت حاصل کی جائے تاکہ ان کے تائیدی بیان حسب موقع حجت الزامی کے طور پر پیش کیے جائیں اور جہاں انہوں نے غلطی اور بددیانتی کی ہے نہایت زور وشور کے ساتھ ان کی پردہ دری کی جائے اس پردہ دری کو معذرت اور مدافعت سمجھنا درست نہیں' ڈاکٹر صاحب نے عام بشر اور خاص بشر کے ذریعہ جو اعتراض کیا ہے غالباً اس کی حقیقت سے وہ خود بھی واقف نہیں اور جہاں تک مقام غزوات کے جغرافیے کے مشاہدہ کا تعلق ہے بلاشبہ علامہ شبلی نے ان مقامات کا مشاہدہ نہیں کیا تھا لیکن ایک مورخ کے لیے تمام مقامات جنگ کا بچشم خود معائنہ کرنے کا اصول فن تاریخ میں لازمی نہیں ہے اس لیے یہ اعتراض بھی غور وفکر سے خالی اور بے وزن ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سیرۃ النبی پر جو اعتراضات کیے گئے ان میں بیشتر جانبدارانہ مطالعہ اور معاندانہ روش کا نتیجہ ہیں' واقفیت اور معقولیت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ﴿۲۰﴾

سیرۃ النبیؐ پر اور بھی اعتراضات کی جاسکتے ہیں اور آج تک کیے جاتے ہیں ان میں بعض اعتراضات بلاشبہ معاندانہ ہیں

لیکن بعض علمی، فکری اور تاریخی ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ علمی، فکری اور تاریخی اختلافات علمی ارتقاء کا حسن اور سیرۃ رسول ﷺ سے عقیدت و دلچسپی اور فن سیرت نگاری میں توسیع کا ذریعہ ہیں۔ شبلی یقیناً انسان تھے انہوں نے اپنے علم اور مطالعہ کی حد تک جو کوشش کرنا تھی وہ کی اور کوشش بھی ایسی جو بلاشبہ کامیاب کوشش قرار دیے جانے کی مستحق ہے اب اس سے آگے اور اس میں کوئی اضافہ کرنا چاہتا ہے تو اس کا راستہ محدود اور مسدود نہیں ہے۔

دارالمصنفین کے سیرت نگاروں میں علامہ شبلی اور سید سلیمان ندوی کی مشترکہ کاوش ''سیرۃ النبی کا ذکر آچکا ہے تاہم علامہ سید سلیمان ندوی نے سیرت پر دو مزید کتابیں لکھی ہیں۔

(۱) خطبات مدراس

خطبات مدراس (۱۹۲۶ء) از سید سلیمان ندوی (۱۸۸۴ء۔۱۹۵۳ء) یہ کتاب سید صاحب کے ان آٹھ خطبات کا مجموعہ ہے، جو انہوں نے اکتوبر نومبر 19125 میں مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن آف دی سدرن انڈیا کی فرمائش پر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق انگریزی اسکولوں کے طالب علموں اور عام مسلمانوں کے لالی ہال مدراس میں دیے تھے اس سلسلے میں سید صاحب لکھتے ہیں:

''مدراس میں کچھ برسوں سے ایک امریکن عیسائی فیاضی سے مدراس یونیورسٹی کے طلباء کے سامنے کوئی نہ کوئی ممتاز عیسائی فاضل حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات وسوانح اور مسیحی مذہب کے متعلق چند عالمانہ خطبات دیتا تھا یہ خطبے سال بہ سال ہوتے تھے اور نہایت دلچسپی سے سنے جاتے تھے۔ یہ دیکھ کر مدراس کے چند مخلص تعلیمی کارفرما مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیال آیا کہ یہاں کے انگریزی مدراس کے مسلمان طالب علموں کے لیے بھی مسلمانوں کی طرف سے اس قسم کی کوشش کی جائے یعنی سال بہ سال کسی مسلمان فاضل کی خدمت حاصل کی جائیں جو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر طلبائے انگریزی کے ذوق اور موجودہ رنگ کے مطابق خطبات دے سکے۔ یہ میری سعادت ہے کہ اس اہم اور مقدس کام کے لیے سب سے پہلے میری حقیر ذات کا انتخاب عمل میں آیا اور اس طرح مجھے موقع ملا کہ میں اس عظیم الشان سلسلہ کی کڑی بن سکوں''۔

چنانچہ سید صاحب نے اکتوبر نومبر ۱۹۲۵ء میں کل آٹھ خطبات دیے جس زمانے میں خطبات دیے گئے تھے مدراس کے اردو انگریزی اخباروں نے اس کے خلاصے شائع کیے اسی زمانے میں ان خطبات کو کتابی صورت میں شائع کرنے پر اصرار کیا گیا چنانچہ سید صاحب نے ۱۹۲۶ء میں اسے مرتب کر کے دارالمصنفین سے شائع کیا۔

(۲) تعارف خطبات مدراس

۱۹۴ صفحات پر مشتمل خطبات مدراس آٹھ خطبے پر مشتمل ہے پہلے خطبے میں سید صاحب نے دکھایا ہے کہ انسانیت کی تکمیل صرف انبیائے کرام علیہم السلام کی سیرتوں سے ہی ہوسکتی ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ سلاطین، حکمراں، سیاستدانوں، قانون دانوں اور فلسفیوں نے اپنے کشور کشائی، عقل وفہم، تدبیر مدن اور فلسفہ سے دنیا کا نقشہ پلٹ دیا مگر انسانیت کی حقیقی خدمت انجام دینے سے وہ قاصر رہے چنانچہ دنیا میں جہاں بھی اخلاق، روحانیت اور انسانیت کا پرتو نظر آتا ہے وہ صرف انبیائے کرام کا فیض ہے۔

دوسرے خطبے میں حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے رائج اور عالمگیر نمونہ عمل ہونے پر بحث کر کے سیرت محمدی کی تاریخی و تکمیلی پہلوؤں اور اسکی جامعیت اور عملیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور تاریخی شواہد سے ثابت کیا گیا ہے کہ آج جن پیغمبروں کے نام معلوم ہیں ان میں صرف حضور اکرم ﷺ ہی کے مستند اور معتبر حالات معلوم ہیں اور آپ ﷺ کی ایک ایک ادا محفوظ ہے اور اس میں ہر شعبہ ہائے زندگی کے لیے عملی نمونہ بھی محفوظ ہے۔

تیسرے خطبے میں سیرت کے تاریخی پہلو پر مفصل بحث کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کی سیرت پر جتنا تاریخی مواد موجود ہے اتنا مواد دنیا کے کسی بھی انسان کے حالات دسوانح میں نہیں مل سکتا، سید صاحب نے اس سلسلے میں سیرت کے تمام ماخذوں، قرآن مجید، احادیث، سیر ومغازی نیز تاریخ وتراجم اور شمائل کے پورے ذخیرے کا تنقیدی جائزہ بھی پیش کیا ہے اور مذکورہ علوم وفنون کی تاریخ بھی اس ناقدانہ تبصرے، میں پیش کردی گئی ہے اور بقول مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی:

''ان بحثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر جتنا مستند ذخیرہ معلومات موجود ہے اس کے عشر عشیر غیر مستند حالات بھی کسی پیغمبر کے نہیں مل سکتے۔''

چوتھے خطبے میں آپ ﷺ کی کاملیت پر مفصل بحث کر کے دکھایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کی ایک ایک ادا کامل ومکمل طریقے پر محفوظ اور لائق تقلید ہے۔

پانچویں خطبہ میں آپ ﷺ کی جامعیت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں آپ کے سوا کسی پیغمبر کی زندگی جامعیت کے ساتھ مکمل نہیں ہے اور آپ ﷺ کی زندگی میں ہر طبقہ انسانی اور ان کی زندگی کے ہر پہلو اور ہر رخ کے لیے اسوۂ عمل موجود ہے۔

چھٹے خطبے میں آپ ﷺ کی سیرت کے عملی پہلوؤں کو پیش کیا گیا ہے اور دکھایا گیا ہے کہ اسلام نے جو اخلاقی تعلیمات دیں آپ ﷺ خود اس کا عملی نمونہ تھے چنانچہ سید صاحب نے سیرت نبوی ﷺ کے تمام اخلاق فاضلہ کے واقعات تفصیل سے بیان کیے۔

ساتویں خطبے میں دنیا کے دوسرے مذاہب کے مقابلے میں پیغام محمدیؐ کی جامعیت کاملیت' عالمگیریت اور اسلام کی انقلاب انگیز خصوصیات پیش گئی ہیں اور واضح کردیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا پیغام ہی دنیا کو فلاح و کامیابی سے ہمکنار کرسکتا ہے۔﴿۲۱﴾

آٹھویں خطبے میں پیغام محمدی ﷺ کی بنیادی تعلیمات کو بیان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس پیغام محمدی نے دنیا کو انسانی معراج کمال تک پہنچایا۔

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی نے اس کتاب کی اہمیت پر اس طرح تبصرہ کیا ہے:

''درحقیقت یہ تنہا کتاب اسلام اور پیغمبر اسلام کی صداقت وعظمت اور دوسرے مذاہب پر برتری کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔''

''خطبات مدارس'' کی تصنیف کے پس منظر اور مواد کے مطالعے کے بعد اسے ''تاریخی و اعتقادی'' رجحان کی حامل کتب سیرت میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

زیر نظر عہد کے مطالعہ میں دارالمصنفین کے ایک مورخ اور عالم مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جو ادارہ میں تاریخ اسلام کی ترتیب وتدوین کے روح رواں اور بعد میں ادارے کے ناظم بھی مقرر کیے۔

شاہ معین الدین احمد ندوی نے چار جلدوں میں مسلمانوں کی تاریخ کے (عہد رسالت) نے بنوعباس کے زوال اور اس کے ہم عصر آزاد اور نیم خودمختار ریاستوں کے حالت تک پر مشتمل ہے۔

تاریخ اسلام کی جلد اول کا نصف حصہ واقعات سیرت سے متعلق ہے جس میں آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے کے عرب کی تاریخ اور اسکا قدیم جغرافیہ پر علمی اور تاریخی اصولوں پر بحث کی گئی ہے اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے وصال تک کے حالات وسوانح' اخلاق وفضائل اور اس انقلاب آفریں عہد کی سیاسی' تہذیبی اور تمدنی تاریخ کو اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا۔﴿۲۲﴾

اسلامی تاریخ کی کتب کا ابتدائی حصہ کیونکہ سیرت رسول کے واقعات ہی سے شروع ہوتا ہے اس لیے اسلامی تاریخ کی ہر کتاب کا ابتدائی حصہ بھی سیرت رسول ﷺ پر مشتمل ہوتا ہے اسلامی تاریخ کی کتابوں کا یہ قدیم طریقہ تھا اور اسے جدید مورخوں نے بھی اپنایا اس کے نتیجے میں سیرت رسول ﷺ کے مطالعہ میں اضافہ کے ساتھ سیرت نگاری کے فن کو بھی ترقی ہوئی دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی تاریخ نویسی کے ذریعہ فن سیرت نگاری میں بھی توسیع و ترقی ہوئی اور سیرت نگاری میں تاریخی رجحان نے ایک مستقل رجحان کی صورت اختیار کر لی۔

سیرت نگاری کے عہد عروج ۱۹۱۹ء۔۱۹۴۷ء کیفیت اور کمیت کے اعتبار ہی سے نہیں بلکہ سیرت نگاری میں رجحان سازی میں اضافے کے اعتبار سے بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس عہد میں سیرت کے موضوع پر ضخیم اور وقیع کتابیں بڑی تعداد میں لکھی گئیں۔ ہمارے لیے یہ ممکن نہیں اور ضروری بھی نہیں ہے کہ ہر کتاب کا تفصیلی مطالعہ اور ان کے رجحانات کا پتہ چلائیں تاہم سیرت کی وہ کتابیں جو کسی رجحان کی نمائندگی کرتی ہیں یا رجحان ساز اور مقبول و معروف ہیں ان کا جائزہ لیں گے۔ نمائندہ رجحان کی حامل کتابیں یہ ہیں۔

(۱)	نشر الطیب	از	مولانا اشرف علی تھانوی
(۲)	سیرت رسول ﷺ	از	پروفیسر سید نواب علی
(۳)	اصح السیر	از	مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف قادری دانا پوری
(۴)	النبی الخاتم	از	سید مناظر احسن گیلانی
(۵)	محبوب خدا	از	چوہدری افضل حق
(۶)	سیرت المصطفیٰ ﷺ	از	مولانا محمد ادریس کاندھلوی

ذیل میں مذکورہ کتابوں کا تفصیلی مطالعہ اور رجحانات کی نشاندہی کی جارہی ہے۔

(۳) نشر الطیب ''فی ذکر النبی الحبیب از مولانا اشرف علی تھانوی

مولانا اشرف علی تھانوی (۱۸۶۳ء۔۱۹۴۳ء) نے نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ'' ۱۹۱۱ء میں لکھنا شروع کی اور ۱۹۱۲ء میں مکمل ہوئی، ۲۳۱ صفحات پر مشتمل یہ کتاب بنیادی طور پر احادیث کی روشنی میں لکھی گئی ہے ذخیرہ حدیث کے علاوہ بہت کم تاریخ و

سیر کی کتابوں کو مآخذ و مصدر بنایا ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں مولانا نے خود اس کی نشاندہی کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

''اس کتاب کو لکھتے وقت صحاح ستہ اور شمائل ترمذی کے علاوہ زاد المعاد (ابن قیم) مواہب لدنیہ (ابن قیم) سیرت ابن ہشام الشمامۃ النبویہ (نواب صدیق حسن خان) تواریخ حبیب الہٰ (مفتی عنایت احمد کاکوروی) اور الروض الطیف جیسی کتابوں کو پیش نظر رکھا'' ایک عربی رسالہ ''شیم الحبیب'' (مفتی الہٰی بخش کاندھلوی) سے اس حد تک استفادہ کیا کہ نشر الطیب کو اس کا ترجمہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

مولانا تھانوی نے نشر الطیب کا سبب تالیف اس طرح بیان کیا ہے:

''یہ گرسنہ رحمت غفار، تشنہ شفاعت سید الابرار ﷺ وعلی الاطہار واصحابہ الکبار۔ عاشقان نبی مختار و محبان حبیب پروردگار کی خدمت میں عرض رساں ہے کہ ایک مدت سے بہت سے احباب کی فرمائش تھی کہ حضور پرنور ﷺ کے کچھ حالات قبل نبوت و بعد نبوت کے صحیح روایات سے تحریر کیے جاویں کہ اگر کوئی متبع سنت بخلاف طریق اہل بدعت بغرض ازدیاد محبت آپ کے ذکر مبارک سے شوق اور رغبت کرے تو وہ اس مجموعہ کو رغبت سے پڑھے پھر ان دنوں اتفاق سے پیہم چند دین دار دوستوں کے خطوط اسی استدعا میں آئے جن میں مجموعاً اس غرض کی اس طرح تقریر کی گئی کہ جو شرائط اس ذکر مبارک سے برکات حاصل کرنے کے اس احقر نے بعض رسائل میں لکھے ہیں کوئی شخص اس طرح ان حالات کو پڑھے مثلاً جمعہ میں نمازی جمع ہو گئے ان کو سنا دیا جائے یا اپنے گھر کی مستورات کو بٹھا لیا اور ان کو سنا دیا اسی طرح اور شرائط کی رعایت واہتمام رکھے تو ایسے موقعوں کے لیے ایسا رسالہ لکھ دیا جوے حاصل تقریر پر ختم ہوا۔ ایسی تصریح کے بعد بامید اس کے یہ مجموعہ آلہ ہو جاوے گا ازدیاد محبت برعایت طریق سنت کا لکھنا مصلحت معلوم ہونے لگا اور اس کا مصلحت ہونا اس سے اور زیادہ ہو گیا کہ منجملہ خطوط مذکورہ کے ایک میں یہ بھی استدعا کی گئی کہ موقع سے اس میں مناسب مواعظ و نصائح بھی بڑھا دیے جاویں سو اس طور پر اور بھی زیادہ نفع کی توقع ہوئی پھر ان دونوں مصلحتوں کے ساتھ ہی اس وجہ سے اور بھی زیادہ آمادگی ہوئی آج کل فتن ظاہری جیسے طاعون اور زلزلہ گرانی و تشویشات مختلفہ کے حوادث سے عام لوگ اور فتن باطنی جیسے شیوع بدعات والحاد و کثرت فسق و فجور سے خاص لوگ پریشان خاطر اور مستوش رہتے ہیں ایسے آفات کے اوقات میں علمائے امت جناب رسول ﷺ کی تلاوت و تالیف روایات اور نظم مدائح و معجزات اور تکثیر سلام و صلوٰۃ سے توسل کرتے رہے ہیں چنانچہ بخاری شریف کے ختم کا معمول اور حصن حصین کی تالیف اور قصیدہ کی تصنیف کی وجہ سے مشہور و معروف ہے۔ میرے قلب پر بھی یہ بات،

وارد ہوئی کہ اس رسالہ میں حضورﷺ کے حالات وروایات بھی ہوں گے جا بجا اس میں درود شریف لکھنا ہوگا پڑھنے والے بھی اس کی کثرت کریں گے کیا عجب کہ حق تعالیٰ ان تشویشات سے نجات دیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے احقر آج کل درود شریف کی کثرت کو اور وظائف سے ترجیح دیتا ہے اور اس کو اطمینان کے ساتھ مقاصد دارین کے لیے زیادہ نافع سمجھتا ہے اور اس کے متعلق ایک علم عظیم کہ اب تک مخفی تھا ذوقی طور پر ظاہر ہوا ہے والحمد للہ علیٰ ذلک''۔ ﴿۲۳﴾

کتاب ایک مقدمہ اکتالیس فصلوں پر مشتمل ہے ابتدا روایتی انداز سے نور محمدی کے بیان سے ہوتی ہے۔ پہلی فصل کا عنوان ہی یہ ہے کہ: نور محمدیﷺ کے بیان میں اس فصل میں سات ایسی حدیثیں بیان کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرمﷺ رسول آخر ہی نہیں' رسول اول بھی ہیں۔

اس کے بعد فصل بہ فصل ولادت باسعادت' نسب شریف' بچپن' شباب' نبوت ورسالت' معراج' ہجرت' غزوات اور بعض اہم دیگر واقعات کا ذکر ہے۔ عالم برزخ اور روز آخرت میں آپﷺ کے احوال وفضائل اور مقام فضیلت کا بیان ہے۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کہتے ہیں کہ

''حضور علیہ السلام کے خصائص' محاسن ومکارم' طرز معاشرت اور معمولات کے بارے میں مولانا مرحوم نے احادیث بعینہ نقل کی ہیں اور ساتھ ان کا ترجمہ بھی پیش کیا ہے اس طرح یہ کتاب ان کتابوں میں سے ہے جنہوں نے اردو قارئین کو اصل متن اور مآخذ سے قریب تر کر دیا ہے۔''

''نشر الطیب'' کی دو فصلیں نسبتاً زیادہ طویل ہیں ایک وہ جس میں واقعہ معراج کا بیان ہے اور دوسری فصل وہ جو شمائل و اخلاق وعادات کے دل آویز تذکرے پر مشتمل ہے یہ کتاب اگرچہ مختصر ہے مگر اس کے حجم کے اعتبار سے واقعہ معراج کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے جو ۵۹ صفحات پر مشتمل ہے اس نقطہ نظر سے اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے اسے واقعاتی رنگ میں بیان نہیں کیا' یا تو متعلقہ احادیث نقل کی ہیں' یا قرآن حکیم اور احادیث سے آخذ کردہ فوائد اور نکات ذکر کیے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا واقعہ معراج کی اہمیت کے پیش نظر اس ٹھوس مواد پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

کتاب کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ مختصر ہونے کے باوجود سیرت نبویﷺ کے تمام اہم پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ مولانا کی تحریر میں پھیلاؤ نہیں ہے۔ زبان سادہ اور سلیس ہے۔ کتاب ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر واقع اور بیان کے بعد اس سے

کوئی اخلاقی نتیجہ نکالا گیا ہے۔ ﴿۲۴﴾

نشر الطیب روایتی رجحان کی اصلاحی کتاب ہے اس کی تصنیف میں ان کتابوں کا جدید اور عقل اسلوب کا ردعملی بھی شامل ہے جو حصول ثواب اور عشق رسول ﷺ کی مینہ کی کا سبب ہیں۔ نشر الطیب دورجدید میں قدیم اور روایتی اسلوب کے احیاء کے جذبہ کی عکاس ہے۔

(۴) سیرت رسول اللہ ﷺ۔ از۔ پروفیسر سید نواب علی (۱۸۷۷ء۔۱۹۶۱ء)

پروفیسر سید نواب علی نے سیرت رسول ﷺ سے پہلے ۱۹۰۷ء میں سیرت کے موضوع پر ایک کتاب ''تذکرۃ المصطفیٰ'' بھی لکھی تھی جو بہت مقبول ہوئی' سیرت رسول اللہ ﷺ کا اصل محرک مستشرقین کی ہرزہ سرائیاں ہی تھی وہ خود بیان کرتے ہیں کہ

''۱۹۲۶ء میں ایسا ہی ایک واقعہ پیش آیا۔ جب مرہٹی انسائیکلو پیڈیا میں ایک مضمون متعلق آنحضرت ﷺ جو ابن اسحاق کے حوالوں سے مارگولیتھ کی ہرزہ سرائیوں کا ترجمہ تھا اس وقت مجھے خیال ہوا اب اس مقدس موضوع پر کچھ لکھوں اور احادیث وسیر کے قدیم ماخذوں سے رسول اکرم ﷺ کی پاکیزہ زندگی کے مستند حالات ناقل ودل تحریر کروں۔ چنانچہ ابتدائی تیسری صدی تک محدثین اور ارباب سیر کی تصانیف اور شارحین مابعد کے تالیفات کو مطالعہ کر کے اور مخالفین اسلام کی تصانیف۔ بزبان انگریزی نیز مشہور بانیان مذہب کی سوانح عمریاں پیش نظر رکھ کر واقعات اس طور پر قلمبند کیے کہ مخالفین کے اعتراضات بھی رفع ہوں اور اصل حالات آئینہ ہو کر زبان اردو میں معتبر اور مختصر متن موجود ہو جائے' جس سے برادران ملت کے ایمان کو تقویت پہنچے اور اہل وطن کو ہدایت نصیب ہو۔''

ساڑھے چار سو سے زائد صفحات کی یہ کتاب سیرت رسول اللہ ﷺ کی ابتدا میں مصنف نے سیرت کے قدیم مآخذوں پر ایک نظر ڈالی ہے ان میں قرآن مجید' ان کے نزدیک' سیرت رسول ﷺ کا پہلا مآخذ ہے پھر انہوں نے قدیم سیرت نگاروں' زہری' ابن اسحاق' واقدی' طبری وغیرہ کا تعارف کرایا ہے اور ان کی خوبیوں اور خامیوں کا جائزہ لیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ولادت سے پہلے بیت المقدس اور خانہ کعبہ کی قدامت کا ذکر کیا ہے اور فاران اور بکہ کی تحقیق کی ہے پھر آنحضرت ﷺ کے نسب ناموں پر اعتراض کرنے والوں کو جواب دیا ہے آپ کے خاندان کے مختصر حالات بیان کیے ہیں' اس کے بعد آپ کی ولادت' ابتدائی حالات' سفر شام' عقد خدیجہؓ' نزول وحی' تبلیغی مشکلات' ہجرت حبشہ' ایمان حمزہؓ وعمرؓ' شعب ابی طالب میں محصوری' عام الحزن' سفر طائف' مدینہ نزول آمد' مواخاۃ' مدنی زندگی' غزوات' تحویل قبلہ' حضرت زینبؓ سے نکاح واقعہ افک' صلح حدیبیہ' بیعت رضوان' شاہان عالم کو دعوت،

اسلام فتح مکہ واقعہ تحریم آمد وفود حجۃ الوداع کاذب نبیوں کے فتنے کی سرکوبی اور وفات کا ترتیب وار تذکرہ کیا ہے۔

سید نواب علی کا زمانہ اور مسائل وہی ہیں جو سرسید شبلی اور امیر علی کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے افکار و نظریات پر انکے ہم عصروں کی چھاپ ہے پروفیسر سید نواب علی پر سرسید کے مذہبی افکار کا گہرا اثر تھا ان ہی کی تقلید میں پروفیسر صاحب موصوف نے بعض مسلمات کی نفی کی ہے انہوں نے سیرت رسول اللہ ﷺ میں آنحضرت ﷺ پر پہلی وحی کو عالم خواب کا واقعہ بتاتے ہیں معراج کے بجائے اسریٰ کے قائل ہیں۔ جنگ بدر میں فرشتوں کی مدد کے منکر ہیں اور واقعہ تحریک وایلا ء کا نیا جواز پیش کرتے ہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے معجزات سے بھی احتراز ہوتا ہے۔

سید نواب علی کو تقابل ادیان سے گہری دلچسپی تھی اور غیر مسلموں کے مذہبی صحائف کو انہوں نے خاصی دقت نظر سے مطالعہ بھی کر رکھا تھا جناب سیرت رسول اللہ ﷺ کے وہ حصے انتہائی موثر جہاں مناظرانہ استدلال کے مواقع ملے ہیں۔ الزامات کا جواب دینے اور جوابی الزامات کے ذریعے اپنا موقف واضح کرنے میں انہیں ید طولی خاص ہے سید نواب نے سیرت رسول اللہؐ کے ان واقعات وموضوعات میں اعتدال کا راستہ اختیار کیا ہے جو عموماً مسلمانوں کے دو مسالک شیعہ اور سنی میں غیر متبدل ہے وہ ایک طرف جناب ابوطالب کے ایمان کے قائل ہیں تو دوسری طرف خلافت کے مسئلہ پر آنحضرت ﷺ کے سکوت کو مصلحت پر مبنی سمجھتے ہیں۔

سیرت رسول اللہ کا مجموعی مطالعہ اس کے پس منظر اور مواد واسلوب مناظرانہ اور تلیت پسندی کی رجحان کی حامل کتب سیرت کی صف میں شامل کرتا ہے۔

(۵) اصح السیر فی ہدیٰ خیر البشر ﷺ'' (۱۹۳۲ء)

ازمولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف قادری دانا پوری (۱۸۷۴ء۔۱۹۴۸ء)

اردو زبان میں سیرت رسول ﷺ کے موضوع پر لکھی جانے والی اس عہد کی کتابوں میں مولانا عبدالرؤف قادری دانا پوری م (۱۹۴۸ء) کتاب اصح السیر کا نام بہت نمایاں ہے ۱۹۳۲ء میں اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔ اس کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا اولین اور مرکزی مآخذ حدیث کو قرار دیا ہے اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کی ترتیب عام کتب سیرت سے بالکل مختلف ہے ۶۵۶ صفحات کی اس ضخیم کتاب کے آغاز میں چار صفحات پر مشتمل کتاب کے مختصر تعارف کے تعدد چوالیس صفحات پر مشتمل طویل مقدمہ ہے مقدمہ محققانہ اور عالمانہ شان کا حامل ہے۔ مقدمہ کی ابتدا بعثت انبیاء کے مقاصد سے کی ہے قرآن حکیم اور سنت رسول

کے اجمالی تعارف کے بعد سیرت' اصحاب سیرت' اور ضرورت سیرت پر بحث ہے۔ سیرت کا تحریری مواد کیسے جمع ہوا' اس کی ترتیب و تدوین کس طرح ہوئی' اس پر مختصر مگر جامع گفتگو کی ہے' یہ بحث سیرت پڑھنے والے سے زیادہ سیرت لکھنے والے کے لیے مفید ہے۔ انہوں نے شبلی سے اختلاف کیا ہے اور بتایا ہے کہ محض عقل کو درایت نہیں کہتے۔ مقدمہ حسب ذیل اہم موضوعات پر مشتمل ہے۔ ﴿۲۵﴾

۱۔ قرآن حکیم وسنن رسول اللہ ﷺ

۲۔ سیرت اور سیرت کا تحریری مواد

۳۔ سیرت کی تدوین اور اصح السیر کی ترتیب وتدوین

۴۔ درایت اور عقل' اور عقل کی گمراہی

۵۔ نصاریٰ کا اعتراض

۶۔ عقل سلیم۔

۷۔ قدیم عرب۔ سلاطین سبا' حمیر وتبع

۸۔ تبصرہ وخلاصہ

مغرب کے اعتراضات سے مرعوب ہو کر جن سیرت نگاروں بطور خاص سرسید احمد خان اور علامہ شبلی نے غزوات اور بعض دوسرے واقعات سیرت میں جو معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا تھا' اس کا نہ صرف علمی انداز میں رد کیا بلکہ علمائے اہل سنت کا جو مسلمہ مؤقف چلا آ رہا ہے' اس کو دلائل سے ثابت کیا ہے' مولانا نے ابتدائی کلمات میں اس بات کی وضاحت کی کہ

''مولانا شبلی نے مغازی پر جو کچھ لکھا' خصوصاً غزوہ بدر کے حالات میں تو انہوں نے عجیب وغریب جدت کی' تمام واقعات کو پلٹ کر رکھ دیا اور روایات صحیحہ کو ترک کر دیا۔ قرآن پاک سے غزوہ کے حالات کو مرتب کرنے کا دعویٰ اور قرآن پاک سے مطالب ایسے لیے ہیں اور اس سے وہ باتیں پیدا کی ہیں جو اب تک کسی نے نہ کی تھیں۔ مولانا کی نیت خراب نہ تھی' واقعات میں الٹ پھیر اور مطالب میں ردوبدل انہوں نے اس لیے کیا کہ عیسائیوں کا جواب دیا جائے اور بتایا جائے کہ غزوہ بدر اس لیے نہیں ہوا تھا کہ رسول اللہ قریش کے قافلہ تجارت پر حملہ کرنے کی نیت سے نکلے تھے۔ بلکہ اس لیے ہوا کہ خود قریش مدینہ پر حملہ کرنے آئے تھے۔''

مولانا داناپوری نے سرسید احمد خان اور علامہ شبلی کے اس تسامح یا معذرت خواہی کی تلافی کی کوششیں بایں طور کی کہ عام کتب سیرت کی ترتیب یا یوں کہیے کہ زمانی ترتیب سے ہٹ کر بالکل مختلف ترتیب کو اپنایا' ولادت باسعادت کے ذکر کے بعد ہجرت کا بیان شروع کیا اور اس کے بعد غزوات کی ابتدا کی' اور کتاب کے ابتدائی اور تعارفی کلمات میں اس کی طرف اشارہ کیا کہ میرا خیال ہے کہ اہل علم اس کتاب میں المغازی کو جامع' مکمل اور بہترین ترتیب پائیں گے۔ چنانچہ اصح السیر کے صفحات اس بات کے گواہ ہیں کہ مولف نے سب سے زیادہ تفصیل اور جامعیت کے ساتھ غزوات کو بیان کیا ہے' غزوات کا بیان ۲۶۸ صفحات پر پھیلا ہوا ہے غزوہ بدر سے پہلے جو چھوٹے چھوٹے جنگی معرکے پیش آئے اور جن کی نوعیت جنگی نظر سے بہت اہم تھی ان کا بھی ذکر کیا ہے اور اس پورے تاریخی پس منظر کی نقاب کشائی کی ہے جس کے نتیجے میں غزوہ بدر کبریٰ پیش آیا۔ غزوات میں بطور خاص غزوہ بدر کو بہت تفصیل سے بیان کیا اور تاریخی واقعات و روایات سے یہ ثابت کیا کہ علامہ شبلی کے بقول یہ دفاعی جنگ نہ تھی بلکہ اس کی نوعیت اقدامی جنگ کی تھی۔ غزوات کے علاوہ سرایا پر بھی کھل کر بحث کی ہے۔ صلح حدیبیہ کے نہ صرف واقعہ کو نقل کیا ہے بلکہ یہ بھی بتایا ہے کہ اسے فتح مبین کیوں کہا گیا ہے' کفر و اسلام کے معرکوں میں اس کی کیا اہمیت ہے۔ ہجرت مدینہ' اس کے اسباب اور نتائج کو بیان کیا کہ وہ کس طرح مسلمانوں کی مادی قوت و شوکت کا ذریعہ بنی۔ ﴿۲۶﴾

مولانا داناپوری کا ارادہ تھا کہ وہ اپنی کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کریں پہلے حصے میں ان حالات کا ذکر کیا جائے جن کا تعلق اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور قوت و شوکت سے ہے' دوسرے حصے میں حضور علیہ السلام کی پیغمبرانہ زندگی ہو۔ یعنی معجزات' دلائل نبوت' معراج شمائل' اور فضائل و مناقب' مصنف کے نزدیک پہلا حصہ حضور علیہ السلام کی مجاہدانہ زندگی پر مشتمل ہے اور یہ وہ حصہ ہے جو اصح السیر کی صورت میں موجود ہے۔ جبکہ دوسرا حصہ وہ ہے جو لکھا نہ جا سکا۔ اصح السیر میں بعض ایسے مباحث بھی ہیں جو عام طور پر سیرت کی کتابوں میں نہیں ہوتے' مثلاً زکوٰۃ' عشر اور جزیے کے احکام۔ کتاب الاموال کے نام سے ایک مستقل باب رکھا جس میں غنائم' زکوٰۃ و عشر' فے' جزیہ' ہدایا اور اموال مہجورہ کے مسائل بیان کیے۔ یہ باب علماء' اساتذہ اور طلباء کے لیے انتہائی مفید ہے۔

غزوات کے بعد وفود کا بیان بھی پوری وضاحت اور تفصیل سے ہے' بعض نزاعی مسائل پر محققانہ گفتگو کی ہے' اور ان کو ان کے پورے پس منظر اور سیاق و سباق کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جیسے خطبہ تحریم خمر' اسے عام طور پر اس کے پس منظر اور اصلی اسباب سے الگ کر کے پیش کیا جاتا ہے' مولانا نے سیاق و سباق سے جوڑ کر حضورؐ کے خطبے کا حوالہ دیا ہے۔

جن ضروری فقہی مسائل کا سیرت کے کسی خاص پہلو یا واقعہ سے تعلق تھا' ان سے اس مقام پر بحث کی ہے' مثلاً فتح مکہ کے ذکر میں اراضی حرم کا حکم' عمرۃ القضاۃ میں نکاح محرم کا مسئلہ' غزوہ خیبر کے موقع پر متعہ کی بحث' ازواج مطہرات کے حالات میں شرعی پردے کا حکم' حجۃ الوداع کے آخر میں خلافت و امامت کی بحث۔ تعارفی کلمات میں وہ لکھتے ہیں: 'بعض معرکۃ الارا مسائل پر ایسی جامع مکمل اور مبسوط بحث لکھ دی ہے کہ اہل انصاف کو ان شاء اللہ اس مسئلے میں کسی اشتباہ کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔

قرآن حکیم نے ان صحابہ کی تعریف کی ہے جو پہلے پہل ایمان لائے' مکی زندگی میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے اور ہر مصیبت میں ان کے معین و مددگار ہوئے۔ انہیں قرآن نے السابقون الاولون سے تعبیر کیا۔ عام طور پر سیرت کی کتابوں میں ان کا ذکر نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو اجمالی واختصار کے ساتھ اور برسبیل تذکرہ ہوتا ہے۔ مولانا دانا پوری نے السابقون الاولی کے تحت باون ناموں کا ذکر کیا ہے۔

اصح السیر کی تصنیف محرکات' مواد اور طرز اسلوب کی روشنی میں اسے روایتی رجحان کی تصانیف میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ جو فی الحقیقت عقلیت پسندی جدیت اور معذرت خواہانہ سیرتی ادب کے جواب میں لکھی گئی' کتاب میں جس پختہ روایت پسندی کا اظہار کیا گیا ہے اس کی بنا پر اسے روایتی پسند سیرت کی نمائندہ کتاب کہا جا سکتا ہے۔

(٦) سیرت المصطفی ﷺ از مولانا محمد ادریس کاندھلوی (۱۹۰۱ء۔۱۹۷۴ء)

معروف عالم دین مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی سیرت المصطفی ﷺ تین مجلدات اور ایک ضمیمہ پر مشتمل ہے جدید ایڈیشن میں صفحات کی تعداد ۱۵۲۳ ہے۔ سیرت المصطفی کے جلد وار اہم مباحث و مضامین کی ترتیب اس طرح ہے۔

o..... جلد اول' حسب ذیل اہم مباحث پر مشتمل ہے۔

۱۔ سلسلہ نسب اطہر۔ حضور علیہ السلام کے آباء اجداد کا مختصر حال

۲۔ واقعہ اصحاب فیل

۳۔ ولادت باسعادت

۴۔ واقعہ شق صدر۔ اسرار و حکم

۵۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح

۶۔ تعمیر کعبہ اور آپ کی تحکیم

۷۔ بدءالوحی اور تباشیر نبوت

۸۔ نبوت کی حقیقت

۹۔ السابقون الاول

۱۰۔ اعلان دعوت اسلام

۱۱۔ معجزہ شق القمر

۱۲۔ ہجرت اولیٰ

۱۳۔ عام الحزن

۱۴۔ طائف کا سفر

۱۵۔ واقعہ معراج

۱۶۔ مدینہ منورہ میں اسلام کی ابتداء انصار کی پہلی بیعت،

۱۷۔ ہجرت مدینہ

۱۸۔ تحویل قبلہ کا حکم

۱۹۔ نماز عید الفطر اور نماز عید الاضحیٰ

○ جلد دوم کے اہم مباحث

○ جہاد فی سبیل اللہ

○.....غزوات

○.....سرایا

○.....نزول برات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

○.....حجاب کا حکم

- بادشاہان عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط
- اسلام اور مسئلہ غلامی
- صلح حدیبیہ

- جلد سوم کے اہم مباحث
- فتح مکہ
- تحریم متعہ
- حضرت ابوبکر صدیق کا امیر حج مقرر ہونا
- حجۃ الوداع
- رسول اللہ ﷺ کی علالت
- ابوبکر صدیقؓ کی امامت
- وصال ۔ نبی کریم ﷺ

مؤلف نے کتاب (سیرت المصطفیٰ) کی ابتدا میں جو مقدمہ لکھا اس میں سب سے پہلے یہ بات کہی:

''ایک مسلمان اور مومن کے لیے اتنا جاننا ضروری نہیں جتنا محمد رسول اللہ ﷺ کا جاننا ضروری ہے جو شخص محمد رسول اللہ ﷺ کو نہیں جانتا وہ اپنے ایمان اور اسلام کو کیسے جان سکتا ہے مومن اپنے وجود ایمانی میں سراسر وجود پیغمبر کا محتاج ہے۔'' جبکہ سیرت المصطفیٰ ﷺ کی تصنیف کی وجہ مولانا کاندھلوی خود یہ بیان کرتے ہیں:

''اس دور میں اگر چہ سیرت نبوی پر چھوٹی اور بڑی بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جارہی ہیں لیکن ان کے مولفین اور مصنفین زیادہ تر فلسفہ جدیدہ اور یورپ کے فلاسفروں سے اس قدر مرعوب اور خوفزدہ ہیں کہ یہ چاہتے ہیں کہ آیات وحدیث کو توڑ مروڑ کر کسی طرح فلسفہ اور سائنس کے مطابق کر دیں اور انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو یہ باور کرادیں کہ عیاذاً باللہ آنحضرت ﷺ کا کوئی قول اور فعل مغربی تہذیب وتمدن اور موجودہ فلسفہ اور سائنس کے خلاف نہ تھا''۔

یہی وجہ ہے کہ جب معجزات اور کرامات کا ذکر آتا ہے تو جس قدر ممکن ہوتا ہے اس کو ہلکا کر کے بیان کیا جاتا ہے۔ اگر کہیں

راویوں پر بس چلتا تو جرح وتعدیل کے ذریعے سے محدثانہ رنگ میں ان روایات کو نا قابل اعتبار بنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور اسماء الرجال کی کتابوں سے جرح کر کے اقوال تو نقل کر دیتے ہیں اور توثیق وتعدیل کے اقوال نقل نہیں کرتے جو سراسر امانت اور دیانت کے خلاف ہے اور ''قراطیس تبدونہا وتخفون کثیرا'' کا مصداق ہے اور جہاں راویوں پر نہیں چلتا وہاں صوفیانہ اور محققانہ رنگ میں آ کر تاویل کی راہ اختیار کی جاتی ہے جس سے آیت اور حدیث کا مفہوم ہی بدل جاتا ہے اور جب خداوند ذوالجلال کے باغیوں سے جہاد و قتال کا ذکر آتا ہے تو بہت پیچ وتاب کھاتے ہیں اور اس کو اسلام کے چہرے پر بدنما داغ سمجھ کر دھونے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس لیے ناچیز نے یہ ارادہ کیا کہ سیرت میں ایک ایسی کتاب لکھی جائے کہ جس میں اگر ایک طرف غیر مستند اور اور غیر معتبر روایات سے پرہیز کیا جائے تو دوسری طرف کسی ڈاکٹر یا فلاسفر سے گھبرا کر نہ کسی روایت کو چھپایا جائے اور نہ کسی حدیث میں ان کی خاطر کوئی تاویل کی جائے اور نہ راویوں پر جرح وتعدیل کر کے اس حدیث کو غیر معتبر بنانے کی کوشش کی جائے۔اس ناچیز کا مسلک یہ ہے جو آپ کے سامنے پیش کر دیا۔﴿۲۷﴾

''سیرت المصطفیٰ ﷺ'' میں حوالوں کا انداز قدیم کتابوں کی طرح ہے جہاں عبارت ختم ہوتی ہے وہیں ماخذ کا حوالہ دے دیا تاہم جدید ایڈیشن میں حوالے فٹ نوٹ میں دیے گئے ہیں۔﴿۲۸﴾

کتاب کی اساس و بنیاد ذخیرہ حدیث پر ہے اس کا اعتراف بایں الفاظ کرتے ہیں۔

''اس سیرت میں جتنا بھی علمی سرمایہ اور ذخیرہ آپ دیکھیں گے وہ سب حضرات محدثین کا ہے اور وہی اس کے مالک ، ہیں۔۔۔اس لیے آپ ان شاء اللہ العزیز اس کتاب میں کسی جگہ حضرات محدثین کے اصولوں سے انحراف اور سرتابی نہ پائیں گے۔

سیرت المصطفیٰ اگرچہ اردو زبان میں ہے اور اردو میں سیرت کی جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کا اسلوب و انداز بیان عربی میں لکھی جانے والی کتاب سیرت سے مختلف ہے لیکن سیرت المصطفیٰ ﷺ کا انداز بیان اور بطور خاص طرز استدلال تقریباً وہی ہے جو عربی میں لکھی جانے والی امہات الکتب سیرت کا ہے خود مصنف کا دعویٰ ہے کہ اس نے اپنی کتاب میں محدثین حضرات کے اصول اور طرز استدلال سے سرتابی نہیں کی''۔

مولف نے اکثر مقامات پر اپنا موقف پیش کرتے وقت' جس کو انہوں نے ذخیرہ حدیث کی روشنی میں مستند سمجھا' کسی خاص سیرت نگار کا نام لیے بغیر' معذرت خواہانہ رویہ کی علی الاطلاق مخالفت کی اور کسی مخالف کی پروا کیے بغیر تمام واقعات کو محدثانہ رنگ میں

پیش کیا البتہ بعض مقامات پر انہوں نے علامہ شبلی کا نام لے کر ان کے موقف کی مخالفت کی۔

مثلاً علامہ شبلی نے اس روایت کا انکار کیا کہ جس رات حضورﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اس رات ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے اور آتش فارس بجھ گئی۔ علامہ شبلی نے اس کی دلیل یہ پیش کی کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ روایت مذکور نہیں ہے مولانا کاندہلوی نے علامہ شبلی پر بایں الفاظ جرح وتنقید کی

''سبحان اللہ' یہ اس حدیث کے موضوع ہونے کی عجیب دلیل ہے کیا کسی حدیث کا بخاری' مسلم اور صحاح ستہ میں موجود نہ ہونا اس کے موضوع اور ضعیف ہونے کی دلیل ہوسکتا ہے امام بخاری اور امام مسلم نے مثلاً بلاشک صحیح حدیثوں کے لانے کا التزام کیا مگر استیعاب اور احاطہ نہیں کیا' اور کون کرسکتا ہے' امام بخاری وغیرہ نے کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ صحیحین یا صحاح ستہ کے علاوہ کوئی حدیث صحیح اور معتبر نہیں بلکہ کتب اصول میں امام بخاری اور امام مسلم سے اس کے برعکس منقول ہے۔

''امام بخاری کہتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب میں سوائے صحیح حدیث نہیں لایا اور بہت بہت سی صحیح حدیثوں کو چھوڑ دیا ہے امام مسلم کہتے ہیں کہ جو حدیثیں اس کتاب میں لایا ہوں وہ سب صحیح ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ جس کو میں نے چھوڑ دیا وہ ضعیف ہیں۔

ایوان کسریٰ میں زلزلہ آنا' فارس کا آتش کدہ بجھ جانا اور دریائے سادہ کا خشک ہو جانا' اس پورے واقعہ کو مولانا زرقانی شرح موطا امام مالک' الاستیعاب لابن عبدالبر اور عیون الاثر (ابن سعید الناس) کے حوالوں سے خاص تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے''۔

اردو کے بہت کم اہم سیرت نگاروں نے شق صدر کی بحث کو چھیڑا ہے' اس کو نہ چھیڑنے میں بھی یہی ذہنی خلش اور فکری دباؤ کارفرما ہے کہ معترضین اور اہل مغرب کے سامنے کیسے ثابت کریں گے کہ کسی شخص کا سینہ چاک کیا جائے۔ اسے دھویا جائے اور پھر اسے سی دیا جائے اور ایسا ایک بار نہیں متعدد بار ہوا۔ اور یہ سب کچھ کسی طبی امداد کے بغیر ہو۔ علامہ شبلی نعمانی نے بھی سیرۃ النبیؐ میں واقعہ شق صدر کا بالکل نہیں کیا مولانا کاندہلوی نے اس واقعہ کو بڑے شرح وبسیط اور مضبوط دلائل کے ساتھ لکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ واقعہ چار مرتبہ پیش آیا اور اپنی اصل اور ظاہر پر معمول ہے اس میں کسی تاویل کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی اسے تمثیل قرار دیا جاسکتا ہے۔ بحث کو سمیٹتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں:

''یہ چار مرتبہ کا شق صدر تو روایات صحیحہ اور احادیث معتبرہ سے ثابت ہے اور بعض روایات میں پانچویں مرتبہ بھی شق صدر کا ذکر آیا ہے کہ بتیس سال کی عمر میں حضورﷺ کا شق صدر ہوا مگر یہ روایات باجماع محدثین ثابت اور معتبر نہیں۔

جہاد کے بارے میں بھی بعض اردو سیرت نگاروں کا رویہ مخالفین اسلام کے سامنے خاصا معذرت خواہانہ ہے انہوں نے اسلامی جہاد کو دفاعی جنگ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔مولانا کاندہلوی نے یہاں بھی دوٹوک انداز میں بات کی ہے۔انہوں نے واضح کیا ہے کہ جہاد اقدامی بھی ہوتا ہے دفاعی بھی۔ جہاد کی بحث میں مولانا نے یہ بات بھی واضح کی کہ جو جنگ اللہ کے وفادار اللہ کے دشمنوں سے صرف اس لیے کریں کہ وہ اللہ کے احکام کی بے حرمتی کررہے ہیں اللہ سے اوراس کے رسول سے بغاوت پرآمادہ ہیں۔مسلمانوں کی جان و مال کوان سے خطرہ ہے ایسی جنگ جہاد کہلائے گی' اسلامی حکومت قائم کرنے یا اس کے تحفظ کے لیے جو جنگ کی جائے گی وہ جہاد ہے قوم ووطن کے نام پر جنگ کی جائے گی وہ جہاد نہیں کہلائے گی''۔

سیرت المصطفیٰ ﷺ اپنی تکنیک' اسلوب بیان اور طرز فکر کے اعتبار سے ''اصح السیر'' حکیم داناپوری سے خاصی مشابہت رکھتی ہے لیکن ضخامت میں اس سے دوگنی ہے دونوں نے اپنی تصانیف کی بنیاد احادیث نبوی ﷺ پر رکھی ہے دونوں اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کے دعویدار ہیں دونوں شبلی پر یکساں انداز میں تنقید کرتے ہیں اور دونوں کو فقہی مسائل سے یکساں دلچسپی ہے اور دونوں کو اس امر سے کوئی دلچسپی نہیں کہ مغربی دنیا آنحضرت ﷺ کے بارے میں کن کن غلط فہمیوں کا شکار ہے۔مولانا ادریس کاندہلوی کو بعض امور میں البتہ حکیم داناپوری پر فوقیت حاصل ہے' ان کی سیرت کے بنیادی ماخذوں تک رسائی حکیم صاحب کی نسبت زیادہ ہے انہوں نے حکیم صاحب سے زیادہ فقہی مسائل پر بحث کی ہے۔ ﴿۲۹﴾

مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور اس سے قبل مولانا حکیم عبدالرؤف داناپوری کی سیرت نگاری میں حدیث کا تقدم وترجیح نظر آتی ہے اس کی وجہ سرسید احمد خان اور علامہ شبلی کی تاویلی عقلیت پسندی اور علی گڑھ کی جدیدیت پسندی ہے جسے علمائے حدیث قبول نہیں کرتے مذکورہ علمائے کرام کا سرسید احمد اور علامہ شبلی کی سریت نگاری کے بعض واقعات وتوجیہات سے علمائے حدیث کا اختلاف' جوابی ردعمل کی صورت میں ان کی سیرت نگاری میں صاف ظاہر ہے۔اہل حدیث پیغمبر ﷺ کی ان تمام حدیثوں کو تسلیم کرتے ہیں جو کلاسیکی مجموعوں میں محفوظ ہیں اور علی گڑھ کے جدید پسندوں کی نظری تشکیک پسندی کو مسترد کرتے ہیں کہ جو احادیث صحیحہ کو سائنسی انداز میں غلط احادیث سے تمیز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے' جدیدیت پسندوں کے نزدیک حدیث کا علم تنقیدی علم کے بجائے تکراری ہے یہ وہ بنیادی نظریاتی اختلاف ہے جو مذکورہ علماء کی سیرت نگاری میں واضح ہے اس لیے ہم مولانا ادریس کاندہلوی کی سیرت المصطفیٰ کو روایتی ودینی سیرت نگاری کے رجحان کا تسلسل سمجھتے ہیں جو مولانا حکیم عبدالرؤف داناپوری کی اصح السیر کے آغاز

سے نظر آتا ہے۔ مذکورہ دونوں کتابیں جدیدیت کے مکاتب فکر علماء کے مقابلے میں قدیم روایت پسندی اور دینی مکتب فکر کی نمائندگی کرتی ہیں جس کا ترجمان دیوبند ہے۔

(۷) النبی الخاتم از سید مناظر احسن گیلانی (۱۸۹۲ء۔۱۹۵۶ء)

سید مناظر احسن گیلانی کی کتاب ''النبی الخاتم دراصل ۱۴۰ صفحات کا ایک طویل مقالہ ہے جو انہوں نے جدید تحریک سیرت کے بانی عبدالمجید قریشی، جن کا تفصیلی ذکر گزشتہ باب میں آچکا ہے' کی فرمائش لکھا۔ ۱۹۳۶ء میں یہ مقالہ کتابی شکل میں شائع ہوا۔ مولانا مناظر احسن گیلانی بڑے فاضل، محقق اور وسیع النظر عالم تھے ان کی وسعت نظر، کثرت مطالعہ اور عالمانہ ذہانت کی گواہی دیتی ہے' مولانا منظور نعمانی کہتے ہیں کہ'' یہ کتاب اگرچہ سیرت پر لکھی گئی ہے جو تاریخ ہی کا ایک شعبہ ہے لیکن مصنف کا مقصد اس سے صرف'' سوانح نبویہ'' کی تدوین نہیں ہے اور اسی لیے واقعات میں تاریخی ترتیب کا التزام نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کا مطمع نظر اس میں تبلیغ اور دعوت الی الحق ہے۔''

النبی الخاتم کو مصنف نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے مکی زندگی اور مدنی زندگی مکی زندگی کو انہوں نے دل کی زندگی اور مدنی زندگی کو دماغ کی زندگی قرار دیا ہے۔ یہ ایک دلچسپ نقطہ نظر ہے کہ مکی زندگی' دعوت و تبلیغ کی زندگی تھی جس کا تعلق واردات قلبیہ سے تھا اور مدنی زندگی' سیاسی اور عمرانی زندگی تھی جس کی گتھیاں سلجھانے کے لیے دماغی صلاحیتوں اور گہرے سوچ بچار کی ضرورت تھی۔

اس کتاب میں سید مناظر احسن گیلانی کا انداز بیان منبر پر بیٹھے ہوئے ایک جوشیلے خطیب کا سا ہے۔ کتاب کی ابتدا میں ''زندہ نبی'' کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

''یوں تو آنے کو سب ہی آئے' سب جگہ آئے (سلام ہو ان پر) بڑی کٹھن گھڑیوں میں آئے لیکن کیا کیجیے کہ ان میں جو بھی آیا' جانے کے لیے ہی آیا' ہر ایک اور صرف ایک جو آیا اور آنے ہی کے لیے یا' وہی جو ابھرنے کے بعد پھر کبھی نہیں ڈوبا۔ چمکا اور پھر چمکتا ہی چلا جا رہا ہے' بڑھا اور بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے' چڑھا اور چڑھتا ہی چلا جا رہا ہے''۔ ﴿۳۰﴾

خطابات کا یہی انداز پوری کتاب میں موجود ہے۔ مکی زندگی والے حصے میں آنحضرت ﷺ کی عبادت کے وقت ہندومت' بدھ مت' پارسیت' یہودیت اور عیسائیت کو مردہ مذہب قرار دیتے ہوئے پہلے حضرت مسیح مہاتما بدھ اور عیسائی انبیاء کی پیش گوئیوں کو دہرایا گیا۔ ہر جو انہوں نے آنخضرت ﷺ کی آمد کے بارے میں کیں اور جو مذہبی صحائف میں محفوظ ہیں منفرد انداز میں پیش کیا پھر

آنحضرت ﷺ کے والد، والدہ اور دادا کی یکے بعد دیگرے وفات کو حکمت الٰہی سے تعبیر کیا ہے اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابوطالب پر بوجھ بننے کے بجائے ان کی معاشی تنگی میں بکریاں چرا کر ہاتھ بٹایا' پھر حلیمہ سعدیہ کی رضاعت' عہد طفلی' ہجرت حبشہ' ترغیب و تحریص' شعب ابی طالب میں محصوری' واقعہ معراج' شق صدر' ابوطالب اور خدیجہؓ کی وفات' سفر طائف' ابولہب کی ایذا رسانی' یثرب کے انصار کا ایمان لانا اور ہجرت مدینہ وغیرہ غیر مرتب اور غیر تاریخی انداز میں تذکرہ کیا ہے۔

مدنی زندگی کے اہم واقعات میں مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر' تحویل قبلہ' سلسلہ مواخات' یہودیوں کی سازشیں' غزوات' امن و امان کی زندگی' وفات' نجی زندگی' عورتوں سے عادلانہ سلوک' قریبی اعزاء اور ازواج سے محبت' صحابہ کرام کی خصوصیت' مسئلہ ختم نبوت اور اسلام کی برکات کا ذکر اسی والہانہ انداز میں کیا گیا ہے جو مکی زندگی کے واقعات بیان کرتے ہوئے رکھا گیا تھا۔

النبی الخاتم کی اصل خوبی اس کا پر جوش والہانہ انداز اور ولولہ انگیز انداز بیان ہے۔ النبی الخاتم اپنے پر جوش خطیبانہ اسلوب کی وجہ سے عوام میں بہت مقبول ہوئی۔ (۳۱)

بیانیہ طرز کی یہ کتاب سیرت نگاری میں ایک اضافہ ہے جس کا مجموعی رجحان تبلیغی اور دعوتی ہے۔

(۸) محبوب خدا ﷺ از چوہدری افضل حق (۱۸۹۱ء۔۱۹۴۲)

چوہدری افضل حق کی ''محبوب خدا'' ۲۲۴ صفحات پر مشتمل ہے اس کا زمانہ تالیف ۱۹۴۰ء کے قریب ہے۔ چوہدری صاحب ۱۹۳۹ء میں فوجی بھرتی کے بائیکاٹ کے سلسلے میں مجلس احرار کے دوسرے رہنماؤں کے ساتھ گرفتار ہوئے اور ڈیڑھ سال کے لیے حوالہ زنداں کر دیے گئے اور زنداں ہی میں ''محبوب خدا'' لکھی۔

''محبوب خدا'' گو چوہدری صاحب کے شوق محبت کا ثمرہ ہے لیکن تحریر میں مصنف نے ضبط و احتیاط کا دامن کہیں ہاتھ سے نہیں چھوڑا' تکنیکی اعتبار سے اسے النبی الخاتم کے زمرے میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک تاثراتی کتاب ہے مگر اس میں کہیں مستند تاریخی روایات سے انحراف نہیں کیا گیا ہے۔ کتاب کا آغاز ''دیار حبیب'' (عرب) سے ہوتا ہے جس کو اس طرح بیان کیا ہے۔

''ذکر حبیب سے پہلے دیار حبیب کا مذکور تقریب سخن کے طور پر ضروری معلوم ہوتا ہے عقیدت مند آنکھ' خاک عرب کو جب محبت بھری نظروں سے دیکھتی ہے تو یثرب و بطحا کا ذرہ ذرہ آفتاب جہاں تاب بن کر چمکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے نبی کے مولد و مدفن پر نور کے روشن طبق لے کر اترتے ہیں اور مکہ و مدینہ کی گلیاں ضیا پاشیوں بقعہ نور بن گئی ہیں۔

مصنف نے پس منظر کے طور پر ملک عرب کے محل وقوع، آب و ہوا، صحرائی زندگی، عربی شاعری، باشندوں کی عادت و خصائل، محاسن و معائب، اوضاع و اخلاق، مذہب وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد مکہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے ہاتھوں خانہ کعبہ کی تعمیر، عرب وعجم میں بت پرستی کے دور دورے اور آنحضرت ﷺ کے سلسلہ نسب کا مختصر اتذکرہ ہے پھر عبدالمطلب، عبداللہ، ابرہہ کی چڑھائی اور اس کے لشکر کی تباہی کا بیان ہے۔

واقعات کے بیان میں اسلامی تعلیمات کا حوالہ پوری کتاب کا خاصہ ہے جہاں کوئی واقعہ لکھا ہے اس کے امکانی نتائج پر تبصرہ بھی کیا ہے اس طرح چوہدری صاحب نے پیغمبر اسلام ﷺ کی سوانح حیات اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے پیغام کو انتہائی خوبصورتی کے سات مربوط کیا ہے۔

کتاب میں آنحضرت ﷺ کی ولادت کے بعد اسم مبارک کی تجویز، ثویبہ اور حلیمہ کی رضاعت، بچپن اور جوانی میں گلہ بانی، والدہ ماجدہ اور دادا کی وفات، ابوطالب کی پاسبانی، سفر شام، حرب فجار، اور حلف الفضول میں شرکت، کعبہ کی از سرنو تعمیر، تنصیب حجر اسود، خدیجہؓ سے شادی، مصروفیات و مشغولات، نزول وحی، دعوت اسلام، ہجرت حبشہ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا قبول اسلام، ترک موالات، عام الحزن، سفر طائف، قبائل میں تبلیغ، بیعت عقبہ، واقعہ معراج، قریش کی طرف سے قتل کے ارادے، ہجرت مدینہ، مسجد نبوی کی تعمیر، غزوات، صلح حدیبیہ، فتح خیبر، جنگ موتہ، فتح مکہ، غزوات حنین وتبوک، حجۃ الوداع اور وفات کے واقعات سلسلہ وار بیان کیے ہیں۔ ہر جگہ حالات و واقعات کے بجائے ان سے مستخرج ہونے والے نتائج پر مصنف کی نظر زیادہ ہے اس لیے بعض جگہوں پر غیر معمولی اختصار سے کام لیا ہے۔

اسلوب نہایت دلکش و دلنشین اور خطیبانہ ہے۔ یہ کتاب اپنے دلکش انداز بیان کی وجہ سے عامۃ الناس میں بہت مقبول ہوئی۔

''محبوب خدا'' دعوتی وتبلیغی اور تربیتی و اصلاحی انداز کی وجہ سے تحریکی و انقلابی رجحان کی اولین کتاب کہلائے جانے کی مستحق ہے۔

o.....کتب سیرت' اور رجحانات' کا اجمالی جائزہ

باب کے آخر میں ہم زیر نظر عہد کی منتخب' معلوم و معروف اور اہم کتابوں کی روشنی میں سیرت نگاری کی جہتوں اور رجحانات کا ایک عمومی جائزہ پیش کریں گے۔

(۱) زیر نظر عہد میں سیرت نبوی ﷺ کے مطالعہ میں دلچسپی کے رجحان میں پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ اضافہ ہوا جس

کے نتیجے میں بے شمار کتابیں سیرت کے موضوع پر لکھی گئیں۔ مطالعہ سیرت کے حوالے سے برصغیر پاک و ہند میں یہ ایک نمایاں اور خوش آئند تبدیلی تھی۔ ضخیم کتابوں کی ضخامت دو سو سے ایک ہزار صفحات تک ہے ان میں سے بعض ایک سے زائد جلدوں میں ضخیم کتابوں میں درج ذیل اہم ہیں۔

(۱)	سوانح خاتم النبیین۔	از	عبدالحلیم شرر	صفحات ۵۲۴
(۲)	سراج منیر ﷺ	از	امتیاز علی وکیل	صفحات ۴۱۰
(۳)	اسوہ رسول ﷺ (پانچ جلدیں)	از	اولاد حیدر فوق بلگرامی	صفحات ۱۲۵۰
(۴)	سیرت خاتم النبیین (تین جلدیں)	از	مرزا بشیر احمد ایم اے	صفحات ۹۹۲
(۵)	سیرت محبوب کائنات	از	مولانا عبدالحمید دہلوی	صفحات ۵۹۲

مختصر کتابیں اور رسالوں کے چند نمونے درج ذیل ہیں جو 20 صفحات سے سو صفحات پر مشتمل ہیں۔

(۱)	سیرت النبی	از	حسن میاں پھلواری	صفحات ۸۵
(۲)	ہادی اعظم	از	ابو خالد	صفحات ۴۸
(۳)	سید البشر	از	خادم علی احقر	صفحات ۶۴
(۴)	داعی اعظم	از	انتظام اللہ شہابی	صفحات ۳۲
(۵)	سرور عالم	از	صدیق دیندار	صفحات ۲۰
(۶)	آفتاب نبوت	از	احمد علی خان	صفحات ۲۳
(۷)	پیغمبر اسلام	از	عبدالمجید قریشی	صفحات ۲۹
(۸)	تحفہ محمدی ﷺ	از	محمد الیاس برنی	صفحات ۶۴
(۹)	حیات رسول ﷺ	از	عباس علی سبزواری	صفحات ۲۰
(۱۰)	ذکر مبارک ﷺ	از	عبدالرحمٰن نگرامی	صفحات ۳۰
(۱۱)	خاتم النبیین (دو حصے)	از	ابراہیم عمادی	صفحات ۱۰۰

(۱۲) ظہورِ قدسی از ماہر القادری صفحات ۴۰

(۲) سیرت کی بعض کتابیں مصنفین کے مقالات کا مجموعہ اور بعض کتابیں مختلف سیرت نگاروں کے مقالات کے مجموعوں، تقاریر اور غیر مسلموں کے سیرت کے بارے میں مختلف اقوال کے مجموعہ پر مشتمل ہیں۔ ﴿۳۴﴾

(۳) سیرت کتابیں مختلف اقسام، موضوعات اور مختلف طبقوں کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہیں یہ اقسام درج ذیل ہیں۔

(i) سیرت کی بعض کتابیں خواتین، نوجوانوں اور بچوں کے لیے خاص طور پر لکھی گئیں۔

(ii) بعض کتابیں حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے کسی خاص پہلو یا کسی سیرت کے کسی خاص واقعہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

(iii) بعض کتابیں اعتراضات کے جوابات پر بھی مشتمل ہیں۔

(iv) کتب سیرت کا اسلوب علمی، تاریخی، دینی و مذہبی، ادبی اور افسانوی ہے۔

(v) جو کتابیں سیرت رسول ﷺ کے مختلف موضوعات، پہلوؤں اور واقعات پر مشتمل ہیں ان کے عنوان اور موضوعات درج ذیل ہیں۔ ﴿۳۵﴾

- غزوات نبوی
- حضور ﷺ کے سیاسی اصول و نظریات
- حضور ﷺ کا طریقہ تبلیغ
- حضور ﷺ کا تعلیمی نظام
- خطبات نبوی ﷺ
- مکاتیب رسول
- حضور اکرم ﷺ کی پیش گوئیاں
- منصب نبوت و اثبات نبوت
- حضور اکرم ﷺ کا عہد شباب
- حضور اکرم ﷺ کی مختلف حیثیتیں مثلاً پیغمبر، شوہر، باپ، آقا، تاجر، سپہ سالار، مبلغ، حکمراں، معلم اور مقننین وغیرہ۔ مذکورہ

کتابوں کی ایک فہرست باب کے آخر میں بطور ضمیمہ شامل ہے۔

زیرنظر عہد کی کتب سیرت کے مطالعہ سے جن رجحانات کا پتہ چلتا ہے ذیل میں ان کی نشاندہی کی جارہی ہے۔

(۱) عقیدت مندانہ رجحانات:

زیرنظر عہد میں بیشتر کتابیں حضور پاک ﷺ سے عشق وعقیدت کے اظہار کے جذبہ سے سرشار ہوکر لکھی گئی ہیں۔

(۲) اعتقادی اور مسلکی رجحان

اس دور میں فن سیرت نگاری کا ایک محرک اعتقادی ومسلکی محرکات کو بھی قرار دیا جاسکتا ہے چنانچہ مختلف مسلکی اور فقہی مکاتب فکر کے علما، اور اداروں نے جو سیرت کے موضوع پر جو کتابیں لکھی ہیں ان میں ان کے فکری ونظریاتی اور مسلکی افکار وخیالات کا بھی اثر ہے ان مکاتب فکر میں اہل حدیث، دیوبند، اہل تشیع اور بریلوی شامل ہیں لیکن یہ امر خوش آئند ہے کہ مسلم مکاتب فکر کے علما، اور سیرت نگاروں کی کتب سیرت میں سیرت کے بنیادی ومسلمہ اصولوں اور موضوعات سے انحراف نہیں کیا گیا بعض واقعات سیرت کی تعبیر وتشریح میں انہوں نے اپنے مخصوص عقائد کا البتہ اظہار کیا ہے۔ تاہم غیر مسلموں میں احمدی گروہوں، قادیانی اور لاہوری سیرت کے موضوع پر متعدد کتابیں لکھی ہیں جس میں انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے مسلمہ عقائد کے برعکس اپنے خودساختہ اور گمراہ کن عقائد کا پروپگنڈہ کیا ہے۔

(۳) دعوتی وتبلیغی اور تربیتی واصلاحی رجحان

عقیدہ رسالت پر ایمان اگرچہ مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے اس حوالے سے حضور اکرم ﷺ کی نبوت پر ایمان، اطاعت اور صحبت لازمی تقاضے ہیں چنانچہ زیرنظر عہد میں سیرت رسول ﷺ کو ایمانی ودینی تقاضوں کی تجدید واحیاء، تزکیہ وتربیت اور انفرادی واجتماعی اصلاح کا ذریعہ بنایا گیا اس مقصد کے لیے سیرت رسول ﷺ پر خاص زاویے سے کتابیں لکھی گئیں۔

(۴) خصوصاً نوجوان، بچوں اور خواتین کو آنحضرت ﷺ کے مقام واحترام اور سیرت وکردار سے روشناس کرانے میں کتب سیرت نے اہم کردار ادا کیا۔

(۵) تاریخی رجحان

یہاں تاریخی رجحان سے ہماری مراد یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کی کتابوں نے سیرت رسول ﷺ کی ترویج واشاعت اور فن سیرت نگاری کی توسیع وترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ عربی اور اردو زبان میں اسلامی تاریخ کی کتابوں کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے اور

اسلامی تاریخ کی کتابوں کا آغاز ہی عہد رسالت ﷺ سے ہوتا ہے چنانچہ اسلامی تاریخ کی مختصر کتابوں کا ابتدائی حصہ اور ضخیم کتابوں کی ابتدائی جلدیں عہد وحیات نبویؐ کے حالات وواقعات پر مشتمل ہوتی ہیں جو بلاشبہ ذخیرہ سیرت کا قیمتی سرمایہ ہے زیرنظر عہد میں مسلم تاریخ ملت اسلامیہ کے احیاء اور نصابی تعلیم کے لیے استعمال کیا گیا جس کی وجہ سے ازخود سیرت نگاری میں اضافہ ہوا۔اس حوالے سے چند کتب اسلامی تاریخ کے نام یہ ہیں جن میں عربی کتابوں کے تراجم بھی شامل ہیں۔

(۱)	شمس التواریخ (حصہ اول،دوم)	ازمولوی وارث علی اکبر	۱۹۰۱ء
(۲)	عروج اسلام ترجمہ الکامل	ازابن اثیر (جلد اول)	۱۹۰۱ء
(۳)	رسالہ آغاز اسلام	ازعبداللہ انصاری	۱۹۰۲ء
(۴)	تاریخ اسلام	ازاحسان اللہ عباسی	۱۹۱۷ء
(۵)	تاریخ ابوالفدا (جلد دوم) ترجمہ	ازکریم الدین پانی پتی	۱۹۱۷ء
(۶)	تاریخ خلفائے اسلام	ازمحمد شاہ خاں آفرید	۱۹۲۴ء
(۷)	تاریخ عرب	ازعبدالغفور،عبدالعلیم	۱۹۲۴ء
(۸)	تاریخ اسلام (جلد اول)	ازعبدالحلیم شرر	۱۹۲۵ء
(۹)	تاریخ اسلام	ازاکبر شاہ نجیب آبادی	۱۹۲۰ء
(۱۰)	تاریخ اسلام (پہلا حصہ)	ازمولانا حلیل الرحمٰن	۱۹۳۱ء
(۱۱)	تاریخ اسلام (تین حصے)	ازمولانا محمد میاں دیوبندی	۱۹۳۳ء
(۱۲)	تاریخ اسلام	ازمولوی محمد ابوالحسن	۱۹۳۶ء
(۱۳)	اسلامی تاریخ	ازمولانا ثناءاللہ امرتسری	
(۱۴)	تاریخ الامت (حصہ اول)	ازمحمد اسلام جیراج پوری	۱۹۴۴ء
(۱۵)	تاریخ اسلام حصہ اول	ازشاہ معین الدین ندوی	۱۹۳۹ء

اسلامی تاریخ کی کوئی کتاب آنحضرت ﷺ کے ذکر مبارک کے بغیر مکمل نہیں ہوسکی اسلامی تاریخ کی کتابیں آنحضرت ﷺ

کی سیرت عموماً سوانحی اسلوب اور زمانی ترتیب کے ساتھ ہوتی ہیں یہ کتابیں سیرت رسول اللہ ﷺ کا اہم حصہ ہیں۔ سیرت کی دیگر کتابوں کی طرح اسلامی تاریخ کی عمومی کتابوں میں صحت کا زیادہ خیال نہیں رکھا گیا تاہم شاہ معین الدین احمد کی تاریخ اسلام محمد اسلم جیراج پوری کی تاریخ الامت اور اکبر شاہ خان نجیب آبادی کی تاریخ اسلام ان عیوب سے پاک ہیں۔

(۲) <u>ترجمہ نگاری کے رجحان میں اضافہ</u>

مختلف زبانوں کی کتب سیرت کے ترجمہ کا تذکرہ ہم گزشتہ باب میں کر چکے ہیں لیکن وہ ترجمہ نگاری کا ابتدائی رجحان تھا زیر نظر عہد میں عربی اور انگریزی کی بعض اہم کتب سیرت کے اردو زبان میں ترجمہ ہوئے ان میں قدیم اور جدید مصنفین کی کتابوں کے تراجم بھی شامل ہیں تراجم کے چند نمونے درج ذیل ہیں۔

(۱) ابن ہشام کی ''السیرۃ النبویہ'' کا ترجمہ سیرت رسول ﷺ کے نام مولوی ان شاء اللہ خان نے ۱۹۱۴ء میں کیا۔ ان میں ضروری حواشی کا بھی اضافہ کیا گیا۔

(۲) قاضی عیاض اندلسی کی کتاب ''الشفاء'' کا ترجمہ ''شمیم الریاض'' کے نام سے دو جلدوں میں حافظ محمد اسماعیل کاندھلوی نے کیا۔

(۳) علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی کی کتاب ''الانوار المحمدیہ من مواہب الدنیہ'' کا ترجمہ عبدالجبار خان آصفی نے کیا۔

(۴) محمد حسین ہیکل کی کتاب ''حیاۃ محمد'' کا اردو ترجمہ ابو یحیٰ محمد امام خان نوشہروی نے کیا۔

(۵) ابن قیم کی ''زاد المعاد فی ہدیٰ خیر العباد'' کا ترجمہ مولانا عبدالرزاق ندوی ملیح آبادی نے کیا۔

(۶) علامہ ابن جریر طبری کی ''تاریخ طبری'' پہلی دو جلدوں کا ترجمہ محمد ابراہیم ندوی نے کیا۔

(۷) ابن سعد کی ''طبقات'' کا ترجمہ ''عبداللہ العمادی نے یا۔

(۸) عبدالرحمٰن عزام بک مصری کی کتاب بطل الابطال کا ترجمہ تاجدار دو عالم۔ کے نام سے محمد ظہور وجدانی نے کیا۔

(۹) سیرت ابن ہشام ایک اور ترجمہ قطب الدین احمد محمودی نے کیا۔

(۱۰) ٹاسائی کے مجموعہ مضامین کا ترجمہ ''حکم النبی محمد ﷺ کے نام سے مولانا سلیم تبعین نے کیا۔

(۱۱) کارلائل کے لیکچرز کے مجموعہ ''ہیرو اینڈ ہیرو ورشپ'' ''ہیرو ایز اے پرافٹ کا ترجمہ ''سید الانبیاء کے نام سے اعظم خان نے کیا۔

(۱۲) خالد لطیف گابا کی ''پرافٹ آف دی ڈیزرٹ'' کا ترجمہ خود مصنف نے ''پیغمبر صحرا'' کے نام سے کیا۔

(۱۳)   خورشید احمد انور نے اپنی کتاب ''محمد آف عریبیہ ﷺ'' کا ترجمہ ''محمد عربیؐ'' کے نام سے کیا۔

زیرِ نظر عہد (۱۹۱۹ء۔ ۱۹۴۷) کو اس تفصیلی جائزے کی روشنی میں ہم بجا طور پر سیرت نگاری کے عروج کے دور سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ جو نہ صرف تصانیت کی کثرت' موضوعات کے تنوع علمی و تحقیقی مواد' ناقدانہ اسلوب' دینی و ملی جذبہ سے سرشار ہے۔

حواشی............باب ششم

(۱) عقیل، معین الدین، ڈاکٹر، مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، لاہور ۱۹۸۱ء

(۲) ایضاً، ص ۷۸

(۳) ڈاکٹر معین الدین عقیل، ص ۷۹

(۴) ڈاکٹر معین الدین عقیل، ص ۸۰

(۶) ایضاً، ص ۸۱

(۷) ایضاً، ص ۸۲

(۸) الاعظمی، محمد الیاس، ڈاکٹر، دارالمصنفین کی تاریخی خدمات، خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ ۲۰۰۲ء، ص ۱۳۶

(۹) ایضاً، ص ۱۳۹

(۱۰) ایضاً ۱۴۲

(۱۱) ایضاً ۱۴۵

(۱۲) ایضاً ۱۴۶

(۱۳) شبلی نعمانی، علامہ، سیرۃ النبیؐ، دارالاشاعت کراچی ۱۹۶۵ء، ج ا، ص ۱۰۸

(۱۴) شبلی نعمانی ج دوم ۱۹۶۵ء

(۱۵) شبلی نعمانی ج سوم ۱۹۶۵ء

(۱۶) شبلی نعمانی ج چہارم ۱۹۶۵ء

(۱۷) شبلی نعمانی ج پنجم ۱۹۶۵ء

(۱۸) شبلی نعمانی ج ششم ۱۹۶۵ء

(۱۹) ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی ص ۱۶۱

(۲۰) ایضاً، ص ۱۵۵

(۲۱) ایضاً ص۲۱

(۲۲) ایضاً ص۲۵۳

(۲۳) تھانوی، اشرف علی مولانا، نشر الطیب کراچی ص۲،۳

(۲۴) صدیقی، محمد میاں ڈاکٹر، اردو زبان میں چند اہم کتب سیرت، سہ ماہی فکر و نظر، اسلام آباد جولائی۔ دسمبر ۱۹۹۲ء ص ۳۰۹

(۲۵) داناپوری، ابوالبرکات عبدالرؤف مولانا، اصح السیر فی ہدی خیر البشر ﷺ، کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی، سن ندارد ص ۱۵

(۲۶) ڈاکٹر محمد میاں صدیقی ص ۳۱۰

(۲۷) کاندھلوی، مولانا محمد ادریس، سیرۃ المصطفیٰ، لاہور ۱۳۸۱ء

(۲۸) ایضاً ص ۱۷

(۲۹) خالد انور محمود، ڈاکٹر، اردو نثر میں سیرت رسول لاہور ۱۹۸۹ء

(۳۰) گیلانی، مناظر احسن، سید النبی الخاتم، مکتبہ رشیدیہ لاہور، ۱۳۹۲ھ

(۳۱) انور محمود خالد ص ۶۴۰

(۳۲) افضل حق چوہدری، محبوب خدا، قومی کتب خانہ لاہور ۱۹۶۹ء

(۳۳) ڈاکٹر انور محمود خالد ۶۵۸

(۳۴) ڈاکٹر انور محمود خالد ۶۶۰

(۳۵) ڈاکٹر انور محمود خالد ۶۶۱

باب ہفتم

سیرت نگاری آزادی کے بعد

(۱۹۴۷ء۔۱۹۷۷ء)

باب ھفتم

سیرت نگاری آزادی کے بعد
(۱۹۴۷ء۔۱۹۷۷ء)

(۱)

ہم نے گزشتہ باب (ششم) کا آغاز بین الاقوامی سیاسی حالات اور مسلمانانِ ہند پر اس کے اثرات سے کیا تھا اور ان سیاسی تغیرات کے نتیجے میں سیرت نگاری پر مرتب ہونے والے اثرات کو دیکھا تھا۔ اس باب کا آغاز ہم برصغیر کے سیاسی حالات سے کریں گے لیکن اسے تحریک آزادی اور قیام پاکستان کی جدوجہد کے جائزے عمومی تک محدود رکھیں گے، ہم سمجھتے ہیں کہ تحریک آزادی کے محرکات اور قیام پاکستان کے تاریخی واقعہ (۱۹۴۷ء) نے اور اس کے بعد کے حالات نے سیرت نگاری پر گہرے نقوش مرتب کیے ہیں۔

(۲)

تحریک آزادی اور قیام پاکستان

برعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں کا یہ احساس ان میں ابتدا ہی سے موجود رہا ہے کہ وہ ہندوؤں سے قطعی طور پر علیحدہ ایک قوم ہیں۔ اس دوقومی نظریے کا ایک طویل تاریخی پس منظر ہے کہ جب اس رزمین پر پہلا مسلمان وارد ہوا تو اس نے اپنے آپ کو یہاں کی ہر قوم کو فرد سے بالکل علیحدہ محسوس کیا بانیِ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے ایک بار کہا تھا کہ جب ہندوستان کا پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ اپنی قوم کا فرد نہ رہا، وہ ایک دوسری قوم کا فرد بن گیا، یہ حقیقت ہر موقع پر ظاہر ہوتی رہی کہ اسلام اور ہندودھرم صرف مذاہب نہیں بلکہ دو مختلف معاشرتی اور تہذیبی نظام ہیں۔ زبان و ادب، نام و نسب اور روایات و اخلاق ہر لحاظ سے مسلمانوں کا اپنا انفرادی نقطہ نظر اور فلسفہ حیات ہے جس وقت اسلام ہندوستان میں آیا اس نے کسی نہ کسی انداز میں اپنے منفرد سیاسی اور تہذیبی وجود کو برقرار رکھنے کی کوشش کی حتی کہ یہ کوشش تحریک پاکستان کی صورت میں ظاہر ہوئی قومیت کے علیحدہ تصور نے ہی پاکستان کو حقیقت سے

ہمکنار کیا۔ تحریک پاکستان کے جو عوامل کارفرما رہے وہ یہ تھے کہ ہندو اور مسلمان ہر اعتبار سے دو علیحدہ قومیں ہیں لہٰذا ان دونوں قوموں میں مذہبی اور تہذیبی اعتبار سے نمایاں فرق ہے اور ان کے مقاصد حیات بھی علیحدہ ہیں اس لیے ایک بڑی تعداد والی قوم کے ساتھ مسلمانوں کا مستقبل متحدہ ہندوستان میں محفوظ نہیں رہ سکتا ہے چونکہ ماضی میں مسلمانوں کو ہندوؤں کی جانب سے تلخ صدمات اٹھانا پڑے تھے اس لیے مسلمانوں کو ہندوستان میں مکمل اور یقینا تحفظ حاصل رہنا چاہیے یا ہندوستان کی تقسیم ہونی چاہیے۔ پھر تقسیم کے بعد مسلمان اپنے ماتحت علاقوں یا پاکستان میں اسلامی مملکت قائم کریں گے۔

پاکستان کا قیام دراصل مسلمانوں کی اس طویل ہزار سالہ جدوجہد کا نتیجہ ہے جس کے تحت مسلمان ہر زمانے میں اپنی جداگانہ ہستی کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں ان کی اس انفرادیت کو مٹانے اور انہیں اپنے اندر ضم کرنے کی غرض سے ہندوؤں نے ان پر مختلف محاذوں سے حملہ کیا ایک محاذ تو میدان جنگ کا تھا وقت آنے پر وہ اپنی تمام فوجی قوتوں کو متحد کر کے مسلمانوں کے مقابلے پر لے آتے تھے محمد بن قاسم سے احمد شاہ ابدالی تک جس نے بھی ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا آغاز یا احیاء کیا اسے اسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑا ہندوؤں کا دوسرا محاذ سیاسی اور تہذیبی تھا عملاً مسلمانوں کو ایک علیحدہ قوم تسلیم کرنے کے باوجود ہندو ان کی جداگانہ حیثیت کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے سیاسی میدان میں ہمیشہ ہندو مسلم بھائی چارے کا نعرہ گونجا اور دونوں کو ایک ہی قوم ثابت کرنے میں سارا زور صرف کر دیا گیا مقصد صرف ایک تھا کہ اکثریت کے بل بوتے پر حکومت کے اختیارات ہندوؤں کے ہاتھ میں رہیں اور مسلمان ان کے غلام بن جائیں۔ ان کے نفرت انگیز رویے نے کبھی اردو زبان کی مخالفت کا روپ اور کبھی گائے کے تحفظ کا کسی نے مسلمانوں کو غیر ملکی حملہ آور قرار دے کر عرب لوٹ جانے کی تلقین کی اور کسی نے اس بات پر زور دیا کہ وہ اپنے مذہب تاریخ روایات اور تہذیب ہر شے کو ترک کر کے اپنے آپ کو ہندو قومیت میں جذب کر دیں۔ مسلمانوں نے اس صورتحال کا ہر موقع پر پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ ان کے لیے یہ مسئلہ انگریزوں کے دور میں زیادہ شدت اختیار کر گیا تھا اب انگریز چاہتے تھے کہ مسلمان اپنے زوال کی انتہا تک پہنچ جائیں اس کی وجہ محض یہ نہ تھی کہ مسلمان یہاں کے سابق حکمران تھے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی تھا کہ وہ دوسرے اسلامی ممالک کے ساتھ دینی اخوت کے رشتے میں بندھے ہوئے تھے یہ رشتہ انگریزوں کے لیے بھی باعث تشویش بن سکتا تھا چنانچہ انگریزوں کی بھی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ ہندوستان میں مسلمان اور اسلام ایک قوت نہ بن سکیں۔ مسلمانوں کے سامنے ہندوؤں اور انگریزوں کے مشترکہ مفادات اور مقاصد پوری طرح واضح تھے وہ محض ہندوستان میں بسنے والی ایک قوم کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک

مسلمان قوم کی حیثیت سے اپنے قومی وجود کو زندہ رکھنا چاہتے تھے انہوں نے متعدد مرتبہ بغاوت کی حضرت مجدد الف ثانی نے ان کے ملی وجود کو غیر قوموں کے اشتراک سے روکا تھا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کی قومی حیثیت کو مزید تقویت پہنچائی تھی۔ سید احمد شہید اور ان کے رفقاء نے ایک طویل عرصہ تک دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کیا جو ان کے پیروؤں کے طفیل بیسویں صدی کے اوائل تک جاری رہا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بھی مسلمان پیش پیش تھے بلکہ یہ ان ہی کے دم قدم سے شروع ہوئی تھی اور ان ہی کی تباہی پر ختم ہوئی۔ بعد میں بھی اسی اضطراب اور بے چینی کے نتیجے میں مسلمانوں نے اکثر مواقع پر اپنے اس مزاج کا مختلف تصورات آزادی اور ایک آزاد اسلامی مملکت کے تصور کی شکل میں اظہار کیا اس طرح فی الحقیقت مجدد الف ثانی سے لے کر قرارداد پاکستان تک ایک ہی رویہ اور ایک ہی نظریہ مختلف صورتوں اور تحریکوں میں کارفرما رہا۔ (۲) مسلمانوں کی سیاست برعظیم کی تاریخ میں ہمیشہ ایک متوازی راستے پر چلی اور کبھی ہندو سیاست کے جال میں گرفتار نہیں ہوئی مسلمانوں نے اپنی ساری جدوجہد میں اسلام کے اس نظریے اور اس مزاج کا بار بار اظہار کیا کہ وہ غیروں کی غلامی کو کسی صورت قبول نہیں کر سکتے۔ یہ مسلمانوں کا اپنے مقصد اور نصب العین سے پختہ عزم اور عہد اور بے مثال ایثار و قربانی تھی کہ بالآخر مسلمانوں کو انگریزوں اور ہندوؤں دونوں کی غلامی سے آزادی نصیب ہوئی اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر مسلمان کی ایک آزاد اور خود مختار مملکت وجود میں آگئی۔

(۳)

قرارداد مقاصد

برعظیم کے مسلمانوں کے لیے صرف ایک آزاد مملکت کا حصول ہی حتمی اور آخری مقصد نہیں تھا بلکہ اس کا حصول اور سرزمین پر ایک اسلامی معاشرے کا قیام، شریعت اسلامی کے نفاذ اور عدل و انصاف کی ترویج کا ذریعہ تھا۔ پاکستان کی بنیادیں ایک واضح اور ٹھوس نظریاتی اساس پر رکھی گئی تھیں۔ قرارداد پاکستان سے ان بنیادوں کی نشاندہی ہوتی تھی یہ مسئلہ کہ یہ بنیادیں نئی مملکت میں کس آئین کے توسط سے استوار ہوں گی، قیام پاکستان سے پہلے بھی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ قرارداد پاکستان میں جو ہمارے ملی تشخص اور قومی نصب العین کا مظہر ہے، آئینی نظام کی کسی قدر جھلک نظر آتی ہے۔ تحریک پاکستان کے دوران قائداعظم نے پاکستان کے آئین کی تفصیلات پر اظہار خیال سے ہمیشہ گریز کیا۔ انہوں نے ہر موقع پر یہی کہا کہ یہ کام پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کرے گی۔ قائداعظم

محض اپنی مرضی سے کوئی لائحہ عمل ترتیب نہیں دینا چاہتے تھے۔ وہ خود قانون دان تھے اور آئین پسندی کا دامن کسی حالت میں بھی ترک نہ کرتے تھے انہوں نے آئین کی تیاری کو دستور ساز اسمبلی کی صوابدید پر منحصر رکھا۔ ﴿۳﴾

پاکستان کی قومی سیاست کو بالکل ابتدا ہی بڑے دشوار حالات کا سامنا تھا آزادی کے بعد پہلا سال ایک نئی انتظامیہ کی ترتیب دینے اور لاکھوں مہاجرین کی آبادکاری وار ریاستوں کے بے حد مشکل اور ہمہ گیر مسائل سے عہدہ برآ ہونے میں صرف ہو گیا' پاکستان کے لیے ایک نئے آئین کی تیاری بھی اسوقت کا ایک اہم ضروری مسئلہ تھا قیام پاکستان کے وقت قانون آزادی ہند کے تحت ۱۹۳۵ء کے قانون کو ہی بعض تبدیلیوں کے ساتھ وقتی طور پر ملک کا کام چلانے کے لیے اختیار کیا گیا تھا۔ چونکہ یہ پرانا قانون ملک کی نظریاتی ضرورتوں اور تقاضوں پر پورا نہ اتر سکتا تھا' اس لیے نظریہ پاکستان اور عام قومی احساسات سے ہم آہنگ آئین مرتب کرنے کے لیے فوری طور پر ایک نئی دستور ساز اسمبلی قیام پاکستان کے صرف تین ہفتوں بعد ہی تشکیل دیدی گئی تھی جس نے اپنا فریضہ انجام دینا شروع کر دیا۔ اس دوران ملک کے اندرونی مسائل اور بیرونی خطرات نے قومی جذبات کو مسلسل مضطرب اور منتشر رکھا اور اس دوران قوم کو قائداعظم کی رحلت کے شدید اور المناک سانحے سے دوچار ہونا پڑا چنانچہ آئین سازی کا فریضہ پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کے سپرد ہوا۔

عام سازگار حالات میں نئی آئین سازی کا کام بہت مشکل اور ہمت آزما ہوتا ہے آئین میں زیادہ سے زیادہ نقطہ ہائے نظر کو ملحوظ رکھنا ہوتا ہے اور ایسے حالات میں جب کہ ایک طبقہ ملک کی نظریاتی اساس کے خلاف بھی متحرک ہو لیکن اس ملک کے عوام اور علماء پوری طرح بیدار تھے اس لیے انہوں نے دستور کو اسلامی بنیادوں پر تشکیل دینے کے لیے رائے عامہ کو بیدار اور متحرک کرنیکا اہم کام سرانجام دیا' سخت نظریاتی کشمکش اور مفادات میں تصادم کے ساتھ ساتھ لسانی اور علاقائی فتنے بھی کھڑے ہو گئے۔

پاکستان میں آئین سازی کا مرحلہ ایک کٹھن دور سے گزرا۔ دستور کو اسلامی بنیادوں پر تشکیل دینے کے لیے اسمبلی کے اندر اور باہر زبردست نظریاتی اور سیاسی کشمکش بھی ہوئی اسی کشمکش اور جدوجہد کے نتیجے میں حصول پاکستان کے مقاصد' قومی احساسات اور تقاضوں سے بڑی حد تک ہم آہنگ دستور ساز اسمبلی نے مارچ ۱۹۴۹ء میں ایک قرارداد منظور کی جو قرارداد مقاصد کے نام سے مشہور ہے وزیراعظم لیاقت علی خان نے اس قرارداد کی منظوری کو حصول آزادی کے بعد اس ملک کی زندگی کا اہم ترین واقعہ قرار دیا یہ قرارداد فی الحقیقت مستقبل کے آئین کی بنیاد بننے والے رہنما اصولوں پر مشتمل تھی۔

اس قرارداد میں پاکستان کا دستور قرآن اور سنت کے مطابق بنانے کا عہد کیا گیا تھا اس میں کہا گیا تھا کہ کائنات کی ساری حاکمیت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کے مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے اہل پاکستان اقتدار استعمال کریں گے۔ پاکستان میں اسلام کے اصولوں کے مطابق جمہوریت آزادی اور معاشرتی عدل کو پوری طرح ملحوظ رکھا جائے گا اور پاکستان کے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے اپنی زندگی کتاب وسنت کی تعلیمات کے مطابق ڈھال سکیں گے' اقلیتوں کو اپنے مذہب وتہذیب کے فروغ اور اس پر عمل درآمد کی معقول ضمانت دی جائے گی' بنیادی حقوق کا تحفظ کیا جائے گا' عدلیہ محفوظ رہے گی اور ملک کی سالمیت اور آزادی کا تحفظ کیا جائے گا۔ (۴)

قرارداد مقاصد تو منظور ہوگئی لیکن اس کے باوجود ملک کو سیکولر بنانے کے داخلی اور خارجی عناصر سرگرم عمل رہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے ملک کے دینی طبقوں نے سیکولرازم کی داخلی اور خارجی قوتوں کے خلاف سیاسی اور علمی دونوں محاذوں پر مزاحمت اور استقامت کی جراتمندانہ مثالیں قائم کیں۔ اس حوالے سے مذہبی سیاسی جماعتوں' علماء کرام اور مدارس دینیہ کے ساتھ جدید تعلیم یافتہ اسلام پسند اہل دانش وبینش کا کردار اور خدمات قابل تحسین ہے۔

سیرت نگاری میں رجحانات کا اضافہ

پاکستان کا قیام بیسویں صدی کا ایک اہم تاریخی واقعہ ہے دنیا کے نقشہ پر ایک نظریاتی مملکت کے وجود میں آجانے کے بعد اس کو نظریاتی بنیادوں پر مستحکم اور مضبوط بنانے کی ضرورت تھی چنانچہ مسلمانوں کی نظریاتی مملکت میں سیرت اور مطالعہ سیرت کی ضرورت وافادیت پہلے سے زیادہ اہمیت اختیار کرگئی۔ چنانچہ زیرنظر عہد میں مطالعہ سیرت میں اضافہ کے ساتھ سیرت نگاری کے مطالعہ کا دائرہ وسیع ہوتا گیا نئے حالات' نئے علوم اور نئے مسائل کی روشنی میں سیرت کو دیکھا گیا جس کی وجہ سے سیرت نگاری کے نئے رجحانات بھی سامنے آئے ذیل میں ہم سیرت نگاری کے نئے رجحانات کا مطالعہ کریں گے۔

(۱) داعیانہ اور مصلحانہ سیرت نگاری

زیرنظر عہد میں سیرت نگاروں کا غالب رجحان دعوت دین اور اصلاح وتربیت کی طرف نظر آتا ہے ممکن ہو کہ نئی نظریاتی مملکت کے باشندوں کی تعمیر سیرت کے نقطۂ نظر سے ایسا کیا گیا ہو لیکن یہ بات مسلمہ ہے کہ سیرت کا اصل مقصد ایمان وسلامتی کی حفاظت اور انفرادی اور اجتماعی تربیت ہے' رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ اور مشن بھی انسانوں کی فکری اور عملی تربیت تھا اس عہد میں

اصلاح ودعوت کے مقصد کی روشنی میں سیرت کی جو کتابیں لکھی گئیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے ان میں سے چند یہ ہیں۔﴿۵﴾

- آئینہ خلق محمدیؐ۔ از عزیز الدین احمد قادری
- اداب النبیؐ از مولانا مفتی محمد شفیع
- سیرت النبویؐ از سیماب اکبرآبادی
- شاہکار نبوت از سید آل مزمل پیرزادہ
- رسول خدا کا دشمنوں سے سلوک (۱۹۵۹ء) از امداد صابری
- اسوہ حسنہؐ از مولانا محمد ظفیر الدین
- حیات طیبہ از محمد عبدالحی
- آفتاب نبوت۔ از قاری محمد طیب
- خطبات ماجدی یا سیرت نبوی قرآنی از مولانا عبدالماجد دریا آبادی
- محسن اعظم اور محسنین از فقیر وحید الدین
- اخلاق پیغمبری از طالب ہاشمی
- رسول رحمت از مولانا ابوالکلام آزاد
- جامع الصفات از سید محمد رضوی
- اسوہ رسول اکرم از ڈاکٹر محمد عبدالحی
- اسم اعظم از ادیب عبدالقیوم
- رسول اکرم از قاضی نواب علی
- داعی اعظمؐ .. از محمد یوسف اصلاحی
- محمد ﷺ از علی اصغر چوہدری
- اسوہ حسنہ قرآن کی روشنی میں از محمد شریف قاضی

سیرت پر اور بھی کتابیں ایسی ہیں جنہیں داعیانہ اور مصلحانہ سیرت نگاری کی صف میں شامل کیا جاسکتا ہے نیز مذکورہ کتابوں کا تفصیلی جائزہ بھی ممکن نہیں ہے اور ضروری بھی نہیں تاہم چند کتابیں جنہیں ہم اس رجحان کی نمائندہ کتاب کہہ سکتے ہیں اس کا ذیل میں مختصر تعارف پیش کریں گے۔

(۱) حیات طیبہ ۱۹۶۰ء از محمد عبدالحی

حیات طیبہ میں نہایت آسان زبان اور مؤثر انداز میں آنحضرت ﷺ کی پاک زندگی کے واقعات بیان کیے گئے ہیں جن سے تعلیم یافتہ اور نیم تعلیم یافتہ افراد یکساں طور پر مستفید ہو سکتے ہیں۔ حیات طیبہ میں دعوت دین کے ایک داعی کا سا جوش وخروش اور مشنری جذبہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ بعث نبوی ﷺ کے بعد حضور ﷺ کی ابتدائی دعوت کے مرحلہ کا ذکر کرتے ہوئے فاضل مصنف لکھتے ہیں کہ:

''کار نبوت پر مامور کیے جانے کے بعد سب سے پہلا مرحلہ یہ تھا کہ صرف ایک خدا کی بندگی اختیار کرنے اور باقی سیکڑوں خداؤں کا انکار کرنے کی دعوت سب سے پہلے کسے دی جائے ایسے لوگوں کے سامنے وہ بات پیش کرنا جو ان کے مزاج، پسند اور عادتوں کے بالکل برخلاف ہو واقعی بڑا سخت مرحلہ تھا چنانچہ آنحضرت ﷺ نے سب سے پہلے ان لوگوں کو منتخب فرمایا جن سے اب تک بہت قریبی تعلقات رہے تھے اور جو آپ کی عادات اور اخلاق کا براہ راست تجربہ رکھتے تھے آپ کی سچائی اور دیانت کے بارے میں قطعی فیصلہ کر چکے تھے ان کے لیے یہ آسانی ممکن نہ تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کی فرمائی ہوئی کسی بات کا انکار کر سکیں''۔

اس اقتباس میں حضور ﷺ کی دعوت کی حکمت کا بڑی خوبصورتی سے تجزیہ کیا ہے اور کار نبوت کا مقصد بیان کیا ہے۔ مولانا عبدالحی نے غزوہ تبوک دوران جو مسائل تھے انہیں بیان کرنے کے بعد مسلم معاشرے کی خصوصیات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے فرماتے ہیں کہ:

''جب کسی فرض کے ادا کرنے کا وقت آ جائے تو اس وقت مومن کے لیے سستی دکھانا ٹھیک نہیں کبھی سستی ہی سستی میں کام کا وقت نکل جاتا ہے پھر یہ عذر کچھ کام نہیں دیتا کہ اس کا قصور بدنیتی کی بنیاد پر نہیں تھا'' ﴿۶﴾

حیات طیبہ موجودہ دور کی مصروف زندگی میں گھرے انسانوں کے لیے ایک اچھا تحفہ ہے جو اس مختصر کتاب میں سیرت طیبہ کا اجمالی مطالعہ کر سکتے ہیں۔ ﴿۷﴾

(۲) محسنِ اعظم اور محسنین از فقیر وحید الدین

فقیر وحید الدین کی محسن اعظم اور محسنین'' دو حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصہ میں آنحضرت ﷺ کی ولادت سے وصال تک کے حالات بیان کیے گئے ہیں اور دوسرے حصے میں (محسنینؓ) میں خلفائے راشدین کے حالات درج ہیں۔

مصنف کا کہنا ہے کہ ''اس اختصار پسند دور میں جبکہ زمان و مکان کے فاصلے سمٹ رہے ہیں، اس فقیر نے نہایت ہی مختصر سوانح حیات پیش کرنے کی کوشش اور جسارت کی ہے تاکہ کم سے کم وقت میں قرون اولیٰ کے نمایاں واقعات پڑھنے والے کی نگاہوں سے گزر جائیں، لوگوں کو اسلامی ادب میں اور تاریخ کے مطالعے سے دلچسپی پیدا ہو اور خاص طور سے ہمارا نوجوان طبقہ انسانیت کے محسن اعظم کی سیرت اور حضور ﷺ کے ان رفقاء کے حالات کو (جن کی زندگی میں آپ کی تعلیم و تربیت کا پورا عکس نظر آتا ہے) غور و فکر کا موضوع اور عمل کا نمونہ بنائے''۔

کتاب کا جز و اول (محسن اعظم) میں آنحضرت ﷺ کی ولادت، رب کا معاشرہ قبل از اسلام ''الامین'' کا لقب، بی بی خدیجہؓ سے نکاح، فکر اصلاح انسانیت، نبوت، اقدامات عملی، کفار مکہ کی ایذا رسانی، مسلمان حبشہ میں، مقاطعہ، ابوطالب اور بی بی خدیجہ کا انتقال، طائف میں تبلیغ، اہل یثرب (مدینہ) ہدایت کی راہ پر، ہجرت، کفار کے تین حملے، صلح حدیبیہ، دعوت نامے، کفار کی عہد شکنی، مسلمان مکے میں، وفود کی آمد، تکمیل انسانیت، علالت اور وصال، غرضیکہ آنحضرت ﷺ کی زندگی کے تمام نمایاں پہلو بڑے دلچسپ انداز میں بیان کیے گئے ہیں یہ کتاب نوجوان طبقے کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ اور ان کے چاروں خلفائے کرام کے بارے میں تمام اہم مواد فراہم کرتی ہے کتاب کی زبان بڑی دلکش ہے اور نہ صرف نوجوانوں، بلکہ پڑھے لکھے لوگوں کو بھی اپنی دلآویزی سے متاثر کرتی ہے۔

(۳) داعیِ اعظم ﷺ از محمد یوسف اصلاحی

''داعی اعظم'' زمانی ترتیب کے ساتھ نبی ﷺ کی حیات طیبہ پر کوئی مربوط اور مفصل تصنیف ہے بلکہ دعوت و تربیت کے پیش نظر ایک مختصر سا مجموعہ ہے۔ نبی ﷺ کی جامع زندگی اور سیرت کے عظیم ذخیرے سے کچھ مؤثر، مستند اور ایمان افروز واقعات جمع کر کے سیرت رسول ﷺ کے چار پہلوؤں کی جھلکیاں پیش کی گئی ہیں۔ پہلے باب شان بندگی میں نبی کریم ﷺ کی دعائیں جمع کی گئی ہیں دوسرے باب میں ''داعیانہ تڑپ'' میں آنحضرت ﷺ کی دینی دعوت کی ترجیح اور داعیانہ اوصاف کا تذکرہ کیا گیا ہے تیسرے

باب ''مثالی کردار'' میں آپ کے دلآویز کردار کی ایمان افروز جھلکیاں دکھائی گئی ہیں اور چوتھے باب میں ''تعلیم وتربیت'' ایسے واقعات جمع کیے گئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا پیغمبرانہ انداز تربیت قدرفطری' مؤثر اور دل نشین تھا۔﴿۱۰﴾

(۴) اسوۂ حسنہ (مصائب سرورکونین) از مولانا محمد ظفیر الدین

اسوہ حسنہ میں مولانا محمد ظفیر الدین نے یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ مصائب وآلام سے کبھی محفوظ نہیں رہے' لیکن اس کے باوجود آپؐ نے کبھی صبر واستقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ یوں آنحضرت ﷺ کی ذات میں امت کے لیے اسوہ حسنہ موجود ہے کتاب میں آنحضرت ﷺ پر نبوت سے پہلے کے آلام ومصائب (یتیمی' معاشی پریشانیاں) اور نبوت کے بعد مصیبتیں اور آزمائشوں (اہل مکہ کے مظالم) منافقین کی شرارتیں اور ازدواج واولاد کی وفات کے فطری غم) کا تذکرہ ہے۔﴿۱۱﴾

(۵) اسوہ رسول کریم ﷺ از ڈاکٹر عبدالحی

اسوہ رسول کریم ﷺ اگرچہ سیرت کی باقاعدہ کتاب نہیں ہے بلکہ اس کا موضوع سنت ہے لیکن اس میں سیرت وسنت کا خوبصورت امتزاج ضرور موجود ہے' ڈاکٹر محمد عبدالحی نے حضور اکرم ﷺ کے مکارم اخلاق' صفات قدسیہ اور شمائل عادات اور حیات طیبہ کے معمولات اور تعلیمات اسلامی کو خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے یہ کتاب بھی داعیانہ اور مصلحانہ رجحان کا ایک بہترین نمونہ ہے۔﴿۱۲﴾

(۲) علمی وادبی سیرت نگاری

جاذبیت اور کشش تو سیرت رسول ﷺ کے ہر پہلو میں ہے بلکہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ مجسم جاذبیت اور کشش ہے لیکن سیرت نگاروں نے قارئین کے لیے اپنے اسلوب سے مزید پرکشش بنادیا ان میں وہ سیرت نگار قابل ذکر ہیں جنہوں نے سیرت النبی ﷺ کو علمی وادبی اسلوب میں پیش کیا زیرنظر عہد سے پہلے بھی سیرت نگاری میں یہ اسلوب مختلف انداز اختیار کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں زیرنظر عہد میں بھی علمی وادبی رجحانات کی کتب سیرت موجود ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔﴿۱۳﴾

(۱) حیات سرور کائنات از ملا واحدی (۱۸۸۸ء۔۱۹۷۶ء)

(۲) صبح احد از ابوسلیم محمد

(۳) ننھے حضور ﷺ از احسان بی اے

(۴)ہادیِ کونین از حکیم محمد اسماعیل ظفر آباد

(۵)سید العرب از محمود رضوی

(۶)دریتیم از مولانا ماہر القادری

مذکورہ بالا کتب سیرت علمی انداز سے مرتب کی گئی ہیں ذیل میں چند نمائندہ کتب کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

(۱)''دریتیم'' از مولانا ماہر القادری (۱۹۰۷ء۔۱۹۷۸ء)

مولانا ماہر القادری نے ''دریتیم'' ناول کے انداز میں لکھی ہوئی سیرت کی کتاب ہے تاہم اس میں تخیل کی پروازی سے گریز کیا گیا ہے'مولانا کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ:

''ناولوں اور افسانوں کی بنیاد خود تراشیدہ خاکے ہوتے ہیں جن میں انشا پرداز تخیل کا رنگ بھرتا ہے۔''دریتیم'' بھی ناول کے انداز پر لکھی گئی ہے لیکن اس کا ہیرو''انسان کامل'' ہے جس سے بہتر انسان پر آج تک سورج طلوع نہیں ہوا۔یہی ذات گرامی خلاصہ کائنات'فخر موجودات اور شرف انسانیت ہے۔اس لیے''دریتیم'' میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملے گا جو اس زبان حق ترجمان ہے کہ و ماینطق عن الھویٰ ان ھوالا وحی یوحیٰ''۔کے مصداق ہوا'نہ ادا ہوا ور اس کتاب میں شامل کر دیا گیا ہو۔اس ناول کے واقعات' تاریخی اساس اور روایتی شہادتیں رکھتے ہیں۔درایت کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ہاں!یہ ضرور ہے کہ بعض کیفیات اور تفصیلیں' زبان حال' سے بیان ہوئی ہیں' جن میں ناول نگاری کا تخیل بھی شامل ہو گیا ہے''۔اس ناول میں مصنف یہ طریقہ استعمال کیا ہے کہ روایات سے ثابت ہے کہ عبدالمطلب نے منت مانگی تھی کہ جب میرے دس بیٹے ہو جائیں گے تو ایک بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کردوں گا اس منت کو پورا کرنے کا جب ارادہ کیا تو عبداللہ کے ننھیال والوں نے مزاحمت کی۔ماہر القادری نے اس سلسلے میں جو مکالمہ ناول میں درج کیا ہے اور واقعہ کی جو تفصیل پیش کی ہے' وہ تمام تر تخیلی ہے۔یعنی انہوں نے اس تاریخی شہادت کو افسانوی انداز میں پھیلا دیا ہے اور جو واقعات نفسیاتی طور پر پیش آنے چاہیں یا پیش آئے ہوں گے' ان کو تخیل کی مدد سے زندہ کر دیا ہے۔اسی طرح دودھ پلانے والیوں کا مکالمہ' حلیمہ سعدیہ کی گفتگو اور ان کے سفر کے واقعات بھی زبان حال سے ادا ہوئے ہیں اگر چہ ان کی بنیاد تاریخی روایت پر ہے ''دریتیم'' میں بعثت نبوی ﷺ کے بعد کے واقعات' تخیلی کم اور واقعاتی زیادہ ہیں اس لیے یہ حصہ ناول سے زیادہ سوانحی معلوم ہوتا ہے یہاں مصنف نے اخبار و سیر کی کتابوں کو ماٰخذ بنایا ہے۔اسی لیے یہ جز زیادہ مستند اور معتبر معلوم ہوتا ہے۔

﴿۱۴﴾ مصنف کو اپنے اس کارنامے پر خود بہت ناز ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''یہ ناول ''دریتیم'' میرے لیے ذخیرہ عقبیٰ اور توشہ آخرت ہے نہ جانے کتنے بار خود ہی لکھتے لکھتے بے اختیار رو رہا ہوں یہی آنسو میری زندگی کا سرمایہ ہیں اور میری خوشیوں کی گراں قدر متاع ہیں۔ ''دریتیم'' کی غایت نگارش تفریح طبع نہیں توفیق عمل ہے۔'' ﴿۱۵﴾

طالب ہاشمی نے اپنے مضمون ''ماہر القادری کا عشق رسول ﷺ'' میں ''دریتیم'' کو پاکیزگی فکر اور وضع احتیاط کی وجہ سے سدا بہار پھولوں کا ایک گلدستہ قرار دیا ہے''۔ اور ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کی رائے میں: ماہر القادری کی کتاب دریتیم میں تاریخ کے اہم ترین دور کی ایسی تصویر نظر آتی ہے جس کے کردار ہم سے بہت دور رہتے ہوئے بھی ہماری شہ رگ کے آس پاس ہی موجود ہیں۔''

(۳) حیات سرور کائنات از علامہ واحدی (۱۸۸۸ء۔۱۹۷۶ء)

ملا واحدی کی کتاب ''حیات سرور کائنات'' متعدد خصوصیات کی حامل ہے اس کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہر واقعہ کو ایک مستقل مضمون بنا دیا گیا ہے تا کہ مضمون پڑھ لینے سے وہ واقعہ پوری طرح ذہن نشین ہو جائے' دوسری خصوصیت یہ ہے کہ سب واقعات ترتیب وار بیان کیے گئے ہیں اور تیسری خصوصیت یہ ہے کہ طول بیان سے گریز کیا گیا ہے لب ولہجہ ایسا شائستہ اور متین ہے کہ مسلمان تو مسلمان اگر غیر مسلم بھی پڑھیں تو متاثر ہوں گے۔ ملا واحدی صاحب اسلوب بزرگ ہیں ان کی زبان بڑی سادہ بامحاورہ' سلیس اور مہذب ہے وہ چھوٹے چھوٹے فقرے لکھتے ہیں جن میں ان کا خلوص حرکت پیدا کر دیتا ہے۔

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے مولانا کے طرز اسلوب اور سیرت نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

''ملا واحدی کے اسلوب تحریر میں جمال ہم نشین عکس بھی نمایاں ہے۔ اس سے میری مراد سیرت رسول ﷺ پر خواجہ حسن نظامی کی کتابیں ہیں۔ خواجہ حسن نظامی اردو کے البیلے انشاء پرداز بھی تھے اور عاشق رسول بھی۔ ان دونو عناصر کی آمیزش سے ان کے قلم نے جادو جگایا ہے۔ لا واحدی صاحب نے خواجہ صاحب کی نسبت زیادہ وسعت گہرائی کے ساتھ اپنی کتاب لکھی ہے۔ ہمارے خیال میں یہ کتاب آج کے پڑھنے والوں کے ذوق دین اور ذوق ادب دونوں کو سیراب کرتی ہے۔'' ﴿۱۶﴾

(۴) ''ننھے حضور ﷺ'' از احسان بی اے

۱۹۸۰ء میں شائع ہونے والی سیرت کی یہ کتاب ننھے حضور احسان بی اے نے ناول کے پیرائے میں لکھی ہے' گو مصنف

اسے ناول نہیں سمجھتے اس کتاب میں جسے مصنف ایک تاریخی بیانیہ کہتے ہیں' ناول نویسی کی قوت متخیلہ کے سہارے دربار نبوت میں باریاب ہونے کی کوشش کی گئی۔

(۳) ہادی کونین ؐ از حکیم محمد اسماعیل ظفر آبادی

ہادی کونین ؐ حکیم محمد اسماعیل نے اپنی کتاب میں آنحضرت ﷺ کی ولادت سے وفات تک کے حالات قلمبند کیے ہیں۔ مصنف نے آٹھ نو سال کی محنت شاقہ سے کام لے کر اور عربی' اردو اور انگریزی کی معروف و معتبر کتب سیرت اور احادیث و تاریخ کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے اگر چہ اس کتاب کو ادبی صف میں شامل نہیں کیا جا سکتا تا ہم بعض مقامات پر افسانوی طرز بیان اختیار کیا گیا ہے۔ جو بے ادبی کی حدود میں داخل ہو گیا ہے اس لیے اس جانب اشارہ کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔

(۴) سید العرب از محمود رضوی

یہ سیرت پر اگر چہ مختصر کتاب ہے لیکن اس میں سیرت کے تمام واقعات کا احاطہ کیا گیا ہے' مصنف کا انداز والہانہ اور طرز تحریر ادیبانہ ہے اس لیے اسے بھی علمی و ادبی رجحان کی کتب سیرت میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

(۳) تحریکی و انقلابی رجحان

تحریکی اور انقلابی رجحان سے ہماری مراد یہ ہے کہ وہ تنظیمیں اور جماعتیں جنہوں نے آزادی کے بعد پاکستان میں اقامت دین اور نظام اسلامی کے قیام کو نہ صرف اپنا نصب العین و مشن بنایا بلکہ اس کے لیے عملی جدوجہد بھی کی۔ جماعت اسلامی پاکستان بھی ان تنظیموں اور جماعتوں میں سے ایک ہے جس کا مشن اور نصب العین پاکستان میں نظام مصطفی ﷺ کا قیام ہے' جماعت اسلامی پاکستان آزادی کے بعد سے ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے کوشاں ہے۔ جماعت اسلامی نے قرآن اور سیرت رسول ﷺ کو نہ صرف اپنے مقصد اور نصب العین کی بنیاد بنایا بلکہ قرآن اور سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں عملی جدوجہد بھی کی چنانچہ جماعت اسلامی کے بانی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے قرآن کریم کی تفسیر ''تفہیم القرآن'' لکھی اور جہاں جہاں سیرت اور واقعات سیرت کا ذکر ہے اسے تفصیل سے بیان کیا۔ مولانا مودودی کے معاونین نے ''تفہیم القرآن'' سے سیرت کے متعلق موضاعات و مواد کو اخذ کر کے دو ضخیم جلدوں پر سیرت کی ایک انتہائی وقیع کتاب ''سیرت سرور عالم ''مرتب کی جو ابتداء سے مکی دور کے حالات واقعات پر مشتمل ہے اور آپ کے وصال تک یعنی مدنی دور پر مشتمل واقعات کو مزید دو جلدوں میں مرتب کرنے کا کام جاری ہے۔ جماعت

کے دوسرے اکابرین نے اپنی تنظیم اور تحریک کے مقاصد کے حصول کے لیے سیرت رسول ﷺ کی طرف خصوصی توجہ کی اور اپنے مقاصد اور نصب العین کے حصول کے لیے سیرت رسول اللہ ﷺ کو اس طرح تحریر کیا کہ ایک طرف اس کے کارکن اور عوام اپنی زندگیوں کو سیرت رسول ﷺ کے مطابق بنائیں تو دوسری طرف سیکولر و لبرل نظام کی تبدیلی اور اسلامی انقلاب کے قیام کے لیے سیرت رسول ﷺ کے ذریعہ اپنے کارکنوں اور عوام کو متحرک اور فعال کیا جائے۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے جماعت اسلامی کے اس تصور اور طریقہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

''ہمارے دور میں قیام نظام اسلامی کے لیے عملی جدوجہد کی جارہی ہے اس کی وجہ سے اسلامی تحریکوں کے وابستگان دامن کے لیے سیرت رسول ﷺ ایک تسلی اور ایک تشفی بلکہ ایک بشارت بن گئی ہے۔

جماعت اسلامی کے علاوہ بھی دوسری دینی تحریکوں نے بھی سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ تحریکی و انقلابی زاویے سے کیا ہے تحریکی اور انقلابی رجحان کی حامل چند کتب سیرت کا درج ذیل ہیں۔

(۱) محسن انسانیت	از	نعیم صدیقی
(۲) حیات طیبہ	از	محمد عبدالحی
(۳) رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب	از	سید اسعد گیلانی
(۴) حضور اکرم ﷺ اور ہجرت	از	ایضا
(۵) انسان کامل	از	خالد علوی

نعیم صدیقی کی کتاب محسن انسانیت سیرت نگاری میں نمائندہ اور رجحان ساز کتاب ہے ذیل میں اس کتاب کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

نعیم صدیقی کی کتاب ''محسن انسانیت'' کے صفحہ اول پر ''انتساب'' جن لوگوں کے نام کیا گیا ہے اس سے کتابی کے تحریکی و انقلابی ہونے کا اولین اظہار ہوتا ہے:

ان حساس جانوں..... ....

..............کے نام

جو............

ہر دور میں............

...... باطل کی طوفانی لہروں

سے......

الجھنے کے لیے

ابھر آتی ہیں ﴿۱۷﴾

کتابوں کو چار جلی عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے جو درج ذیل ہیں

(۱) (مقدمہ) پیغام، نصب العین اور تاریخی مقام

(۲) شخصیت ایک نظر میں۔ تعارف

(۳) محسن انسانیت۔ مکی دور (مدوجزر)

(۴) محسن انسانیت۔ مدنی دور (تاریخ مور موڑتی ہے)

تلواروں کی چھاؤں میں۔

اور اجالا پھیلتا ہی گیا۔

کتاب کا دیباچہ مولانا مودودی نے لکھا ہے۔ نعیم صدیقی نے کتاب کی تحریر کا محرک اس طرح بیان کیا ہے۔

''اسلام کا تحریکی شعور برابر اس ضرورت کو محسوس کرا رہا تھا کہ دنیا کے سب سے بڑے انسان۔ محمد ﷺ کی زندگی کا مطالعہ نئے انداز سے کیا جائے۔ ایک ایسا انداز جو سرور عالم ﷺ اور آج کے انسان کے درمیان حائل ہونے والے مختلف پردوں کو اٹھا دے۔ وہ مقدس زندگی مجرد ایک فرد کی سوانح نہیں ہے۔ بلکہ وہ عظیم ترین تہذیبی تحریک کا آئینہ دار ہے اسی کے واسطے سے ہم قرآن کا ترجمہ عمل کی زبان سے پڑھ سکتے ہیں اور اسی کی روشنی میں ہم اجتماعی انقلاب کی کٹھن راہوں کو طے کر سکتے ہیں جن پر سے ہو کر انسانیت اسلامی نظام کی جنت تک پہنچ سکتی ہے۔'' ﴿۱۸﴾

نعیم صدیقی نے مقدمہ میں سیرت کے تصور پر تفصیل سے روشنی ڈالی وہ لکھتے ہیں کہ:

''پیشتر اس کے کہ ہم حضور ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنے چلیں، ہمارے سامنے اس کام کا کوئی واضح تصور ہونا چاہیے جسے

سرانجام دینے کے لیے محسن انسانیتؐ تاریخ جنگاہ میں نمودار ہوئے اور عمر بھر ایک فیصلہ کن معرکہ سر کرنے میں گزار دیتے ہیں۔ حضور ﷺ کی زندگی بین الانسانی مشن کی داستان ہے وہ قرآن کے ابدی اصولوں کی تفسیر ہے جسے عمل کی زبان میں مرتب کیا گیا ہے وہ اس مقدس پیغام کی تکمیل ہے جسے کی مشعل آدمؑ ابراہیمؑ موسیٰؑ عیسیٰؑ اور جملہ انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے دور میں روشن کرتے رہے ہیں ہم سیرت پاک کو مربوط نہیں کر سکتے، واقعات کی توجیہ نہیں کر سکتے۔ مطالعہ سیرت کا مقصد متعین نہیں کر سکتے اور اس سے جو کچھ ہمیں اخذ کرنا ہے وہ کچھ اخذ نہیں کر سکتے تاوقتیکہ ہم حضور ﷺ کے کام کی نوعیت اس کے امتیازی پہلوؤں اور اس کے دائرہ کی وسعتوں کو پیش نظر نہ رکھ لیں''۔(۱۹)

نعیم صدیقی نے مطالعہ سیرت کا تفصیلی تنقیدی جائزہ لیا ہے اور مطالعہ سیرت کے مختلف تصورات کا تجزیہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ

''میرے نزدیک سیرت کے مطالعہ کا ایک ہی مقصود ہے حضور ﷺ کے پیغام کی مشعل ہمارے سامنے اور پوری انسانیت کے سامنے ایک بار پھر نور پاش ہو اور قافلہ زندگی دور حاضر کی تاریکیوں میں اسی طرح جادہ فلاح کا سراغ پالے جس طرح اسے چھٹی صدی عیسوی کے بحران سے نجات پانے کا راستہ ملا تھا بدقسمتی سے سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ ہمارے ہاں اس اسپرٹ اور اس نقطہ نظر سے کم ہو رہا ہے جس سے ہونا چاہیے ہماری دلچسپی اس میدان میں پوری طرح یہ نہیں رہی کہ ہمیں وہاں سے ایک نقشہ زندگی حاصل کر کے اپنے آپ کو اس کے سانچے میں ڈھالنا ہے بلکہ بعض دوسری دلچسپیاں بیچ میں آ گئی ہیں اور روز بروز بڑھتی جا رہی ہیں، بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو نبی اکرم ﷺ کی سیرت سے ساری دلچسپی مجرد حصول ثواب کے لیے رکھتے ہیں (اس سے انکار نہیں کہ حضور ﷺ سے قرب کی ہر کوشش خدا کی بارگاہ میں پسندیدہ ہے اور اس پر اجر کی توقع رکھنا چاہیے لیکن ایسی کوشش کا اولین مدعا زندگی کو سنوارنا بھی تو ہو۔۔۔۔ دوسری طرف مغرب سے ایک دوسرا رجحان آ گھسا ہے جسے اعاظم پرستی کہتے ہیں یہ رجحان اپنی اصل روح کے اعتبار سے قوم پرستانہ جذبات کا ترجمان ہے۔ ایک طرح کا قومی تفاخر ہے جو دوسروں کے سامنے ماضی کی نمایاں شخصیتوں کا مظاہرہ کراتا ہے۔۔۔ اس رجحان کی علامت یہ ہے کہ اس کے تحت ہر قوم متعدد شخصیتوں کے ایام وفات اور ایام پیدائش اور دوسرے یادگار دن بڑے ٹھاٹھ سے مناتی ہے مگر یہ ایام کہیں بھی ان شخصیتوں سے استفادہ کا ذریعہ نہیں بنتے۔۔۔۔ تیسرا غلط نقطہ نظر وہ ہے جو حضور ﷺ کے پیغام کو ایک نظام حیات کا پیغام نہیں سمجھتا بلکہ ایک مذہب کا پیغام قرار دیتا ہے، اس نقطہ نظر سے جو لوگ متاثر ہیں ان کا تصور یہ ہے کہ حضور ﷺ بس چند اعتقاد، چند رسوم عبادت، چند اوراد و وظائف، چند اخلاقی سفارشیں اور چند فقہی احکام پہنچانے آئے

تھے۔۔۔۔ایسا عنصر حضورﷺ سے بس طہارت‘ نماز‘ روزے‘ نوافل واذکار اور انفرادی اخلاق کی حد تک اکتساب فیض کرتا ہے لیکن تمدنی زندگی کے وسیع تر معاملات میں وہ پوری شان بے حسی کے ساتھ ہر باطل کے کام آتا ہے اور ہر فساد کے ساتھ سازگاری کر لیتا ہے اس عنصر نے گویا سیرت نبویﷺ کی مقدس کتاب کے بے شمار زریں ابواب فراموشی کی سرزمین میں دفن کر دیا ہے۔‘‘ ﴿۲۰﴾

نعیم صدیقی نے تصور سیرت کے مختلف نقطہ ہائے نظر کا ناقدانہ جائزہ لینے کے بعد اپنے تصور سیرت کی اس طرح وضاحت کرتے ہیں:

’’میرا حاصل مطالعہ وتحقیق یہ ہے کہ ہم نے مطالعہ سیرت کا صحیح بنیادی نقطہ نظر گم کر دیا ہے اور اوپر کے غلط نقطہ ہائے نظر کارفرما ہیں یہی وجہ ہے کہ سردار دو عالم کی محبت وعقیدت کے بے شمار مظاہر موجود ہونے کے باوجود اور سیرت پر دماغی کاوشیں صرف ہونے کے باوجود ہماری تاریخ کے افق سے وہ انسان طلوع نہیں ہو رہا ہے جس کا نمونہ کامل حضورﷺ نے پیش فرمایا تھا۔﴿۲۱﴾

حضورﷺ کی سیرت ہمارے اندر بجز اس کے کسی طرح جلوہ گر نہیں ہو سکتی کہ ہم اس نصب العین کے لیے ویسی ہی جدوجہد کرنے اٹھیں جس کے لیے حضورﷺ کی پوری زندگی ہم وقف پاتے ہیں وہی جدوجہد اپنے ڈھب کی سیرت پیدا کرنے کا ذریعہ بھی ہوسکتی ہے اور مصرف بھی۔محمدﷺ کی سیرت ایک فرد کی سیرت نہیں ہے وہ ایک تاریخی طاقت کی داستان ہے جو ایک انسانی پیکر میں جلوہ گر ہوئی وہ زندگی سے کٹے ہوئے ایک درویش کی سرگزشت نہیں ہے جو کنارے بیٹھ کر محض اپنی انفرادی تعمیر میں مصروف رہا ہو بلکہ وہ ایک ایسی ہستی کی آپ بیتی ہے جو ایک اجتماعی تحریک کی روح رواں تھی وہ محض ایک انسان کی نہیں بلکہ ایک انسان ساز کی روداد ہے۔۔۔۔دنیا کی اس بلندترین شخصیت کو اگر سیرت نگاری میں مجرد ایک فرد بنا کر پیش کیا جائے اور سوانح نگاری کے مروجہ طرز پر اس کی زندگی کے بڑے بڑے کاموں‘ اس کی نمایاں مہمات اور اس کے اخلاق وعادات کو بیان کر دیا جائے۔کچھ تاریخوں کی چھان بین اور کچھ واقعات کی کھوج کرید کر دی جائے تو ایسی سیرت نگار سے صحیح منشا ہرگز پورا نہ ہوگا‘ پھر سرور عالمﷺ کی زندگی کی مثال ایک جوہڑ کے کھڑے پانی کی نہیں ہے کہ جس کے کنارے کھڑے ہو کر ہم بیک نظر اس کا جائزہ لے ڈالیں۔وہ ایک بہتا دریا ہے جس میں حرکت ہے روانی ہے کشمکش ہے‘ موج وحباب ہیں‘ سیپیاں اور موتی ہیں اور جس کے پانی سے مردہ کھیتوں کو مسلسل زندگی مل رہی ہے اس دریا کا رمز آشنا ہونے کے لیے اس کے ساتھ رواں رہنا پڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ سیرت کی بہت سی کتابیں پڑھ کر نادر معلومات ملتی ہیں لیکن ہمارے اندر تحریک پیدا نہیں ہوتی جذبے انگڑائی نہیں لیتے‘ عزم وہمت کی رگوں میں نیا خون نہیں دوڑتا ذوق عمل میں نئی

حرارت نہیں آتی، ہماری زندگیوں کا جمود نہیں ٹوٹتا، وہ شرارآ رزو ہم اخذ نہیں کر پاتے جس کی گرمی نے ایک یکہ وتنہا اور بے سروسامان فرد کو قرنوں کے جمے ہوئے فاسد نظام کے خلاف معرکہ آرا کر دیا وہ سوز ساز ایمان ہی نہیں ملتا جس نے ایک یتیم بے نوا کو عرب وعجم کی قسمتوں کا فیصلہ کرنے والا بنا دیا۔'' ﴿۲۲﴾

کتاب ''محسن انسانیت'' کا آغاز حضورﷺ کی ذات اقدس، لباس، وضع قطع اور آرائش، خطابت، عام سماجی رابطہ، خالص نجی زندگی، اکل وشرب، نشست وبرخاست اور بشری حاجات کو بیان کیا ہے اپ کے حلیہ مبارک کی منظر کشی اس طرح کی ہے: ''پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، نہ پیٹ باہر نکلا ہوا، نہ سر کے بال گرے ہوئے، زیبا صاحب جمال، آنکھیں سیاہ وفراخ، بال لمبے اور گھنے آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک، سرمگین چشم، باریک وپیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے بال، خاموش وقار کے ساتھ گویا دلبستگی لیے ہوئے، دور سے دیکھنے میں زیبندہ ودلفریب قریب سے نہایت شیریں وکمال حسین، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کمی وبیشی الفاظ سے معرا، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی، میانہ قد کہ کوتاہی قد نظر سے حقیر نظر نہیں آتے نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی، زیبندہ نہال کی تازہ شاخ، زیبندہ منظر والا قد، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد وپیش رہتے ہیں۔ جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں جب حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لیے جھپٹتے ہیں، مخدوم، مطاع، نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو'' ۔﴿۲۳﴾

نعیم صدیقی نے محسن انسانیت میں مکی دور کے تمام واقعات، قریش کی مخالفت اور قتل کی سازش تک واقعہ کا تجزیہ اس طرح کیا ہے:

''تشدد کسی متزلزل نظام کا آخری ہتھیار ہوتا ہے اور اگر یہ کارگر نہ ہو تو قاعدہ یہ ہے کہ دشمنان تغیر نقیب انقلاب کی جان لینے پر تل جاتے ہیں۔ اہل مکہ تو پہلے ہی دانت پیستے تھے اور ایسے ہی ارمان رکھتے تھے مگر بس نہیں چلتا تھا۔ اب آخری گھڑی آ گئی تھی۔ کشمکش ایک فیصلہ کن مرحلے سے گزر رہی تھی اب دو متقابل طاقتیں چھنٹ کر بالکل الگ الگ ہو چکی تھیں اب واضح طور پر ایک ذہنی واعتقادی خط سرحد کھنچ چکا تھا اور جو اس پار تھے اور جو اس طرف آ گئے تھے وہ بس اسی طرف کے تھے، اب دعوت حق کی بہرحال ایک منظم طاقت تھی۔ اس کا جماعتی نظم بڑا مضبوط تھا۔ اس کا کرداری وزن بہت زیادہ تھا اس کا استدلالی اپیل غیر معمولی حد تک زوردار تھا اور اس کے خادموں کی مظلومیت دلوں کو فتح کرنے کی طاقت رکھتی تھی اب سچائی کا ننھا سا بیج ایک تناور درخت بن چکا تھا اور جو خطرہ کل تک خداوندان جاہلیت کے لیے خیالی تھا وہ اب واقعاتی صورت میں سامنے تھا اب وقت ان سے کہہ رہا تھا کہ یا تو اس خطے سے نمٹنے کی قوت رکھتے ہو تو نمٹ لو۔ ورنہ دور نو کا طوفان نور چلا آ رہا ہے جس میں تم اور تمہارے مناصب اور تمہارا مذہب اور تمہاری

جاہلانہ روایات سب کچھ بہہ جانے والی ہیں۔ کل تم اپنی اکڑی گردنیں محمد ﷺ کے پیغام کے سامنے خم کر دینی ہوں گی' خداوندان جاہلیت تاریخ کا یہ چیلنج سن رہے تھے اور برابر مضطرب ہو رہے تھے چنانچہ اب وہ داعی حق کے خون کے پیاسے ہو کر ایک نئی سازش کے لیے ذہنی طور پر تیار تھے''۔ ﴿۲۴﴾ نعیم صدیقی نے مدنی دور میں ''غزوات'' کے واقعات کے ضمن میں جہاد کے اسلامی نظریہ اختصار لیکن بڑی جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے ﴿۲۵﴾ غزوہ بدر نے کفار کی شکست اور مسلمانوں کی فتح پر حضور ﷺ کے رویہ اور رد عمل کو اس طرح بیان کیا ہے:

''فاتح طاقت بالعموم نشہ پندار میں بدمست ہو کر نہایت غیر سنجیدہ ہو جایا کرتی ہے لیکن حضور ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں میں ایسے اوچھے پن کی کوئی جھلک نہیں دکھائی دیتی۔ یہاں تک جب ابوجہل کی ہلاکت کی خبر ملتی ہے اور اس کا سر آپؐ کے سامنے لایا جاتا ہے تو اس وقت خدا کی تعریف کے کلمات آپ کی زبان پر جاری ہوتے ہیں' مدینہ کی طرف فاتح فوج کا مارچ ہوتا ہے تو اس وقت بھی نہ کوئی بینڈ باجے کا انتظام ہوتا ہے۔ نہ گانا بجانا ہوتا ہے اور نہ مدینہ پہنچ کر جشن مسرت منایا جاتا ہے فقط ایک جذبہ شکر دلوں پر طاری ہوتا ہے جس کی بنیاد اس احساس پر ہے کہ یہ فتح اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ بجائے اس کے کہ مسلم سپاہی اپنے زعم قوت کا شکار ہو جائیں ان کا کمانڈر ﷺ قرآن کی آیات کے آئینے میں ان کو رہی سہی ذہنی واخلاقی کمزوریوں کی طرف متوجہ کرتا ہے ان کے جنگی کردار پر ناقدانہ تبصرہ کر کے نامطلوب پہلوؤں کو نمایاں کرتا ہے اس طرح ان میں مزید تعمیر و اصلاح کے لیے تحریک پیدا کی جاتی ہے۔'' ﴿۲۶﴾

حجۃ الوداع کے اجتماع کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے

''غور کیجیے۔ کیا سماں ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ کا دل اس منظر کو دیکھ کر کیا کیفیت محسوس کرتا ہوا۔ آج گویا ساری عمر کی کاشت کاری کے نتیجے میں ایک فصل پورے جوبن کے ساتھ لہلہا رہی تھی۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار (یا بعض روایات کے بموجب ایک لاکھ چوبیس ہزار کا ایک آہنگ مجمع زمین پر اپنی مثال آپ تھا۔ جماعت کے لوگوں کی آنکھیں جب اس محبوب ہستی کو پہاڑی کی بلندیوں پر اتنے مجمع کثیر کے درمیان دیکھتی ہوں گی تو ان کے دلوں کی پرواز کہاں تک نہ رہی ہوگی۔''

وصال نبوی ﷺ پر حضور ﷺ کے مشن اور آپ ﷺ کی جدائی پر صحابہ کی کیفیت کا اظہار اس طرح کیا ہے۔ ''آج وہ ہستی دنیا سے رخصت ہو رہی تھی جس نے انسانیت کو حیات نو سے مالا مال کیا اور جس نے زندگی کے قافلے کو راہزنوں کے نرغے سے نکال

کرصراط مستقیم پر لانے کے لیے خوفناک اذیتیں سہیں کشمکش کے سنگین مراحل پار کیے' مشکلات کے پہاڑ کاٹے اور پھر اس کارنامے کا کوئی صلہ وصول نہیں کیا' یہ سانحہ کتنا بڑا ہوگا۔ان رفیقوں کے لیے۔عمر بھر کے ساتھیوں کے لیے جو حضورﷺ کو ایک نظر دیکھنے سے بھی نئی طاقت حاصل کرتے تھے۔ان کی نگاہوں میں زمین آسمان گھوم گئے ہوں گے۔تاریخ میں زلزلہ آ گیا ہوگا۔حضرت عثمانؓ پر سکتہ طاری ہوگیا' حضرت علیؓ بے حس وحرکت ہوگئے' حضرت عبداللہ بن انیس کا دل ایسا شق ہوا کہ اسی صدمہ سے انتقال کر گئے۔حضرت عمرؓ عقلی توازن کھو بیٹھے۔'' ﴿۲۸﴾

ہمیں احساس ہے کہ یہ اقتباسات زیادہ اور طویل ہو رہے ہیں لیکن تحریکی وانقلابی رجحان کو ثبوت تک پہنچانے کے لیے یہ ضروری تھا۔

نعیم صدیقی کی ''محسن انسانیت'' کی اس کتاب کے مطالعہ سے نہ صرف آنحضرتﷺ کی متحرک شخصیت کی دلآویز نقوش پردۂ ذہن پر ابھرتے ہیں بلکہ اپنے پرزور اسلوب بیان کی وجہ سے یہ قاری کو اپنی رو میں بہا کر لے جاتی ہے۔''محسن انسانیت'' پڑھتے وقت حالات واقعات اس تیز روی سے سامنے آتے ہیں کہ گردش خون رگوں میں تیز ہو جاتی ہے اور انسان خود کو رزم گاہ حق و باطل کا ایک جانباز سپاہی تصور کرنے لگتا ہے۔ جب وہ کتاب کا مطالعہ ختم کر کے اٹھتا ہے اپنا دامن دل موتیوں سے بھرا ہوا پاتا ہے اور اپنے وجود میں ایک ایسا حرکت محسوس کرتا ہے جسے بجا طور پر اسے تحریکی اور انقلابی بنا دیتی ہے۔

نعیم صدیقی کے پیش نظر ''محسن انسانیت کے بعد سیرت رسولﷺ دو یا تین جلدوں میں مرتب کر کے پیش کرنے کا منصوبہ تھا جس میں حضورﷺ کی بعث وقت کے جغرافیائی وتمدنی ماحول' حضورﷺ کے پیغام ونصب العین کی وضاحت' حضورﷺ کی قائدانہ بصیرت اور سیاسی حکمت عملی کا مطالعہ' حضورﷺ کی دعوت کے نتیجے میں کیسا انسان تیار ہوا' خواتین نے کس کس طرح حضورﷺ کی جدوجہد میں تعاون کیا' حضورﷺ کے پورے تعمیری کام کی روداد بھی اس انداز میں پیش کرنے کا ارادہ تھا کہ دور حاضر میں اس سے رہنمائی حاصل کی جا سکے اور معترفین کے اعتراضات پر بحث کا جائزہ لیا جائے ﴿۲۹﴾ لیکن سیرت پر یہ سارے منصوبے نعیم صدیقی اپنی تحریکی مصروفیات کے باعث مکمل نہ کر سکے۔

''محسن انسانیت'' میں جس تحریکی اور انقلابی اسلوب کو پیش کیا بعد میں آنے والے متعدد سیرت نگاروں نے اسے اختیار کیا اور سیرت نبویؐ کو تحریکی وانقلابی روح کے ساتھ پیش کیا۔

(۳) رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب از سید اسعد گیلانی

سید اسعد گیلانی نے ''رسول اکرم کی حکمت انقلاب'' میں رسول اللہ ﷺ کی اسلامی انقلابی حکمت عملی، تدابیر ملی اور سیاسی بصیرت کو اسوہ حسنہ ﷺ کی روشنی میں اجاگر کیا ہے سیرت پاک کی یہ کتاب اسلامی نظام برپا کرنیکی جدوجہد کے پیش نظر تحریر کی گئی۔ مصنف کے بقول ''اس نظام کے برپا کرنے میں حضور اکرم ﷺ کے پیش کردہ بعض انقلابی اصول ہیں جن کو ان کے حقیقی مفہوم کے ساتھ اختیار کرنا ناگزیر ہے اور بعض عملی تدابیر ہیں جن کی روشنی میں دعوت اسلامی کے علمبردار ہر دور میں اپنی حکمت سیاست و انقلاب متعین کر سکتے ہیں تاکہ اسلام کو غالب اور برپا کیا جا سکے اتنی مختصر مدت میں اتنا عظیم برپا کرنے میں جہاں غیبی طور پر اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کا حصہ ہے، وہاں حضور اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب اور تدبر و فراست کا بھی بھرپور دخل ہے جسے سمجھنا، اس سے استفادہ کرنا ہر دور میں اسلامی انقلاب کے داعیوں کے نہایت ضروری ہے۔'' ﴿۳۰﴾ چنانچہ مصنف نے اسی پہلو سے حضور اکرم ﷺ کی سیرت پاک اور تاریخ دعوت کے قدم بہ قدم مراحل کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب'' میں تحریکی و انقلابی رجحان پوری طرح نمایاں ہے۔

سید اسعد گیلانی نے ''حضور اکرم ﷺ اور ہجرت'' کے نام سے بھی سیرت کی کتاب لکھی، یہ اس موضوع پر پہلی جامع کتاب ہے ہجرت کا واقعہ سیرت کی ہر کتاب کا جزو لازم ہے لیکن صرف اسی ایک واقعہ کو موضوع بنا کر اب تک کسی مصنف نے قلم اٹھایا تھا، مذکورہ کتاب میں ہجرت کا پس منظر، فلسفہ ہجرت، احکام ہجرت، واقعات ہجرت، مقام ہجرت، فوائد ہجرت اور ہجرت اور اسلامی انقلاب کے عنوانات کے تحت بحث کی گئی ہے۔ سید اسعد گیلانی ایک پرجوش اسلوب بیان کے مالک ہیں، چنانچہ ان کا یہ انداز تحریر ''رسول اکرم کی حکمت انقلاب'' اور'' حضور اکرم اور ہجرت'' دونوں کتابوں میں نمایاں ہے۔ دونوں کتابیں سیرت کے جزوی پہلوؤں کو موضوع بنانے کے باوجود سیرت کے عملی پہلوؤں کو بڑی جامعیت کے ساتھ نمایاں کرتی ہے۔ ﴿۳۱﴾

(۴) موضوعاتی سیرت نگاری

موضوعاتی سیرت نگاری کے رجحان سے ہماری مراد یہ ہے کہ ذات اقدس ﷺ کے کسی پہلو، حیثیت و کردار، واقعہ اور تعلیمات کو موضوع بنا کر اس کی جزوئیات وتفصیلات کو شرح وبسط کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہو۔ موضوعاتی سیرت نگاری کا رجحان نیا نہیں ہے بلکہ یہ رجحان قدیم سیرت نگاری کے ہاں بھی موجود تھا تاہم زیر نظر عہد میں موضوعاتی سیرت نگاری کے رجحان میں کثرت سے

اضافہ ہو چند موضوعاتی کتب سیرت درج ذیل ہیں۔ ﴿۳۳﴾

(۱)ادب النبی	از	مولانا مفتی شفیع
(۲)حدیب دفاع	از	میجر جنرل محمد اکبر خان
(۳)مکالمات نبوی ﷺ	از	ابو یحیی امام خان نوشہروی
(۴)اسوہ حسنہ (مصائب سرورکونین)	از	مولانا محمد ظفیر الدین
(۵)رسول کریم فی قران عظیم	از	پیرزادہ شمس الدین
(۶)معراج النبی	از	علامہ احمد سعید کاظمی
(۷)اخلاق پیمبری	از	طالب ہاشمی
(۸)رسول ﷺ میدان جنگ میں	از	سید واجد رضوی
(۹)انسان کامل	از	حاجی محمد منیر قریشی
(۱۰)عہد نبوی کے غزوات وسرایا	از	ڈاکٹر رؤفہ اقبال
(۱۱)رسول کریم ﷺ کی جنگی اسکیم	از	عبدالباری ایم اے
(۱۲)غزوہ بدر	از	محمد احمد باشمیل ترجمہ مولانا اختر فتحپوری
(۱۳)فصاحت نبوی	از	ڈاکٹر ظہور احمد اہر
(۱۴)مکتوبات نبوی	از	مولانا سید محبوب رضوی
(۱۵)غزوات مقدس	از	مولانا عنایت اللہ وارثی

ان کتابوں کا مختصر تعارف اور خصوصیات ذیل میں پیش کی جارہی ہیں۔

<u>(۱)ادب النبی از مولانا مفتی شفیع</u>

مولانا مفتی شفیع صاحب کی ''ادب النبی'' فی الحقیقت امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم ربع ثانی کے آخری حصہ کا ترجمہ ہے اس میں رسول اللہ ﷺ کے اخلاق وعادات' آداب وشمائل اور حلیہ مبارک کا بیان ہے۔

(۲) حدیث دفاع از میجر جنرل محمد اکبر خان

میجر جنرل محمد اکبر خان کی کتاب ''حدیث دفاع'' کا موضوع غزوات نبوی ہے' کتاب کے بارے میں مصنف کا دعویٰ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جنگ اور دفاع کے متعلق جو قابل تقلید اور یادگار نقوش چھوڑے ہیں ان کے اجاگر کرنے اور نمایاں کرنے کی طرف آج تک توجہ نہیں دی گئی یہ درست ہے کہ کتب وسیر میں غزوات کے حالات شرح وبسط سے موجود ہیں مگر جس مہارت فن حرب اور تدبر ودانش سے آپ ہر غزوہ میں کامیاب وکامگار رہے اس پر اب تک کوئی توجہ نہیں دی گئی۔

مصنف چونکہ دور جدید کی حربی ایجادات اور ملٹری سائنس کی جزئیات سے واقفیت رکھتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کی زندگی کے واقعات پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں اس لیے وہ اس موضوع سے انصاف کرنے میں پوری طرح کامیاب رہے ہیں۔ مصنف نے غزوات نبوی ﷺ کو موضوع بنانے سے پہلے جنگ کے موضوع پر اظہار خیال کیا ہے' پھر وہ ملک عرب کی جغرافیائی حیثیت' اہل حجاز کے تمدن اور نسلی حالات' مشہور قبائل اور معاش ومعاشرت کا تذکرہ کرتے ہیں اور اسلام پر بدوؤں کے اثرات کا ذکر کرتے ہیں اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کے مختصر حالات ہیں۔ نیز ہجرت کو دفاعی نقطہ نظر سے جانچا گیا ہے اور یثرب کی دفاعی پوزیشن واضح کی گئی ہے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی جنگی حکمت عملی' اصول جنگ' لشکر اسلام کی فوجی تربیت اور دفاعی تیاری اور مشہور غزوات (بدر' قینقاع' احد' سویق' خندق' صلح حدیبیہ اور فتح مکہ) کے حالات شرح وبسط سے بیان کیے گئے ہیں ہر غزوہ پر اظہار خیال کرنے سے پہلے مصنف نے مقام جنگ کے محل وقوع گردونواح' جنگ کے اسباب' فریقین کی مورچہ آرائی اور صف بندی' لڑائی اور اس سے حاصل ہونے والے نتائج سے بحث کی گئی ہے۔ ﴿۴۳﴾ حدیث دفاع بلاشبہ حضور ﷺ کے اصول جنگ اور طریقہ جنگ کے جملہ پہلوؤں کا جامع احاطہ ہے جو دنیا بھر کے جرنیلوں اور سپہ سالاروں کے لیے مشعل راہ ہے۔

(۳) معراج النبی ﷺ از علامہ احمد سعید کاظمی

علامہ احمد سعید کاظمی کی معراج النبیؐ میں اسریٰ اور معراج کے لطائف ومعارف پر بحث کی گئی ہے اور ان تمام شکوک و اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو معراج کے جسمانی ہونے کے بارے میں کیے جاتے ہیں۔

(۴) اخلاق پیمبری از طالب ہاشمی

طالب ہاشمی کی کتاب ''اخلاق پیمبری'' دو حصوں پر مشتمل ہے (۱) ارشادات رسول اکرم ﷺ (۲) اخلاق نبوی یا اسوہ حسنہ

ﷺ ۔ پہلے حصے میں آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے اخلاقی خوبیوں کا ذکر ہے اور دوسرے حصے میں حضور ﷺ کی زندگی پر ان کا انطباق دکھایا گیا ہے ۔﴿۳۴﴾

(۵) انسان کامل از حاجی محمد منیر قریشی

حاجی محمد منیر قریشی کی انسان کامل آنحضرت ﷺ کی مختلف حیثیتوں کو نمایاں کیا گیا ہے اور ہر اعتبار سے آپ کی ذات مبارک کو عالم انسانیت کے لیے کامل و اکمل نمونہ ثابت کیا گیا ہے اس مختصر کتاب میں حضور ﷺ کو بچوں، جوانوں، شوہروں، باپو، شہریوں، تاجروں، مبلغوں، جرنیلوں، بادشاہوں، طبیبوں، عابدوں اور منصفوں کے لیے ایک مثالی نمونہ دکھایا گیا ہے ۔﴿۳۵﴾

(۶) غزوہ بدر از علامہ محمد احمد باشمیل ترجمہ مولانا اختر فتح پوری

کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان پہلی غزوہ کے تفصیلی حالات کو علامہ محمد احمد باشمیل ۲۸۷ صفحات میں بیان کیا ہے ۔ محمد احمد باشمیل عرب دنیا کے معروف اسکالر ہیں انہوں نے غزوات نبوی ﷺ پر ایک سیریز لکھی ہے، غزوہ بدر کا ترجمہ مشہور عالم مولانا اختر فتح پوری نے کیا ہے کتاب کے پہلے ایڈیشن کے مقدمہ میں انہوں نے اس موضوع پر لکھنے کی وجہ بیان کی ہے ۔

''اس سلسلے کے آغاز کا پہلا مقصد اسلامی تاریخ کے خزانوں کے اس قیمتی حصے سے پردہ اٹھانا ہے (خصوصا عصری ثقافت کے دانشور نوجوانوں کے سامنے سے) جو بہادری وارقربانی سے لبریز ہے جس پر بیرونی دشمن اندرونی گناہگاروں کے ساتھ اتفاق کر کے قابض ہو گیا ہے ان گروہوں کو بیرونی دشمن نے اپنی حکومت کے زمانے میں چن لیا تھا اور انہیں تعلیمی وتربیتی کمانوں کے آگے بٹھا دیا تھا اور انہیں صحافتی مرکز اور نشر واشاعت کی قیادت کا نگراں بنا دیا تھا پس انہوں نے اسکولوں اور کالجوں میں عظیم تاریخ کے تمام روشن پہلوؤں کو عمداً اور اصراراً مٹا کر ہماری اسلامی تاریخ کے حق میں بہت بڑا جرم کیا، خصوصاً بہادری اور فداکاری کے اس پہلو کو جو ان فیصلہ کن معرکوں میں نمودار ہوا جن میں ایمان نے کفر کے خلاف حصہ لیا اور عدل نے سرکشی کے خلاف قیادت کی اور جن میں اصول اور عقیدہ کا شرف نمایاں ہوا ۔﴿۳۶﴾

کتاب چھ فصول پر مشتمل ہے، فصل پنجم میں بدر کے کفار کے مقتولوں اور شہدائے اسلام کے نام، انصار کے شہداء کی تعداد اور ان کے نام، مشرکین کے اسیروں کے نام اور بدری صحابہ کے نام شامل ہیں ۔﴿۳۷﴾

(۷) فصاحت نبوی از ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

فصاحت نبوی سات ابواب میں منقسم ہے شروع کے تین ابواب تمہیدی ہیں جن میں اختصار کے ساتھ انسانی تاریخ میں فن خطابت کی اہمیت' انبیاء کرام کے کمال خطابت اور عربوں کی خطابت کا اجمالی ذکر ہے۔ چوتھے باب میں افصح العرب آنحضرت ﷺ کی فصاحت و بلاغت کا تفصیلی ذکر ہے اس کے بعد کے چار ابواب کلام نبوت کے متنوع جواہر پر مشتمل ہیں۔ جوامع الکلم' خطبات نبوی ﷺ مکاتیب نبوی اور معاہدات و مواثیق کے نمونے شامل ہیں' اس موضوع پر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے اہم عربی ماخذ سے استفادہ کیا ہے اور مقبول کتاب ہے۔ ﴿۳۸﴾

(۸) مکتوبات نبوی از مولانا سید محبوب رضوی

مکتوبات نبوی رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات و معاہدات پر مشتمل ہے اور دربار رسالت ﷺ سے جو سیاسی اور تبلیغی خطوط شاہان عالم' عرب حکمرانوں اور قبائلی سرداروں کو لکھے گئے' اور جو معاہدات دوسری قوموں سے طے پائے وہ سب کتاب میں موجود ہے۔ اس کتاب کی ترتیب میں یہ مقصد پیش نظر رکھا گیا ہے کہ اسلام کو کس نہج سے غیر مسلموں اور حق کے متلاشیوں کے سامنے پیش کیا جاسکتا ہے اور وہ عصری رجحانات کو کس حد تک اپیل کر سکتے ہیں' مکتوبات اور معاہدات نبوی ﷺ سے تبلیغ اسلام کے طریقوں پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ ﴿۳۹﴾ یہ کتاب اگرچہ پچاس کی دہائی میں شائع ہوئی لیکن پاکستان میں پہلی بار 1978 میں شائع کی گئی۔

(۵) حکیمانہ سیرت نگاری

حضور اکرم ﷺ کی ذات و کمالات اور تعلیمات و مشاہدات علمی بھی ہیں اور عملی بھی ہیں اور زندگی کے ہر علم و عمل پر محیط و رہنما ہیں' سیرت نگاروں نے ہر دور میں حضور ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے آج ۲۱ ویں صدی میں غیر مسلموں نے بھی حضور اکرم ﷺ کے علمی و عملی کمالات کا اعتراف کیا ہے مذکورہ رجحان کے تحت حضور ﷺ کے حکیمانہ کمالات پر چند منتخب کتابیں یہ ہیں۔

(۱) طب نبوی اور جدید سائنس از ڈاکٹر خالد غزنوی

(۲) نبی کریم بطور ماہر نفسیات از سیدہ سعدیہ غزنوی

(۳) اسوہ حسنہ اور علم نفسیات از ایضا

(۱) طب نبوی اور جدید سائنس از ڈاکٹر خالد غزنوی

صدارتی ایوارڈ یافتہ کتاب ''طب نبوی اور جدید سائنس'' کی اب تک ایک سے زائد جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس کتاب کا دیباچہ حکیم سعید مرحوم نے لکھا وہ لکھتے ہیں کہ:

''طب نبوی ﷺ دنیائے اسلام کا ایک مقدس موضوع فکر و مطالعہ ہے اہل اسلام نے ہر دور میں طب نبوی ﷺ سے استفادہ کیا ہے اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ مختلف ادوار اسلامی میں میدان ہائے طب و سائنس میں جو پیش قدمیاں ہوئی ہیں اور مفکرین اور ماہرین سائنس نے جو اقدامات کیے ہیں وہ لا اثر ما تعلیمات قرآن سے متاثر اور اس کے آئینہ دار ہیں۔

فاضل مصنف نے کتاب کے مقدمہ میں طب نبوی کے موضوع پر محدثین اور مسلم اسکالرز کی خدمات میں عبدالمالک بن حبیب اندلسی، محمد بن ابو بکر، ابن السنی، ابو نعیم اصفہانی، علی بن موسیٰ، امام کاظم بن جعفر صادق، محمد بن عبداللہ، فتوح الحمیدی، عبدالحق الاشبیلی، حافظ سخاوی اور ابن القیم سمیت متعدد علماء وفقہاء کی خدمات کا حوالہ دیا ہے کتاب میں ۳۱ پھل، پھول، سبزیوں اور جڑی بوٹیوں کا ارشاد نبوی ﷺ کی روشنی میں فوائد کا ذکر کیا ہے۔ (۴۰)

(۲) سیرت کے مواد کی جمع و تدوین کا رجحان

زیر نظر عہد میں سیرت کے علمی مواد کو کتابی شکل میں جمع کرنے کا بھی اہتمام ہوا ہے، جس کے نتیجے میں سیرت کے موضوع پر اچھے مجموعے سامنے آئے ہیں، جمع و تدوین کا کام مختلف شکلوں میں ہوا ہے، بعض مجموعے ایسے ہیں جس میں ایک ہی سیرت نگار کے مختلف مضامین و مقالات کو مرتب کر کے شائع کیا گیا ہے اور بعض ایسے ہیں جس میں ایک سے زائد مقالہ نگاروں کو مرتب کر کے شائع کیا گیا، سیرت کے مواد کی جمع و تدوین کے نتیجے میں ایک طرف بیش قیمت مقالات محفوظ ہوئے ہیں تو دوسری طرف شائقین سیرت کو ایک ہی قیمتی سیرت کے مواد سے استفادہ کا موقع ملا ہے، سیرت کے مقالات کے مجموعوں کے چند منتخب نمونے درج ذیل ہیں۔

(۱) نقش سیرت	از ڈاکٹر نثار احمد
(۲) تذکار محمد رسول ﷺ	از حکیم محمد سعید
(۳) آئینہ نبوت	از محمد منیر قمر سیالکوٹی
(۴) قائد انسانیت	از سلیم احمد فاروقی

(۵) رسول رحمت ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ از مولانا ابوالکلام آزاد

(۶) مقالات سیرت ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ از آصف قدوائی

ذیل میں مذکورہ مجموعوں کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱) نقش سیرت (۱۹۶۸)

یہ ڈاکٹر نثار احمد کی مرتب کردہ مقالات سیرت کا مجموعہ ہے اس مجموعہ کی متعدد خصوصیات ہیں اس مجموعہ میں مقالات سیرت کے موضوعات کو زمانی ترتیب کے ساتھ مرتب کرنے کی وجہ سے ایک مستقل تصنیف کی اہمیت اختیار کر لی' بعض مقالات سیرت کی اہم کتابوں سے اخذ کیے گئے ہیں تمام مقالات و موضوعات علمی و تحقیقی انداز سے مرتب کیے ہیں۔ آزادی کے بعد سیرت کے مجموعے مقالات میں ایک منفرد اور معیاری مجموعہ ہے۔

(۲) تذکار محمد رسول اللہ از حکیم محمد سعید

اس مجموعے میں پاکستان کے مشاہیرے کے سیرت کے موضوع پر نہایت اہم مقالات شامل ہیں جو'' شام ہمدرد'' پڑھے گئے۔ مقالات کا یہ مجموعہ ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا۔

(۳) '' قائد انسانیت'' از سلیم احمد فاروقی

سلیم احمد فاروقی نے اس مجموعہ میں علامہ شبلی نعمانی' مولانا ابوالکلام آزاد' مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی' مولانا امین احسن اصلاحی' مولانا ابوالحسن علی ندوی اور پروفیسر حمید احمد خان کے سیرت کے موضوع پر منتخب مضامین اور مقالے جمع کیے ہیں۔

(۴) '' رسول رحمت'' از مولانا ابوالکلام آزاد مرتب مولانا غلام رسول مہر

'' رسول رحمت'' مولانا آزاد کی متفرق اور منتشر تحریروں کا مجموعہ ہے جن میں معنوی ربط پیدا کرنے کے لیے مولانا غلام رسول مہر نے معتد بہ اضافے کیے ہیں' جا بجا تمہیدی عبارتیں تحریر کی ہیں اور ضروری حواشی لکھے ہیں مرتب نے خود بتایا ہے کہ'' سیرت کا جو حصہ اتفاقیہ ان (مولانا آزاد) کے سامنے آجاتا' اس پر مقالہ لکھ دیتے یا کسی معاملے کے متعلق کہیں سے استفسار آجاتا تو عادت شریف کے مطابق اس کا مفصل جواب چھاپ دیتے۔'' رسول رحمت میں' ظہور قدسی' بعثت و نبوت' دعوت اسلام' ہجرت حبشہ' عالمی دعوت و تبلیغ' پیغام حق کے معجزاتی نتائج' حج' رسول اللہ کی وفات' اسوہ محمدیؐ اور رحمۃ اللعالمین کے عنوانات کے تحت مولانا ابوالکلام

آزاد کے مقالات سیرت اور استفسارات کے جوابات کو ایک لڑی میں پرو کر محفوظ و مدون کر دیا ہے۔

کتاب کے مقدمہ میں سیرۃ نبوی ﷺ کا مقام' قرآن اور سیرۃ نبویہ' اشاعت سیرۃ طیبہ ﷺ اور رسول اللہ ﷺ اور اس کا مقام وغیرہ موضوعات پر بحث کی گئی ہے اور بعد ازاں میلاد نبوی ﷺ اور موضوع روایات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔''رسول رحمت'' کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس کا بیشتر حصہ قرآن مجید کی روشنی میں تحریر کیا گیا ہے اور قدم قدم پر جغرافیائی تشریحات کا اہتمام کیا گیا ہے یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ زیر نظر کتاب نہ صرف قرآن سے سیرت طیبہ ﷺ کے استنباط کا سلیقہ سکھاتی ہے بلکہ مقصد نبوت اور تعلیمات ونظریات اسلام کے اصل اصول کی نشاندہی بھی کرتی ہے اور اس بنا پر یہ مکمل اسوہ اور ہدایت و سعادت کا سر چشمہ ہے۔ مولانا غلام رسول مہر نے مولانا آزاد کی متفرق تحریروں کو بڑی محنت سے مرتب و مدون کیا ہے۔ اگرچہ موجودہ صورت میں یہ کتاب سیرت کی کسی باقاعدہ کتاب کا بدل نہیں ہے لیکن یہ بھی کیا کم ہے کہ اس مبارک موضوع پر ایک بڑے عالم اور ادیب کی تمام متعلقہ تحریریں یکجا اور محفوظ کر دی گئی ہیں۔

(۵) سیرت نگاری کا عوامی رجحان:

آزادی کے بعد ذرائع ابلاغ خصوصاً اخبارات و جرائد نے سیرت رسول ﷺ کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا' اخبارات و جرائد کا تعلق و رشتہ کیونکہ براہ راست عوام سے ہے اس لیے ہم نے اسے سیرت نگاری کے عوامی رجحانات کا عنوان دیا ہے۔ اخبارات و جرائد نے مختلف مواقعوں پر خصوصاً ۱۲ ربیع الاول' مولد النبی ﷺ کے موقع پر سیرت رسول ﷺ کی ذات اقدس کے مختلف پہلوؤں پر اہم مضامین شائع کیے' آزادی کے بعد سے صرف اخبارات میں جس قدر مضامین شائع ہوئے ہیں اگر ان کو مرتب و مدون کیا جائے تو سیرت کا انسائیکلو پیڈیا تیار ہو سکتا ہے سیرت کو عوام میں فروغ دینے کے لیے جن روزناموں نے اہم کردار ادا کیا ان میں چند منتخب یہ ہیں۔

(۱) روزنامہ جنگ

(۲) روزنامہ جسارت

(۳) روزنامہ نوائے وقت

(۴) روزنامہ حریت

(۵) روز نامہ مشرق

(۶) روز نامہ نئی روشنی

(۷) روز نامہ انجام

سیرت رسول ﷺ کی ترویج واشاعت میں رسائل وجرائد کی خدمات کے تذکرے کے بغیر سیرت نگاری کے رجحانات کی تاریخ کا جائزہ مکمل نہیں ہوگا۔ سیرت نگاری کے فروغ کے حوالے سے رسائل وجرائد کی اہمیت یہ ہے کہ بیشتر رسائل وجرائد نے سیرت رسول ﷺ پر ''خصوصی نمبر شائع کیے۔ آزادی کے بعد جن رسائل وجرائد نے سیرت کے خصوصی نمبر شائع کیے ان کی طویل فہرست ہے [۴۱] کہ فہرست پر مشتمل ایک ضمیمہ باب کے آخر میں شامل ہے تاہم سیرت رسول ﷺ پر منتخب رسائل وجرائد کے خصوصی نمبر درج ہیں:

(۱) رسول نمبر	ماہنامہ نقوش لاہور
(۲) رسول نمبر	ماہنامہ خاتون پاکستان کراچی
(۳) سیرت نمبر	پاکستان اسٹیٹ آئل کراچی
(۴) سیرت نمبر	ماہنامہ فاران کراچی
(۵) عید میلاد النبی نمبر	ماہنامہ ضیائے حرم لاہور
(۶) رحمت اللعالمین نمبر	اردو ڈائجسٹ لاہور
(۷) سیرت نمبر	ماہنامہ فکر ونظر اسلام آباد
(۸) سیرت نمبر	ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور
(۹) رسول نمبر	ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور
(۱۰) رحمت العالمین	مجلّہ کراچی

مذکورہ بالا سیرت نمبروں میں سے چند کا تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

(۱) رسول نمبر نقوش لاہور

۱۳ ضخیم جلدوں اور ہزار ہا صفحات اور سیکڑوں مضامین اور عنوانات پر مشتمل ہے اس علمی وادبی مجلّے کا رسول نمبر اس کی وجہ

شہرت اور شناخت بن گیا ہے۔

نقوش کے اس عظیم اور منفرد سیرت نمبر کی ۱۳ جلدوں کا مختصر تعارف ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

پہلی جلد

فن سیرت نگاری پر مشتمل ہے اس میں سیرت کے مفہوم، جمع و تدوین فن سیرت نگاری کے مختلف ادوار، مآخذ سیرت اور اولین سیرت نگاروں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

دوسری جلد

جلد دوم کے اہم مضامین و مصنفین یہ ہے۔ ''حیات طیبہ ایک نظر میں'' سیرت نبوی ﷺ کی توقیت، مکاتیب نبوی ﷺ، سیرت النبی ﷺ جلد ہفتم از سید سلمان ندوی مکہ و مدینہ کی قدیم تاریخ، ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب محمد رسول اللہ ﷺ کا ترجمہ قصیدہ بردہ مع فارسی و اردو ترجمہ۔

تیسری جلد

رسالت مآب ﷺ کی بعثت سے قبل انسانی معاشرہ اور آپ کی بعثت کے بعد کے انقلابی حالات و واقعات پر مشتمل ہے اس جلد میں جن اسکالرز کے مقالے و مضامین شامل ہیں وہ یہ ہے: پروفیسر مظہر الدین صدیقی، علامہ سید ابوالحسن علی ندوی، ماہر القادری، مولانا عبدالماجد دریا بادی، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا اشرف علی تھانوی، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، جسٹس ایس اے رحمٰن اور حید رزماں صدیقی۔

چوتھی جلد

جلد چہارم سیرت طیبہ ﷺ کے مختلف موضوعات پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں ایسے مقالے شامل ہیں جن میں علوم انسانی پر حضور ﷺ کی سیرت و تعلیمات کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے، دیگر مقالات یہ ہیں۔ ہمارے رسول اللہ ﷺ بحیثیت سپہ سالار، رسول ﷺ غیر مسلموں کی نظر میں۔

پانچویں جلد

جلد پنجم دو علمی مقالات پر مشتمل ہے:

(۱) عہد نبوی ﷺ میں ریاست کا نشو و ارتقاء　　　　از ڈاکٹر نثار احمد

(۲) عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست و حکومت　　　　از پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی

چھٹی جلد

چھٹی جلد فن حدیث، تاریخ و تدوین و متعلقات حدیث پر مشتمل ہے۔

ساتویں جلد

ساتویں جلد کے مقالوں کے عنوان یہ ہیں: رسول اللہ ﷺ کے فیصلے، رسول اللہ ﷺ کی حکمت سیاست، عہد نبوی ﷺ کے چند نامور سپہ سالار۔

آٹھویں جلد

آٹھویں جلد میں سیرت کے مختلف موضوعات کے علاوہ ڈاکٹر نثار احمد کا ایک تحقیقی مقالہ ''ہجرت کے اسباب و محرکات قابل ذکر ہے۔

نویں جلد

نویں جلد میں ''جاں نثاران محمد ﷺ'' کے عنوان سے ایک مبسوط مضمون ہے جو ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

دسویں جلد

دسویں جلد سیرت کی ایک صنف یعنی نعت نگاری پر مشتمل ہے جس میں عربی، فارسی، اردو کی قدیم و جدید منتخب نعتوں کے علاوہ نعت کی تاریخ کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

گیارہویں جلد

مذکورہ جلد میں سیرت ابن اسحاق جو نایاب تھی اور تیرہ سو سال سے اہل علم اس کے متلاشی تھے۔ معروف محقق اور اسکالر ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحقیق و تعلیق اور نور الٰہی ایڈووکیٹ کے اردو ترجمہ کے ساتھ تین سو صفحات پر نہایت اہتمام کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ نبوی غزوات و سرایا کی اقتصادی اہمیت، مستشرقین اور مطالعہ سیرت، عہد نبوی ﷺ میں عدلیہ اور انتظامیہ جیسے موضوعات پر علمی مقالات شامل ہیں۔

بارہویں جلد

اس جلد میں عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست وحکومت، عہد نبوی کی ابتدائی مہمات، سرور انسانیت ﷺ کے پند ونصائح اور آخر میں گذشتہ بارہ جلدوں کا اشاریہ ہے۔

تیرہویں جلد

اس جلد میں خلفائے راشدین کی سیرت وسوانح اور ایک دستاویز جو زندہ رہے گی'' کے عنوان سے اخبارات وجرائد اور نقادوں کے آراوتبصروں پر مشتمل ہے۔

نقوش رسول نمبر کے ساتھ اس کے مدیر محمد طفیل کا نام اور کام بھی ہمیشہ یادگار رہے گا۔

(۲) رسول نمبر۔ ماہنامہ خاتون پاکستان کراچی

مرحوم شفیق بریلوی کی ادارت میں کراچی سے شائع ہونے الے'' رسول نمبر'' نے خصوصی شہرت حاصل کی، ماہنامہ خاتون پاکستان نے اب تک سیرت پر تین خصوصی نمبر ۱۹۶۳ء اور ۱۹۶۴ء میں شائع کیے ہیں۔

(۳)'' رسول نمبر'' ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور ۱۹۷۳ء

سیرت پر شائع ہونے والے رسائل وجرائد میں ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ کے رسول نمبر کو خصوصی اہمیت حاصل ہے اگر یہ کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ'' نقوش کے رسول نمبر کے بعد سیارہ ڈائجسٹ کے رسول نمبر نے سب سے زیادہ پذیرائی حاصل کی اب تک اس بیسیوں ایڈیشن شائع ہو چکے۔

(۴)'' سیرت نمبر'' پاکستان اسٹیٹ آئل ریویو

معروف سیرت نگار علامہ شاہ مصباح الدین شکیل کی زیرنگرانی ۱۹۸۴ء تا ۱۹۸۷ء خصوصی سیرت نمبر کی چار جلدیں شائع ہوئی ہیں اپنی پیشکش کے اعتبار سے ایک منفرد سیرت نمبر ہے۔

(۵)'' سیرت نمبر'' ماہنامہ فاران کراچی

مرحوم ماہر القادری کی زیرادارت ماہنامہ فاران کے سیرت نمبر نے بھی غیر معمولی مقبولیت حاصل کی مذکورہ سیرت نمبر میں معروف اہل علم کے مقالات شامل ہیں۔

(۲) رحمت العالمین اردو ڈائجسٹ لاہور

معروف صحافی الطاف حسین قریشی کے زیر ادارت ماہنامہ اردو ڈائجسٹ کے تحت دو جلدوں پر سیرت نمبر شائع ہو چکے ہیں۔ پہلا نمبر ۱۹۸۸ء اور دوسرا ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔﴿۴۲﴾

مذکورہ بالا سیرت نمبروں میں جو مقالات و مضامین شائع ہوئے ہیں وہ موضوعات کے تنوع کے علاوہ جدید علمی و تحقیقی اصول اور اہم عصری مسائل کے تناظر میں لکھے ہیں اور سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں عصری مسائل و مشکلات کا حل پیش کیا گیا ہے۔ سیرت نگاری کے عوامی رجحانات نے مطالعہ سیرت اور سیرت کی ترویج و اشاعت میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

(۲) منتخب کتب سیرت کا تعارف اور رجحانات

آزادی کے بعد (۱۹۴۷) سے ۱۹۷۷ تک سیرت پر بے شمار کتابیں شائع ہوئی ہیں' یہ کتابیں آنحضرت ﷺ سے عقیدت و محبت اور اجر و ثواب کی نیت اور ارادے سے بھی لکھی گئیں اور اصلاح و تربیت کے مقاصد کے تحت بھی ان سطور میں تمام کتابوں کا تذکرہ و تعارف نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت' اس لیے کہ موضوع کے تقاضے کے پیش رجحان ساز کتابوں کا مطالعہ ہماری ضرورت ہے تاہم ان معروف و منتخب کتب کی ایک مختصر فہرست اور ان کی اہمیت اور رجحانات کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔ جنہوں نے عوامی اور علمی حلقوں میں پذیرائی حاصل کی:﴿۴۳﴾

(۱) سیرت فخر دو عالم از عطاء اللہ خان ٹونکی ۱۹۴۸ء

(۲) معراج انسانیت از غلام احمد پرویز ۱۹۴۹ء

(۳) آئینہ خلق از عزیز الدین احمد قادری

(۴) رسالت مآب از رئیس احمد جعفری ۱۹۶۸ء

(۵) سراج منیر از امام الدین الٰہی اکبرآبادی ۱۹۵۰ء

(۶) تورات موسوی اور محمد عربیؐ از برکت اللہ پادری ۱۹۵۲ء

(۷) محمد عربی از ایضاً ۱۹۵۲ء ۱۹۵۲ء

(۸) آخری نبی اور تورات موسوی از بشیر احمد جالندھری ۱۹۷۶ء

(۹) سیرت قرآنیہ (سیدنا محمد صلعم) از محمد اجمل خان

(۱۰) خاتم النبیین از قاضی محمد نذیر ۱۹۵۰ء

(۱۱) محمد رسول اللہ از ڈاکٹر عبدالعلیم صدیقی ۱۹۵۸ء

(۱۲) انوار الہدیٰ فی سیرۃ المصطفیٰ از فضل احمد

(۱۳) آفتاب نبوت از قاری محمد طیب ۱۹۶۱ء

(۱۴) خاتم النبیین از ایضاً ۱۹۶۲ء

(۱۵) آفتاب نبوت از صابر حسین نقوی ۱۹۶۳ء

(۱۶) قرآن کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کا مرتبہ اور منصب از فروغ علوی کاکوری ۱۹۵۰ء

(۱۷) پیغمبر انسانیت از مولانا شاہ محمد جعفر شاہ پھلواری ۱۹۶۳ء

(۱۸) ذکر افضل الانبیاء از بیگم صوفی پاشا ۱۹۶۴ء

(۱۹) قرآن اور صاحب قرآن از چوہدری بشیر احمد ۱۹۶۵ء

(۲۰) سیرت پاک از شاہ الحق حقی ۱۹۶۷ء

(۲۱) محمد عربی از محمد عنایت اللہ سبحانی ۱۹۶۹ء

(۲۲) رؤف الرحیم از حمید اللہ ماہر دہلوی ۱۹۷۲ء

(۲۳) خصائص المصطفیٰ از سید محمود رضوی ۱۹۷۳ء

(۲۴) انسان کامل از خالد علوی ۱۹۷۴ء

(۲۵) حیات رسول از عارف بٹالوی ۱۹۷۵ء

(۲۶) ذکر رسول از مولانا کوثر نیازی ۱۹۷۶ء

(۲۷) اسم اعظم از ادیب عبدالقیوم صدیقی ۱۹۷۷ء

مذکورہ بالا کتب سیرت میں چند کا تعارف اور ان کے رجحانات کا جائزہ لیں گے۔

(۱) ''غلام احمد پرویز کی ''معراج انسانیتﷺ'' قرآن کریم کی روشنی میں مرتب کردہ حضور نبی کریمﷺ کی حیات طیبہ ہے۔معراج انسانیت ان کے سلسلۂ 'معارف القرآن کی چوتھی جلد ہے۔کتاب کے مقدمہ فاتحۃ الکتاب میں لکھتے ہیں کہ

''یہ ایک حقیقت ہے کہ نبی کریمﷺ کی حیات طیبہ' قرآن کے عین مطابق تھی قرآن کریم میں حضور سے بار بار ارشاد ہے کہ آپ وحی کا اتباع کریں اور اس کے سوا کسی اور راستے پر نہ چلیں خود حضورﷺ نے اس کا بار بار اعلان فرمایا کہ میں صرف وحی کی اتباع کرتا ہوں اگر قرآن میں یہ کچھ بصراحت مذکور نہ بھی ہوتا تو بھی اس حقیقت باہرہ میں کسی شبہ کی گنجائش نہ تھی کہ حضورﷺ کی سیرت مقدسہ اتباع قرآنی کی مشہود صورت تھی''۔

غلام احمد پرویز نے کتاب کی ابتدا میں آنحضرتﷺ کی بعثت سے پہلے مختلف اقوام وملل کی سیاسی وتہذیبی حالات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے کتاب کا یہ حصہ عالمانہ اور تاریخی ہے۔بعدازاں آنحضرتﷺ کے بارے بشارات' آپ کی ولادت' منصب نبوت سے سرفرازی' آویزش حق وباطل' ہجرت نبویﷺ' غزوات' فتح مکہ اور وفات نبویﷺ کا تفصیل سے ذکر ہے۔فاضل مصنف نے حضورﷺ کے سلسلہ دعوت وارشاد' نظم مملکت' معاشی زندگی' عائلی اور معاشرتی زندگی پر علمی اور سماجی پہلوؤں سے روشنی ڈالی ہے۔کتاب حضور اکرمﷺ کے انقلاب عظیم کی کامیابی پر مغربی مورخین کے تبصرے بھی نقل کیے ہیں۔کتاب کے آخر میں حضورﷺ کی بشریت اور ختم نبوت سے بحث کی ہے فاضل مصنف نے اپنے ''مخصوص مذہبی عقائد'' کی بنا پر حتی الامکان احادیث کے استعمال سے گریز کیا ہے۔

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کہتے ہیں کہ:

''معراج انسانیت میں حضور کی پیدائش (ظہور قدسی) کا تذکرہ اس کی آہنگ اور ادبی شان سے کیا گیا ہے کہ اس کا مقابلہ صرف ''سیرۃ النبی'' سے کیا جاسکتا ہے (تاہم) اس کتاب میں جو بات کھٹکتی ہے وہ اس کی ترتیب ہے کئی جداگانہ (اگرچہ بنیادی) مباحث پر بحثیں' حضورﷺ کی حیات طیبہ کے درمیان آکر تسلسل کو مجروح کرتی ہے۔پرویز بھی سرسید احمد خان کے دبستان فکر سے متاثر ہیں اس لیے کتاب میں عقلیت پسندی کا رجحان بھی موجود ہے اس کتاب کو جدیدیت کے رجحان کی حامل کتابوں میں شامل کیا جانا چاہیے۔

(۲) رسالت مآب از رئیس احمد جعفری

رئیس احمد جعفری کی کتاب ''رسالت مآبﷺ'' جدید طرز پر سوانح رسولﷺ ہے۔فاضل مصنف کی رائے ہے کہ:

''یہ کتاب جدید طرز سوانح پر لکھی گئی ہے''۔مصنف کی رائے میں قدیم طرز سوانح نویسی یہ تھا کہ صاحب سیرت کے حالات و

سوانح، تاریخ وسنین کی ترتیب سے بیان کردیے جائیں اور جدید طرز سوانح نویسی یہ ہے کہ صاحب سیرت کے عنوانات حیات جداگانہ طور پر منطقی ترتیب کے ساتھ بسط وتفصیل اور شرح ووضاحت کے ساتھ بیان کیجیے۔''

کتاب کا محرک پڑھے لکھے طبقہ کو حضور اکرم ﷺ کے چیدہ چیدہ واقعات سے آگاہ کرنا ہے۔ کتاب کا مجموعی اسلوب عقلیت اور جدیدیت کی طرف مائل ہے۔ ﴿۴۴﴾

(۳) پیغمبر انسانیت از مولانا شاہ محمد جعفر شاہ پھلواری

''پیغمبر انسانیت'' سوانحی وتاریخی اسلوب اور روایت پسندانہ رجحان کی حامل سیرت کی معروف کتاب ہے، آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے وصال تک تمام واقعات سن وار بیان کیے ہیں۔''پیغمبر انسانیت'' کی امتیازی صفت یہ ہے کہ اس میں انسانی اقدار کی اہمیت کو حیات طیبہ ﷺ کی روشنی میں اجاگر کیا گیا ہے، فاضل مصنف نے واقعات سیرت سے متعلق تمام روایت کو آنکھ بند کرکے تسلیم نہیں کیا ہے جہاں ضرورت محسوس کی ہے وہاں کھل کر تنقید کی، ﴿۴۵﴾ مولانا حسن مثنیٰ ندوی نے کتاب کا تبصرہ اس طرح کیا ہے۔

''زبان رواں اور عاشقانہ ہے، انداز نگارش اچھوتا ہے اور جذبہ عقیدت ہر جگہ نمایاں ہے اور یہی سیرت مصطفیٰ کی جان ہے۔''

(۴) ''محمد عربی'' از محمد عنایت اللہ سبحانی

محمد عنایت اللہ سبحانی کی کتاب ''محمد عربی'' مصری عالم اور محکمہ تعلیم وتربیت کے نگران عام الاستاذ محمد احمد براق کے عربی مجموعہ سیرت کا ترجمہ ہے، فاضل مترجم نے اس کے ترجم کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ مجموعہ محترم عبدالحئی مدیر الحسنات کو مکہ معظمہ کے کسی مکتبہ پر نظر آیا، موصوف جو کہ خود بھی ''حیات طیبہ'' جیسی مقبول عام کتاب کے مصنف ہیں۔ یہ کتاب پسند آئی، آپ اسے اپنے ہمراہ لیتے آئے آپ کا خیال تھا کہ اسی انداز کی کتاب اردو زبان میں بھی آجائے تو بہت مفید رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت میرے نصیب میں لکھ رکھی تھی چنانچہ موصوف کی یہ خواہش اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ناتواں بندے کے ہاتھوں پوری کرا رہا ہے۔'' ﴿۴۶﴾

ترجمہ کے بارے میں مولانا عنایت اللہ سبحانی نے اعتراف کیا ہے کہ:

''میں نے اس کتاب کی شروع سے آخر تک پیروی کی ہے اور اس ترتیب کو قائم رکھا ہے اس کے پیرائیہ بیان اور اسلوب نگارش کو بھی برقرار رکھنے کی اپنی حد تک پوری کوشش کی ہے پھر بھی اس کا بالکل پابند ہوکر نہیں رہا ہوں اس لیے اسے اس کا ترجمہ یا ترجمانی بھی نہیں کہا جاسکتا۔''

کتاب کی ندرت کا اندازہ اس کے موضوعات سے لگایا جا سکتا ہے جو درج ذیل ہیں:

ہوتی ہے سحر پیدا

کرنیں ابھرتی ہیں

خدا کی آواز

پہلی پکار

کالی گھٹائیں

نازک مرحلے

اور۔۔کارواں بنتا گیا

الوداع!!! اے وطن

دعوت حق تلواروں کی چھاؤں میں

خون دل وجگر سے ہے سرمایہ حیات

مشعل توحید پر آندھیوں کی یلغار

اور۔۔بت ٹوٹ گئے

دم واپس

محمد عربی ﷺ کے تصور میں

کتاب کا مقدمہ محمد امانت اللہ اصلاحی، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے لکھا ہے وہ مقدمہ میں سیرت کا مقصود ومطلوب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کا اتباع جس سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ آدمی کے سیرت و کردار میں اپنی صلاحیت اور کوشش کے مطابق رسول ﷺ کی شخصیت کی جھلک نظر آئے اب اگر کسی کو حوصلہ ہے ایسی شخصیت کی تعمیر کا جس میں کشش اور دل آویزی ہو، عظمت اور بزرگی ہو، رعب اور دبدبہ ہو، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت کو بنیاد بنائے،

اور اس کا مطالعہ کرتا رہے۔''

کتاب کے دلچسپ پیرایہ کا اندازہ نبی کریم ﷺ کی ولادت کے واقعہ سے کیا جا سکتا ہے۔

''دوشنبہ کا دن تھا اور ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی کہ آمنہ کے ہاں ولادت ہوئی۔

نومولود بچہ بہت ہی خوبصورت تھا۔ چاند بھی اس کے سامنے پھیکا تھا۔ آمنہ نے اپنے خسر عبدالمطلب کو خبر کی کہ آ کر پوتے کو دیکھ لیں۔ عبدالمطلب دوڑے ہوئے آئے اور نظر پڑتے ہی کھل اٹھے کہ ایک تو لڑکا تھا اور وہ بھی عبداللہ کا۔

وہ خوشی سے نہال ہو گئے چنانچہ بچہ گود میں لیا۔ سینہ سے لگایا۔ ماتھے پر بوسہ دیا پھر اسے لیے ہوئے کعبہ پہنچے اور اس کا طواف کیا اور بچہ کا نام محمد رکھا۔

محمد کے معنی ہیں۔ ہر لحاظ سے قابل تعریف' وہ جسے پسند کریں۔ وہ جسے سب اچھا کہیں۔''

''محمد عربی'' کو اپنے مخصوص اسلوب کی بنا پر قبولیت عام ہوا کتاب کا ادبی' علمی' دعوتی و تبلیغی اور تحریکی رجحان اسے کثیر الرجحان کتب سیرت کی صف میں شامل ہونے کا ذریعہ بنا۔

آزادی کے بعد (۱۹۴۷ء۔۱۹۷۷ء) مجموعی طور پر فن سیرت نگاری کو عروج و دوام حاصل ہوا۔ مختلف زاویے سے مطالعہ سیرت کے نتیجے میں نئے نئے رجحان سامنے آئے اور سیرت کے ادبی ذخیرہ میں وہ اضافہ ہوا جو شاید دنیا کے کسی اور حصے میں ہوا ہو۔

حواشی .... باب پنجم

(۱) عقیل، معین الدین ڈاکٹر، مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور ۱۹۸۱ء ص ۱۸۰

(۲) ایضاً ص ۱۸۲

(۳) ڈاکٹر معین الدین عقیل ص ۱۸۳

(۴) ڈاکٹر معین الدین عقیل ص ۱۸۴

(۵) خالد انور محمود ڈاکٹر، اردو نثر میں سیرت رسولؐ اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۸۹ء ص ۷۰۰

(۶) عبدالحی، محمد، حیات طیبہ، اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۱۹۷۹ء ص ۵

(۷) ایضاً ص ۲۵۳

(۸) وحیدالدین، فقیر سید، محسن اعظم اور محسنین، لائن آرٹ پریس لاہور طبع پنجم ص ۷

(۹) ایضاً ص ۸

(۱۰) اصلاحی، محمد یوسف، داعی اعظم، اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۱۹۷۹ء ص ۸ تا ۱۱

(۱۱) خالد انور محمود ڈاکٹر، اردو نثر میں سیرت رسولؐ اقبال اکادمی پاکستان ۱۹۸۹ء

(۱۲) عبدالحی، محمد ڈاکٹر، اسوہ رسول اکرم ﷺ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۹۸۰ء

(۱۳) ڈاکٹر خالد انور محمود ص ۷۰۴

(۱۴) القادری، ماہر، دریتیم، گوشہ ادب لاہور ۱۹۸۰ء ص ۴

(۱۵) ایضاً ص ۴

(۱۶) کشفی، ابوالخیر ڈاکٹر، اردو میں سیرت نگاری، نقش سیرت مرتبہ نثار احمد، ادارہ نقش تحریر کراچی ۱۹۶۸ء ص ۱۷

(۱۷) صدیقی، نعیم، محسن انسانیتؐ، اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۱۹۷۸ء ص ۲

(۱۸) ایضاً ص ۱۴

(۱۹) ایضاً ص ۲۱

(۲۰) ایضاً ص ۵۶

(۲۱) ایضاً ص ۵۹

(۲۲) ایضاً ص ۶۰

(۲۳) ایضاً ص ۸۸

(۲۴) ایضاً ص ۲۰۰

(۲۵) ایضاً ص ۳۵۵

(۲۶) ایضاً ص ۳۹۳

(۲۷) ایضاً ص ۵۸۴

(۲۸) ایضاً ص ۵۹۵

(۲۹) ایضاً ص ۵۹۹

(۳۰) گیلانی، سید اسعد، رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب، ادارہ ترجمان القرآن لاہور ۱۹۸۱ء ص ۱۳، ۱۴

(۳۱) ڈاکٹر انور محمود خالد، ص ۷۴۹

(۳۲) ڈاکٹر انور محمود خالد ص ۷۰۰، ۷۰۱

(۳۳) خان، میجر جنرل اکبر، حدیث دفاع، فیروز سنز لاہور ۱۹۵۴ء

(۳۴) ڈاکٹر انور محمود خالد ۷۰۲

(۳۵) ایضاً ص ۷۰۴

(۳۶) باشمیل، محمد احمد، غزوہ بدر، ترجمہ مولانا اختر فتح پوری نفیس اکیڈمی، کراچی مارچ ۱۹۸۶ء مقدمہ ایڈیشن اول ص ۲۳

(۳۷) ایضاً ص ۱۸۶ تا ۲۲۴

(۳۸) اظہر، ظہور احمد ڈاکٹر، فصاحت نبویؐ، اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۳ تا ۸

(۳۹) رضوی، سید محبوب مولانا، مکتوبات نبویؐ ادارہ اسلامیات لاہور، مئی ۱۹۷۸ء

(۴۰) غزنوی، خالد ڈاکٹر، طب نبویؐ (صدارتی ایوارڈ یافتہ) فیصل، ناشران و تاجران کتب لاہور ۱۹۸۷ء ص ۶

(۴۱) ثانی، حافظ محمد ڈاکٹر، پاک و ہند میں سیرت نمبروں کا تجزیہ (آغاز و ارتقاء) ششماہی ''السیرۃ العالمی'' مدیر فضل الرحمٰن، زوار اکیڈمی کراچی جون ۱۹۹۹ء، ص ۲۳۱

(۴۲) ایضاً ص ۲۵۵

(۴۳) ڈاکٹر انور محمود خالد ص ۴۰۱

(۴۴) پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور ۱۹۷۲ء

(۴۵) ڈاکٹر انور محمود خالد ص ۴۰۲

(۴۶) ایضاً ص ۴۲۲

(۴۷) سبحانی، محمد عنایت اللہ، محمد عربیؐ، اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۰ء

باب ششم

سیرت نگاری

(۱۹۷۷ـ۱۹۸۷ء)

(۱۹۷۷۔۱۹۸۷)

(۱)

یہ سوال بجا طور پر کیا جاسکتا ہے کہ سیرت نگاری کو آزادی کے بعد سے' موضوع کی مناسبت سے ۱۹۸۷ء تک کیوں شامل نہیں کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۷ء تک کا زمانہ سیرت نگاری کے فروغ کے حوالے سے متعدد خصوصیات وانفرادیت کا حامل ہے۔ ۱۹۷۷ء پاکستان کی سیاسی تاریخ' اسلامائزیشن اور بالخصوص سیرت نگاری کے حوالے سے ایک اہم موڑ ہے' ہم ذیل میں اس کا اختصار کے ساتھ جائزہ لیں گے۔

(۲)

پاکستان میں ۱۹۷۰ء کے پہلے عام انتخابات میں ملک کی دو بڑی سیاسی جماعتیں عوامی لیگ شیخ مجیب الرحمٰن کی قیادت میں اور پاکستان پیپلز پارٹی ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں بالترتیب مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان صوبوں میں اکثریت سے کامیاب ہوئیں لیکن عوامی لیگ کو مجموعی طور پر اکثریت حاصل تھی' سیاسی وجمہوری آداب وروایات کا تقاضا تھا کہ اکثریتی جماعت یعنی عوامی لیگ کو حکومت بنانے کی دعوت دی جاتی لیکن بدقسمتی سے ایسا نہ ہوسکا جس سے ملک میں سیاسی انتشار پیدا ہوا اور مشرقی پاکستان کے عوام جو پہلے ہی احساس محرومی کے باعث مضطرب و بے چین تھے بعض داخلی اور خارجی سازشوں کا شکار ہوگئے اس انتشار کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارت نے مشرقی پاکستان میں فوج کشی کی جو پاکستان کے دولخت ہونے کے سانحہ پر منتج ہوئی۔ پاکستان دسمبر ۱۹۷۱ء میں ٹوٹ گیا' ﴿۱﴾ یہ بڑا عظیم سانحہ تھا' مشرقی پاکستان ایک علیحدہ مملکت ''بنگلہ دیش'' بن گیا اور مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی نے اپنی حکومت قائم کرلی جس کی قیادت ذوالفقار علی بھٹو کے پاس تھی۔ ﴿۲﴾

۱۹۷۲ء میں نوزائیدہ پاکستان کی زندگی آغاز ان حالات میں ہو کہ مشرقی پاکستان میں شکست کے بعد ۹۰ ہزار پاکستانی فوجی بھارت کی قید میں اور ہزاروں مربع میل علاقہ اس کے پاس تھا' ملک دستوری طور پر بحران کا شکار تھا۔ یہاں اس کا موقع نہیں کہ سانحہ

سے کام لیا گیا لیکن اس کے باوجود پی این اے اور بھٹو حکومت کے درمیان مذاکرات کامیاب ہو گئے۔ لیکن باضابطہ معاہدہ سے صرف ایک روز قبل ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو چیف آف آرمی اسٹاف جنرل محمد ضیاء الحق نے ملک میں مارشل لا نافذ کر دیا۔ [۴] پی این اے اور بھٹو کے درمیان باضابطہ معاہدہ کیوں نہ ہو سکا' فوج نے اقتدار کیوں سنبھالا اس بارے میں متضاد آراہیں ایک رائے یہ بھی ہے کہ اس میں بعض بیرونی طاقتوں کا بھی ہاتھ تھا لیکن یہ بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

(۴)

۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو جنرل محمد ضیاء الحق نے ملک کی باگ دوڑ سنبھال لی۔ جنرل ضیاء الحق ایک خاص سیاسی واحتجاجی تحریک' جس کی بنیاد نیم سیاسی اور مذہبی تھی' کے پس منظر میں برسر اقتدار آئے تھے اس لیے انہیں عوام اور سیاسی جماعتوں کے مذہبی جذبات و احساس کا اندازہ تھا نیز خود ضیاء الحق بھی ایک راسخ العقیدہ فوجی جرنیل تھے اور صوم وصلوٰۃ کی پابندی کی وجہ سے وہ فوج میں بھی مشہور تھے چنانچہ ضیاء الحق نے برسر اقتدار آنے کے بعد عوام کے مذہبی جذبات اور احساسات کا پورا خیال رکھا جس کا اظہار ان کی تقریروں اور پالیسیوں میں نمایاں تھا' جنرل ضیاء الحق نے ملکی قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا اعلان کیا' ذرائع ابلاغ سے غیر اسلامی طور طریقوں پر پابندیاں عائد کیں' صلوٰۃ' زکوٰۃ' رمضان حدود آرڈیننس سمیت بعض قوانین نافذ بھی کیے اس کے ساتھ انہوں نے سرکاری سطح پر اسلامی تقریبات و روایات کی بھی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی۔ خصوصاً اس حوالے سے ۱۲ ربیع الاول کو نبی کریم ﷺ کے یوم ولادت کے موقع پر قومی سیرت کا انعقاد بھی شامل ہے جس کا تعلق براہ راست ہمارے موضوع سے ہے اس لیے ہم جنرل ضیاء الحق کے دور میں سیرت رسول ﷺ کی ترویج واشاعت کا جائزہ لیں گے۔

سیرت نگاری اور سرکاری سرپرستی

جنرل ضیاء الحق نے برسر اقتدار آنے کے بعد حکومت نے پہلی بار سرکاری سرپرستی میں سیرت اور سیرت نگاری کی ترویج و اشاعت کے لیے اہم اقدامات کیے گئے اس ضمن میں جو اقدامات کیے گئے وہ یہ ہیں کہ

(۱) ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو نبی کریم ﷺ کا یوم ولادت سرکاری سطح پر منانے کا خصوصی اہتمام کیا گیا۔

(۲) نبی کریم ﷺ کے یوم ولادت کے موقع پر دار الخلافہ اسلام آباد میں وفاقی مذہبی امور حکومت پاکستان کے زیر اہتمام قومی سیرت کانفرنس کا انعقاد شروع کیا گیا جس میں ملک بھر سے علماء ومشائخ اور مذہبی اسکالر کو سرکاری مہمان کی حیثیت میں

مدعو کیا جاتا۔

(۳) قومی سیرت کانفرنس کی صدارت صدر مملکت جنرل ضیاء الحق کرتے اور اعلیٰ سرکاری حکام اہتمام سے شرکت کرتے تھے۔

(۴) قومی سیرت کانفرنس میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر علمائے کرام کے مقالے پڑھتے اور افتتاحی اجلاس سے جنرل ضیاء الحق خصوصی خطاب کرتے۔

(۵) حکومت کی جانب سے ہر سال سیرت کے موضوع پر مقالہ نویسی کے مقابلے کا فیصلہ کیا گیا چنانچہ ربیع الاول سے کئی مہینے پہلے متعین موضوع کا اعلان قومی اخبارات کے ذریعہ کیا جاتا' مقالات کا انتخاب اور اس کی درجہ بندی کے لیے ججوں اور ماہروں کا خصوصی پینل تشکیل دیا جاتا اور اول' دوم سوم آنے والے مقالہ نگاروں کو نقد انعام اور توصیفی سند قومی سیرت کانفرنس کے موقع پر دیے جانے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔

(۶) حکومت نے کتب سیرت کے مقابلے بھی شروع کیے مقابلے میں درجنوں کتابیں موصول ہوتی تھیں جن کی درجہ بندی کے لیے بھی مذہبی اسکالرز کا پینل تشکیل دیا جاتا اور قومی سیرت کانفرنس کے موقع پر اول دوم سوم آنے والی کتب سیرت اور سیرت نگاروں کو صدر مملکت بہ نفسِ نفیس نقد انعامات اور توصیفی اسناد عطا کرتے۔

(۷) حکومت نے مقالہ جات اور کتب سیرت کے مقابلہ کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے اسے انگریزی اور علاقائی زبانوں تک وسیع کیا اور علاقائی زبانوں میں مقالات اور کتب سیرت پر انعامات کا سلسلہ شروع کیا گیا۔

(۸) سیرت کانفرنسوں میں پڑھے جانے والے مقالوں اور مقابلوں میں بھیجے جانے والے منتخب مقالات کو مرتب و مدون کر کے کتابی شکل میں شائع کیا جاتا۔

سیرت نگاری کے سرکاری محرکات کے اثرات

۱۹۷۷ء میں پاکستان میں سیاسی تبدیلی کے نتیجے میں سیرت نگاری پر دور رس اثرات مرتب ہوئے۔ ۱۹۷۷ء میں جو سیاسی تبدیلی آئی اس کے محرکات سیاسی اور مذہبی تھے لیکن مذہبی رنگ غالب تھا' ملک میں ایک عوامی لہر تھی جو مذہبی جذبات سے سرشار تھی پاکستان قومی اتحاد کے انتخابات میں دھاندلی کے خلاف احتجاج تحریک ''نظام مصطفیٰ ﷺ کی تحریک میں تبدیل ہوگئی۔ پی این اے کے رہنماؤں نے نظام مصطفیٰ کے اثرات و ثمرات کو اپنی تقریروں کا موضوع بنایا چنانچہ ہر شخص کی زبان پر ایک ہی مطالبہ تھا کہ ملک

میں نظام مصطفیٰ رائج کیا جائے' نظام مصطفیٰ کی تحریک اور عوام میں نظام مصطفیٰ کی خواہش اور تڑپ سے نئی آنے والی فوجی قیادت متاثر اور دباؤ کا شکار تھی نئی فوجی قیادت بہت ذہین ثابت ہوئی اس نے عوامی جذبات واحساسات کو ملحوظ رکھتے ہوئے مستقبل کی پالیسیاں وضع کیں اور فیصلے کیے' فوجی قیادت یعنی جنرل محمد ضیاء الحق اپنے افکار و نظریات' خاندانی پس منظر کے اعتبار سے انتہائی مذہبی اور وضع قطع اور اپنے ذوق و مزاج کے اعتبار سے بھی ماضی کے فوج کے جرنیلوں سے مختلف تھے۔ ہمارے خیال میں معاشرے پر قیادت کے فکر و عمل کے اثرات سب سے زیادہ نمایاں ہوتے ہیں چنانچہ ملک میں قیادت کی تبدیلی سے سرکاری مشنری کا قبلہ بھی تبدیل ہو گیا' ۱۹۷۷ء سے پہلے بھی ملک میں سرکاری سطح پر مولود النبی ﷺ کی تقریبات منائی جاتی تھیں اور سیرت کانفرنس بلکہ بین الاقوامی سیرت کانفرنسیں منعقد ہوتی تھیں لیکن ۱۹۷۷ء کے بعد اس حوالے سے انقلابی تبدیلیاں آئیں اور صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی غیر معمولی دلچسپی' ہدایات واحکامات کی روشنی میں وزارت مذہبی امور پاکستان کے زیر اہتمام "قومی سیرت کانفرنس" کے انعقاد کا سلسلہ شروع ہوا "قومی سیرت کانفرنس" نے سیرت نگاری کی ترویج واشاعت میں انتہائی اہم کردار ادا کیا "قومی سیرت کانفرنس" کے تحت سیرت نگاری کے فروغ میں جو اضافہ ہوا ذیل میں اس کا جائزہ لیں گے۔

قومی سیرت کانفرنس۔ وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان

کانفرنس کے اغراض ومقاصد

وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان نے سیرت کانفرنس کے درج ذیل پانچ مقصد کا تعین کیا۔

(۱) حضور ختم المرسلین وافضل النبین محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ عقیدت پیش کرنا' جن کی بدولت بنی نوع انسان کو کفر کی ظلمت سے نجات اور ہدایت کی روشنی میں صراط مستقیم نصیب ہو۔

(۲) عہد جدید کے انسان کی مدد کرنا تا کہ وہ اسوہ حسنہ کی روشنی میں اپنے کردار و سیرت کی تشکیل کر سکے اور عہد حاضر کے مسائل کا حل تلاش کر سکے۔

(۳) نوجوان دانشوروں اور محققوں میں اسلام کی صحیح روح بیدار کرنا تا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے ابدی پیغام کو نہایت مؤثر اور مناسب طور دنیا میں پھیلا سکیں۔

(۴) آنحضرت ﷺ کی عطوا کردہ عالمگیر آفاقی قدروں' مثلاً اخوت' عدل اور احسان کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کی سوانح اور

سیرت طیبہ کی تعلیم و تحقیق کی حوصلہ افزائی کرنا۔

(۵) اسلام میں پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں لاعلمی پر مبنی غلط فہمیوں اور تعصبات کو دور کرنے کے لیے مناسب و مؤثر طریق کار وضع کرنا۔﴿۵﴾

سیرت کانفرنس کے اغراض و مقاصد انتہائی اہم اور جامع تھے یہ مقاصد اس بات کا غماض تھے کہ کانفرنس کو سیرت کے جملہ امور کا کما حقہٗ احساس اور ادراک تھا جو گزشتہ پانچ چھ صدیوں سے سیرت کے حوالے سے مطلوب تھے۔

سیرت کانفرنس نے اپنے مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے جن سمتوں میں سفر کیا اس کے نتائج پر ایک سرسری نظر ڈالیں گے۔

۱۔ عوام و خواص میں حضور اکرم ﷺ سے عقیدت و محبت اور اطاعت کا جذبہ بیدار کرنے کے لیے اقدامات کیے گئے سرکاری دلچسپی اور سرپرستی کی وجہ سے ذرائع ابلاغ، سیاسی تنظیموں نے بھی سیمینار/مذاکروں کا اہتمام کیا۔

۲۔ عصری مسائل کے حل کے لیے سیرت کو مثالی نمونے کے طور پر پیش کیا گیا اور ہر سمت سے یہ آوازیں اٹھیں کہ موجودہ مسائل اور مشکلات کا حل سیرت طیبہ ہی میں، عصری مسائل میں عالمی امن، عدل و انصاف، معیشت و معاشرت اور سیاست، تعلیم تعلم، حقوق انسانی کو خصوصی طور پر مرکز توجہ بنایا گیا۔

۳۔ کسی حد تک علمی سطح پر اسلام کے صحیح روح اور آنحضرت ﷺ دنیا کے سامنے پیش کرنے کی بھی کوشش کی گئی لیکن جس پیمانے پر یہ کام ہونا چاہیے تھا نہیں ہوا۔

۴۔ تحقیقات اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کی دعوت و پیغام، سیرت و کردار اور سوانح و سیرت کو عام کرنے کے بھرپور حوصلہ افزائی کی اور سیرت کے علمی و ادبی ذخیرہ میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ اہل علم نے سیرت کو اپنا موضوع بنایا اور قومی سیرت کانفرنس نے اپنے مقاصد میں سے اس لحاظ سے سو فیصد نتائج حاصل کیے۔

۵۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں لاعلمی اور تعصبات خصوصاً یورپ و مغرب کی تنگ نظری کے انسداد کے لیے سنجیدہ علمی و تحقیقی کوشش دیکھنے میں نہیں آئیں۔

سیرت نگاری کی ترویج و اشاعت میں سیرت کانفرنس کا کردار

۱۹۷۶ء کی بین الاقوامی سیرت کانفرنس کے انعقاد کے بعد وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان نے مولد النبی ﷺ کے

مبارک وسعید موقع پر قومی سیرت کانفرنس میں علمی مجلس مذاکرہ کا اہتمام کیا اور اس مجلس مذاکرہ میں ملک کے جید علماء کرام اور اہل علم ودانش سیرت کے مختلف گوشوں پر مقالات پیش کرتے اس کے بعد اس طریقہ کار میں تبدیلی ہوئی اور یہ طے کیا گیا کہ سیرت طاہرہ کے کسی مخصوص گوشہ پر یا سیرت طیبہ کے حوالے سے کسی عصری موضوع پر مقالات کی دعوت دی جاتی اور ماہرین کی رائے میں جن تحریروں کو امتیازی حیثیت کا حامل گردانا جاتا ان کے فاضل مصنفین کو خصوصی انعامات پیش کیے جاتے۔ اور ان کی عالمانہ تحریریں یا ان کے اہم اقتباسات کانفرنس کے جلسہ مقالات میں پیش کیے جائے۔

سیرت کانفرنس کے ذریعہ سیرت نگاری کی ترویج واشاعت کے حوالے سے جو کام ہوا انتہائی وقیع اور وسیع ہے زیر نظر عہد میں سیرت کانفرنس میں سیرت کے مختلف موضوعات پر ۳۰۰ سے زائد مقالات ملک کے فاضل مقالہ نگاروں نے پیش کیے جو وزرارت مذہبی امور نے مجلد شائع کیے ہیں اسی طرح کانفرنس کی کوششوں کے نتیجے میں کتب سیرت کی تصنیف تالیف میں نمایاں پیش رفت ہوئی اور سیکڑوں کتب منصۂ شہود پر آئیں۔

سیرت کے موضوع پر لکھے جانے والے منتخب مقالات اور ان کے مصنفین کے نام یہ ہیں۔ جبکہ تفصیلات ضمیمے شامل ہیں۔

مقالات سیرت (۱۹۷۸) ﴿۶﴾

۱۔ الامانت سے الامین تک — از پروفیسر مرزا محمد منور

۲۔ ہمارے زوال کا مداوا — از ڈاکٹر برہان الدین فاروقی

۳۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی معاشی تعلیمات — از حضرت پیر کرم شاہ الازہری

۴۔ آنحضرت ﷺ کا انداز تعلیم وتربیت اور اس کے انقلابی اثرات — از مولانا محمد تقی عثانی

۵۔ حضور اکرم ﷺ بحیثیت معلم اعظم — از مفتی محمد حسین نعیمی

مقالات سیرت (۱۹۸۱) ﴿۷﴾

۱۔ سیرت مصطفیٰ ﷺ میں عصر حاضر کے لیے پیغام — از جسٹس (ر) سید جمیل حسین رضوی

۲۔ کلیدی خطبہ — از ڈاکٹر سید محمد عبداللہ

۳۔ حضور اکرم ﷺ مربی ومزکی — از ڈاکٹر خالد علوی

مقالات سیرت جنوری ۱۹۸۲ء ﴿۸﴾

مقالات سیرت دسمبر ۱۹۸۲ء ﴿۹﴾

مقالات سیرت (جلد اول) ۱۹۸۳ء ﴿۱۰﴾

مقالات سیرت (جلد دوم) ۱۹۸۳ء ﴿۱۲﴾

۱۔ آنحضرت ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت	از ڈاکٹر سعید اللہ قاضی
۲۔ حضرت محمد ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت	از عبد العزیز عرفی
۳۔ حضرت محمد ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت	از علامہ شمس بریلوی
۴۔ حضرت محمد ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت	از پروفیسر محمد عبد الجبار شیخ
۵۔ حضرت محمد ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت	از پروفیسر متین ہاشمی
۶۔ اسلام اور معاشی نظام	از ڈاکٹر انعام الحق کوثر

مقالات سیرت ۱۹۸۴ء ﴿۱۳﴾

۱۔ رسول کریم اور نظام عدل	از جسٹس آفتاب حسین
۲۔ شہادت کے قواعد وضوابط	از جسٹس مولانا عبد القدوس قاسمی
۳۔ ذمی۔ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں	از پروفیسر عبد القیوم
۴۔ تعلیم نسواں۔ سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں	از ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
۵۔ عمال حکومت کا محاسبہ	از پروفیسر سعید الدین احمد

مقالات سیرت کا تنوع، جامعیت اور علمیت اور مقالہ نگاروں کی علمی استعداد کثرت مطالعہ اور وسعت نظر کا جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ سیرت کے موضوع پر یہ مقالے نہ صرف یہ کہ موضوع کے جملہ امور کا احاطہ کرتے ہیں بلکہ رواداری، اعتدال پسندی، امن وانصاف اور جملہ حقوق وتحفظ انسانی کی ضمانت اور رہنمائی بھی فراہم کرتے ہیں۔ یہ مقالے جدید علمی وتحقیقی معیار کے مطابق ہیں بلکہ تحقیق کی نئی راہیں کھولیں۔ مقالات کے جائزے کے بعد ہم اب ان کتب سیرت کا بھی تذکرہ کریں گے جن کی اہمیت کا اعتراف سرکاری سطح پر کیا گیا۔

(۱۱) کتب سیرت

وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے مقابلہ ہائے کتب سیرت میں مختلف زبانوں میں

موصولہ کتب سیرت کی تعداد انعام یافتہ کتب اور مصنفین کے نام حسب ذیل ہیں۔

سال	مقابلہ	تعداد موصولہ کتب	انعام یافتہ کتاب اور مصنف
۱۹۷۹ء	قومی زبان (اردو) میں مقابلہ کتب سیرت غیر ملکی	۱۷	''سیرت مصطفیٰؐ''۔ مولوی محمد عظیم شیدا
	زبانوں میں کتب سیرت (انگریزی) علاقائی زبانوں	۲	(اردو زبان)
	میں مقابلہ کتب سیرت (سندھی)	۵	
	(پشتو)	۱	
	(گجراتی)	۱	
۱۹۸۰ء	قومی زبان (اردو) میں مقابلہ کتب سیرت غیر ملکی	۱۱	(حصہ دوم)
	زبانوں میں مقابلہ کتب سیرت (انگریزی) علاقائی	۲	جمال مصطفیٰؐ (اردو زبان) عبدالعزیز عرفی
	زبانوں میں مقابلہ کتب سیرت (پنجاب)	۲	
	(سندھی)	۲	
	(براہوئی)	۱	جمال حبیب۔ فقیر محمد اسماعیل نقشبندی
	(پشتو)	۳	
۱۹۸۱ء	قومی زبان (اردو) میں مقابلہ کتب سیرت	۷	''سیرت النبیؐ'' پروفیسر عبدالرؤف (اردو)
	غیر ملکی زبانوں میں مقابلہ کتب سیرت (انگریزی)	۱	
	علاقائی زبانوں میں مقابلہ کتب سیرت (براہوئی)	۱	
	(گجراتی	۱	حیات النبیؐ (دو جلدیں) یوسف منڈاویا

١٩٨٢ء	قومی زبان (اردو) میں مقابلہ کتب سیرت	١٨	سیرت النبیؐ (دو جلدیں) غلام ربانی عزیز
	غیر ملکی زبانوں میں مقابلہ کتب سیرت (انگریزی)	١	رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب۔ سید اسعد
	علاقائی زبانوں میں مقابلہ کتب سیرت (پنجابی)	٣	گیلانی
	(براہوئی)	١	Epic of Faith (Verse)
	(سندھی)	۵	By A.Rauf Lother
	(پشتو)	٢	
	(سرائیکی)	٢	
	مجلات (اردو)	١	نقوش رسول نمبر۔ ایڈیٹر محمد طفیل
١٩٨٣ء	قومی زبان (اردو) میں مقابلہ کتب سیرت	٣١	(١) ہادی عالمؐ۔ مولانا ولی محمد رازی
	غیر ملکی زبانوں میں مقابلہ کتب سیرت (انگریزی)	١٧	(٢) غزوات رسولؐ۔ بریگیڈیئر (ر) گلزار احمد
	(فارسی)	٣	(٣) پیغمبر انقلاب۔ مولانا وحید الدین خان
	(عربی)	٧	(1) Muhammad His Life
	(انڈونیشی)	٢	Based on Earliest Sources,
	(ملائی)	١	By Martim Lings
	(ترکی)	٨	(2) The Messenger of
	(اطالوی)	١	Allah, our Prophet, mercy
	علاقائی زبانوں میں مقابلہ کتب سیرت (پنجابی)	١	to Mankind By, Mr.
	(سندھی)	٢	Obaidullah Ghazi Mrs.
	(پشتو)	١	Tasneema. Ghazi
	اردو میں بچوں کے لیے تحریر کردہ کتب سیرت	١٦	ہمارے حضورؐ۔ عابد نظامی (بچوں کے لیے)

۱۹۸۴ء	قومی زبان (اردو) میں مقابلہ کتب سیرت	۲	فصاحت نبویؐ ۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
	غیر ملکی زبانوں میں مقابلہ کتب سیرت (ترکی)	۳	نبی کریمؐ کا ذکر ۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر
	(انگریزی)	۴	نبی کریمؐ ۔ سلیم یزدانی
	(عربی)	۱	نقوش سیرت ۔ پروفیسر سالک احسان الٰہی
	(فارسی)	۱۷	رسول کائنات ۔ عبدالکریم ثمر
			القول المبین ۔ ڈاکٹر محمد طیب النجار
			زندگانی حضرت محمدؐ ۔ الاستاذ السید غلام رضا سعیدی
۱۹۸۵ء	قومی زبان (اردو) میں مقابلہ کتب سیرت	۷	مدینۃ الرسولؐ ۔ علامہ ابوالنصر منظور شاہ احمد
	غیر ملکی زبانوں میں مقابلہ کتب سیرت (انگریزی)	۴	Muhammad (SAW) The
	علاقائی زبانوں میں مقابلہ کتب سیرت (پنجابی)	۲	last Messenger . By Nazeer
	(سندھی)	۲	A. Siddique
	(سرائیکی)	۱	اخلاق جواہر (مدنی مرسل) ڈاکٹر عبدالہادی سرہیو
	(کشمیری)	۱	سون رسول پاکؐ ڈاکٹر ایس ۔ ایم یوسف بخاری
	(ہندکو)	۱	الہادیؐ ۔ ڈاکٹر عبدالرشید
	بچوں کے لیے تحریر کردہ کتب سیرت	۸	سب سے بڑے انسان ۔ سید نذر زیدی
			قصائے رسولؐ ۔ ریاض احمد سید

۱۹۸۶ء	قومی زبان (اردو) میں مقابلہ کتب سیرت	۱	سرورکونین کی فصاحت، علامہ شمس بریلوی
	علاقائی زبانوں میں مقابلہ کتب سیرت (پنجابی)	۲	مکی مدنی ماہی۔قدرآفاقی
	(سندھی)	۲	سیرت خاتم الانبیاء۔الحاج رحیم بخش قمر لاکھو
	(ہندکو)	۱	سیرت مصطفیٰ عبدالرزاق صابر
	(براہوئی)	۱	سومولودرسولؐ۔اکبرحسین اکبر
	(بلوچی)	۲	ہمارے پاک رسولؐ۔طالب ہاشمی
	(کہوار)	۱	
	(شنا)	۱	
	غیرملکی زبانوں میں مقابلہ کتب سیرت (انگریزی)	۷	
	(ترکی)	۳	
	(فارسی)	۷	
	اردو میں بچوں کے لیے تحریر کتب سیرت	۱۳	
	مقابلہ کتب سیرت خواتین بر موضوعات اسلامی (اردو)	۱۰	
	مقابلہ کتب سیرت خواتین برموضوعات اسلامی (اردو، بچوں کے لیے)	۱	
	مقابلہ کتب خواتین برموضوعات اسلامی (علاقائی زبانوں میں)	۱	

١٩٨٧ء	قومی زبان (اردو) میں مقابلہ کتب سیرت	٦	ذکر رسولؐ مثنوی مولانا روم۔ڈاکٹر خواجہ حمید
	غیر ملکی زبانوں میں مقابلہ کتب سیرت (انگریزی)	٢	یزدانی
	(ترکی)	١	The Prophet's Concept of
	علاقائی زبانوں میں مقابلہ کتب سیرت (پنجابی)	١	War, By (Br. (r) A.Gulzar)
	(پشتو)	٢	شعاع من السیرۃ النبویہ فی العہد المکی از۔ڈاکٹر
	(سرائیکی)	١	راجحی عبدالحمید
	(سندھی)	٣	ڈاکٹر صالح سرویو Paygamberizim
	اردو میں بچوں کے لیے تحریر کردہ کتب سیرت	٥	Hayati (Turkish) By
	مقابلہ کتب خواتین برموضوعات اسلامی (سندھی)	١	مدنی مٹھا منٹھار۔سجاد حسین پرویز
	(انگریزی)	١	بات کریکن جی ہجرت (مدنی زندگی سن وار)
			ڈاکٹر عبدالہادی سرہیو
- - -			اسوہ حسنہ۔مسز مسرت شوکت سرہیو
			The Holy Prophet under
			The Tourch Light of
			History, By Dr. Perveen
			shaukat Ali

زیرِ نظر عہد میں اردو، علاقائی اور بین الاقوامی زبانوں میں تین سو سے زائد کتابیں مقابلہ میں موصول ہوئیں اور لاکھوں روپے کے انعامات ملکی اور غیر ملکی مصنفین کو حکومت پاکستان کی جانب سے دیے گئے۔حکومت پاکستان کی جانب سے سیرت نگاری کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی وجہ سے نہ صرف کتب سیرت میں اضافہ ہوا بلکہ انعام یافتہ کتب سیرت اعلیٰ علمی اور تحقیقی معیار کی حامل

ہیں ان کتابوں میں مختلف زاویے سے حضور اکرم ﷺ کی سیرت و کردار اور کارناموں کو پیش کیا گیا ہے۔

سیرت نگاری کے سرکاری محرکات و اثرات کے جائزے کے بعد ہم زیر نظر عہد میں سیرت کے تحریری سرمایہ کی روشنی میں مزید رجحانات کا جائزہ لیں گے۔

(۱) سیرت نگاری اور جدید تحقیقی رجحان

انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں اہل مغرب اور یورپ نے تحقیق و مطالعہ میں جو جدید اسلوب' اصول اور معیار قائم کیا اس کی اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اگر چہ اس حوالے سے مغرب کے تعصب و تنگ نظری کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ تاہم مسلم دنیا کے اسکالرز اپنے قدیم اسلوب تحقیق و مطالعہ کے باعث نہ صرف متاثر ہوئے بلکہ مرعوبیت کا شکار ہو گئے۔ مسلم اسکالرز کی علمی استعداد' دیانت و امانت اور معیار اگر چہ کسی بھی طرح مغربی اسکالرز سے کم نہ تھا لیکن اس کا نفسیاتی اثر اس قدر گہرا تھا کہ عام مسلمان بھی احساس کمتری کا شکار ہو گئے اور ان کا رجوع مسلم اسکالرز کے بجائے مغربی اسکالرز کی تحقیق و مطالعہ کے طرف زیادہ نظر آنے لگا۔ مسلم اسکالرز نے مغرب کے جدید تحقیق و مطالعہ کا چیلنج قبول کیا اور اس نفسیاتی مسئلہ کی طرف سنجیدہ توجہ کی اور بہت جلد نہ صرف جدید تحقیق کے اصول اور اسلوب سے خود کو آراستہ کیا بلکہ تحقیق و مطالعہ کی بلندیوں کو سر کیا اور تحقیقی شہ پارے دنیا کے سامنے پیش کیے۔

اسلامی علوم بالخصوص فن سیرت نگاری میں جدید تحقیق کے اصول و معیار متعدد سیرت نگاروں نے اختیار کیے لیکن ان میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا مقام و مرتبہ اور تحقیقی مسائی بلندیوں کی معراج پر نظر آتی ہے' ڈاکٹر حمید اللہ (۱۹۰۸-۲۰۰۲) کی نگارشات سیرت بیسوی صدی کے ربع ثانی سے منصہ شہود پر آنا شروع ہو گئیں تھی۔ لیکن ہم نے عمداً گذشتہ ابواب میں ان کی کتب سیرت اور سیرت نگاری کا تذکرہ نہیں کیا اس لیے کہ ڈاکٹر حمید اللہ کی نگارشات سیرت کا دائرہ ہمارے موضوع کے آخر زمانے تک پھیلا ہوا ہے اسل یے ہم علیحدہ سے ان کی سیرت نگاری کا تفصیلی مطالعہ کرنا چاہتے تھے نیز یہ کہ ڈاکٹر صاحب کا جدید تحقیق و مطالعہ میں جو مقام ہے اس کا تقاضا بھی ہے کہ اس کا علیحدہ اور تفصیلی مطالعہ کیا جائے۔

(۱) ڈاکٹر حمید اللہ کی خدمات سیرت اور اسلوب تحقیق

ڈاکٹر حمید اللہ کی متنوع علمی انتاجات میں حضور اکرم ﷺ کی ذات اور آپ کے عہد کے مطالعہ کا خاص مقام ہے۔ سیرت

رسول ﷺ پر ان کے کام کا جائزہ واضح کرتا ہے کہ انہوں نے اس موضوع پر کام کا آغاز سیرت پر کسی کتاب لکھنے کی منصوبہ بندی سے نہیں کیا بلکہ ایسا ہوا کہ انہیں سیرت رسول ﷺ یا عہد نبوی ﷺ کے کسی پہلو نے متوجہ کیا تو انہوں نے اس پر تحقیق شروع کر دی اور وہ تحقیق بنیادی طور پر ایک مقالے کی صورت میں ڈھل گئی ۔ پھر کوئی اور پہلو جاذب توجہ ہوا تو اس پر لکھا اور وہ ایک مضمون کی صورت میں چھپ گیا۔ جب بہت سے مضامین شائع ہو گئے اور ان میں رسالت مآب ﷺ کی شخصیت یا آپ کا عہد مرکزی خیال کے طور پر موجود تھا تو انہیں یکجا کر کے کتابی صورت میں چھاپ دیا گیا۔ سیرت پر ڈاکٹر صاحب کی بہت سی کتابیں دراصل مقالات ہی کا مجموعہ ہیں جو وقتاً فوقتاً چھپتے رہے حتیٰ کہ فرانسیسی زبان میں آپ کی مفصل اور مربوط کتاب ''محمد رسول اللہ'' ان کی اس وقت تک چھپی ہوئی معلومات کا مجموعہ ہے۔ سیرت پر ڈاکٹر صاحب پر ان کے کام کی حیثیت بھی مختلف پہلوؤں کا تحقیقی جائزہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب زندگی بھر سیرت کے موضوع پر لکھتے رہے علمی مجلات کے علاوہ انسائیکلو پیڈیا کے لیے بھی مضامین لکھے جو اب ان کی زینت ہے۔ پنجاب یونیورسٹی سے شائع ہونے والے اردو دائرہ معارف اسلامی میں بدر' بعثت' ثقیف' حدیبیہ' حلف الفضول' حنین' خندق و خیبر کے تحت آپ کے مقالات موجود ہیں ۔ سیرت سے ڈاکٹر صاحب کی دلچسپی کی کیفیت یہ ہے کہ خطبات بہاولپور میں سے چھ کا تعلق سیرت کے مختلف پہلوؤں سے ہے مثلاً مملکت اور نظم و نسق' نظام دفاع اور غزوات' نظام تعلیم و سرپرستی علوم' نظام تشریعی و عدلیہ' نظام مالی و تقویم اور تبلیغ اسلام اور غیر مسلموں سے برتاؤ۔ سیرت کے تقریباً یہی وہ پہلو ہیں جن پر ڈاکٹر حمید اللہ نے زندگی بھر توجہ دی اگر انہیں سیرت نگاری کا امام کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ڈاکٹر حمید اللہ ایک عالم باعمل سیرت نگار تھے آپ نے رسول اکرم ﷺ کے بارے میں جو پڑھا تحقیق کی اور جو لکھا اس پر عمل بھی کیا آپ کی سیرت پر لکھی ہوئی کتب علمی دیانت' تحقیقی متانت اور تدریسی وضاحت کا شاہکار ہیں یہ کتابیں ایک صاحب فن کی محققانہ جستجو کا مجموعہ ہیں آپ نے بے لاگ تبصرے اور تجزیے کیے' واقعات تو حقائق کو الجھانے کے بجائے سلجھایا آنے والے سیرت نگاروں کے لیے نئی راہوں پر قندیلیں جلائیں' غور و فکر کے دریچے کھولے آپ نے اپنی تحریروں میں جذباتیت کو نزدیک نہیں آنے دیا' مستشرقین کے بارے میں ان کا رویہ ایک مناظر کے بجائے ایک خیر خواہ داعی کا رہا جو خالص علمی اسلوب سے حقائق کی نشاندہی کرنا ہے لیکن مرعوبیت اور معذرت سے ماورا ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ وہ ایک حقیقت پسند سیرت نگار تھے وہ کسی بات کو مصلحتاً پوشیدہ رکھنے کے قائل نہیں تھے ۔ ﴿۱۲﴾

اسلوبِ تحقیق

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے کام کا اندازہ ان کے اسلوب تحقیق سے ہوتا ہے۔ آپ تلاش وجستجو اور نقد واحتساب کے تمام مہیا ذرائع استعمال کرنے اور معمولی معمولی جزئیات کی حیثیت متعین کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے اس اسلوب کی مثال ان کا وہ مقالہ ہے جو انہوں نے مکہ کی شہری مملکت کے خدوخال پر لکھا۔ یونان کی شہری مملکت سے موازنہ کرتے ہوئے وہ مکہ کے لیے ایک شہری مملکت ثابت کرتے ہیں ایک اور مثال ''عہد نبوی کے میدان جنگ'' (اصل کتاب انگریزی میں The Battefield of prophet Muhammad) جو ایک تحقیقی اور تجزیاتی کتاب ہے اس کتاب کی تالیف کے لیے مصنف نے مجاز کا سفر کیا اور ان مقامات کا مشاہدہ کیا جو میدان جنگ تھے ذاتی مشاہدہ کی بنا پر معلومات کو مستند بنایا پھر توضیحی نقشے دے کر کتاب کو مزید مفید بنایا۔

سیرت رسول پر اتنا کام ہو چکا ہے کہ اس پر کسی اضافے کی گنجائش نہیں البتہ واقعات کی تعبیر اور اسباب وعلل کا جائزہ ایک ایسا پہلو ہے جس میں نت نئے امکانات موجود رہے ہیں۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اس سلسلے میں نئی راہ بنائی۔ عام سیرت نگار کتب حدیث' سیرت ومغازی کی روایات کی جانچ پڑتال' ان کی تطبیق اور ان کی صحت وضعف پر داد تحقیق دیتے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے ان مصادر کے ساتھ ان ماخذ سے بھی استفادہ کیا جو بظاہر غیر متعلق لگتے ہیں، جیسے قدیم جاہلی ادب کتب' کتب انساب وسوانح اور سفرنامے وغیرہ۔ سیرت پر انکا ابتدائی کام مقالات کی صورت میں ہے جو عہد نبوی کے مختلف پہلوؤں کی توضیح وتشریح پر مبنی ہے ان کی حیثیت متعلقہ موضوع پر معلومات' ا کی توضیح وتشریح اور ترتیب وتعبیر کی ہے۔ ہر مقالہ مستقل بالذات تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے۔ تحقیق کا یہ اسلوب مغرب کا معروف اسلوب ہے۔ مقالات کے موضوعات اور ان کی تعداد ہمیشہ محققین کے مقام ومرتبہ کا پتہ دیتے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اسی اسلوب کو اپنایا۔

ڈاکٹر حمید اللہ کے اسلوب تحقیق میں ایک خاص بات مصادر کا احاطہ ہے ان کی کوشش ہوتی ہے کہ موضوع سے متعلق اصلی و ثانوی تمام ماخذ کو دیکھا جائے اور ان سے استفادہ کیا جائے وہ قدیم وجدید کا موزانہ کرتے ہوئے اپنی مجتہدانہ راہ اختیار کرتے ہیں ان کے اسلوب تحقیق میں مصادر کے موازنہ' استنباط واستخراج اور موجودہ معلومات کے ناقدانہ جائزے کے علاوہ ان کا انداز بیان بھی ہے وہ خوبصورت انداز سے بات کرتے ہیں کہ قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تحقیقی تصانیف کا اسلوب عموماً پیچیدہ ہوتا ہے لیکن ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے واضح بیان کی توفیق بخشی تھی۔ وہ نرم اور رواں انداز میں نتائج تحقیق کو بیان کرتے چلے جاتے ہیں

اور قاری کو اپنا ہمنوا بنالیتے ہیں۔ وہ اپنی تحریروں کو پیراگرافوں میں تقسیم کرتے ہیں اور پھر انہیں مسلسل نمبر دیتے ہیں ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنی کتابوں میں اشاریوں کا بھی اہتمام کیا تا کہ استفادہ میں آسانی ہو چونکہ وہ خود حوالے کے بغیر بات نہیں کرتے اس لیے انہیں احساس ہے کہ ایک محقق کو ماخذ سے استفادہ کرنے میں کیا دقتیں پیش آتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے انداز تحقیق کا ایک انوکھا طریقہ سوال اٹھا کر اس کا جواب مہیا کرنے کا ہے۔ مثلاً ''ختم المرسلین کے لیے آپؐ کے انتخاب کے ضمن میں لکھتے ہیں۔ ﴿۱۴﴾

''یوں تو کارساز عالم اپنی مخلوق میں سے جس سے چاہے کام لے سکتا ہے اس کی قدرت کی کوئی حد نہیں اور اس کی مشیت پر کسی کا بس نہیں لیکن اس نے اپنی مرضی سے ہماری زمینی دنیا کو عالم اسباب قرار دیا تو کوئی بات بے سبب نہیں ہونی چاہیے۔ چاہے ہماری نظر ہر صورت میں حقیقی سبب کو معلوم کرنے سے قاصر کیوں نہ رہے۔''

ڈاکٹر حمید اللہ کی کتب سیرت

سیرت پر ڈاکٹر حمید اللہ کا کام کئی زبانوں (فرانسیسی اور جرمنی وغیرہ) میں موجود ہے ذیل میں ہم ان کی اردو اور انگریزی زبان میں ترجمہ کی گئی تصانیف کا تعارف پیش کریں گے۔

(۱) ''عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی'' یہ ڈاکٹر صاحب کی پہلی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب کے بارہ مضامین شامل ہیں جن کے عنوانات یہ ہیں

۱۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کس لیے کیا جائے؟ (نشریہ صدر مجلس اشاعت سیر حیدر آباد دکن)

۲۔ شہری مملکت مکہ' (رسالہ معارف اعظم گڑھ جنوری فروری ۱۹۴۲ء

۳۔ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور' (مجلہ طلسانین حیدر آباد جولائی ۱۹۳۹ء

۴۔ قرآنی تصور مملکت (معارف اعظم گڑھ ۱۹۴۱ء

۵۔ اسلام میں عدل گستری اپنے آغاز میں (مجلہ تحقیقات علمیہ جامعہ عثمانیہ سالنامہ ۱۹۳۶ء

۶۔ عہد نبوی ﷺ کا نظام تعلیم' (معارف اعظم گڑھ ۱۹۴۱ء

۷۔ جاہلیت عرب کے معاشی نظام کا اثر' (مجموعہ مقالات علمیہ حیدر آباد اکادمی ۹۳۶ء

۸۔ عہد نبوی کی سیاست کاری کے اصول (مجموعہ رسالہ سیاست حیدر آباد دکن جنوری ۱۹۵۰ء)

۹۔ تالیف قلبی: سیاست خارجہ کا اصول (رسالہ نظامیہ حیدرآباد دکن ربیع الاول ۱۳۵۷ھ)

۱۰۔ ہجرت: نوآبادکاری (رسالہ سیاست حیدرآباد جولائی ۱۹۴۰ء)

۱۱۔ آنحضرت اور جوانی (اسپورٹس)

۱۲۔ آنحضرت کا سلوک نوجوانوں کے ساتھ (نشریہ انجمن مسلم نوجوانان سکندرآباد دکن)

کتاب کے ابواب پر نظر ڈالنے سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہ نے سیرت کے نہایت اہم پہلوؤں پر قلم اٹھایا ''سیرت کے مطالعہ'' میں ان پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا جس کی وجہ سے سیرت رسول ﷺ غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ (۱۵)

ڈاکٹر حمید اللہ نے ان مقالات کو ایک مربوط تصنیف بنانے کی کوشش کی ہے جہاں کہیں ضرورت پڑی وہاں اضافے کیے۔ طبع اول سے پیش لفظ میں لکھتے ہیں ''چونکہ مستقل طور پر شائع شدہ مقالے ضروری تصحیح اور اشاعت کے بعد کچھ (مزید مواد ملا ہو تو) خفیف اضافے کے ساتھ مکتبہ جامعہ نے ازراہ کرم یکجا طبع کرنا منظور فرمایا اس لیے ایک تالیف کی جگہ ایک مجموعہ مقالات سے ناظرین کو سابقہ ہوگا اور جن نتائج تک تا حال پہنچا ہوں وہ تصحیح واصلاح کے لیے اہل علم کی خدمت میں پیش ہیں''۔

سیرت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

دنیا میں جب تک مسلمان ہیں، سیرت نبوی ﷺ ایک زندہ عامل کی حیثیت رکھے گی اور دنیا کے ترقی پذیر تمدن اور تبدل پذیر حالات میں کسی ہمہ گیر و جامع اسوۂ حسنہ کے کسی ایک پہلو کو کبھی اہمیت حاصل رہے گی تو کبھی کسی دوسرے پہلو کو۔

موجودہ دنیا نے ایک ''زمین گیر'' راج کی ضرورت مسلم کر لی ہے اور اس کے لیے مجلس اقوام اور اقوام متحدہ کے نام سے اولین اور کندہ تراش کی سی کوششیں بھی عمل میں لائی جانے لگی ہیں۔ یہ ''ایک راج'' اگر ''خدائی راج'' ہو سکے تو انسانیت کی بھلائی ہو زمانہ حال دو سب سے بڑے تفرقہ انداز عامل قوتوں کی باہمی عصبیت اور پیٹ بھروں اور بھوکوں کی آپس کی کشمکش ہے عجیب بات یہ ہے کہ سرور کائنات ﷺ کو بھی زیادہ تر ان ہی دونوں گتھیوں سے سابقہ پڑا تھا اور آپؐ نے ان کو پوری طرح حل کر کے کامیاب عمل میں کر دکھایا تھا''۔

(۲) رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی

یہ کتاب بھی پہلی کتاب کی طرح مقالات کا مجموعہ ہے یہ مقالات ۱۹۳۵ء سے ۱۹۵۰ء تک مختلف اوقات میں لکھے گئے،

مؤلف کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ﴿۱۴﴾

''حالات ایسے پیش آئے کہ سیرت پاک کا مطالعہ روز افزوں ہی کرنا پڑا اور وقتی ضرورتوں سے اس پر کچھ لکھا بھی لکھتے وقت کبھی خیال نہ آیا کہ وہ خود اکتفا مقالے خود بخود ایک بڑی کتاب کے باب بنتے جا رہے ہیں میں اسی طرح سن وار سوانح لکھنے کے ملک وار اور قوم وار لکھتا رہا اور گذشتہ بیس سال سے ایسی چیزیں مختلف علمی رسالوں میں نکلتی رہی ہیں کتابوں کے مقابلے ایسی چیزیں جلد عام دسترس سے باہر ہو جاتی ہیں' خیال ہوا کہ ایسے چند مقالوں کو یک جا کر دیا جائے تو مناسب ہوگا اور کسی کو نہیں تو خود مجھ کو وقتاً فوقتاً مواد یا حوالے کی تلاش میں اس سے سہولت ہو مباحث کی تکمیل کے لیے ایک دو باب البتہ تازہ تالیف اور غیر مطبوعہ بھی شامل ہیں''۔ ﴿۱۵﴾

ڈاکٹر صاحب نے کتاب کے آغاز میں ان مقالات کے عنوانات اور تاریخ کی تفصیل دی ہے جو حسب ذیل ہے۔

۱۔ سیرت کا مطالعہ کس لیے کیا جائے ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء

۲۔ ''مواد و ماخذ'' سے ''نبوت کے مکی'' دور تک ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء

۳۔ تبلیغ رسالت ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء

۴۔ عورتوں نے کیا ہاتھ بٹایا ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء

۵۔ صلح حدیبیہ ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء

۶۔ فتح مکہ (ساڑھے تیرہ سو سالہ سالگرہ فتح مکہ کے موقع پر) ۲۲ رمضان ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء

۷۔ عربی حبشی تعلقات ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء

۸۔ مکتوب نبوی بنام نجاشی ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء

۹۔ مکتوب نبوی کے دو اصول ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء

۱۰۔ خط قیصر روم ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء

۱۱۔ عربوں بازنطینیوں کے تعلقات ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء

۱۲۔ عربی ایرانی تعلقات ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء

۱۳۔ ایک نئے اصل مکتوب نبوی کی دریافت، نامہ مبارک بنام کسریٰ (خصوصی)۱۳۳۶ھ/۱۹۶۷ء

۱۴۔ ''عہد نبوی میں یہود'' تا ''عہد نبوی کی سیاسی دستاویزیں'' ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۶ء

۱۵۔ امہات المؤمنین ۱۳۳۶ھ/۱۹۴۴ء

۱۶۔ عالمگیر گتھیاں ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء

۱۷۔ انسانیت کا منشور ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء

۱۸۔ دوشاہاں دراقلیمے ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء

''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی'' میں شامل تمام مقالات ڈاکٹر حمید اللہ کی تحقیقی اور تعبیراتی اسلوب کا خصوصی نمونہ ہیں۔ وہ صلح حدیبیہ کو عہد نبوی کی سیاست خارجہ کا شاہکار قرار دیتے ہیں۔عنوان ہی واقعہ کی تعبیر کو واضح کر دیتا ہے۔اصل مکتوب نبوی بنام نجاشی کی نئے دستیابی'' پر تفصیلی بحث کی ہے یہ مقالہ بھی ڈاکٹر صاحب کے خصوصی اسلوب کا نمونہ ہے۔ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے مخطوطات کے سلسلے میں عمومی اور عہد نبوی ﷺ کی دستاویزات کے بارے میں خصوصی بصیرت سے نوازا تھا انہوں نے اس مقالے میں خط اصل اور جعلی ہونے کا تجزیہ کیا ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ خط اصلی ہے۔

(۳) ''عہد نبوی کے میدان جنگ'' (The Battiefield of Prophet Muhammad) یہ کتاب اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں شائع ہو چکی ہے یہ ایک مختصر اور جامع کتاب ہے۔حضور اکرم ﷺ کی جنگی حکمت عملی ایک ایسا موضوع ہے جس پر غیر مسلموں نے اپنے انداز سے لکھا ہے جس میں منفی پہلو زیادہ مثبت کم ہیں مسلمان فوجیوں نے گہرے تجزیاتی انداز سے آنحضرت ﷺ کی جنگوں پر بحث کی ہے ان میں میجر جنرل اکبر خان کی ''حدیث دفاع'' قابل ذکر ہے۔ڈاکٹر حمید اللہ نے ایک غیر فوجی کی حیثیت سے حضور اکرم ﷺ کے غزوات کا جو تجزیہ کیا اور تعبیر پیش کی اسے فوجی ماہرین نے بھی سراہا ہے اس کتاب میں بدر، احد، خندق، فتح مکہ، حنین، طائف اور یہودیوں سے جنگوں پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ یہ ایک تحقیقی اور تجزیاتی تحریر ہے جو مصنف کی گہری بصیرت کی دلیل ہے یہ کتاب پہلی بار حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی۔انڈکس سمیت کتاب ۱۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔﴿۱۸﴾

''سیاسی وثیقہ جات'' (الوثائق السیاسیۃ للعہد النبوی والخلافۃ الراشدہ) عربی زبان میں یہ کتاب متعدد بار شائع ہو چکی ہے کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہو چکے ہیں۔اردو میں اس کا ترجمہ ابو یحییٰ امام خان نوشہروی نے کیا ہے جسے مجلس ترقی ادب لاہور

نے ۱۹۸۶ء میں شائع کیا لیکن مصنف نے اس کا ترجمہ پسند نہیں کیا ہے۔

اس کتاب میں مؤلف نے رسول اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے فرامین ومکتوبات کو جمع کیا ہے انہوں نے کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ایک حصے میں عہد نبوی کے وثائق اور دوسرے میں خلافت راشدہ کے عہد نبوی ے کے وثائق کو ترتیب زمانی کے لحاظ سے مرتب کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ایک اہم ماخذ سیرت کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ اس میں وہ دستاویزات جمع کی گئی ہیں جو حضور اکرم ﷺ کی سیاست خارجیہ داخلی انتظام مملکت اور حکمت تبلیغ ودعوت پر روشنی ڈالتی ہے کتاب کے آخر میں حسب معمول اشاریہ بھی ہے۔

" Muhammad rasullah"(۴)

انگریزی زبان میں یہ کتاب ۱۹۷۴ء میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی اس کا ترجمہ ترکی اور اردو زبان میں بھی ہو چکا ہے نذیر حق صاحب نے اسے اردو میں منتقل کیا ہے۔ ۱۹؎ ڈاکٹر حمید اللہ کی یہ کتاب عام قاری کے لیے لکھی گئی ہے اسلوب سادہ اور سہل ہے وہ پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات وصفات اور تعلیمات کے بارے میں لکھتے ہیں:

" Muhammad (SAW) was not only the founder of a comperhensive religious syestem, but at the same time a ruler, legislator, a conqurer, a mystic, a moralist, moreorer he had been, one whose words as well as acts constitute for his community a law of ever lasting values, in all walks of life, be the spirtitual or temporal, social or moral naturally will also be questions of supder natural and extra ordinary"

یہ کتاب سیرت کی انگریزی کتاب میں نمایاں اہمیت کی حامل ہے۔

"The Prphet's Establishing a State and his succession" (۵)

۲۷۱صفحات کی یہ کتاب اسلامی ریاست کے متعلق مقالات پر مشتمل ہے اس میں گیارہ مضامین شامل ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ اس کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

"There is a renaissance of science among contemporary muslims. It is time perhaps that we study a new law of the holy prophet founded a state, how he governerd and law its contanuity, through succession, was assured.

ڈاکٹر حمیداللہ نے اس کتاب میں اسلامی ریاست کے جملہ امور سے عمدہ بحث کی ہے کتاب میں میثاق مدینہ کا باب بھی شامل ہے۔ کتاب کا آخری باب خلافت سے متعلق ہے جس میں مصنف نے حدیث قرطاس پر تجزیاتی بحث کی ہے۔

(۶) سیرت ابن اسحٰق کی بازیافت

سیرت کے حوالے سے ڈاکٹر حمیداللہ کا یہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے سیرت ابن اسحٰق جو نایاب تھی اہل علم جس کے تیرہ سو سال سے متلاشی تھے' دریافت کی اور تحقیق و تعلق کے بعد شائع کیا اس کتاب کا اردو ترجمہ نور الٰہی ایڈووکیٹ نے کیا ہے اور جنوری ۱۹۸۵ء میں نقوش'' کے'' رسول نمبر'' کی گیارہویں جلد میں شائع ہوا ہے۔ ﴿۲۰﴾

(۷) خطبات بہاولپور

یہ ڈاکٹر حمیداللہ کی ان خطبات کا مجموعہ ہے جوانہوں نے مارچ ۱۹۸۰ء میں اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں دیے تھے' ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ ۱۹۸۵ء میں مذکورہ خطبات کا عمدہ ایڈیشن ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد نے شائع کیا۔

بارہ خطبات میں سے چھ خطبات سیرت کے موضوع پر ہیں جن کے موضوعت ہیں۔

- o..... عہد نبوی ﷺ میں مملکت اور نظم ونسق
- o..... عہد نبوی ﷺ میں نظام دفاع اور غزوات
- o..... عہد نبوی ﷺ میں نظام تعلیم
- o..... عہد نبوی ﷺ میں تشریع وعدلیہ
- o..... عہد نبوی ﷺ میں نظام مالیہ وتقویم
- o..... عہد نبوی ﷺ میں تبلیغ اسلام اور غیر مسلمین سے برتاؤ ﴿۲۱﴾

سیرت پر ڈاکٹر صاحب کا کام منفرد نوعیت کا ہے۔ سیرت کے پہلوؤں کے انتخاب میں اور مصادر سیرت سے استفادہ کی

وسعت کے اعتبار سے بھی ان کا کام بے حد وقیع ہے ان کا اسلوب اور تحقیقی مزاج سیرت کے طالبعلموں کے ہمیشہ رہنمائی دیتا رہے گا۔

جدید تحقیقی اسلوب کے سیرت نگاروں میں ایک معروف نام ڈاکٹر نثار احمد کا بھی ہے انہوں نے سیرت نبوی ﷺ کو اپنے مطالعہ و تحقیق کا موضوع بنایا اور سیرت پر متعدد کتابیں اور مقالے لکھے ہیں۔ ڈاکٹر نثار احمد کی منتخب کتابوں اور مقالوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) نقش سیرت (سیرۃ النبیؐ پر تحقیقی مضامین کا مجموعہ ۱۹۶۸ء

(۲) عہد نبوی میں ریاست کا نشو و ارتقا، ۱۹۸۳ء ﴿۲۲﴾

(۳) مستشرقین اور مطالعہ سیرت ۱۹۸۴ء (مطبوعہ مقالہ نقوش رسول نمبر) ﴿۲۳﴾

(۴) خطبہ حجۃ الوداع (حقوق انسانی کا عالمی منشور)

<u>عہد نبوی میں ریاست کا نشو و ارتقاء</u>

ڈاکٹر نثار احمد کی یہ کتاب فی الحقیقت ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جو جدید تحقیقی معیار کا شاہکار ہے۔ ریاست نبوی کے موضوع پر تحقیق کے انتخاب کی ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ:

''جدید مسلمان مورخین میں سے علامہ شبلی، سید سلیمان ندوی (سیرۃ النبی) حامد انصاری غازی (اسلام نظام حکومت) اور ڈاکٹر حمید اللہ (عہد نبوی میں نظام حکمرانی۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی) وغیرہ نے ریاست نبویؐ کے بعض پہلوؤں پر قلم اٹھایا ان فضلاء میں بطور خاص ڈاکٹر حمید اللہ نے چند مسائل پر بلاشبہ محققانہ اور سیر حاصل بحث کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان تمام حضرات کی کاوشیں انتہائی وقیع اور قابل قدر ہونے کے باوجود ریاست نبویؐ کے تمام پہلوؤں پر محیط نہیں ہیں''۔ ﴿۲۴﴾

یہ مقالہ پانچ ابواب، بعثت نبویؐ کے وقت دنیا کا سیاسی نظام، تاسیس حکومت، توسیع ریاست، استحکام ریاست اور انتظام ریاست پر مشتمل ہے۔ مقالہ میں پندرہ سو سے زائد حوالے و حواشی اور عربی، اردو اور انگریزی کی ۱۳۲ کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

ریاست نبویؐ کے نشو و ارتقاء کا جائزہ کے بعد اس کے معیار اور مقام کا تعین ان الفاظ میں کیا ہے۔

''علم سیاسیات کی رو سے ریاست کی تعریف کچھ مقرر کیوں نہ کی جائے ریاست نبوی بہرصورت ایک مکمل ریاست، ایک

موثر' آزاد' خودمختار' حقیقی' سیاسی طاقت اور اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ایک مثالی و معیاری مملکت تھی اس ریاست کے وظائف و اعمال کا مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ وہ ایک نظریاتی' دستوری اور فلاحی خادم خلق ریاست تھی جہاں معاش و معاد کو یکساں اہمیت حاصل تھی اور ایک عادلانہ اجتماعی نظام سایہ فگن تھا۔''

منتخب کتب سیرت

زیرنظر عہد میں یوں تو سیرت پر متعدد کتابیں منصۂ شہود پر آئیں لیکن سیرت کی دو اہم کتابیں یقیناً سرمایہ سیرت میں گرانقدر اضافہ ہے جو درج ذیل ہیں۔

(۱) اقضیۃ الرسول ﷺ (۱۹۸۷)

یہ کتاب ان فیصلوں اور محاکمات پر مشتمل ہے جو آنحضور ﷺ نے اپنے ۲۳ سالہ دور نبوت میں مختلف مواقعوں پر صادر فرمائے۔ یہ کتاب اندلس کے نامور فقیہ و محدث امام ابوعبداللہ محمد بن فرج المالک (۴۰۴ھ۔ ۴۹۷ھ) کی جو ابن الطلاع اندلسی کے نام سے معروف ہیں' شہرہ آفاق کتاب اقضیۃ الرسول ﷺ کا اردو ترجمہ ہے یہ عظیم الشان کتاب عرصے سے نایاب تھی اس کے صرف چند نسخے دور دراز لائبریریوں میں موجود تھے وہ بھی قدیم رسم الخط اور ہاتھ سے لکھے ہوئے تھے ان تک رسائی اور ان سے استفادہ کرنا کوئی آسا کام نہ تھا۔ لیکن بھارتی نژاد ایک ہندو نومسلم ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن اعظمی نے اپنے پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالے کا موضوع بنا کر گوشہ گمنامی سے نکالا اور اسے دنیائے علم و آگہی کی زینت بنا دیا۔ اقضیۃ الرسول ﷺ کی دریافت اور اس کا اردو ترجمہ اور وہ بھی ایک نومسلم کے قلم سے سیرت نگاری میں ایک معجزہ سے کم نہیں ہے' ڈاکٹر اعظمی ۱۹۴۳ء میں ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے اور مولانا مودودی کے کتب ہندی کے تراجم سے متاثر ہو کر ۱۹۶۰ء میں مسلمان ہوئے انہوں نے جامعہ ازہر مصر سے پی ایچ ڈی کی۔ ﴿۲۵﴾

اقضیۃ الرسول ﷺ مقدمہ تمہید چار فصلوں اور ابن الطلاع کے مخطوطے یعنی اقضیۃ الرسول ﷺ کا ترجمہ ہے۔

o..... فصل اول القضاء فی الاسلام: میں قضا کے مفہوم اس کے شرائط اور عہد رسالت ﷺ میں اس کی کیفیت پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ ان صحابہ کا ذکر کیا ہے جن کو نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں قاضی مقرر کیا۔

o..... فصل دوم: اندلس کی علمی تحریک پہلی صدی ہجری سے پانچویں صدی ہجری تک اس فصل میں اندلس کے فتح ہونے سے لے کر

مؤلف (ابن الطلاع) کے دور تک کی تاریخ اختصار کے ساتھ بیان کی ہے اس کے ہی اس دور کی علمی تحریک اور سیاسی حالات کے متعلق بھی گفتگو کی ہے۔

o..... فصل سوم: مولف کا تعاروف: اس فصل میں مولف کے حالات زندگی ان کے اساتذہ وتلامذہ، ان کی تصانیف اور ہم عصر علماء میں ان کے مرتبہ ومقام کا جائزہ لیا ہے۔

o..... فصل چہارم کتاب کے نسخوں کا تعارف: اس فصل میں ابن الطلاع کی کتاب اقضیۃ الرسول ﷺ کے مختلف نسخوں کا ذکر کیا ہے اس کے بعد احادیث کی نقد وجرح کے سلسلہ میں محدثین کے معروف طریقہ کار کے مطابق ان کے وضع کردہ قواعد کی روشنی میں کتاب کی تحقیق کی گئی۔

''اقضیۃ الرسول ﷺ'' میں کتاب الحدود، کتاب الجہاد، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب البیوع، کتاب الاقضیہ اور کتاب الوصایا اس کے بعد استدراکات شامل ہیں۔ کتاب کا موضوع اگرچہ فقہ ہے لیکن کتاب عہد نبوی ﷺ کی تاریخ ومعاشرت کا عکس ہے اس لیے بجا طور پر اسے سیرت کی کتاب میں شامل کیا جانا چاہیے۔﴿۲۶﴾

سیرت سرور عالم ﷺ (۱۹۷۸)

سیرت کی یہ بلند پایہ کتاب ''سیرت سرور عالم ﷺ (۱۹۷۸ء) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریروں سے ماخوذ ومرتب ہے اس کتاب کو نعیم صدیقی نے اپنے معاون مولانا عبدالوکیل علوی کی معاونت سے اور مصنف کی اجازت سے مرتب کیا ہے۔ کتاب مولانا مودودی کی مطبوعہ تحریروں پر مشتمل ہے۔

سیرت سرور عالم ﷺ کی جلد اول چار حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں سلسلہ نبوت کے متعلق اصولی مباحث ہیں، دوسرے تیسرے اور چوتھے حصے میں بعثت نبوی ﷺ سے پہلے کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ سلسلہ نبوت کی اصولی حقیقتوں کی بحث میں حقیقت نبوت، وحی، نبوت محمدی ﷺ کی ضرورت اور اس کے دلائل، نبوت محمدی ﷺ پر قرآن کے استدلال، سرور عالم ﷺ، ختم نبوت، حضور ﷺ کی شخصی ونبوی ﷺ حیثیت، بشریت رسول ﷺ، دین حق، معجزات، مسئلہ شفاعت، حضور کی چند اہم پیش گوئیاں، قرآن اور حضور ﷺ کے متعلق مستشرقین کی علمی خیانتیں کے عنوانات کے تحت مولانا مودودی کی تحریریں جمع کی گئی ہیں۔ بعثت نبوی ﷺ سے قبل کے حالات میں اقوام ماضیہ قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم ابراہیم، قوم لوط، قوم سبا، قوم یونس کے علاوہ جزیرۃ العرب کے

جغرافیائی وتمدنی حالات، عربوں کے دیگر مذاہب (حنفاء، صائبین، مجوس و دہریت) یہود و نصاریٰ اور عیسائیت کے بارے میں مباحث شامل کتاب ہیں۔ پہلی جلد ۶۴۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ ﴿۲۷﴾

دوسری جلد ۱۴ ابواب میں تقسیم ہے اس جلد میں رسول اللہ ﷺ کے خاندان، پیدائش، آغاز نبوت، دعوت کے مراحل، دعوت کے خلاف قریش کے ردعمل، ہجرت حبشہ سے ہجرت مدینہ تک واقعات شامل ہیں، یوں تو کتاب کا تمام مواد اہم و مستند ہے تاہم بعثت کے ابتدائی تین سالوں میں دعوت کے نتائج اور ایمان لانے والے ۱۲۹ مسلمانوں کے مکمل کوائف اور دعوت کے خلاف قریش کے حربوں اور ہتھکنڈوں کا حصہ انتہائی اہم ہے۔ ﴿۲۸﴾

جن مطبوعوں تحریروں سے اس کتاب کا مواد اخذ کیا گیا ہے اس کا حوالہ بھی دیا گیا ہے بحیثیت مجموعی ''سیرت سرور عالم ﷺ'' آنحضرت ﷺ کے سیرت و کردار اور آپؐ کے ابدی پیغام کو جس خوبصورت اور عالمانہ انداز میں پیش کرتی ہے اس کی مثال زیر نظر عہد کتب سیرت میں کم ملتی ہے۔

(۲) انگریزی اور علاقائی زبانوں میں سیرت نگاری کا رجحان

یوں تو ہر عہد میں دنیا کی ہر زبان میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ لکھی گئی ہے لیکن زیر نظر عہد میں انگریزی اور علاقائی زبانوں میں سیرت نگاری کے رجحان میں اضافہ ہوا۔ انگریزی اور علاقائی زبانوں میں سیرت نگاری کا اجمالی جائزہ لیا جا رہا ہے۔

(ا) انگریزی زبان

برصغیر پاک و ہند میں انیسویں صدی کے نصف آخر سے انگریزی زبان میں سیرت پر متعدد کتابیں لکھی گئیں ہیں بیسوی صدی کے آغاز سے اس میں قدرے اضافہ ہوا زیر نظر عہد میں سیرت کے مختلف پہلوؤں پر کتابیں لکھی گئیں۔ لیکن ہم اس جائزے میں انگریزی زبان میں سیرت کی ان کتابوں کو شامل کر رہے ہیں جو زیر نظر عہد سے قبل لکھی گئیں تاکہ انگریزی زبان میں سیرت نگاری کا مجموعی جائزہ ہو جائے۔ انگریزی زبان میں سیرت کی منتخب اور نمائندہ کتابیں حسب ذیل ہیں۔

1) Tarik Jan,

The English translation of the works of Maulana Shibli Numani

2) Ameer Ali syed

A critical Examination of the life and teaching of Muhammad(SAW), Lahore 1803

3) Hakim, K.A

The Prophet and his Message Lahore 1972

4) Hameedullah,

Muhammad Rasulullah

Hayerbad decan 1974 also in Turkish and urdu

5) Khuda Bukhs,s

Muhammad: The Prophet of God. Lahore 1953

6) Khurshid Ahmed,

The Prophet of Islam, Karachi 1966

7) Siddiqui, Abdul Hamed,

The life of Muhammad Lahore 1969

8) Sarwar, Hafiz Ghulam,

Muhammad : The Holy Prophet , Lahore 1949

9) Ghazi, Mahmood Ahmed,

The Hijrah its philosphy and message for modern man Lahore 1981

10) Qureshi, I.H

From miraj to domes, karachi 1983

11) Zahoorulhaq

Muhammad : The greatest Leader, Lahore 1983

12) Abbasi, S.M.Madni

Family of the Holy Prophet, Karachi 1980

13) Haykal, Husayin Muhammad

The Life of Muhammad (SAW) tr. by Ismail ragi A. al - Farugi

Darul - Ishaat, Karachi 1992

انگریزی کی مذکورہ کتب سیرت میں خلیفہ حکیم، سید امیر علی، ڈاکٹر حمید اللہ، عبدالحمید صدیقی اور خورشید احمد کی کتابیں علمی، سوانحی، تجزیاتی ہیں تاہم خلیفہ حکیم اور سید امیر علی کی کتابیں تجدد پسندانہ رجحان کی حامل ہیں، ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب کا تعارف پہلے پیش کیا جا چکا ہے انگریزی زبان میں سیرت پر جو کتابیں لکھی گئیں ان میں زیادہ تاریخی اور سوانحی رجحان کی حامل ہیں بعض کتب سیرت کے کسی خاص پہلو پر ہیں جیسے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کتاب معراج النبی ﷺ اور ڈاکٹر محمود غازی کی کتاب ہجرت کے موضوع پر ہے انگریزی کتب سیرت کے جائزے کے دوران دو اور کتابیں نظروں سے گزری ہیں ایک ڈاکٹر سید معین الحق کی کتاب

Muhammad : Life and Times (1997)

اور ڈاکٹر خالد علوی کی کتاب Muhammad : The Prophet Islam (2002)

یہ دونوں کتابیں اگر چہ ہمارے زمانہ تحقیق کے بعد کی ہیں تاہم انگریزی کتب سیرت میں قابل تحسین اضافہ ہے۔

انگریزی کی بعض کتابیں مسئلہ ختم نبوت اور عیسائیوں کے اعتراضات اور الزامات کے جواب میں لکھی گئیں اور بعض خالص عقیدت و محبت اور اجر و ثواب کی نیت سے۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ انگریزی زبان میں بھی برصغیر پاک و ہند کے سیرت نگاروں نے جو کتابیں لکھی ہیں وہ سیرت کے انگریزی ادب میں اہم اضافہ ہے۔

(۲) علاقائی زبانیں

<u>براہوی، پشتو اور بلوچی:</u> پاکستان کے سب سے بڑے صوبے (جغرافیائی اعتبار سے) کے ممتاز سیرت نگار ڈاکٹر انعام الحق کوثر کا موضوع سیرت ہے انہوں نے نہ صرف ''نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک بلوچستان میں'' کے عنوان سے ۴۳۲ صفحات کی ضخیم

کتاب شائع کی ﴿۲۹﴾ بلکہ سیرت پر کئی اہم مقالے بھی لکھے اور ان کے مقالوں پر قومی سیرت کانفرنس میں انعام بھی حاصل کیا۔

ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے بلوچستان میں براہوئی، بلوچی اور پشتو زبانوں میں کتب سیرت کی ایک فہرست بھی مرتب کی ہے۔ زیرنظر عہد میں مذکورہ علاقائی زبانوں میں جو کتب سیرت لکھی گئیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) براہوئی سیرت النبی (کچین براہوئی) یہ کتاب غلام نبی راہی نے لکھی اور ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی۔ غلام نبی راہی بروہی کے نامور اہل قلم ہیں۔ انہوں نے اس کتاب میں علامہ شبلی اور مولانا سلیمان ندوی کی سیرۃ النبی سے بعض عنوانات کا ترجمہ کیا ہے۔

(۲) سیرۃ النبی ﷺ (انعام یافتہ) مولف پروفیسر عبدالرؤف یہ بھی بروہی زبان میں ہے جنوری ۱۹۸۱ء میں شائع ہوئی۔

(۳) ہندغی ناخیرخواہ (سیرت طیبہ) اس کے مولف غلام حیدر ہیں۔

(۴) سیرت مصطفی ﷺ (انعام یافتہ) از عبدالرزاق صابر ۱۹۸۵ء

بلوچی

(۱) ''رسول ﷺ ءِ پہکیں زند'' از حاجی عبدالکریم بلوچ ۱۹۸۰ء

(۲) ''پاکیں نبی ءِ زند'' از میر محمد خان بلوچ ۱۹۸۰ء

(۳) سیرت النبی ﷺ از میر مٹھا خان مری ۱۹۸۱ء

(۴) ''پاکین نبی ﷺ نسب ناتگ'' از آغا میر نصیر خان ۱۹۸۵ء

پشتو

(۱) حدیث شریف فخر عالم ﷺ (عربی سے پشتو میں ترجمہ) مترجم حافظ خان محمد ۱۹۵۲

(۲) پشتو میں سیرت نگاری۔ از پروفیسر صاحبزادہ حمید اللہ ۱۹۸۷ء

سندھی

سید گل محمد شاہ بخاری نے اپنی کتاب ''رہبر کامل ﷺ'' (۱۹۹۱) میں سندھی زبان کی کتب سیرت کی ایک فہرست شائع کی تھی اب انہوں نے اس پر مزید کام کیا ہے اب انہوں نے سندھی زبان میں ۵۷۴ کتب سیرت کی ایک فہرست شائع کی ہے۔ اس فہرست میں تراجم اور مستقل تالیفات بھی شامل ہیں۔

چند کتابوں کے نام یہ ہیں:

(۱)	اسماء النبی	از قمر میمن
(۲)	اساں جو آقا اساں جو رہبر	از فقیر منظور علی حسینی
(۳)	اساں جو پیغمبر ﷺ	از محمد ایوب چانڈیو
(۴)	پان کریمن جی آئیں مدنی زندگی	از ڈاکٹر عبدالہادی سرھیہ
(۵)	پیغام سیرت نمبر	از مدیر کریم بخش خالد
(۶)	پیغام ہجری نمبر	مدیر کریم بخش خالد
(۷)	پیغام مصطفیٰ	از مولانا جان محمد بھٹو
(۸)	حضور انور جوں امتیازی خصوصیتوں	از ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان
(۹)	سیرت رسول ﷺ	از محمد عثمان ڈیپلائی
(۱۰)	سیرت طیبہ (جلد اول، دوم)	از پروفیسر کریم بخش نظامانی
(۱۱)	سیرت نبوی جو ھک باب	از حافظ عبدالمجید موربانی
(۱۲)	مٹھو مرسل ﷺ	از پروفیسر محمد ابراہیم میمن
	مٹھو مرسل ﷺ	از مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی
(۱۳)	محمد رسول اللہ ﷺ	از کریم بخش خالد
(۱۴)	معراج محمد ﷺ	از مولوی عبدالحی میمن
(۱۵)	مدنی مرسل جا اخلاقی جواہر	از ڈاکٹر عبدالہادی سرھیہ

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ زیرِ نظر عہد میں سرکاری سرپرستی کی وجہ سے علاقائی زبانوں میں بھی سیرت نگاری کے رجحان میں اضافہ ہوا۔ مجموعی طور پر ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۷ء تک دس سال میں سرکاری سرپرستی کے باعث سیرت اور سیرت نگاری کی ترویج و اشاعت میں جو اضافہ ہوا وہ پاکستان کی ۵۷ سالہ تاریخ میں سب سے زیادہ اضافہ ہے۔ اور اس اضافے کے ساتھ نئے رجحانات بھی سامنے آئے۔

حواشی............باب ہشتم

(۱) محمود، صفدر ڈاکٹر، پاکستان، تاریخ و سیاست، جنگ پبلشر لاہور ۱۹۸۹ء ص ۶۷

(۲) ایضاً ص ۶۷، ۱۰۸

(۳) ایضاً ص ۶۷، ۱۰۸

(۴) ایضاً ص ۹۳

(۵) مقالات سیرت، وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان اسلام آباد ۱۹۸۲ء

(۶) مقالات سیرت ۱۹۸۷ء، وزارت مذہبی امور اسلام آباد ۱۹۸۷ء

(۷) مقالات سیرت ۱۹۸۱ء

(۸) ایضاً دسمبر ۱۹۸۲ء

(۹) ایضاً دسمبر ۱۹۸۳ء

(۱۰) ایضاً جنوری ۱۹۸۳ء

(۱۱) ایضاً ۱۹۸۴ء

(۱۲) علوی، خالد ڈاکٹر، ڈاکٹر حمید اللہ کی خدمات سیرت، سہ ماہی فکر و نظر اسلام آباد، خصوصی اشاعت، اپریل، ستمبر ۲۰۰۳ء ص ۱۲۳

(۱۳)

(۱۴) ایضاً ص ۱۲۳، ۱۲۴

(۱۵) ایضاً ص ۱۲۸

(۱۶) ایضاً ص ۱۳۳، ۱۳۴

(۱۷) رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی ص ۶

(۱۸) حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبوی کے میدان جنگ، حیدر آباد دکن ۱۹۸۳ء

(۱۹) حمید اللہ، ڈاکٹر، Muhammad Rasululah، حیدر آباد، ۱۹۷ء

(۲۰) نقوش ''رسول نمبر'' جلد ۱۱

(۲۱) خطبات بہاولپور، اشاعت اول ۱۹۸۱ء، بہاولپور

(۲۲) نقوش رسول نمبر ج ۵

(۲۳) ایضاً ج ۱۱

(۲۴) ایضاً، ص ۱۵

(۲۵) اعظمی، محمد ضیاء الرحمن ڈاکٹر، اقضیۃ الرسول، ادارہ معارف اسلامی لاہور ۱۹۸۷ء، ص ۱۱

(۲۶) ایضاً، ص ۳، ۴

(۲۷) مودودی، ابوالاعلیٰ سید، سیرت سرور عالم ﷺ، ادارہ ترجمان القرآن لاہور ۱۹۸۳ء، ج ۱، ص ۱۷، ۱۸

(۲۸) ایضاً ج ۲، ص ۹ تا ۲۱

(۲۹) کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر، نبی کریم ﷺ ذکر مبارک بلوچستان میں، اسلامک پبلیکیشنز لاہور ۱۹۸۳ء

(باب پنجم)

خلاصہ مبحث

گذشتہ صفحات میں ہم مجموعی طور پر یہ دیکھ چکے ہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں سیرت نگاری کا فن بتدریج توسیع و ترقی کی منازل طے کرتا رہا تاہم ۱۸۵۷ء کے بعد مسلم علماء و فضلاء نے سیرت نگاری پر سنجیدہ توجہ دی اور سیرت نگاری کا فن اہل علم و دانش کے مطالعہ کی توجہ کا محور و مرکز بن گیا' علماء و محققین کی غیر معمولی توجہ دلچسپی کے نتیجے میں نہ صرف سیرتی ادب (Sirah Literature) میں اضافہ ہوا بلکہ اصول و قواعد کی روشنی میں اعلیٰ علمی' تحقیقی اور ادبی معیار کے ساتھ نئے نئے رجحانات کا بھی شامل ہوئے۔

یہ کہنا تحصیل حاصل ہوگا کہ برصغیر پاک و ہند میں فن سیرت نگاری کے آغاز کے محرکات' خارجی عوامل تھے تاہم اسے عروج و دوام داخلی کوششوں کے نتیجے میں حاصل ہوا۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس اور کردار و کارناموں کے خلاف عیسائی مشنریوں اور مستشرقین کی مذموم سرگرمیوں کو خارجی عوامل ہی کہا جا سکتا ہے جس کے مقابلے میں مسلم علماء و دانشوروں نے اپنے پیغمبر ﷺ کے خلاف کذب و افتراء کا نہ صرف دفاع کیا بلکہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت و کردار کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ اس ضمن میں سر سید احمد خان اور ان کے رفقاء' مولوی چراغ علی' سید امیر علی اور مولانا الطاف حسین حالی نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ یہی وہ مرحلہ تھا جب سیرت نگاری میں مختلف رجحانات کے ساتھ مختلف مکاتب فکر بھی وجود میں آئے۔ یہ صحیح ہے کہ سر سید احمد خان اور ان کے رفقاء کی سیرت نگاری پر اس وقت کے مخصوص سیاسی و تہذیبی غلبہ کے اثرات نمایاں ہیں اور روایتی اصول و نظریات کے مقابلے میں جدیدیت اور عقلیت پسندی کا رجحان غالب ہے تاہم اس دور میں بھی روایت پسندی نمایاں نہ سہی لیکن اس کا وجود ضرور موجود تھا' سیرت نگاری میں مولود ناموں کا وجود اس کا ایک ثبوت ہے اگرچہ مولود نامے اور منظوم سیرت نگاری اپنی ضعیف اور وضعی روایت کی وجہ سے تنقید نشانہ رہی۔ لیکن عوام الناس میں اس کی مقبولیت کسی بھی درجہ میں کم نہیں ہوئی۔

۱۸۵۷ء سے ۱۸۹۷ء کے دوران سیرت نگاری میں جو رجحانات سامنے آئے ہم نے اسے اپنے مطالعہ تحقیق کا موضوع بنایا خصوصاً مناظرانہ سیرت نگاری اور اس عہد کی نمائندہ کتب سیرت کا تنقیدی مطالعہ کیا۔

ہم نے اپنے مطالعہ تحقیق میں اس بات پر مسلسل نظر رکھی کہ سیرت نگاری پر کون سے خارجی و داخلی عوامل اثر انداز ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ایک جانب اگر ہم نے تحریک استشراق کے خارجی اثرات کی نشاندہی کی ہے تو دوسری جانب تحریک سیرت کے اثرات و نتائج کو بھی پیش نظر رکھا۔ خارجی و داخلی کشمکش کا نتیجہ سیرت نگاری کے ارتقاء پذیری کے عمل کا ذریعہ بنا۔ سیرت نگاری میں جدیدیت و عقلیت پسندانہ

رجحان کے متوازی روایت پسندی کے احیاء کا عمل بھی جاری رہا اس حوالے سے قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی ''رحمۃ العالمین'' روایت پسندی کے احیاء کی نمائندہ تصنیف بھی سامنے آئی۔

سیرت نگاری میں جدیت اور روایت پسندی کی دو انتہاؤں کے درمیان ''دارالمصنفین'' کا کردار ایک معتدل اور متوازن علمی تحریک کے روپ میں سامنے آیا اور اس نے سیرت نگاری کو دینی، علمی، تاریخی اور تہذیبی رجحان سے روشناس کرایا۔ اس حوالے سے علامہ شبلی نعمانی اور علامہ سید سلیمان ندوی کی سات جلدوں میں ''سیرت النبی ؐ'' فن سیرت نگاری میں رجحان ساز تصنیف ہے۔ علامہ شبلی نے سیرۃ النبی ؐ کو جن جدید دینی و علمی اور تاریخی و تہذیبی اصولوں اور مقاصد کے پیش نظر رکھا اس نے سیرت نگاری کے فن کو معراج کی بلندیوں پر پہنچایا۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۴۷ء کے درمیان سیرت کی کئی معرکۃ الاراء تصانیف و تالیفات منصۂ شہود پر آئیں اس عہد کی تصانیف میں مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف قادری دانا پوری کی اصح السیر، پروفیسر نواب علی کی سیرت رسول ؐ مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی سیرت المصطفیٰ ؐ سمیت بیسیوں کتب سیرت نے سیرت نگاری میں ایک انقلاب برپا کیا زیر نظر عہد میں محض کتب سیرت میں ہی اضافہ نہیں ہوا بلکہ سیرت کو مختلف مقاصد اور زاویوں سے قلمبند کیا جس کے نتیجے میں سیرت نگاری میں علمی، تاریخی، دعوتی اور اصلاحی رجحانات بھی سامنے آئے ہم نے اپنے مطالعہ تحقیق میں اس عہد کی کتب سیرت میں ان رجحانات کی نشاندہی کی ہے یہ امر ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ مذکورہ عہد میں اس عہد کے سیرت نگاروں کی ذہنی، علمی وفکری وسعت مطالعہ کے نتیجے میں سیرت نگاری کو جو عروج حاصل ہوا وہ انتہائی قابل قدر ہونے کے ساتھ اس وقت کے عصری مسائل اور تقاضوں کے پیش نظر نہایت رفیع الشان قرار دیا جاسکتا ہے۔

آزادی کے بعد سیرت نگاری میں مقصدیت کا اصول ونظریہ ایک نئی جہت کے ساتھ سامنے آیا جس کے نتیجے میں سیرت نگاری میں دعوتی واصلاحی رجحان، تحریکی وانقلابی رجحان کے ساتھ ساتھ عوامی رجحان کا بھی اضافہ ہوا۔ آزادی کے بعد سیرت نگاری کے مذکورہ رجحانات نے سیرت کی مقصدیت واہمیت کو جس طرح نمایاں کیا اسے سیرت نگاری کا حاصل قرار دیا جاسکتا ہے اس حوالے سے نعیم صدیقی کی ''محسن انسانیت'' کو رجحان ساز تصنیف قرار دیا جاسکتا ہے۔

برصغیر پاک وہند کی تاریخ میں سیرت نگاری کی سرکاری سطح پر سرپرستی اور حوصلہ افزائی کا رجحان پہلی بار نمایاں طور پر ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۷ء کے درمیان دیکھنے میں آیا ہم نے اپنے مطالعہ تحقیق کے دوران سیرت نگاری کے سرکاری محرکات اور اس کے اثرات ونتائج سے بھی بحث کی ہے، سیرت نگاری کے سرکاری محرکات نے بلاشبہ سیرت نگاری کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ زیر نظر عہد میں سیرت نگاری میں

تحقیق کے جدید اصول واعلیٰ معیار کے رجحان کا تفصیلی مطالعہ بھی پیش کیا ہے اور اس حوالے سے معروف محقق اور دانشور ڈاکٹر حمید اللہ کی سیرت نگاری میں خدمات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

مختصر یہ کہ مطالعہ وتحقیق کا یہ طویل سفر ہمیں اس منزل تک پہنچا دیتا ہے جہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۸۷ء کے درمیان سیرت نگاری میں مختلف رجحانات کے اضافے نے فن سیرت نگاری کو معراج کمال تک پہنچایا جو آنے والے زمانوں کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

ضمیمہ جات

ضمیمہ ''الف''

ضمیمہ ''ب''

ضمیمہ ''ج''

ضمیمہ ''د''

ضمیمہ ''ہ''

ضمیمہ ''و''

ضمیمہ ''ز''

ضمیمہ " الف" باب پنجم

فہرست مستشرقین (۱)

نمبر شمار	نام	نام	تصنیف / تالیف
1	آدم	Amds,Isaac	Mohammad and Mohammadanism Chicago 1900
2	ایڈیسن	Addison, Lancelat	The life and Death of Muhammad, the author of the Turkish religion(London.1679
3	ایڈلر	Addler Fellx.M.	Moyammed.(Philladelphia 1901).
4	اہرن	Ahren, Karl.	MohammadalsReligions stifter (Leipzig. 1935)
5	ایٹن	Aiton, John	The Land of the Messiah, Mohomet and the Pope (London. 1854)
6	آرنلڈ	Arnold. T.W.	The preaching of Islam(London. 1896)
7	آرنلڈ	Arnold, J.M.	Islam ; its history , character and realtion to christainity (London 1874)
8	اروِنگ	Irving, Washington	Life of Mohomet (New York 1811)
9	اوکلے	Ockley, Simon.	History of the Saraceus (London 1847)
10	اوکسی گان	Oksegon,I..L.e	Confutacion del Alovany Secta Mahmmetana (Gronada 1555)

mohammad de Profet der Arabieren (Amesterdam 1898)	Eigman, Jakob	ایج مین	11
Des effects de tareligion de Mohammed	Oelsner, C.	اوسنر	12
Islam under the Arabs (London. 1876)	Osbom, R.D.	اوسم	13
Vizlat Muhmmad kuranjanak Ethik ajabiz. Budapest. 1902)	Osztern. S.	اوزرن	14
An Accounjt of the rise and progress of Mahometanism. (London 1911)	Stubbe. h	اسٹیب	15
History of the Ottomon Empire. preceded by the life of mohammad (Hurst. 1826 -35)	Upham, Edward	اپام	16
(i) تاریخ العرب وادابہم (لندن ۱۸۹۰ء) (ii) ترجمہ روضۃ الصفا فی حیاۃ محمد المصطفیٰ (لندن ۱۸۹۳ء) بمعاونت ریہاستک	Arbuthont, F.F	اربتھوت	17
Life of Mohammad (Allahabad. 1851) (Das Lebas and die Lehredes Mohammad 1851 - 1861)	Sprenger, A.	اشپرینگر	18
Muhmmad and Muhammadenism London 1874 (Reprint - Lahore)	Smith, Bosworth	اسمتھ	19
Mahmomet at les Arabs (Rome 1878)	Bachelat, Theodore	بخیلات	20

Mohammad and Islam A comparison with orthodox christianity (New York 1911)	Bacon. A.S.	بیکن	21
Mohammad und de Seinen (Leipzig 1907)	Beckendarf.H.C	بیکن ڈارف	22
Talks on Mohammed and his followers (London 1932)	Barton, Theodore	بارٹن	23
The dictionary historical and critical of Mr. peter Bayle (ed) (London, 1734 - 1738)	Bayle, Pierre	بائیل	24
Mohammedis impos turae (London 1615)	Bedwell.W	بیڈویل	25
Mohammad, His Biography and the beginning of the religion of Islam (Warsaw. 1914)	Bernfeld, Simon	برن فیلڈ	26
The life and teachings of Muhammad (Adyar-1932)	Besant Annie	بیسان	27
Le Problems de Mahomet Paris, 1952	Blachore, Regis	بلاخر	28
Mohammad of Koramen (Hamar) 1904	Blom.P.	بلام	29
Muhammad Islam Store profet. Kristiannica. 1911	Blytt.Eva.	بلائٹ	30
LIfe of Mohammed (Bombay 1851)	Bowen, George	بوون	31
Muhammad skuespiel. the akter. (Ohenhaven 1895)	Brandes.C.E.C	برانڈے	32

The Messenger the life of Mohammed (London 1946)	Bodley, R.V.C	بوڈلے	33
i) Historedes Arabes, aved. La vie de Mahomet (Amersterdam 1731)	Boulain Villiers H.C	بولین ویلیرز	34
Veber Muhammed (Frankfurt 1791)	Brequigny. H.D	بری کنی	35
Budha, Muhammad , Jesus (London, 1938)	Briem. O.E	بریم	36
History of the Islamic people. (New Yourk. 1947) Eng. Tr.	Brockelmann C	بروکلمان	37
Islam. A short study.	Brooks, Archihald	بروکس	38
The way of the prophet: An introduction to Islam. (London, 1962)	Brown,D.A	براؤن	39
The Era of Mahomet (London 1856(	Brown, G.L	براؤن	40
The Begger or the solidier Gautame or Maiiomet. (London 1903)	Buckle, Henry	بکل	41
Des Leban Muhammeds (Leipzig 1930)	Buhl, F.P.W	بوہل	42
Founders of Great Religions: Being persnal sketches of the famous leaders. (New York 1931)	Burrows, Miller	براؤز	43

The life of Mohammed : Founder of the Religion of Islam and the Empire of the saracens. (New York 1830)	Bush, George.	بش	44
قصیدۃ البردہ۔ بوبری مع سیرت مصنف' نقد و شرح ۱۸۹۴	Basset, Rene	باسے	45
Pilgrimage to mecca and Medina (1856)	Burton	برٹن	46
Mohammed undder koran (Stuttgart 1951)	Ponet, Rudi	پونی	47
TheHoly Sworel the story of Islam from Muhan to the present. (London 1961)	Payne,P.S.R	پائن	48
Contra Lospartalista Mahometanos (Rome. 1905-06)	Pedio,San Paswal	پیڈیو	49
Uber die Bluctrache beiden Voreslamisschen Arabern und Mahomeds. (Leipzig 1899)	Prucksch, otto	پروخش	50
History of Mohametankism and its sects. (London 1834)	Taylor W.C	ٹیلر	51
Sances of the Quien, (London 1905)	Tinsdall, W.st.C	ٹنسڈال	52
Muhamad the Great Arabian (Houston 1912)	Townsend.Med.W	ٹاؤن سینڈ	53
A study of History (London 1954-61)	Toynbee A.J	ٹائن بی	54
Muhammed (Leipzig 1907)	Trampe.E.Von	ٹرمپے	55

Studies in Biography (London 1865)	Trotter,H.J	ٹروٹر	56
Historie de la vie de Mahomet, Legisiative de L Arabic (Paris 1777-79)	Turpin.F.R	ٹرپن	57
Muhammed and the conquests of Ilsam (ew yourk 1968)	Garieli, Francesco	جبرئیلی	58
Vie de Mahomet (Amesterdam 1748)	Gagnier,J	جگنیئر	59
Mohammed (Paris 1838)	Genevay A	جینوے	60
Mohammadein characrbild. (Berlin 18[illegible])	Georgens. E.P	جورگن	61
Islam Mohammed and his religion (New yourk 1958)	Jaffery . Arthur	جیفرے	62
Muhammad and his power, New Your 1901	Johnston, P.Lacy de	جانسٹن	63
سیرۃ ابن ہشام مع متن و ترجمہ لاطینی۔ لیڈن ۱۸۸۱ء بمعاونت دی خویہ	Jong, P.de	جونگ	64
La vie de Mahomet, (Paris 1962)	Cheorghur,c.v	چیورغیو	65
Mahomet les Khalifes (Paris. 1912)	Chagavat, Michel.S	چگاوٹ	66
La vie de Mal. omet, (Paris 1929)	Dermenghem.E	درمنگھم	67
Maometton. 1931 سیرۃ الرسول (فلورنس ۱۹۲۹)	Ducati,Burno	دوکات	68
Maishaya Muhammad (London 1909)	Dale Codetrey	ڈالے	69
Mohammad (New York 1926) , Dibble. R.F	Dible. R.F	ڈبلے	70

Apology for Mohammad and the Quran London. 1869) Reprint, Lahore1975)	Davenport, John	ڈیون پورٹ	71
The Alcoran of Mahomet (London 1649)	Duryer, Andre	ڈورپر	72
Mahomet, Founder of Islam (London. 1915)	Draycott.G.M	ڈریکاٹ	73
Mahomet dauson lemps (Geneva. 1908)	Ducasse Raymond	ڈوکاسے	74
Vie de Mohammed. (Paris 1837)	Desvergers.N	ڈیورجرس	75
Spanish Islam (1863)	Dozy.R.P.A	ڈوزی	76
The life and death of Mahomet (London 1637)	raleigh, Sir.W	ریلے	77
Vita di Maometto (Milano 1922)	Ram Polde	رام پوڈی	78
Mohammad und die seninen (Leipzig.1907	Reckender,H	ریکینڈر	79
Reflections on Mohammedenism and the conduct of Mohammed (London 1712)	Reeland.A	ریلینڈ	80
Mohammad uljd die welt des Islam (Leipzig 1755)	Rehm.H.S	ریم	81
Notice Sur Mahomet. (Paris. 1860)	Reinaud, J.J	رینو	82
De religione Mohammedica Libra due. (utruht 1704)	Realnd.H	ریلان	83
Mahomet et ler origines de L Islamism. (Paris 1880)	Renan, Ernest.	رینان	84
L. Islam et son prophet Lausanne 1870)	Rink, F.Th.	رنگ	85

Hayye Muhammad (Mizz. 1932)	Rivilin, Josef. J.	ریولین	86
i) L. Islam Mahomet et les origins de L,Islam Paris 1957 ii) Mahomet. (Paris. 1961)	Rodinson.M.	روڈنسن	87
Life of Mahomet.(London 1833)	Robuck J.A	روبک	88
Mohammed (Newyork 1907)	Romro, Jacob	رومرو	89
Voice le vraj Mohammed et is faux Coran	Zakarias, Henna.	زکریا	90
Le Gedenze religiose de Maometto	Sacco.G	سیکو	91
The Koran or Al-Coran of Mohammed (London 1734)	Sale, George	سیل	92
Morale de Mahomet. (Paris, 1784)	Sawary Claude E.	سوارے	93
The life of Mohammed (London. 1913)	Sell, Edwarde	سیل	94
Quosuccessu Davidiros Hymanas - Unitiatussit Muhammed (Upsaluse, 1886)	Svan Borg A.	سوان	95
A History of Medieval Islam. (London 1965)	Saunders, J.J	سونڈرز	96
Muhammadtestics veritatis contraseipsum (Leipzig. 1718)	jkSchroeder M.G	شروڈر	97
Mohammad. The Man and his faith . (tr) London 1985	Tor.Andree	طوراینڈرے	98
Mahomet : Le Science chezee Arabs. Paris 1866)	Favrot, Alexis	فیورٹ	99
Mahometanism unveiled (London 1829)	Forster Charies	فارسٹر	100

Mohammed a Pegebbi Zsidosag Megitelescben. Budapest. 1934)	Fried, Dezro	فرائڈ	101
i). Annali de Islam (Hepoll 1905-26) ii). Maometto Profeta d'Arabia (Italine 1910)	Forebing, J.C	فوربنگ	102
i). Annali de Islam (Hepoll 1905-26) ii). Maometto Profeta d'Arabia (Italine 1910)	Caetani, Leone	کیتانی	103
The Hero as prophet Mahomet. (Newyork. 1902)	Carlyle, Thomas	کارلائل	104
Comette dp. L.Islam. Imperssions et.etudes. (Paris 1912)	Castries. Henridelac	کاستری	105
Leban Muhammad's des stifters der Muhammadanism religion (Hamburg 1814)	Clemens, J.F.G	کلیمنس	106
Muhammed's religionaus deen koran (Atona 1908)	Cludius, H.H	کلاڈیس	107
Maometto egll Ebrei (Milano 1925)	Corinaldi, Guid	کوریالدی	108
MAnacdotes of Hazrat Mohammad (London 1939)	Karimi R.W	کریمی	109
Muhammad. Hans Lefnad beratted. (Stockholm. 1908)	Kastman,Cari	کاسٹ مین	110
Mohammad and Mohammedanism (London 1889)	Koelle S.W.	کوئیل	111
Mohammad der prophet (Hamburg 1851)	Kroppen,P	کروپن	112
Essal sur L, Historire des Arabes (1847)	Caussin de Perceval A.P	کاسن ڈی پرسیوال	113
Risalah Ed. Tien. (London 1880) by muir	al-Kindl	الکندی عبدالمسیح بن اسحٰق	114

Le Doctorine et les Deviors de La Religion Musulmane (Paris, 1826)	Garcin de Tussy	گارساں دی تاسی	115
Mahomet. (Paris, 1957	Gaudefroy Demombynes	گاڈفرے ڈی ممبائن	116
Mohammedanism an Historical survey London(1953)	Gibb. H.A.R	گب	117
Life of Mahomet (new York 1879)	Gibbon, Edward	گبن	118
Mohammed & Islam. (Tr) Yale 1917)	Goldziher, Ignac	گولڈزیہر	119
The Saracens (London. 1887)	Gilma. Arthur	گلمین	120
Mohmet. at son Denure. (Paris 1997)	Gold I.L	گولڈ	121
The life of Mahomet. founder of the religion of islam and the empire of the Saracens (London 1840)	Green Samuel	گرین	122
Mohamad Des Leban Nachden Quellen (Mimsler 1892 095)	Grimm,e Hubert.	گریم	123
Muhammad (London 1983)	Lings Martin	لنگز	124
Vie de Mahomet d apres la tradition (Paris 1897-98	Lamairesse EFD.G.	لیمیرلیس	125
i) Mahomet in les grand Bommes-de orient (paris 1889) ii) Hisote de la Turquite paris 1854	Lamartine. A.M	لامارٹن	126
Muhammadanism (woking 1889)	Leitner G.W	لیٹز	127
Reprint Lahore 1893 vie de Mahomet (Paris 1939)	Lerougue R.	لیروگ	128
Moise Jesus et Mahomet on les Trios grands (Paris 1887)	Levy. Simon	لیوی	129

The Arabian Prophet'a life of Mohammed from Chinese and Arabic Sources. (Shanghai 1921)	Lew, Che, Fi	لیوچی فی	130
Islam, Her moral andspiritual value (London 1927	Leonard,Arthur G.	لینارڈ	131
The speeches and table talk of the Prophet Mohammad (London 1882)	Lane pool stainley	لین پول	132
اخلاص محمدؐ (۱۹۱۱) فاطمہ و بنات محمد (روم ۱۹۱۲) مہد الاسلام (روم ۱۹۱۴)	Lammens P.H.	لامنس	133
Muhammai mais hayake, pamoje na haboariza wasiium na Maturuki (London 1888) Engt. T. London 1896	Madan. A.C	میڈن	134
i) Allahe-ilsue prefeta parma (Estere 1922) ii) Mahomet ne imposter London 1920	Magna Mil.	ملنامی	135
La vita di Maometto (Milano 1888)	Manfredi vit.	مینفریدی	136
Mohammad and the rise of Islam New Yourk 1905	Margolioth,D.S	مارگولیتھ	137
Mahomometiv ita rerunque gestarm Mohomometiv ita rerunque gestarm synopiss (Roma 1691	Maracoli,Loius	مراکی	138

Hitstoria del falsay perverso profete Mahoma (Madrid 1781)	Martin M.J.	مارٹن	139
The life and the religion of Mohamad and the prophet of Arabia (London 1912	Menezes,Jl.	مینازیس	140
Maometto eil paradise (Milano 1946)	Messara,Paina	مسارا	141
An Histry of Muhammedanism(London 1817)	Mills,Charies.	مل	142
Memories of the life of Mahomet (London 1727)	Mills,Charies.	مل مین	143
Mahoma su vida (Madrid 1727	Montero y vidal j	مونٹیرو	144
False divinites On Moses christ and Mahomet and other religions deceptives (London . 1870)	Moses, the Lawgiver	موسس	145
History of religios. Judaism , christiantity Mohammedanism (New York 1929)	Moore G.F	مور	146
The life of Mahomet from original sources. (London 77)	Mutr,Sir, william.	میور	147
Spiritual heroes, a study of some of the worlds prophets. (New York. 1959)	Muzzay, D.S	موزے	148
Vite di Maometto (Rome 1946)	Nathene.C.A	ناتھن	149
A Literary history of the Arabs. (New York, 1907)	Nichollson. R.A	نکلسن	150
Das Heben Muhammed's nach der Quellen popular darquistett. (Hanover 1863)	Noldeke, Thedor	نولدیکے	151

An outline of Islam (London 1934)	North C.E	نارتھ	152
i) Muhammad at Mecca (1953) ii) Muhammad at Medina (1956) iii) Muhammad Prophet and statesman (London 1961)	Watt.W.M.	واٹ	153
Mohammad de Prophet sein leban and scine Lechre (Stuttgart 1843)	Weil, Gusta	ویل	154
Fra Missionen Blanat Muhammedaners (Denmark 1909)	Wellejus, H.	ویلجس	155
Half hours with Muhammad : Being a popular Account of the prophet of Arabia and of His More immediate followers together with a short synopsis of the religion he funded (London)	Wollaston Sir. A.N	والسٹن	156
Muhammad und sein werk (Stuttgart 1923)	Wueaz, Friechich.	ویاز	157
تاریخ مکۃ المکرمہ، سیرۃ ابن ہشام مع تعلیقات، اراضی مدینہ منورہ، تاریخ اشراف مکہ وغیرہ	Wusten feld.F.	وسٹنفیلڈ	158
L Histore Mahometane (Paris 1657)	Vattier, Pierre	ویٹیئر	159
i) Mohammad Messenger d'Allah (Philips 1657) ii) Mohammad (A Bengali Account of the life of Muhammad)Calcutta 1892)	Vieillard Rene	ویلارڈ	160
Religio Turcica, Mahometisvita (Succorum) 1659)	Wallich J.U.	والش	161
Das Bilal Muhammeds in wandel der Zeiten (Berlin 1916)	Hoas Har s	ہوس	162

Mohammad elete estana (Budapest 1878)	Hatala, Peter.	ہٹالا	163
The three great prophets of the world (woking 1923)	Headley Rowland G.	ہیڈ لے	164
An apology for the lfe and character of the celebrated prophet of Arabia called Mohammad or the illustrious (London 1829)	Higgines. Godpray	ہگنز	165
History of Mahomet the Great Imposter (Falkirk. 1821)	Hillard. Frederick H	ہلارڈ	166
Mohammed (Batari a 1939)	Hoevell, W.R.B.V	ہوویل	167
Moises jesus, Mahomet (L. Valencia 1903)	Holbach, Paul H	ہولباش	168
Mohametprophetedes Arabs (Paris. 1946)	Hoolma Harri	ہولما	169
The story of Mohammad (London 1914)	Holland, Edith	ہالینڈ	170
Muhammad in selected works (ed) Leiden. 1957	Hurgronje, C.S.	ہرگونج	171

ضمیمہ "ب" باب پنجم

فہرست مشہور مولود نامے (۱)

کتاب	مصنف	سن تالیف/اشاعت	مطبع ومقام طباعت/حوالہ
		سن وفات۔مصنف	
مجموعہ ہشت جنت		مطبوعہ ۱۹۰۱	مطبع مجتبائی' دہلی
مجلس ذکر خیر		مطبوعہ ۱۹۰۱	مطبع مجتبائی' دہلی
مولود مظہر الاسلام	مظہر الاسلام	مطبوعہ ۱۹۰۱	مطبع مجتبائی' دہلی
دافع الاوہام فی خیر الانعام		مطبوعہ ۱۹۰۴	
سعید البیان فی مولد سید انس جان	محمد معصوم شاہ	۱۹۰۵ء	مطبع نامی لکھنو
مولود بہار ولادت	-	۱۹۰۵ء	مطبع مجتبائی' دہلی
میلاد محمدیؐ		۱۹۰۵،۱۹۰۵ء	مطبع مجتبائی' دہلی
انوار احمدیؐ	انوار اللہ خان	۱۳۲۳ھ/۱۹۰۴ء	عظم شئیم پریس حیدرآباد دکن
اخلاق انسانیہ	عبدالغنی وارثی	۱۹۰۶ء	
مراد المشتاقین فی فضائل سید المرسلین	محمد یوسف	۱۳۲۶ھ/۱۹۰۹	مطبع گلزار حسنی' بمبئی
احسن المیلاد	احسن علی خان احسن		مطبع سلیمانی' بنارس
میلاد مجیدی ۰۰	مولوی مجید الدین		مطبع اکبری آگرہ
جہاں السیر احوال سید البشرؐ	سید شاہ محمد عبدالحئی بنگلوری		فہرست کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن

میلادالنبیؐ مع طریقہ مولد شریف	اشرف علی تھانوی		ادارہ تالیف اشرفیہ ملتان
مولد شریف			
میلادالنبی (۹ مواعظ)	اشرف علی تھانوی مرتب منشی عبدالرحمٰن خاں		مکتبہ اشرفیہ ملتان
سکینہ فی اخبار المدینہ	غلام شبیر بدایونی		اقبال پریس، بدایوں
مرقع رسولؐ	مشتاق احمد حسنی		فہرست کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن، ج ۴، ص ۲۹۰
تذکرۃ الحق	عبدالوحید		دہلی
سچا میلاد شریف	سید ابوالبیان		آگرہ اخبار پریس آگرہ
مولود سلطان الانبیاء	محمد حبیب اللہ		عثمانی پریس، حیدرآباد دکن
اشرف المسلمین	محمد حبیب اللہ		
آفتاب نبوتؐ	سید ایوب احمد سابر شاہجہان پوری		رحمٰن برادرس تاجرانِ کتب
ذکر مبارک	میمونہ سلطانہ شاہ بانو		مفید عام پریس، آگرہ
میلاد حبیبؐ	حبیب حسین		ہندوستانی پریس، لکھنو
میلاد محمدیؐ	خواجہ محمد حافظ علی		مرتضائی پریس آگرہ
ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب	مولانا گل محمد خان		مفید عام پریس، آگرہ
مجلسِ میلاد المصطفیٰ			
تذکرہ رسول اکبرؐ			مطبع نولکشور، لکھنو

میلاد نامہ جدید	عبدالرزاق		لکھنو
احیاء القلوب فی میلاد المحبوب			مطبع نولکشور، لکھنو
میلاد نامہ اور رسول نبیؐ	خواجہ حسن نظامی		حلقہ نظام المشائخ، دہلی
تحفۂ عثمانیہ (نور کا ظہور)	محمد عظیم		مطبع مرتضائی، آگرہ
رسالہ میلاد النبیؐ	ابوالبرکات بن منشی قادر علی		شیخ غلام علی برکت علی لاہور
معراج معلی (معراج نامہ کلاں)	خواجہ محمد اکبر خان اکبر وارثی میرٹھی		شیخ احمد حسن وذکر الرحمن تاجران
حیات ذاکر	حاجی شاہ محمد جمیل الرحمن خان بریلوی		رضوی کتب خانہ، دہلی
ذکر میلاد مولد النبیؐ القاسم	تجمل حسین		رسالہ اردو، انجمن ترقی اردو، شمارہ جنوری ۱۹۲۳ء
طریقۂ حسنہ	رحمن علی خان		نولکشور، لکھنو
ولادت سرورِ عالم (علامہ ابن جوزی)	ترجمہ، عبدالحلیم شرر		دلگداز پریس، لکھنو
مجموعہ میلاد مصطفیٰؐ			نولکشور، لکھنو
مظہر المیلادؐ			نولکشور، لکھنو
میلاد سرور انبیاء			نولکشور، لکھنو
ذکریٰ (مقالہ)	ابوالکلام آزاد		شرکت ادبیہ، علی گڑھ
ذکرِ میلاد	ایضاً		شرکت ادبیہ علی گڑھ
نور ہدایت (بچوں کے لیے)	ایم۔ اسلم		جہانگیر بک کلب لاہور

	میلاد سرفرازی			دفتر القاسم دیوبند
	خدا کی رحمت	شاہ محمد سلامت اللہ کشفی، بدایونی		مطبع ابوالعلائی آگرہ
	سبحان المولود	شیخ الخطیب محمد مدنی		سلطان حسین اینڈ سنز کراچی
	سرور عالم (میلاد نامہ)	مولانا عبدالمجید		دارالتصانیف کپورتھلہ
	تحفہ منبریہ (مختصر سیرت نبویہ)	عبدالشکور لکھنوی		دفتر النجم لکھنو
	المبین فی سیرت النبی آخرالزمانؐ	حاجی محمد بن سعید عبداللہ		نامی پریس لکھنو
	میلاد رسولؐ	سراج الدین اکبرآبادی		مطبع مرتضائی آگرہ
	آمنہ کا لالؐ (مولود شریف)	راشد الخیری		عصمت بکڈپو دہلی
	منہاج القبول فی ادب رسولؐ	محمد صالح		حمایت اسلام پریس لاہور
	ظہور خاتم الانبیاء والمرسلین (بشارۃ النبیؐ)	محمد ادریس کاندھلوی		نولکشور لکھنو
	تاریخِ مولد النبیؐ	علی بن شبیر حیدرآبادی		دکن لاء رپورٹ حیدرآباد
	یادگار عاصمہ	سعید الدین عاصی		عباسی کتب خانہ کراچی
	میلاد قمری فی ذکر خیر البشر	انتظام اللہ شہابی		مرتضائی پریس آگرہ
	زنانہ میلاد	سیماب اکبرآبادی		شاعر آگرہ دسمبر ۱۹۳۶ء
	زنانہ میلاد	حبیب حسین		فہرست صدیقی بکڈپو لکھنو
	مولود طپش (دو حصے)	سید چراغ علی طپش گورکھپوری		شیخ برکت علی اینڈ سنز لاہور
	میلاد شریف اکبر	خواجہ محمد اکبر خان وارثی میرٹھی		مطبع محمدی بمبئی ررتن اینڈ کو دہلی
	تحفۂ ربیع الاول	بدرالدین خان		نزہت پریس اورنگ آباد
	ذکر کرم	حفیظ الرحمٰن		فاروق پریس دہلی

	نیا میلاد	الیاس احمد مجیبی		بچوں کا بکڈ پو دہلی
	ظہور نو یا نیا میلاد نامہ	مناظر احسن گیلانی		اسلامک سوسائٹی پبلیکشنز
	مولود شریف جدید			شیخ غلام علی، برکت علی
	رحمۃ الرحیم			مطبع ابوالعلائی، آگرہ
	مدینہ کا چاند	منشی گوہر علی خاں گوہر رام پوری		ناظم پریس، رام پور
	میلادِ گوہر	منشی گوہر علی خاں گوہر رام پوری		ناظم پریس، رام پور
	سید الاذکار، یعنی میلادِ احمد مختار	حکیم محمد بدر الحسن حسینی		مطبع بدر المعین، دہلی
	بہارِ خُلد			جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز
	مولود دلپذیر	منشی محمد فضل الکریم فضل		ملک دین محمد اینڈ سنز، لاہور
	نزولِ رحمت (معروف بہ میلاد شریف)	خواجہ محمد شفیع دہلوی		سنیا محل، دہلی
	محمد کی سرکار	خواجہ حسن نظامی		بحوالہ سیرۃ النبی ص ۱۴۳
	محمدؐ درشن	خواجہ حسن نظامی		بحوالہ سیرۃ النبی ص ۱۴۳
	اسلامی رسولؐ	خواجہ حسن نظامی		بحوالہ سیرۃ النبی ص ۱۴۳
	سیرِ مصطفیٰ (سیرت پر لیکچر)	شاہجہاں بیگم والیۂ بھوپال		فہرست صدیق بکڈپو
	گلزارِ نقی کلاں (دو حصے)	حافظ فیض اللہ بیگ		بمبئی پریس، آگرہ

ضمیمہ "ج" باب پنجم

منتخب فہرست مطبوعہ کتب سیرت (۱)

(۱۸۹۸ـ۱۹۱۸ء)

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مولف	زمانہ اشاعت
۱	سیرت رسول	شبیر حسن عثمانی	1906
۲	سوانح حضرت محمد صلعم	عبدالرحمن شوق	1909
۳	ہادی اعظم	مولوی ابوخالد ایم اے	1909
۴	تاریخ نبوی	محمد ابراہیم میر سیالکوٹی	
۵	تواریخ احمد	خواجہ کمال الدین	1911
۶	نبوت کا ظہور اتم (نبی کامل)	ایضاً	1912
۷	ہادی اعظم	امجد علی	1912
۸	ہادی برحق	عباس علی	1913
۹	جناب سرور کائنات صلعم	محمد یوسف	1913
۱۰	جناب سرور کائنات	محمد ضیاء اللہ	1913
۱۱	خیر المعظم	محبوب علی شاہ	1915
۱۲	مرقع تصویر پیغمبری	محمد صدر الدین	1916
۱۳	تذکرۃ الحبیب	مفتی انوار الحق ٹونکی	1916
۱۴	رسالت نبویہ	عبدالرحیم ٹونکی	1917
۱۵	جویائے حق	عبدالحلیم شرر	1914

ضمیمہ "د" باب ششم

فہرست مطبوعہ کتب سیرت(۱)

(۱۹۱۹ـ۱۹۴۷ء)

۱	ذکر المحبوب	منشی محبوب عالم	۱۹۱۹ء
۲	سوانح خاتم المرسلین	عبدالحلیم شرر	۱۹۱۹ء
۳	سیرت المصطفیٰ	نواب سلطان جہاں بیگم	۱۹۱۹ء
۴	شہنشاہِ کونین	حامد نعمانی	۱۹۲۰ء
۵	سید المرسلین	عبدالرحمن شوق	۱۹۲۰ء
۶	سرورِ دو عالم	مولوی حفیظ الرحمن	۱۹۲۰ء
۷	ذکرِ محمد	نواب مرزا ابرلاس	۱۹۲۰ء
۸	صداقت رسول	عبدالرزاق ملیح آبادی	۱۹۲۱ء
۹	سیرت احمدی	احمد حسین خان	۱۹۲۲ء
۱۰	غزوات النبی	نور بخش توکلی	۱۹۲۲ء
۱۱	محمد رشی	مولوی ثناء اللہ امرتسری	۱۹۲۳ء
۱۲	سیرت النبی	حسین میاں پھلواری	۱۹۲۳ء
۱۳	تذکرہ جمیل	شاہ محمد جعفر ندوی	-
۱۴	اسلامی رسول	خواجہ حسن نظامی	۱۹۲۴ء
۱۵	مقدس رسول	مولوی ثناء اللہ امرتسری	۱۹۲۴ء

۱۶	خطبات نبوی	محمد عبداللہ خان	۱۹۲۴ء
۱۷	سید البشر	خادم علی خان اختر	۱۹۲۵ء
۱۸	سراج منیر	امتیاز علی وکیل	۱۹۲۵ء
۱۹	داعی اسلام	انتظام اللہ شہابی	۱۹۲۵ء
۲۰	اسوۂ رسول (پانچ جلدیں)	سید اولاد حیدر فوق بلگرامی	۱۹۲۵ء
۲۱	خورشید صداقت	خواجہ چراغ علی اختر	۱۹۲۵ء
۲۲	تصویر نور	عزیز جنگ	۱۹۲۵ء
۲۳	تذکرہ رحمۃ للعالمین	مولوی حبیب حسین	۱۹۲۶ء
۲۴	یاد رسول	سلطان احمد	۱۹۲۶ء
۲۵	عہد نبوی میں نظام حکمرانی	ڈاکٹر محمد حمید اللہ	۱۹۲۶ء
۲۶	سرور عالم	صدق دیندار	۱۹۲۷ء
۲۷	غزوات النبی	عبدالشکور لکھنوی	۱۹۲۷ء
۲۸	آفتاب نبوت	احمد علی	۱۹۲۷ء
۲۹	سیرت خیر البشر	مولوی محمد علی لاہوری	۱۹۲۷ء
۳۰	زندہ نبی کی زندہ تعلیم	مولوی محمد علی لاہوری	۱۹۲۷ء
۳۱	پیغمبر اسلام	عبدالمجید قریشی	۱۹۲۹ء
۳۲	سیرت الحبیب	عبدالتواب چشتی	۱۹۳۰ء
۳۳	حیات رسول	عباس علی سبزواری	۱۹۳۰ء
۳۴	سید البشر	غلام محمد	۱۹۳۰ء

۳۵	تحفۂ محمدی	محمد الیاس برنی	۱۹۳۰ء
۳۶	ذکر الحبیب	نواب حبیب الرحمن شیروانی	۱۹۳۰ء
۳۷	شان رسالت	ایضاً	۱۹۳۰ء
۳۸	آفتاب رسالت	ایضاً	۱۹۳۰ء
۳۹	شمائل مبارک	ایضاً	۱۹۳۰ء
۴۰	اسوۂ حسنہ	ایضاً	۱۹۳۰ء
۴۱	سیرت النبی	ایضاً	۱۹۳۰ء
۴۲	ذکر شریف	نواب حبیب الرحمن شیروانی	۱۹۳۰ء
۴۳	شمع ہدایت	ایضاً	۱۹۳۰ء
۴۴	ذکر جمیل	ایضاً	۱۹۳۰ء
۴۵	ذکر مبارک	میمونہ سلطان شاہ بانو	۱۹۳۱ء
۴۶	رسول بیتی	خواجہ حسن نظامی	۱۹۳۱ء
۴۷	دربار رسالت	فضل احمد خان شاہجہاں پوری	۱۹۳۱ء
۴۸	اسوۂ حسنہ	عبداللہ المروسی	۱۹۳۱ء
۴۹	ذکر رسول (جلد اول)	مولوی محمد کریم بخش	۱۹۳۲ء
۵۰	سرور دو عالم	محمد طاہر فاروقی	۱۹۳۲ء
۵۱	رہبر عالم	محمد مہدی حسن	۱۹۳۲ء
۵۲	عہد نبوی کا نظام تعلیم	ڈاکٹر محمد حمید اللہ	۱۹۳۲ء
۵۳	رسالۃ المعراج	اشرف شمسی	۱۹۳۲ء

۵۴	بلاغ المبین	حفظ الرحمٰن سیوہاروی	۱۹۳۹ء
۵۵	سیرت خاتم النبیین (تین حصے)	بشیر احمد ایم اے	-
۵۶	سیرت خیر الرسل	ایضاً	-
۵۷	نبیوں کے سردار	مرزا بشیر الدین محمود احمد	-
۵۸	رحمۃ للعالمین	ایضاً	-
۵۹	نبیوں کے سردار	ایضاً	-
۶۰	رحمۃ العالمین	ایضاً	-
۶۱	سیرت طیبہ	غازی الدین	۱۹۳۳ء
۶۲	ایکتا کا اوتار	عبدالمجید قریشی	۱۹۳۳ء
۶۳	سرکار دو عالم	محمد حسین خان ندوی	۱۹۳۳ء
۶۴	محمد رسول اللہ	محمد ابراہیم (سب جج)	۱۹۳۴ء
۶۵	جگت مہارشی	عبدالحمید قریشی	۱۹۳۴ء
۶۶	پیارا نبی	مرزا بشیر الدین محمود	۱۹۳۵ء
۶۷	سرور عالم	فضل کریم درانی	۱۹۳۵ء
۶۸	رسول جہاں	محمد ظفر ایم اے	۱۹۳۵ء
۶۹	سیرت محبوب کائنات	عبدالحمید دہلوی	۱۹۳۵ء
۷۰	آفتاب رسالت	رفیق بلند شہری	۱۹۳۶ء
۷۱	سیرت النبی	خواجہ حسن نظامی	۱۹۳۶ء
۷۲	ہادی اعظم	نبی احمد سرت پوری	۱۹۳۶ء

۷۳	ذکر نبی	نصیر الدین ہاشمی	۱۹۳۶ء
۷۴	خاتم النبیین	ابراہیم العمادی	۱۹۳۶ء
۷۵	سید البشر	سعید عبدالرحمٰن فریدکوٹی	۱۹۳۷ء
۷۶	میثاق الانبیاء	غازی محمد عبدالغنی	۱۹۳۷ء
۷۷	رسول پاک	سید عبدالواحد	۱۹۳۸ء
۷۸	خاتم النبیین	انوار علی شاہ	۱۹۴۰ء
۷۹	ذکر کرام	مولوی حفظ الرحمٰن	۱۹۴۰ء
۸۰	آنحضرت اور جوانی	محمد حمید اللہ	۱۹۴۰ء
۸۱	ظہور قدسی	ماہر القادری	۱۹۴۰ء
۸۲	اسوۂ النبی	ایضاً	-
۸۳	محمد عربی	باری علیگ	۱۹۴۱ء
۸۴	خاتم النبیین (یعنی سوانح عمر حضرت محمد	منشی نذیر احمد سیماب قریشی بنیالوی	۱۹۴۲ء
۸۵	شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن	مفتی احمد یار خان نعیمی	۱۹۴۲ء
۸۶	رسول اللہ	احمد سعید دہلوی	۱۹۴۲ء
۸۷	پاک زندگی	احمد سعید دہلوی	۱۹۴۲ء
۸۸	فتح مبین	حاجی موسیٰ خان رئیس دتاولی	۱۹۴۲ء
۸۹	سیرت رسول مقبول صلعم	احمد حسین جوہر	۱۹۴۳ء
۹۰	محسن حقیقی	رازق الخیری	۱۹۴۳ء
۹۱	پیغمبر عالم	یحییٰ نظامی	۱۹۴۳ء

۹۲	خیرالبشر	ایضاً	-
۹۳	اسوۂ حسنہ	میر محمد اسحاق	۱۹۴۳ء
۹۴	مُردوں کی مسیحائی	عبدالماجد دریابادی	۱۹۴۳ء
۹۵	یتیم کا راز	عبدالماجد دریابادی	۱۹۴۳ء
۹۶	مراسلات نبوی	عبدالنعیم خان	-
۹۷	شمس بازغہ	انیسہ محمود رضویہ	۱۹۴۵ء
۹۸	سرور عالم	خالد	-
۹۹	عہد نبوی کے میدان جنگ	ڈاکٹر محمد حمید اللہ	۱۹۴۵ء
۱۰۰	سیرت النبی (دو حصے)	ابوالفراج عبدالرحمن دہلوی	-
۱۰۱	اخلاق نبوی	ایضاً	-
۱۰۲	رحمت کا خزانہ	محمد عبدالقیوم ندوی	-
۱۰۳	ذکر حبیب	عبدالعلیم صدیقی	-

ضمیمہ "ہ" باب ہفتم

فہرست ''سیرت نمبر''

(رسائل و جرائد ۱۹۴۷ء۔۱۹۸۷)

ہفت روزہ استقلال لاہور'	ربیع الاول ۱۳۶۸ھ/جنوری ۱۹۴۸
ہفت روزہ رضوان لاہور'	ربیع الاول ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء
ماہنامہ مولوی دہلی' (حصہ اول)	صفر ۱۳۶۹ھ/نومبر ۱۹۴۹ء
ماہنامہ مولوی دہلی' (حصہ دوم)	ربیع الاول ۱۳۶۹ھ/دسمبر ۱۹۴۹ء
ماہنامہ مولوی دہلی'	ربیع الاول ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۰ء
پندرہ روزہ الحسنات رامپور	'جنوری ۱۹۵۱ء
ہفت روزہ رضوان لاہور	اگست ۱۹۵۲ء
ماہنامہ مولوی دہلی'	ربیع الاول ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء
ہفت روزہ رضوان لاہور'	شعبان ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء
ماہنامہ ماہ طیبہ کوٹلی لوہاراں'	صفر' ربیع الاول ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء
ماہنامہ آستانہ دہلی'	دسمبر ۱۹۵۳ء
ماہنامہ آستانہ دہلی'	نومبر' دسمبر ۱۹۵۳ء
پندرہ روزہ الحسنات رامپور	۱۹۵۴ء
ہفت روزہ رضوان لاہور'	ربیع الاول ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء
ہفت روزہ تعمیر ملت' گجرانوالہ	'اکتوبر ۱۹۵۵ء

......ماہنامہ ماہِ طیبہ	صفر/ربیع الاول ۱۳۷۵ھ/ اکتوبر/نومبر ۱۹۵۵ء
ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی	ربیع الاول/ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء
ماہنامہ فاران کراچی	جنوری ۱۹۵۶ء
ماہنامہ جلوۂ طور ملتان	جنوری/فروری ۱۹۵۸ء
ماہنامہ سالک راولپنڈی	۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء
کراچی میونسپل ریویو (سیرت نمبر)	۱۹۵۸ء
ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ	ربیع الاول ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء
ماہنامہ آئینہ لاہور	اکتوبر ۱۹۵۹ء
ہفت روزہ سوادِ اعظم	۱۹۵۹ء
ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ (معراج نمبر)	رجب ۱۳۷۹ھ/جنوری ۱۹۶۰ء
ماہنامہ آئینہ لاہور	اکتوبر ۱۹۶۰ء
ماہنامہ مسلمہ لاہور	جولائی/اگست ۱۹۶۱ء
ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور	ستمبر ۱۹۶۱ء
ماہنامہ الابقاء کراچی	۱۹۶۲ء
ماہنامہ معارفِ اسلام لاہور	ربیع الاول ۱۳۸۲ھ/جنوری ۱۹۶۲ء
ماہنامہ ماہِ نو کراچی	جولائی/اگست ۱۹۶۳ء
ماہنامہ خاتون پاکستان (سیرت نمبر حصہ اول)	اگست ۱۹۶۳ء
ماہنامہ مسلمہ لاہور	۱۳۸۲ھ/جنوری ۱۹۶۳ء
ماہنامہ خاتون پاکستان (سیرت نمبر حصہ دوم)	
......ماہنامہ عوام کراچی	جون
......ماہنامہ آئینہ لاہور	

ہفت روزہ الاصلاح لاہور	ربیع الاول
ہفت روزہ ہلال راولپنڈی	مئی
ماہنامہ نورس ڈائجسٹ کراچی	مئی جون
ماہنامہ بصیر کراچی (حصہ اول)	ستمبر
ماہنامہ بصیر کراچی (حصہ دوم)	اکتوبر
ماہنامہ ضیائے حرم لاہور	ربیع الاول
ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور (رسول نمبر جلد اول وجلد دوم)	نومبر
ماہنامہ الوارث کراچی	اپریل
ماہنامہ مرچنٹ لاہور	اپریل
ماہنامہ انجمن اسلامیہ میگزین کراچی	مئی
ماہنامہ ضیائے حرم لاہور	مارچ
سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد	ربیع الاول
ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی	
ماہنامہ شام وسحر لاہور	
ماہنامہ نور یزداں اسلامی ڈائجسٹ دہلی	
ماہنامہ محدث لاہور (سیرت نمبر اول ۲۰۰۰ء)	ربیع الاول ربیع الثانی
سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد	
ماہنامہ انجمن اسلامیہ میگزین کراچی	مارچ
ماہنامہ الوارث کراچی	
ماہنامہ شام وسحر لاہور	
ہفت روزہ ہلال راولپنڈی	

ماہنامہ [illegible] اسلام آباد	مارچ
ماہنامہ معرفت لاہور	
ماہنامہ شام و سحر لاہور	
ہفت روزہ ہلال راولپنڈی	ربیع الاول
ماہنامہ الوارث کراچی	
سہ ماہی فکر و نظر اسلام آباد	
مجلہ نور الحبیب بصیر پور	ربیع الاول
مجلہ رحمت للعالمین کراچی	ربیع الاول
ماہنامہ معارف اسلام لاہور	مارچ
ماہنامہ شام و سحر لاہور	
ہفت روزہ ہلال راولپنڈی	۱۹۷۸ء
سہ ماہی [illegible] (سیرت نمبر) سندھ یونیورسٹی	۱۹۷۸ء
ہفت روزہ پاکستانی فیصل آباد (سیرت ایڈیشن)	فروری ۱۹۷۹ء
سہ ماہی فکر و نظر اسلام آباد	۱۹۷۹ء
ماہنامہ الرشید ساہیوال	فروری ۱۹۷۹ء
ماہنامہ الوارث کراچی	فروری مارچ ۱۹۷۹ء
ماہنامہ الوارث کراچی	فروری مارچ ۱۹۷۹ء
ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور	ربیع الاول
ماہنامہ میثاق لاہور	۱۹۷۹ء
ماہنامہ سلطان العارفین گجرانوالہ	۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء
ماہنامہ شام و سحر لاہور	۱۹۷۹ء

اقرا (سیرت نمبر) لاہور ایم اے او کالج	۱۹۸۰ء
ماہنامہ اظہار کراچی	۱۹۸۰ء
ماہنامہ شام وسحر لاہور	۱۹۸۰ء
سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد	۱۹۸۰ء
ہفت روزہ فیضان کراچی	فروری مارچ ۱۹۸۰ء
مجلہ نور الحبیب بصیر پور	ربیع الاول
ماہنامہ انجمن اسلامیہ میگزین	جنوری فروری ۱۹۸۱ء
ماہنامہ الوارث کراچی	جنوری فروری ۱۹۸۱ء
ماہنامہ ضیائے حرم لاہور	ربیع الاول ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء
ہفت روزہ ہلال راولپنڈی	جنوری ۱۹۸۱ء
ہفت روزہ الہام بہاولپور	اگست ۱۹۸۱ء
ماہنامہ فیضان کراچی	مارچ اپریل ۱۹۸۱ء
ماہنامہ سلسبیل لاہور	اکتوبر نومبر ۱۹۸۱ء
ماہنامہ الرشید ساہیوال	۱۹۸۱ء
مجلہ شاہین گورنمنٹ ڈگری کالج گجرات	۱۹۸۱ء
مجلہ راوی لاہور گورنمنٹ ڈگری کالج گجرات	۱۹۸۱ء
ماہنامہ الوارث کراچی	جنوری فروری ۱۹۸۲ء
ماہنامہ اظہار کراچی	جنوری ۱۹۸۲ء
ہفت روزہ الہام بہاولپور	جنوری ۱۹۸۲ء
ماہنامہ ضیائے حرم لاہور	۱۹۸۲ء
ماہنامہ نقوش رسول نمبر (مکمل ۱۳ جلد)	دسمبر ۱۹۸۲ء تا ۱۹۸۴ء

ہفت روزہ ایشیا لاہور	دسمبر ۱۹۸۲ء
مجلہ نور الحبیب	۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء
ماہنامہ ضیائے حرم لاہور	۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء
ماہنامہ اظہار کراچی	دسمبر ۱۹۸۳ء
ہفت روزہ بلال راولپنڈی	جنوری ۱۹۸۴ء
ماہنامہ مسلمہ لاہور	جنوری ۱۹۸۴ء
ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال	۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء
ماہنامہ ضیائے حرم لاہور	۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء
پاکستان اسٹیٹ آف لی ریویو خصوصی سیرت نمبر	۱۹۸۴ء
ماہنامہ شام و سحر لاہور	۱۹۸۴ء
ماہنامہ اظہار کراچی	۱۹۸۴ء
ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال	۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء
ماہنامہ اظہار کراچی	نومبر/دسمبر ۱۹۸۵ء
پاکستان اسٹیٹ آف لی ریویو کراچی	ربیع الاول ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء
ماہنامہ اظہار کراچی	نومبر ۱۹۸۶ء
ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال	نومبر/دسمبر ۱۹۸۶ء
ماہنامہ الجامعہ جھنگ	۱۹۸۶ء
مجلہ کاوش گورنمنٹ جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ	۱۹۸۷ء

ضمیمہ ''و'' باب ہشتم

فہرست مقالات سیرت

(۱۹۷۸ - ۱۹۸۴ء)

مقالہ	مقالہ نگار
الامانت سے الامین تک	پروفیسر مرزا محمد منور
سرور دو عالم ایک بے مثال معلم	سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل
معلم انسانیت	مولانا محمد ایوب جان بنوری
مسلم خواتین اور تعلیم	ڈاکٹر مس لعل بہا
نوع انسانی کا معلم اعظم	پروفیسر حافظ احمد یار
ہمارے زوال کا مداوا	ڈاکٹر برہان احمد فاروقی
حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات اور نسل نو	ڈاکٹر غلام جیلانی برق
پیغمبر اسلام ﷺ کی معاشی تعلیمات	حضرت پیر کرم شاہ الازہری
آنحضرت ﷺ کا انداز تعلیم و تربیت اور اس کے انقلابی اثرات	مولانا محمد تقی عثمانی
معلم انسانیت کا عطا کردہ [illegible] کا تصور	مولانا نعیم صدیقی
[illegible] المومنین بحیثیت قائد	مولانا عبدالرحیم اشرف
آنحضور بحیثیت معلم کامل	شیخ محمود احمد
تعمیر اخلاق عالم میں رفتار و کردار پیغمبر کا اثر (ماخوذ)	ڈاکٹر محمد باقر
الانسان الکامل	پروفیسر امتیاز احمد سعید
رسول خدا اور وقار انسانی کی بحالی	مس اسماء رشید
حضور اکرم ﷺ بحیثیت معلم اعظم	مفتی محمد حسین نعیمی

مقالات سیرت (۱۹۸۱)

سیرت مصطفیٰ میں عصر حاضر کے لیے پیغام جناب	جسٹس (ر) سید تمیل حسین رضوی
سیرت مصطفیٰ میں عصر حاضر کے لیے پیغام	پروفیسر حافظ احمد یار
معاشرے کی تشکیل میں سیرت النبی ﷺ کی اہمیت	پروفیسر عبدالقیوم
سیرت مصطفیٰ میں عصر حاضر کے لیے پیغام	پروفیسر غازی احمد
حضور اکرم مربی و مزکی	ڈاکٹر خالد علوی
حضرت محمد سب کے اور سب کے لیے	جناب حافظ نذر احمد
اتباع رسول ﷺ کیوں؟	جناب سید فیضی
حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ سب کے لیے ضروری ہے	پروفیسر محمد اسلم
سیرت مصطفیٰ میں عصر حاضر کے لیے پیغام	جناب لیفٹیننٹ کرنل عبدالغفور
سیرت مقدس کا ابدی پیغام	پروفیسر عبدالجبار شیخ
قومی نظام سیرت کا نفاذ	ڈاکٹر محمد مسعود

مقالات سیرت (جنوری ۱۹۸۲)

حضور اکرم بحیثیت معلم اخلاق	الحاج زکریا کامدار (مشیر حج)
حضور اکرم بحیثیت معلم اخلاق	جسٹس کریم اللہ درانی
نبی اکرم ﷺ بحیثیت معلم اخلاق	مولانا عبداللہ خلجی
حضور کا منصب و مقام	علامہ سید محمود احمد رضوی
نعت نظمی	مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی
عدل و اعتدال	ڈاکٹر اسرار احمد
دین مصطفوی	مولانا سعید الدین شیرکوٹی

[illegible]	جناب نعیم صدیقی
خلق عظیم جناب	محمد صالح الدین
معلم اخلاق	مفتی وقار الدین
حضور بحیثیت معلم اخلاق	صاحبزادہ محمد فیض علی فیضی
معلم اعظم	مولانا صدر الدین الرفاعی
رسول اللہ ﷺ بحیثیت معلم اخلاق	مولانا عبدالرحمن سلفی
حضور بحیثیت معلم اخلاق	ڈاکٹر علامہ نجم الحسین کراروی
قرآنی اخلاق کا پیکر	جناب عبدالرحمن طاہر سورتی
حضور اکرم بحیثیت معلم اخلاق	جناب عنایت اللہ
حضور کے اخلاق عظیم	پروفیسر شیخ عبدالجبار
حکیم انسانیت	مولانا کفایت حسین نقوی
اخلاقی تربیت کا نبوی منہاج	ڈاکٹر الٰہی بخش جار اللہ
حضور ﷺ بحیثیت معلم اخلاق	پروفیسر فضل حق میر
حضور بحیثیت معلم اخلاق	میاں عبدالحکیم

مقالات سیرت (دسمبر ۱۹۸۲)

آنحضرت بحیثیت مظہر ختم	نبوت مولانا عبداللہ خلجی
مظہر تکمیل نبوت و رسالت	جسٹس (ر) قدیر الدین احمد
سیرت طیبہ حضور کے اسماء والقاب کے آئینے میں	ڈاکٹر سید عبداللہ
رسول اول و آخر	علامہ سید محمود احمد رضوی
خطبات نبوی	علامہ سید محمد رضی

عنوان	مصنف
مظہر تکمیل نبوت و رسالت	صاحبزادہ سید فیض الحسن
شفقت و رحمت	صاحبزادہ محمد فیض علی فیضی
مظہر کمال اور خاتم الانبیاء	مولانا شبیہ الحسنین محمدی
مظہر تکمیل نبوت و رسالت	مفتی شجاعت علی قادری
مظہر تکمیل نبوت و رسالت	مولانا محمد اطہر نعیمی
آنحضرت ﷺ بحیثیت مظہر تکمیل نبوت و رسالت	مولانا سعید الدین شیرکوٹی
مظہر تکمیل نبوت و رسالت	علامہ مرزا یوسف حسین
اقوام عالم کے محسن	مولانا سید حبیب الرحمن بخاری
مظہر تکمیل نبوت و رسالت	قاضی نور الحق ندوی
حضور اکرم ﷺ اور اسلامی ریاست کی تشکیل	سید اسعد گیلانی
سیرت طیبہ کی تاریخی و ادبی کاملیت	مولانا محمد ولی رازی
تکمیل رسالت اور اتحاد عالم انسانی	بریگیڈیئر (ر) گلزار احمد
رسول اکرم ﷺ بحیثیت معلم کامل	پروفیسر ڈاکٹر امتیاز احمد
عقیدہ ختم نبوت اور اس کے تقاضے	پروفیسر عبداللطیف انصاری
مظہر تکمیل نبوت و رسالت	پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ
مظہر تکمیل نبوت و رسالت	پروفیسر سمیع اللہ قریشی
نبی رحمت	سید فیضی
مظہر تکمیل نبوت و رسالت	ڈاکٹر عبدالرشید
مقام مصطفیٰ ﷺ بلوچی و براہوی ادب کے آئینے میں	ڈاکٹر انعام الحق کوثر
پیغمبر انقلاب و رحمت	پروفیسر فضل الحق میر

نبی رحمت حکیم	محمد تقی خان شفا
اسوۂ حسنہ اور ہم	سید ودود احمد جیلانی
سرورِ عالم نبی کامل کرنل (ر)	محبوب حسین خان لودھی
مظہر تکمیل نبوت و رسالت	سید شاکر حسن
آنحضرت بحیثیت مظہر تکمیل نبوت و رسالت	عنایت اللہ

مقالات سیرت حصہ اول (۱۹۸۳)

نظام معیشت سیرت الرسول کی روشنی میں	جناب محمد ذاکر قریشی
آنحضرت ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت	جناب دوست محمد فیضی
رسول پاک بحیثیت معاشی نظام دہندہ	جناب ڈاکٹر محمد خالد رضا
شارع اسلام بحیثیت دہندہ نظام معیشت	مولانا عبدالباقی
اسلامی معاشیات کے بنیادی اصول	مولانا عبداللہ خلجی
حضور ﷺ بحیثیت دہندہ معاشی نظام	ڈاکٹر رابعہ محمد خورشید خان
حضور اکرم ﷺ بحیثیت معلم اقتصادیات	ڈاکٹر مفتی شجاعت علی قادری
معاشیات کی اصلاح و ترقی کے لیے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات	مفتی سیاح الدین کاکاخیل
اسوۂ مبارک سرور کونین رسول اکرم ﷺ اور شرف انسانیت	مولانا محمد مالک کاندھلوی
حضور اکرم بحیثیت دہندہ نظام معیشت	مولانا محمد شفیع اکاڑوی
اسلام کی معاشی تعلیمات	صاحبزادہ محمد فیض علی فیضی
معلم اخلاق محسن انسانیت رحمۃ للعالمین ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت	مولانا محمد اطہر نعیمی
ہادی اعظم ﷺ دہندہ نظام معیشت	مولانا سعید الدین شیرکوٹی
سیرت نبوی اور مسئلہ معاش	مولانا صدر الدین الرفاعی

مقالات سیرت حصہ دوم (۱۹۸۳ء)

آنحضرت ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت — مفتی غلام سرور قادری

اسلام کا نظام معیشت سیرت رسول کے آئینے میں — مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی

حضور اکرم ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت — مولانا میاں فضل حق

حضور ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت — علامہ سید فخر احسن کراروی

آنحضرت ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت — پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

نبوی نظام معیشت میں عشر کی اہمیت اور افادیت — حافظ احمد یار

رسول اکرم بحیثیت معاشی نظام دہندہ — پروفیسر غلام احمد حریری

معاشی جدوجہد کا نبوی تصور — پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی

آنحضرت ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت — پروفیسر ڈاکٹر جمیل احمد

آنحضرت ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت — ڈاکٹر سعید اللہ قاضی

آنحضرت ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت — پروفیسر ڈاکٹر امتیاز احمد

معاشی انصاف و تعلیمات اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں — ڈاکٹر امان اللہ خان

حضرت محمد ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت — جناب عبدالعزیز عرفی

نبوی تصور ملکیت — پروفیسر مولانا محمد طاہر القادری

سیرت طیبہ میں تکافل اجتماعی کے مظاہر — پروفیسر طفیل ہاشمی

آنحضرت ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت — علامہ شمس بریلوی

پیغمبر اسلام کا اقتصادی نظام — ڈاکٹر سید سبط حسن رضوی

اسلام اور گداگری — پروفیسر محمد اشرف خان بھٹی

آنحضرت ﷺ کے پیش کردہ نظام معیشت کا پس منظر اور اس کی روح — جناب پروفیسر سمیع اللہ قریشی

حضور اکرم ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت	پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ
حضور ﷺ دہندہ نظام معیشت	پروفیسر محمد متین ہاشمی
آنحضرت ﷺ کا مثالی نظام معیشت اور اس کے تقاضے	حافظ نذر احمد
زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم اسلامی ریاست کی ذمہ داری	مولانا محمد میاں صدیقی
حضور اکرم ﷺ کی معاشی تعلیمات کے بنیادی اصول	پروفیسر عبداللطیف انصاری
اسلام اور معاشی نظام	ڈاکٹر انعام الحق کوثر
نبی اکرم کا نظام معیشت	سید محمد شاکر حسن
حضور اقدس کا اقتصادی نظام	محبوب حسن خان لودھی
اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت، حقیقت اور حکمتیں	مولانا سید محمد عبدالقادر آزاد
محسن انسانیت	جناب ظفر علی قریشی

مقالات سیرت (۱۹۸۴)

نظام قضا اور شہادت کے قواعد وضوابط	جناب جسٹس قدیرالدین احمد صاحب	کراچی
قضاۃ کی ترتیب	جناب پروفیسر ہدایت حسین صاحب	اسلام آباد
شہادت کے قواعد وضوابط	جسٹس مولانا محمد عبدالقدوس قاسمی صاحب	اسلام آباد
رسول کریم اور نظام عدل	جناب جسٹس آفتاب حسین صاحب	لاہور
عہد نبوی میں نفاذ عدل کے ادارے	جناب پروفیسر سمیع اللہ قریشی صاحب	جھنگ
رسول کریم کا عطا کردہ نظام عدل وقضا	جناب پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ صاحب	سیالکوٹ
اسلام کے قانونی نظام کے بنیادی اصول	جناب پروفیسر عبداللطیف انصاری	مظفر آباد
معاشرتی عدل سیرت رسول کی روشنی میں	مولانا حبیب الرحمٰن بخاری شاہ صاحب	راولپنڈی
معاشرتی عدل	پروفیسر ڈاکٹر امتیاز احمد	کراچی

حضور اکرم کا معاشرتی عدل	علامہ شمس بریلوی	کراچی
رسول اللہ کا معاشرتی عدل	ملک محمد رمضان بلوچ	مستونگ
معاشرتی عدل	جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری	اسلام آباد
عائلی عدل	مولانا ابونصر سید منظور احمد شاہ	ساہی وال
اسلام کا نظام عدل عائلی عدل	ڈاکٹر سید علی رضا نقوی	اسلام آباد
تعلیم نسواں سیرت رسول کی روشنی میں	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	لاہور
تہذیب نسواں خواتین کے حقوق وراثت	مولانا محمد اطہر نعیمی	کراچی
اسلام میں معاشی عدل	ڈاکٹر ضیاء الدین احمد	اسلام آباد
اسلام میں عدل کی اہمیت اور اقلیت کے حقوق	مولانا سمیع الحق	اکوڑہ خٹک
ذمی سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں	پروفیسر عبد القیوم	لاہور
ذمیوں کے ساتھ عدل	ڈاکٹر سید سبط حسن رضوی	اسلام آباد
ذمیوں کے ساتھ عدل	پروفیسر فضل حق میر صاحب	کوئٹہ
خطاب	جناب داؤد شیکو مین چین	
عمال حکومت کا محاسبہ	پروفیسر سعید الدین احمد ڈار	اسلام آباد
حسن کائنات	حکیم محمد یحییٰ خان شفاء راولپنڈی	
خطاب	مولانا امین الاسلام ڈھاکہ	
حضور کا نظام عدل	ڈاکٹر انعام الحق کوثر کوئٹہ	

ضمیمہ "ز" باب ہشتم

منتخب فہرست کتب سیرت (انگریزی)

1) Ameer Ali Syed,

A critical examination of the life and teaching of Muhammad, London, 1803

2) Ahmed , Fazal

Muhammad the holy prophet, hersoe of Islam series, Lahore , 1960

3) Ahmed , Syed Maqbool,

Muhammad in the Quran, Sh Ashraf Lahore, 1965

4) Ali Muhammad ,

The prophet Muhammad , London 1933

5) Ali Zaki,

Muhammad the Prophet of Islam, Sh Ahsraf, Lahore

6) Ali Muhammad, st,

Muhmmad and christ, Madras, 1921

7) Amin M,

Muhammad and the teaching of Quran, Sh Ahraf Lahore

8) Asad Muhammad,

The Road to Mecca, Max heninhardt, London

9) Ata Muhyudoin,

The Araian Prophet. Karachi, Lahore

10) Alher Hussain.

The Message of Muhammad. Lahore 1980

11) Barkat Ahmed.

Muhammad and the jews, new delhi 1979

12) Durrani, F.K,

The last prophet, Qaumi kitab khana Lahre

13) Farid, A.H.

Prayers of Muhammad, Sh. Ahraf, Lahore

14) Hakim. K.A

The Prophet and his Message Lahore 1972

15) Hamidullah

Muhammad Rasulullah,

Hyderbad Deccan 1974 also in Turkish and urd.

16) Hashmi. Y.A

The Constitutional Diectation of Muhammad , Karahi

17) Hashmi, Y.A

Muhammad the ummai Nabi Some Glimpases of his MultiDimensional Presonality.

Karachi 1991

18) Kamaluddin Khwajah

The Ideal Prophet , S.M.Ashraf Lahore

19) Khan Inamullah,

Maxims of Muhammad, karachi 1965

20) Mohyuddin, A

The Arabian Prophet, His Message and Achivment. Karachi. 1955

21) Rahman, Afzal ur,

Muhammad Blessing for Mankind, USA

22) Said, edward,

Orientalism New york 1979

23) Sarwar, Hafiz ghulam

Muhammad, the Holy Prophet, Lahore 1964

24) Siddiui, Abdul Hameed,

The life of Muhammad lahore 1969

25) Siddiqui, M Y Mazheruddin Dr.

Organization of Goverment Under the prophet , Delhi 1982

26) Suhrawardi, Sir A.A. Wammaun

27) Abdur Rehman,

Muhammad upon whome be peace Lahore 1949

28) Abdul wahab Syed,

Shadow elss prophet of Islam being a trealis on spiritul aspect of the prophet's life and

spiritualism. Lahore, 1949

29) Afzal Iqbal,

The Prophet Diplomacy. 1975

30) AfzalurRehman

Muhammad : The Educater of Mankind London 1980

31) AfzaluRehman

Muhammad : as a military Leader London 1980

32) Anwar Ali syed

The Seal of Prophet hood karachi 1979

33) Fazal Ahmed

Muhammad the prophet of Islam Lahore

34) Jamil, S.M

Some aspect of the unique personality of Prophet Muhammad Karachi 1973

35) Khuda Bukhs, S

Muhammad : The Prophet of God, Lahore 1953

36) Khurshid Ahmed,

The Prophet of Islam . Karachi 1966

37) Sarwar, Hafiz Ghulam

Muhammad : The Holy Prophet Lahore 1949

38) Siddiqui Nazeer A

Muhammad the last messanger Karachi 1984

39) Qureshi, Ishtiaq Hussain

From Miraj to domes Karachi 1983

40) Ghazai, Mahmood Ahmed,

The Hijrah its philosphy and message for the modern man. Lahore 1981

41) Shahid Hussain Syed

Misconception of about prophet Muhammad

42) Bashumail, Muhammad Ahmed

The Great Battle of Bader Lahore 1981

43) Zahoorul Haq

Muhammad . The greatest Leader Lahore 1983

44) Haykal, Hussayn Muhammad.

The Life of Muhammad (SAW) tr by Ismail Ragi A. al-Faruqi Darul-Ishaat Karachi 1989

کتابیات

ا۔ اردو

ا۔ القرآن الحکیم

۲۔ ابن خلدون' عبدالرحمٰن' کتاب العبر و دیوان المبتداء والخبر فی ایام العرب والعجم ومن عاصرمن ذوی السلطان الاکبر' (اردو ترجمہ)

دارالاشاعت۱۹۸۲ء

۳۔ الاعظمی' محمد الیاس ڈاکٹر' دارالمصنفین کی تاریخی خدمات' خدابخش اورینٹیل لائبریری' پٹنہ۲۰۰۲ء

۴۔ احمد' مسعود ڈاکٹر' مجدد الف ثانی' مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۱۹۸۳ء

۵۔ اعظمی' محمد ضیاءالرحمٰن ڈاکٹر' اقضیۃ الرسولؐ' ادارہ معارف اسلامی لاہور

۶۔ اکرام' شیخ محمد' آب کوثر' ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۱۹۷۱ء

۷۔ اکرام' شیخ محمد' آب کوثر' ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۱۹۷۵ء

۸۔ آرنلڈ' ٹی ڈبلیو' دعوت اسلام' ترجمہ شیخ عنایت اللہ' محکمہ پنجاب لاہور۱۹۷۲ء

۹۔ بریلوی' عبادت ڈاکٹر' تاریخ ادبیات مسلمانان پاک وہند' پنجاب یونیورسٹی لاہور۱۹۷۸ء

۱۰۔ پرویز' غلام احمد' معراج انسانیت' ادارہ طلوع اسلام' لاہور۱۹۷۶ء

۱۱۔ پانی پتی' شیخ مبارک محمود' سیرت رسولؐ (اردو کتابوں کی جامع فہرست) نیشنل بک فاؤنڈیشن آف پاکستان لاہور۱۹۷۳ء

۱۲۔ حق' چوہدری افضل' محبوب خدا' قومی کتب خانہ لاہور۱۹۴۴ء

۱۳۔ حمیداللہ' محمد ڈاکٹر' رسول اکرم کی سیاسی زندگی' دارالاشاعت۱۹۸۲ء

خالد' انور محمود ڈاکٹر' اردو نثر میں سیرت رسولؐ' اقبال اکادمی' لاہور' ۱۹۸۹ء

۱۴۔ خان' سرسید احمد' الخطبات الاحمدیہ' سنزل نقشبندیہ' لاہور۱۹۱۴ء

۱۵۔ خان' اکبر میجر جنرل' حدیث دفاع' فیروزسنز لاہور۱۹۵۴ء

۱۶۔ داناپوری' حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف' اصح السیر' کارخانہ تجارت کتب کراچی' ۱۹۶۰ء

- منگلوری، سید طفیل احمد، مسلمانوں کا روشن مستقبل، حماد الکتبی لاہور (س ن)
- نظامی، خلیق احمد، حبیب محمد، جامع تاریخ ہند تخلیقات لاہور (س ن)
- ندوی، سید سلیمان، حیات شبلی، دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۹۹ء
- نعمانی، علامہ شبلی، سیرۃ النبی، دار الاشاعت کراچی ۱۹۸۵ء
- نظامی، حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مکتبہ رحمانیہ لاہور (س ن)

۲۔ انگریزی

1. Aziz Ahmed, studies in Islamic Culture in Indian Environment. Oxford, 1964

2. Ameer Ali s, The Spirit of Islam, Culcutta, 1961

3. B.A. Dar,Religious Thought of Syed Ahmed Khan, Lahore.

4. Carlyle, Thomus, The Hero as Prophet Mahamet,

(New York, 1902

5. ChiraghAli A Criticalk Exposition of popular Jehad,

6. Khalifa Abdul Hakim, The prophet and his massage, Lahore 1972

7. Muir, Sir William, The Life of Mahomet, London 1958

8. Qureshi I.H. Ulema in Politics, Karachi.

9. Qureshi I.H. , The Muslim Community Indo Pakistan Sub-Continet , New York.

10. Syed Ahmed Khan, Essays on the Life of Muhammad, London 1870

11. Siddiqui , Abdul Hameed, The Life of Muhammad, Lahore, 1969

12. Smith, W Cantwell, Islam In modern History, Prinction 19576

13. Smith, W. Cantwell, Modern Islam in India, London, 1946.

14. The Cambridge History of Islam, Cambridge 1970

15. The Cambridge History of India Cambridge 1928